فتاوی علماء ہند

جلد - ۹

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باهتمام

منظمة السلام العالمية
ممبائی - الهند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۹)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	اگست ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب الصلاۃ

دوران نماز اذکار ودعا	۳۹	--	۶۰
سلام کے بعد اذکار ودعا	۶۱	--	۲۳۶
امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت	۲۳۷	--	۲۶۴
حافظ اور غیر حافظ کی امامت	۲۶۵	--	۲۷۶
مؤذن کی امامت	۲۷۷	--	۲۷۸
امام کے انتخاب کا حق	۲۷۹	--	۲۸۶
قاضی نکاح اور سید کے لئے استحقاق امامت	۲۸۷	--	۲۹۲
امامت میں وراثت	۲۹۳	--	۳۳۴
فاسق کی امامت	۳۳۵	--	۳۵۴
جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے	۳۵۵	--	۳۶۶
انتہا پسند، کمیونسٹ وانگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت	۳۶۷	--	۳۷۲
شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت	۳۷۳	--	۳۸۲
جاہلانہ اور غلط رسم ورواج کرنے والے کی امامت	۳۸۳	--	۳۸۶
بدگو کی امامت	۳۸۷	--	۴۰۸
فتنہ پرداز کی امامت	۴۰۹	--	۴۱۴
نسبندی کرانے والے کی امامت	۴۱۵	--	۴۲۰
عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت	۴۲۱	--	۴۳۴
مہتم کی امامت	۴۳۵	--	۴۷۴
غلط نکاح خواں کی امامت	۴۷۵	--	۴۸۶
ڈاڑھی اور امامت	۴۸۷	--	۵۴۰

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللّٰه عزوجل:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيْفَةً

وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾

(سورة الأعراف: ٢٠٥)

عن على بن أبى طالب رضى اللّٰه عنه

أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا استفتح الصلاة يكبر ثم يقول:

"وجهت وجهى للذى فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين، إن صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى للّٰه رب العالمين، لا شريك له، وبذلك أمرت وأنا أول المسلمين،اللّٰهم أنت الملك لا إله إلا أنت وأنا عبدك ظلمت نفسى واعترفت بذنبى فاغفرلى ذنوبى جميعًا لا يغفر الذنوب إلا أنت ، اللّٰهم اهدنى لأحسن الأخلاق لا يهدى لأحسنها إلا أنت ، اصرف عنى سيئتها لا يصرف عنى سيئتها إلا أنت ، لبيك وسعديك والخير كله فى يديك والشر ليس إليك أنا بك وإليك تباركت وتعاليت استغفرك وأتوب إليك".

(مسند الإمام أحمد،مسند على بن أبى طالب رضى اللّٰه عنه،رقم الحديث: ٨٠٣)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۰)

(الف)	کلمۃ الشکر از انجینئر شمیم احمد صاحب خادم منظمۃ السلام العالمیۃ، موممبائی انڈیا	۳۱
(ب)	تأثرات از مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، دار العلوم اسلامی مرکز، ملیر کوٹلہ، پنجاب	۳۲
(ج)	تأثرات از غلام احمد مرتضی، معماری، بردوان، مغربی بنگال	۳۳
(ہ)	کلماتِ دعا از پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یوپی)	۳۴
(و)	پیش لفظ از مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی ممبئی، انڈیا	۳۵
(ز)	ابتدائیہ از مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ	۳۷

دوران نماز اذکار و دعا (۳۹-۶۰)

(۱)	فرض نیت سے پہلے ''إنی وجّھتُ'' پڑھنا کیسا ہے	۳۹
(۲)	نماز شروع کرنے سے پہلے ''إنی وجہت وجھی، الخ'' پڑھنا	۳۹
(۳)	ابتداءِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿إِنِّیْ وَجَّھْتُ﴾ پڑھنا	۴۰
(۴)	نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا	۴۰
(۵)	نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا	۴۱
(۶)	ثنا سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ	۴۲
(۷)	بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں	۴۳
(۸)	نماز میں غیر ماثور دعائیں	۴۴
(۹)	قومہ اور سجدہ کے اذکارِ مسنونہ	۴۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰)	قومہ وجلسہ میں دعاء ماثور	۴۶
(۱۱)	قومہ وجلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا	۴۶
(۱۲)	قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم	۴۹
(۱۳)	دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم	۵۰
(۱۴)	دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل	۵۱
(۱۵)	دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق	۵۳
(۱۶)	قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں	۵۵
(۱۷)	سجدۂ نماز میں دعا	۵۶
(۱۸)	سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا	۵۸
(۱۹)	سجدہ میں دعا کی ہیئت	۵۹
(۲۰)	حالت نماز میں درود کے اندر ''ذرّیات و أزواج'' کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے	۶۰
(۲۱)	قعدۂ نماز میں مختلف دعا	۶۰

سلام کے بعد اذکار و دعا (۶۱-۲۳۶)

(۲۲)	نماز کے بعد ''استغفر اللّٰہ'' پڑھنا	۶۱
(۲۳)	نماز کے بعد ''یا قوی'' ''یا نور'' پڑھنا	۶۲
(۲۴)	بعد نماز ''یا رسول اللّٰہ'' کہنا	۶۲
(۲۵)	فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں	۶۳
(۲۶)	فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ''بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلّا ہو الرحمٰن، إلخ'' پڑھنا	۶۴
(۲۷)	سلام کے بعد انگلیاں آنکھوں پر پھیرنا	۶۵
(۲۸)	سلام کے بعد دعا کے لیے بیٹھنے کی مقدار	۶۵
(۲۹)	نماز کے بعد ''اللّٰھم أنت السلام'' میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا	۶۶
(۳۰)	فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ''اللّٰھم أنت السلام'' کی مقدار کا حکم	۶۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۱)	نمازوں کے بعد "سبحان الله، الحمد لله، لا إله إلا الله" پڑھنا	۶۷
(۳۲)	بعد نماز "لا إله إلا الله" بلند آواز سے کہنا کیسا ہے	۶۸
(۳۳)	ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا	۶۸
(۳۴)	فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا	۶۹
(۳۵)	نماز کے بعد لا إلٰہ الا اللہ پڑھنا	۶۹
(۳۶)	ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام	۷۰
(۳۷)	نمازوں کے بعد اذکار وغیرہ کا حکم	۷۱
(۳۸)	نمازوں کے بعد کے اذکار	۷۲
(۳۹)	فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا	۷۴
(۴۰)	ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا	۷۵
(۴۱)	نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد	۷۷
(۴۲)	تسبیحات فاطمی کی فضیلت	۷۸
(۴۳)	تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا	۷۸
(۴۴)	نمازوں کے بعد تسبیح	۷۹
(۴۵)	کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں	۸۰
(۴۶)	فرائض وسنن کے درمیان وظیفہ	۸۱
(۴۷)	تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد	۸۲
(۴۸)	بعد فجر وعصر تسبیحات ودعا میں ترتیب	۸۳
(۴۹)	نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا	۸۳
(۵۰)	تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے	۸۴
(۵۱)	نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے	۸۴
(۵۲)	تبیح وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا	۸۵
(۵۳)	فرض کے بعد آیۃ الکرسی	۸۶

صفحات	عناوین	نمبرشمار
۸۶	نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت	(۵۴)
۸۷	عصر کے بعد ذکرودعا کا اہتمام	(۵۵)
۸۸	بعد فرائض کے اوراد و وظائف	(۵۶)
۸۸	نمازوں کے بعد طویل دعائیں	(۵۷)
۸۹	فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے	(۵۸)
۹۰	جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے	(۵۹)
۹۰	فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے یا نہیں	(۶۰)
۹۱	نماز کے بعد دعا کا ثبوت	(۶۱)
۱۰۰	فرض نمازوں کے بعد دعا	(۶۲)
۱۰۱	فرض نماز کے بعد دعا اور آمین	(۶۳)
۱۰۲	بعد نمازِ پنجگانہ دعا سنت ہے	(۶۴)
۱۰۳	ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا	(۶۵)
۱۰۴	ہر نماز کے بعد دعا	(۶۶)
۱۰۵	ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام	(۶۷)
۱۰۵	نماز کے بعد دعائیں	(۶۸)
۱۰۷	زبدۃ الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوات؛ فرائض کے بعد دُعا	(۶۹)
۱۱۴	کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے، یا وقفہ کے ساتھ	(۷۰)
۱۱۵	دعا نماز کے بعد، یا خطبہ کے بعد	(۷۱)
۱۱۵	وتر کے بعد دعا	(۷۲)
۱۱۶	وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم	(۷۳)
۱۱۶	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز	(۷۴)
۱۱۹	پنجگانہ نماز میں دودفعہ دعا کا التزام	(۷۵)
۱۲۲	نماز کے بعد دعائے ثانیہ	(۷۶)

صفحات	عناوین	نمبر شمار
۱۲۴	دعائے ثانیہ وثالثہ	(۷۷)
۱۲۵	فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی)	(۷۸)
۱۳۶	ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے	(۷۹)
۱۳۷	دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے	(۸۰)
۱۴۲	فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم	(۸۱)
۱۴۲	نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید	(۸۲)
۱۵۳	سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے	(۸۳)
۱۵۳	مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جا سکتا ہے	(۸۴)
۱۵۴	فجر اور عصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا	(۸۹)
۱۵۵	فجر وعصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا	(۹۰)
۱۵۵	دعا میں امام کی اقتدا کا حکم	(۹۱)
۱۵۶	دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط وتفریط سے بیزار ہیں	(۹۲)
۱۵۷	فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے	(۹۳)
۱۵۸	علماءِ احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتزلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں	(۹۴)
۱۵۹	دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے	(۹۵)
۱۵۹	سنتوں کے بعد اجتماعی دعا	(۹۶)
۱۶۰	سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے	(۹۷)
۱۶۱	ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں	(۹۸)
۱۶۲	دعاءِ مروج کا تجزیہ	(۹۹)
۱۶۳	اجتماعی دعا کے آداب	(۱۰۰)
۱۶۴	نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا	(۱۰۱)
۱۶۵	فجر اور عصر بعد ''اللّٰھم أنت السلام'' پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے	(۱۰۲)
۱۶۶	دعا کا ایک مخصوص طریقہ	(۱۰۳)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۰۴)	''اللّٰھم أنت السلام'' کے وقت ہاتھ اٹھانا	۱۶۷
(۱۰۵)	امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا	۱۶۷
(۱۰۶)	دعا کس طرح کی جائے، بلند آواز سے یا آہستہ	۱۶۸
(۱۰۷)	دعا زور سے مانگنا	۱۶۸
(۱۰۸)	نماز کے بعد جہراً دعا	۱۶۹
(۱۰۹)	نماز کے بعد ذکر جہری	۱۷۱
(۱۱۰)	ہر نماز کے بعد دعاء جہری کا التزام	۱۷۲
(۱۱۱)	امام بآواز بلند دعا مانگ سکتا ہے	۱۷۲
(۱۱۲)	بآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم	۱۷۳
(۱۱۳)	امام کی دعا پر ''آمین'' کہے یا اپنی دعا مانگے	۱۷۳
(۱۱۴)	دعاء ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم	۱۷۴
(۱۱۵)	امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے	۱۷۴
(۱۱۶)	نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر بالجہر کرنا	۱۷۵
(۱۱۷)	کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تبلیغی نصاب پڑھنا	۱۷۶
(۱۱۸)	نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا	۱۷۶
(۱۱۹)	دعا کی ابتدا و انتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے	۱۷۷
(۱۲۰)	نماز کے بعد دعا ''الحمد'' سے شروع کرنا	۱۷۷
(۱۲۱)	فجر کی دعا میں ''الفاتحۃ'' پڑھنا	۱۷۸
(۱۲۲)	دعا میں ''إن اللہ وملائکتہ'' پڑھنے کا التزام	۱۷۸
(۱۲۳)	''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھ کر دعا ختم کرنا	۱۷۹
(۱۲۴)	دعا کی قبولیت کے لیے اوّل وآخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے	۱۸۳
(۱۲۵)	دعا کے قبول ہونے کا مطلب	۱۸۴
(۱۲۶)	تعریف وتوصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں	۱۸۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۲۷)	بعد فرائض دعا میں آمین وغیرہ کا حکم	۱۸۶
(۱۲۸)	فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہیے	۱۸۶
(۱۲۹)	دعا کا مسنون طریقہ	۱۸۷
(۱۳۰)	دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے	۱۸۷
(۱۳۱)	دعا کے آداب	۱۸۸
(۱۳۲)	دعا کس نیت سے مانگی جائے	۱۸۸
(۱۳۳)	نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا	۱۸۹
(۱۳۴)	مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت ''اللّٰھم آمین'' کہنے کا پابند بنانا	۱۹۰
(۱۳۵)	مؤذن کا دعا کے شروع میں ''اللّٰھم آمین'' اور آخر میں ''برحمتک'' الخ کہنا	۱۹۰
(۱۳۶)	دعائے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ	۱۹۰
(۱۳۷)	دعا ماثورہ میں اضافہ	۱۹۱
(۱۳۸)	مذکورہ فتوے پر اشکال اور اس کا جواب	۱۹۱
(۱۳۹)	نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں	۱۹۲
(۱۴۰)	نماز با جماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا	۱۹۳
(۱۴۱)	مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی واخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم	۱۹۳
(۱۴۲)	کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے	۱۹۶
(۱۴۳)	دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا	۱۹۶
(۱۴۴)	دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں	۱۹۷
(۱۴۵)	دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے	۱۹۸
(۱۴۶)	وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل	۱۹۸
(۱۴۷)	دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے	۱۹۸
(۱۴۸)	سوال مثل بالا	۱۹۹
(۱۴۹)	دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے	۲۰۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۵۰)	دعا کے لیے لائٹ بند کرنا	۲۰۵
(۱۵۱)	اعمال کے وسیلہ سے دعا	۲۰۵
(۱۵۲)	ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا	۲۰۶
(۱۵۳)	درازئ عمر کی دعا	۲۰۶
(۱۵۴)	تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا	۲۰۷
(۱۵۵)	ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے	۲۰۸
(۱۵۶)	نماز پنجگانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ	۲۰۹
(۱۵۷)	دعائے سریانی	۲۰۹
(۱۵۸)	’’اِھدِ نَا الصِّرَ اطَ الْمُستَقِیم‘‘ کی دعا کا اثر	۲۰۹
(۱۵۹)	انبیا علیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر	۲۱۱
(۱۶۰)	دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا	۲۱۱
(۱۶۱)	رسالۃ استحباب الدعوات عقیب الصلوات	۲۱۲
(۱۶۲)	رسالۃ غنیۃ الطالب فی الدعاء بعد المکتوبات والرواتب	۲۲۶

امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت (۲۳۷-۲۶۴)

(۱۶۳)	امامت کی فضیلت کا ثبوت	۲۳۷
(۱۶۴)	امام کا مرتبہ	۲۳۸
(۱۶۵)	نفل حج کرنا افضل ہے یا امامت	۲۳۹
(۱۶۶)	کیا امام، امامت سے استاذ بن جاتا ہے	۲۳۹
(۱۶۷)	نماز اور شرائط امامت سے متعلق مختلف سوالات	۲۴۰
(۱۶۸)	اہلیت امامت کی شرطیں	۲۴۱
(۱۶۹)	جو ارکان اسلام نہیں جانتا وہ لائق امامت ہے یا نہیں	۲۴۱
(۱۷۰)	امام بننے کے لیے کیا شرائط ہیں	۲۴۱

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۷۱)	امامت کی شرائط	۲۴۲
(۱۷۲)	امامت کے لیے سند کی ضرورت ہے	۲۴۲
(۱۷۳)	امام کس کو بنایا جائے	۲۴۳
(۱۷۴)	مسجد میں امامت کا حق کس کو ہے	۲۴۴
(۱۷۵)	امام راتب احق بالامامت ہے	۲۴۴
(۱۷۶)	امامت کا مستحق کون	۲۴۴
(۱۷۷)	مقتدی کے ناپسند کرنے کے باوجود جبراً امامت کا حکم	۲۴۵
(۱۷۸)	امامت میں ترجیح	۲۴۵
(۱۷۹)	افضل کو امام بنایا جائے	۲۴۶
(۱۸۰)	زیادہ علم والے اور کم علم والے میں سے افضل کون ہے	۲۴۶
(۱۸۱)	جس کا علم زیادہ ہو، اسے امام بنانا افضل ہے	۲۴۷
(۱۸۲)	نمازیوں میں جس کی قرأت بہتر ہو، اس کو امام بنانا اولیٰ ہے	۲۴۷
(۱۸۳)	جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے	۲۴۸
(۱۸۴)	چند امام کی صورت میں زیادہ حقدار کون ہے	۲۴۸
(۱۸۵)	امامت کا حق کس شخص کو ہے	۲۴۹
(۱۸۶)	احق بالامامت کو مقدم کرنا سنت مؤکدہ ہے، یا مستحب اور غیر احق کو مقدم کرنے کا حکم	۲۵۰
(۱۸۷)	جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت	۲۵۳
(۱۸۸)	قاری خوش آواز کی امامت	۲۵۳
(۱۸۹)	اگر امام قرأت بہتر نہ کر سکے تو قاری کا انتظار مناسب ہے	۲۵۴
(۱۹۰)	استاذ کی موجودگی میں امامت	۲۵۴
(۱۹۱)	کم علم امام بڑے عالم کے باوجود امامت کرے گا	۲۵۵
(۱۹۲)	عالم اور معمولی خواندہ میں سے کس کو امام بنانا افضل ہے	۲۵۶
(۱۹۳)	مفت یا مشاہرہ لے کر نماز پڑھانے والوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے	۲۵۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۱۹۴)	تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں	۲۵۶
(۱۹۵)	مقررہ امام اور عالم مقتدی میں کون مستحق امامت ہے	۲۵۶
(۱۹۶)	جو پرہیزگار نہ امامت کرے، نہ اقتدا کرے وہ گناہگار ہے	۲۵۷
(۱۹۷)	نو وارد عالم کی امامت اور دوہرے فرش پر نماز کا حکم	۲۵۸
(۱۹۸)	جماعت میں عالم کی موجودگی کے باوجود متولی کی امامت	۲۵۹
(۱۹۹)	مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی	۲۵۹
(۲۰۰)	عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامۃ کون ہے	۲۶۰
(۲۰۱)	متقی جس کی قرأت صحیح نہیں اور غیر متقی جس کی قرأت صحیح ہے؛ ان میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہے	۲۶۰
(۲۰۲)	زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے	۲۶۱
(۲۰۳)	پابند اور غیر پابند شریعت میں سے کس کی امامت افضل ہے	۲۶۲
(۲۰۴)	امامت کے لیے بہتر کون شخص ہے	۲۶۲
(۲۰۵)	پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے	۲۶۲
(۲۰۶)	مسائل سے ناواقف اور غیر حاضر رہنے والے کی امامت	۲۶۳
(۲۰۷)	ریش دراز اور خشخشی داڑھی والے میں سے امامت کیلیے کون بہتر ہے	۲۶۳
(۲۰۸)	ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور دوسرے نے حدث کا تو ان میں کس کی امامت افضل ہے	۲۶۴

حافظ اور غیر حافظ کی امامت (۲۶۵-۲۷۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۰۹)	مولوی احق بالامامت ہے یا حافظ قرآن	۲۶۵
(۲۱۰)	حافظ قرآن اور عالم دین میں امامت کس کی زیادہ بہتر	۲۶۶
(۲۱۱)	نیک صالح حافظ قرآن امامت کا زیادہ حقدار ہے	۲۶۶
(۲۱۲)	حافظ دیندار اور نیم ملا فاسق میں سے احق بالامامۃ کون ہے	۲۶۷
(۲۱۳)	حافظ مسائل نماز سے ناواقف اور ناظرہ خواں واقف مسائل میں سے لائق امامت کون ہے	۲۶۷
(۲۱۴)	جو مسائل سے ناواقف ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں	۲۶۷
(۲۱۵)	مسائل سے ناواقف غیر دیندار کی امامت کیسی ہے	۲۶۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۱۶)	مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم	۲٦۹
(۲۱۷)	امام کو قرآن کم یاد ہو	۲٦۹
(۲۱۸)	نماز کے مسائل سے ناواقف حافظ کی امامت کا شرعی حکم	۲۷۰
(۲۱۹)	حافظ و قاری میں سے امامت کیلیے قاری کو ترجیح دیجائے	۲۷۰
(۲۲۰)	صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدا	۲۷۱
(۲۲۱)	مشکوٰۃ کے طالب علم کے ہوتے ہوئے ایک حافظ غیر نمازی کا امامت کرنا	۲۷۱
(۲۲۲)	ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز	۲۷۲
(۲۲۳)	مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کئے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم	۲۷۲
(۲۲۴)	تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے	۲۷۳
(۲۲۵)	تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ عوامی چندہ کر کے ہو	۲۷۴
(۲۲٦)	تنخواہ دار کی امامت شرعا درست ہے یا نہیں	۲۷۴
(۲۲۷)	علم تجوید سے ناواقف حافظ کو امام مقرر کرنے کا حکم	۲۷۵
(۲۲۸)	حافظ قرآن ناظرہ خواں امام سے افضل ہے	۲۷۵
(۲۲۹)	ناظرہ خواں یا ناخواندہ کی حافظ قرآن کا امامت کرنا	۲۷٦

مؤذن کی امامت (۲۷۷-۲۷۸)

(۲۳۰)	اذان اور تکبیر کہنے والے کی امامت درست ہے	۲۷۷
(۲۳۱)	مؤذن کی امامت	۲۷۷
(۲۳۲)	اذان و امامت ایک شخص انجام دے سکتا ہے	۲۷۷
(۲۳۳)	شخص واحد کا اذان و امامت انجام دینا کیسا ہے	۲۷۸
(۲۳۴)	خادم مسجد اور مؤذن کی امامت	۲۷۸

امام کے انتخاب کا حق (۲۷۹-۳۸٦)

(۲۳۵)	امام کے انتخاب کا حق	۲۷۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۳۶)	مسجد کمیٹی کو امامت کے انتخاب کا حق	۲۷۹
(۲۳۷)	امام کا انتخاب نمازیوں کے ذریعہ	۲۸۰
(۲۳۸)	قوم کی مرضی کے خلاف امام بنانا	۲۸۰
(۲۳۹)	امام کی تعیین کا مسئلہ	۲۸۱
(۲۴۰)	کیا نائب امام ضروری ہے	۲۸۱
(۲۴۱)	زبردستی امام نہیں بننا چاہیے	۲۸۲
(۲۴۲)	جو متعین امام کو زبردستی ہٹاوے اور خود دعویٰ امامت کرے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں	۲۸۲
(۲۴۳)	باقاعدہ امام مقرر نہ ہونے والی مسجد میں استحقاق نہ رکھنے والے کو امام مقرر کرنے کی باز پرس کس سے ہوگی	۲۸۳
(۲۴۴)	اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو امام بنانا	۲۸۳
(۲۴۵)	جس کا استحقاق نہ ہو امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے امام، منتظمین یا مقتدی	۲۸۴
(۲۴۶)	امام کے علاوہ دوسرا شخص امامت کرے	۲۸۴
(۲۴۷)	متولی کی اجازت سے امامت کی جائے	۲۸۵
(۲۴۸)	اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لیے آگے بڑھتا ہے، اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھیں، یا نہیں	۲۸۵

قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت (۲۸۷-۲۹۲)

(۲۴۹)	قاضی نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں	۲۸۷
(۲۵۰)	قاضی نکاح کو امامت کا کوئی شرعی استحقاق نہیں	۲۸۷
(۲۵۱)	پہلی سند قضا اس وقت کارآمد نہیں ہے	۲۸۸
(۲۵۲)	شیخ اور سید کی موجودگی میں دوسرا امام بن سکتا ہے، یا نہیں اور تاجر کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۲۸۸
(۲۵۳)	یہ غلط ہے کہ سادات ہی مستحق امامت ہیں	۲۸۸
(۲۵۴)	فقیر وسید میں سے احق بالا امامت کون ہے	۲۸۹
(۲۵۵)	جولاہے کا سید کی امامت کرنا	۲۸۹
(۲۵۶)	سید اگر وعدہ خلافی کرے تو اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۲۸۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۵۷)	حق نکاح خوانی اور امامت عیدین	۲۹۰
(۲۵۸)	عیدگاہ کی امامت	۲۹۲

امامت میں وراثت (۲۹۳-۳۰۰)

(۲۵۹)	امامت میں وراثت نہیں	۲۹۳
(۲۶۰)	امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں	۲۹۴
(۲۶۱)	منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم	۲۹۵
(۲۶۲)	امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے، یا جس کو لوگوں نے مقرر کر دیا	۲۹۵
(۲۶۳)	کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے	۲۹۶
(۲۶۴)	کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے	۲۹۷
(۲۶۵)	کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں	۲۹۸
(۲۶۶)	حق امامت کسے حاصل ہے	۲۹۹
(۲۶۷)	امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار	۳۰۰

امامت میں اختلاف (۳۰۱-۳۰۶)

(۲۶۸)	حکم نزاع در امامت	۳۰۱
(۲۶۹)	امامت میں اختلاف ہو تو ترجیح کس کو دی جائے	۳۰۲
(۲۷۰)	مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے	۳۰۲
(۲۷۱)	متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم	۳۰۳

امام کے لباس (۳۰۷-۳۲۸)

(۲۷۲)	کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں	۳۰۷
(۲۷۳)	پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا	۳۰۷
(۲۷۴)	تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا	۳۰۸

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۲۷۵)	شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم	۳۰۸
(۲۷۶)	پتلون والے کی امامت	۳۱۰
(۲۷۷)	شلوار قمیص پہن کر امامت	۳۱۱
(۲۷۸)	کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا	۳۱۱
(۲۷۹)	چھ گرہ چوڑا پائجامہ پہننے والے کی امامت	۳۱۳
(۲۸۰)	دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے	۳۱۳
(۲۸۱)	صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں	۳۱۴
(۲۸۲)	چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم	۳۱۴
(۲۸۳)	سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتدا کا حکم	۳۱۴
(۲۸۴)	امامت کے لیے عمامہ باندھنا	۳۱۵
(۲۸۵)	عمامہ کے رہتے ہوئے بغیر عمامہ امامت کرنا کیسا ہے	۳۱۶
(۲۸۶)	عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا	۳۱۶
(۲۸۷)	بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنے امامت کرنا	۳۱۷
(۲۸۸)	بلا عمامہ امامت کا حکم	۳۱۷
(۲۸۹)	بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی وفتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ	۳۱۸
(۲۹۰)	بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز	۳۱۸
(۲۹۱)	بلا عمامہ امامت کرنا	۳۱۸
(۲۹۲)	حکم نماز امام بلا عمامہ	۳۱۹
(۲۹۳)	ٹوپی سے امامت اور اس میں بحث	۳۲۰
(۲۹۴)	عمامہ کی مقدار	۳۲۰
(۲۹۵)	بلا ٹوپی وعمامہ امامت	۳۲۲
(۲۹۶)	ٹوپی اور عمامہ سے نماز	۳۲۲
(۲۹۷)	رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں	۳۲۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات

(۲۹۸) امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں ۳۲۷

(۲۹۹) امامت بغیر عمامہ ۳۲۷

(۳۰۰) عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں ۳۲۸

(۳۰۱) سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں ۳۲۸

فاسق کی امامت (۳۳۵-۳۵۴)

(۳۰۲) فاسق و فاجر کی تعریف اور اس کی امامت ۳۳۵

(۳۰۳) فاسق کی تعریف اور اس کی امامت کا حکم ۳۳۶

(۳۰۴) فاسق کی امامت ۳۳۷

(۳۰۵) فاسق کی امامت اور دیوث کی تعریف ۳۳۷

(۳۰۶) امام کی نماز کی کراہت سے مقتدی کی نماز کی کراہت ۳۳۹

(۳۰۷) فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے ۳۳۹

(۳۰۸) اقتداءِ فاسق مکروہ تحریمی یا تنزیہی ۳۴۰

(۳۰۹) فاسق امام اور اس کے حمایتی متولی کا حکم ۳۴۲

(۳۱۰) فاسق معلن کی امامت کا حکم ۳۴۲

(۳۱۱) ظلم وفسق کا مرتکب لائق امامت نہیں ہے ۳۴۳

(۳۱۲) ظالم کی امامت ۳۴۴

(۳۱۳) جس کے فسق کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے ۳۴۴

(۳۱۴) امام کے فاسق ہونے کی صورت میں جماعت علاحدہ کی جائے، یا نہیں ۳۴۵

(۳۱۵) فاسق پیر کی امامت جائز ہے، یا نہیں ۳۴۵

(۳۱۶) حافظ فاسق کی امامت ۳۴۶

(۳۱۷) مرتکب کبائر کی امامت ۳۴۷

(۳۱۸) مرتکب کبائر شخص کی امامت ۳۴۹

(۳۱۹) معاصیٔ متعددہ کے مرتکب کی امامت ۳۵۱

صفحات	عناوین	نمبر شمار

(۳۲۰) مرتکب مکروہ کی امامت ۳۵۴

(۳۲۱) ہندو تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت ۳۵۴

جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے (۳۵۵-۳۶۶)

(۳۲۲) طوائف کی دعوت کھانے والے کو امام بنانا درست ہے یا نہیں ۳۵۵

(۳۲۳) جس کی لڑکی طوائف کا پیشہ کرتی ہو، اس کی امامت کیسی ہے ۳۵۵

(۳۲۴) امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا ۳۵۵

(۳۲۵) امام کو سود کھلانا اور اس کے پیچھے نماز ۳۵۶

(۳۲۶) کوئی دن متعین کر کے موت کا دعویٰ کرنے والے کی امامت ۳۵۷

(۳۲۷) جو امام جذامی کی گڑی ہوئی لاش کو نکال کر جلانے کا حکم دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں ۳۵۷

(۳۲۸) جو امام حق کی تبلیغ سے روکے اس کو امام بنانا کیسا ہے ۳۵۸

(۳۲۹) جو نومسلم کو عید کی نماز میں شریک نہ ہونے دے وہ کیسا ہے اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں ۳۵۹

(۳۳۰) قرآن یاد کر کے بھولنے والے اور جماعت کے تارک کی امامت کیسی ہے ۳۶۰

(۳۳۱) دھوکہ دینے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں ۳۶۱

(۳۳۲) بیوہ کے نکاح میں خلل ڈالنے والے کی امامت ۳۶۲

(۳۳۳) فاسق امام کے پیچھے نماز کے جواز اور حالت اضطرار میں مکروہ نہ ہونے کا حکم ۳۶۲

(۳۳۴) فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم ۳۶۳

(۳۳۵) فاسق امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کی تحقیق ۳۶۳

(۳۳۶) بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے ۳۶۴

(۳۳۷) توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں ۳۶۵

(۳۳۸) بلا ثبوتِ شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا حکم نہیں دیا جا سکتا ۳۶۶

انتہا پسند، کمیونسٹ و انگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت (۳۶۷-۳۷۲)

(۳۳۹) انتہا پسند سیاسی جماعت سے جڑے امام کے پیچھے نماز ۳۶۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۴۰)	آنریری مجسٹریٹ کی امامت	۳۶۷
(۳۴۱)	انگریز کے مخالف کو کافر سمجھنے والے کی امامت	۳۶۹
(۳۴۲)	انگریزوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے والے کی امامت	۳۶۹
(۳۴۳)	انگریزوں کے خانساموں کی نماز اور امامت درست ہے یا نہیں	۳۷۰
(۳۴۴)	کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت	۳۷۰
(۳۴۵)	ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں	۳۷۱
(۳۴۶)	امن سبھا کے ممبر کی امامت	۳۷۲

شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت (۳۷۳-۳۸۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۴۷)	غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتدا کا حکم	۳۷۳
(۳۴۸)	شریعت کو حکم نہ تسلیم کرنے والے کی امامت	۳۷۳
(۳۴۹)	شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والے کی امامت و تولیت	۳۷۴
(۳۵۰)	جرگے کا فیصلہ مقدم ہے یا با جماعت نماز	۳۷۵
(۳۵۱)	فتویٰ کی خلاف ورزی کرنے والے کی امامت	۳۷۶
(۳۵۲)	مسئلوں کا جو انکار کرے، اس کی امامت	۳۷۶
(۳۵۳)	شرعی مسئلے کو نہ ماننے والے کی امامت کا حکم	۳۷۷
(۳۵۴)	غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت	۳۷۸
(۳۵۵)	احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم	۳۷۸
(۳۵۶)	فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت	۳۷۹
(۳۵۷)	لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت	۳۸۱
(۳۵۸)	مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے	۳۸۱

جاہلانہ اور غلط رسم و رواج کرنے والے کی امامت (۳۸۳-۳۸۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۵۹)	بارات میں باجہ لے جانے والے کی امامت	۳۸۳

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۶۰)	اولاد کی شادی میں ڈھول بجوانے والے کی امامت	۳۸۳
(۳۶۱)	غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنے والے کی امامت	۳۸۴
(۳۶۲)	وہمی کا امام بنانا کیسا ہے	۳۸۵
(۳۶۳)	قومیت بدلنے ودیگر گناہ کرنے والے کی امامت	۳۸۵
(۳۶۴)	سہرا باندھنے والے کی امامت	۳۸۵
(۳۶۵)	جن کے گھر غلط رسمیں کی جاتی ہوں اور وہ منع نہ کریں ان کی امامت	۳۸۵
(۳۶۶)	شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے	۳۸۶

بدگو کی امامت (۳۸۷-۴۰۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۶۷)	کلمات بد بولنے والے کا امام ہونا کیسا ہے	۳۸۷
(۳۶۸)	امام اعظم کو برا بھلا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم	۳۸۷
(۳۶۹)	صاحب ہدایہ کو مشرک کہنے والے کی امامت	۳۸۹
(۳۷۰)	عالمگیری کو گرنتھ کہنے والے کی امامت	۳۸۹
(۳۷۱)	امام کو برا بھلا کہنے والے کا حکم	۳۹۰
(۳۷۲)	جو امام جاہلانہ جواب دے، اس کی امامت کیسی ہے	۳۹۰
(۳۷۳)	اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے تو اس کی امامت کیسی ہے	۳۹۱
(۳۷۴)	گالی دینے والے کو امام بنانے کا حکم	۳۹۱
(۳۷۵)	گالی بکنے والے کی امامت	۳۹۲
(۳۷۶)	گالی کے عادی کی امامت	۳۹۲
(۳۷۷)	کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت	۳۹۳
(۳۷۸)	مسجد میں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت	۳۹۳
(۳۷۹)	فحش گو اور نقال کی امامت درست ہے یا نہیں	۳۹۴
(۳۸۰)	فحش بولنے والے کی امامت	۳۹۵

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۳۸۱)	امام کا مقتدی کو کتا کہنا	۳۹۶
(۳۸۲)	ناواقف شخص کا وعظ کہنا اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنے والے کی امامت	۳۹۷
(۳۸۳)	جو شخص امام سے عقیدت نہ رکھے اور وقت آنے پر امام سے جھگڑا کرے، باوجود اس کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اس کی نماز ہوگی یا نہیں	۳۹۷
(۳۸۴)	امام کی دودھ سے تواضع کرنا اور مقتدی کا امام کو مارنے دوڑنا کیسا ہے	۳۹۷
(۳۸۵)	نماز قضا ہو جانے پر امام کا یہ جواب کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی تھی''	۳۹۸
(۳۸۶)	امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت	۳۹۹
(۳۸۷)	''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم	۳۹۹
(۳۸۸)	یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں	۴۰۰
(۳۸۹)	غصہ میں یہ کہنے والیے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا''	۴۰۱
(۳۹۰)	''جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو'' کہنے والے کی امامت	۴۰۱
(۳۹۱)	''اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے'' کہنے والے کی امامت	۴۰۲
(۳۹۲)	بڑوں کی توہین کرنے والے کی امامت	۴۰۳
(۳۹۳)	مسجد کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں	۴۰۳
(۳۹۴)	عالم امام کا حکم، جو دوسرے عالم کی توہین کرے	۴۰۴
(۳۹۵)	جو امام مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کیسی ہے	۴۰۴
(۳۹۶)	جو مقتدی کو منافق بتائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۰۵
(۳۹۷)	گنہگار کی امامت بعد توبہ کیسی ہے	۴۰۶
(۳۸۹)	گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم	۴۰۶
(۳۹۰)	رقص وسرور سے توبہ کرنے والے کی امامت درست ہے	۴۰۶
(۳۹۱)	امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز	۴۰۷
(۳۹۱)	امام کی برائی کرنے والے کا اسی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا	۴۰۸

صفحات	عناوین	نمبر شمار

فتنہ پرداز کی امامت (۴۰۹-۴۱۴)

(۳۹۲) فتنہ پرداز کی امامت جائز ہے، یا نہیں ۴۰۹
(۳۹۳) فسادی شخص کی امامت ۴۰۹
(۳۹۴) فراڈی شخص کی امامت ۴۱۰
(۳۹۵) مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت ۴۱۱
(۳۹۶) جھگڑالو اور فسادی کی امامت ۴۱۲
(۳۹۷) جس کی وجہ سے گروہ بندی ہو، اس کی امامت ۴۱۲
(۳۹۸) خلافت کے مخالف کی امامت ۴۱۳
(۳۹۹) غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم ۴۱۳

نس بندی کرانے والے کی امامت (۴۱۵-۴۲۰)

(۴۰۰) نس بندی کرنے والے کی امامت ۴۱۵
(۴۰۱) نس بندی کرانے والے کی امامت ۴۱۵
(۴۰۲) نس بندی کرائے ہوئے شخص کی امامت ۴۱۶
(۴۰۳) کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعاً درست نہیں ۴۱۶
(۴۰۴) بیوی کا آپریشن کرانے والے کی امامت ۴۱۷
(۴۰۵) فیملی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت ۴۱۸
(۴۰۶) حمل ساقط کرانے والے کی امامت ۴۱۹

عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت (۴۲۱-۴۳۴)

(۴۰۷) تارک صلوٰۃ کو امام و پیشوا بنانا ۴۲۱
(۴۰۸) نماز چھوڑنے والے کی امامت ۴۲۲
(۴۰۹) مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں ۴۲۲
(۴۱۰) تارکِ نماز فجر کی امامت ۴۲۲

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۱۱)	نماز میں کوتاہی کرنے والے کی امامت	۴۲۳
(۴۱۲)	پابند نماز شخص کے غیر پابند نماز کی اقتدا کا حکم	۴۲۴
(۴۱۳)	نماز چھوڑنے والے اور اس کی امامت کا حکم	۴۲۴
(۴۱۴)	کاروبار کی وجہ سے تارکِ جماعت کی امامت	۴۲۵
(۴۱۵)	جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اس کو امام مقرر کرنا	۴۲۶
(۴۱۶)	باری باری نماز پڑھانے والے امام جو درمیان کی نماز نہ پڑھیں	۴۲۷
(۴۱۷)	مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت	۴۲۷
(۴۱۸)	جو امام سنت نہ پڑھے اس کی امامت	۴۲۸
(۴۱۹)	تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت	۴۲۹
(۴۲۰)	کیا غیر روزہ دار، روزہ دار کی امامت کرسکتا ہے	۴۳۰
(۴۲۱)	جو صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور ظلم کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۳۰
(۴۲۲)	جس پر حج فرض ہو اور نہ ادا کرے، اس کی امامت	۴۳۱
(۴۲۳)	جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں، یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت	۴۳۲
(۴۲۴)	وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت	۴۳۳
(۴۲۵)	فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت	۴۳۴

مہتم کی امامت (۴۳۵-۴۷۳)

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۲۷)	زنا کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ ہے	۴۳۵
(۴۲۸)	زانی امام کی اقتدا	۴۳۵
(۴۲۹)	زانی کی امامت	۴۳۶
(۴۳۰)	اس شخص کی امامت کا حکم جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے	۴۳۷
(۴۳۱)	زانی کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۳۸
(۴۳۲)	زانی اور بیڑی پینے والے کی امامت	۴۳۸
(۴۳۳)	زنا کرنے والے کی امامت	۴۳۹

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۳۴)	زنا کار دھوکہ باز کی امامت	۴۴۰
(۴۳۵)	زانی اور لوطی کی امامت درست ہے، یانہیں	۴۴۰
(۴۳۶)	زانی کی امامت درست ہے یانہیں	۴۴۱
(۴۳۷)	زانی توبہ کرنے والے کی امامت جائز ہے، یانہیں	۴۴۱
(۴۳۸)	اس زنا کار کی امامت جوتوبہ کرچکا ہو	۴۴۱
(۴۳۹)	بدکاروفاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے	۴۴۲
(۴۴۰)	اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کی امامت	۴۴۳
(۴۴۱)	اگر عورت کہے فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا، اس کی امامت	۴۴۴
(۴۴۲)	زانیہ کے شوہر کے پیچھے نماز کا حکم	۴۴۵
(۴۴۳)	متعہ کرنے والے کی امامت	۴۴۵
(۴۴۴)	بے نکاحی عورت رکھنے کی ترغیب اور اس کی امامت	۴۴۶
(۴۴۵)	غیر کی منکوحہ سے شادی کرنے والے کی امامت درست ہے، یانہیں	۴۴۶
(۴۴۶)	شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق ونکاح کے، بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت	۴۴۶
(۴۴۷)	غیر کی منکوحہ سے جونکاح کرے، اس کی امامت کیسی ہے	۴۴۷
(۴۴۸)	بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم	۴۴۸
(۴۴۹)	بے نکاحی عورت کو رکھنے والے کی امامت درست ہے	۴۴۹
(۴۵۰)	بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سنیما دیکھنے والے کی امامت	۴۴۹
(۴۵۱)	غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے شخص کی امامت	۴۵۰
(۴۵۲)	مطلقہ عورت کو رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یانہیں	۴۵۱
(۴۵۳)	جومطلقۂ مغلظہ عورت کو بلاحلالہ رکھے اس کی امامت درست ہے، یانہیں	۴۵۲
(۴۵۴)	مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے رکھنے والے کی امامت	۴۵۲
(۴۵۵)	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ	۴۵۳
(۴۵۶)	اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے والے کی امامت	۴۵۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۴۵۷)	سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت	۴۵۶
(۴۵۸)	غیر محرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت	۴۵۷
(۴۵۹)	نوجوان بیوہ سے پاؤں دبوانے والے کی امامت	۴۵۹
(۴۶۰)	متہم کی امامت	۴۵۹
(۴۶۱)	جس کو متہم کیا جائے اس کی امامت	۴۶۰
(۴۶۲)	متہم فاسق کی امامت	۴۶۰
(۴۶۳)	جس پر عورت تہمت لگائے اس کی امامت	۴۶۱
(۴۶۴)	غلط تہمت جس پر لگائی جائے اس کی امامت درست ہے، یا نہیں	۴۶۱
(۴۶۵)	بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کے پیچھے نماز کا حکم	۴۶۱
(۴۶۶)	مشتبہ اور بدنام کو امام بنانا کیسا ہے	۴۶۲
(۴۶۷)	جس امام پر شبہ ہو کہ اس نے زنا کیا	۴۶۲
(۴۶۸)	بغیر ثبوت جس امام پر تہمت لگائی جائے اس کی امامت	۴۶۲
(۴۶۹)	جس پر زنا کی تہمت لگائی دی جائے مگر گواہ کوئی نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے	۴۶۳
(۴۷۰)	بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگانے والے کی امامت	۴۶۴
(۴۷۱)	لواطت کے مرتکب کی امامت کا حکم	۴۶۴
(۴۷۲)	جس سے اغلام کرے اس کی اقتدا درست ہے یا نہیں	۴۶۵
(۴۷۳)	بدکردار اور مفعول کی اقتدا کا حکم	۴۶۵
(۴۷۴)	لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت	۴۶۶
(۴۷۵)	جو امام لڑکے کا بوسہ لے اس کی امامت	۴۶۷
(۴۷۶)	کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت	۴۶۷
(۴۷۷)	اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت	۴۶۸
(۴۷۸)	اغلام بازی کرنے والے کی امامت	۴۷۰
(۴۷۹)	اغلام باز کی امامت	۴۷۱

صفحات	عناوین	نمبر شمار

(۴۸۰) اغلام باز کی بعد توبہ امامت ۴۷۲

(۴۸۱) لواطت سے تائب کی اقتدا کا حکم ۴۷۲

(۴۸۲) ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں ۴۷۳

غلط نکاح خواں کی امامت (۴۷۵-۴۸۶)

(۴۸۳) منکوحہ کے نکاح پڑھوانے والے کی اقتدا کا حکم ۴۷۵

(۴۸۴) شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۷۶

(۴۸۵) منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۷۶

(۴۸۶) شوہر والی عورت کا جو دوسرے سے نکاح کردے، اس کی امامت ۴۷۶

(۴۸۷) غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۷۷

(۴۸۸) غیر مطلقہ سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں ۴۷۷

(۴۸۹) عورت کے حلفیہ بیان پر نکاح پڑھا دینا جرم نہیں ۴۷۸

(۴۹۰) صرف عورت کے کہنے پر جو نکاح پڑھا دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں ۴۷۹

(۴۹۱) مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ نکاح کرنے والا اور شرح وقایہ اٹھا کر پھینک دینے والا اور اس کی امامت ۴۷۹

(۴۹۲) حرام نکاح خواں کی امامت ۴۸۰

(۴۹۳) عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۸۰

(۴۹۴) عدت پوری ہونے سے قبل نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۸۱

(۴۹۵) خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۸۲

(۴۹۶) سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۸۳

(۴۹۷) زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت ۴۸۵

(۴۹۸) اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرتا ہے ۴۸۵

(۴۹۹) غلطی سے نکاح درج کر دینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم ۴۸۶

داڑھی اور امامت (۴۸۷-۵۴۰)

(۵۰۰) داڑھی کی شرعی حیثیت ۴۸۷

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۰۱)	داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق چند مسائل	۴۸۹
(۵۰۲)	داڑھی منڈانے کو جائز سمجھنا	۴۹۷
(۵۰۳)	حدیث کے مقابلے میں ڈھٹائی کر کے داڑھی کتروانے والا امام سخت ترین مجرم ہے	۴۹۸
(۵۰۴)	داڑھی منڈایا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت	۴۹۹
(۵۰۵)	بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم	۵۰۰
(۵۰۶)	داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں	۵۰۱
(۵۰۷)	محلوق اللحیۃ کی امامت	۵۰۱
(۵۰۸)	داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں	۵۰۱
(۵۰۹)	جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے، اس کی امامت	۵۰۲
(۵۱۰)	تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت	۵۰۳
(۵۱۱)	بغیر داڑھی والے کی امامت	۵۰۴
(۵۱۲)	داڑھی منڈانے یا کٹوانے والے کی اقتدا کا حکم	۵۰۷
(۵۱۳)	داڑھی کٹانے والے کی امامت	۵۰۸
(۵۱۴)	داڑھی منڈے کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۵۰۹
(۵۱۵)	داڑھی کے خلاف قولاً وعملاً مظاہرہ کرنے والے کی امامت	۵۰۹
(۵۱۶)	داڑھی منڈے کی امامت	۵۱۰
(۵۱۷)	داڑھی منڈے کے پیچھے تراویح درست ہوگی یا نہیں	۵۱۰
(۵۱۸)	داڑھی منڈانے اور انگریزی بال والے کی امامت	۵۱۱
(۵۱۹)	ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت	۵۱۱
(۵۲۰)	داڑھی منڈے صاحب علم کے ہوتے ہوئے کم علم باریش کی امامت	۵۱۲
(۵۲۱)	جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے	۵۱۲
(۵۲۲)	بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم	۵۱۴
(۵۲۳)	امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں	۵۱۵
(۵۲۴)	بہ مجبوری بغیر داڑھی والے کے پیچھے نماز ا کیلے پڑھنے سے بہتر ہے	۵۱۶
(۵۲۵)	انگریزی بال اور چھوٹی داڑھی والے کی امامت	۵۱۶

نمبر شمار	عناوین	صفحات
(۵۲۶)	داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب	۵۱۷
(۵۲۷)	خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز	۵۲۴
(۵۲۸)	چھوٹی چھوٹی داڑھی کے ساتھ امامت	۵۲۴
(۵۲۹)	ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم	۵۲۵
(۵۳۰)	داڑھی کتروانے والے کی امامت	۵۲۶
(۵۳۱)	مذاہب اربعہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کے کاٹنے والے پر فسق کا حکم	۵۲۷
(۵۳۲)	عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم	۵۳۰
(۵۳۳)	ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے	۵۳۱
(۵۳۴)	سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت	۵۳۲
(۵۳۵)	بغیر داڑھی والا قرآن پاک درست پڑھتا ہو اور داڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے	۵۳۲
(۵۳۶)	داڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا	۵۳۳
(۵۳۷)	داڑھی کترانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم	۵۳۴
(۵۳۸)	داڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے	۵۳۵
(۵۳۹)	داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ	۵۳۵
(۵۴۰)	بڑی مونچھ والے کی امامت	۵۳۶
(۵۴۱)	جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز	۵۳۷
(۵۴۲)	جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں، اس کی امامت	۵۳۷
(۵۴۳)	داڑھی کے سفید بال اکھڑوانے والے کی اقتدا کا حکم	۵۳۸
(۵۴۴)	سر اور داڑھی کو خضاب لگانے والے کی امامت	۵۳۸
(۵۴۵)	سیاہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت	۵۳۹
(۵۴۶)	تعزیہ دار اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت	۵۳۹
(۵۴۷)	مہندی کا خضاب لگانے والے اور تارکِ جماعت کی امامت جائز ہے، یا نہیں	۵۴۰
(ح)	اردو کتب فتاویٰ	۵۴۱
(ط)	مصادر و مراجع	۵۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة الشكر

الحمد لله رب العا لمين وصلى الله وسلم و با رک على رسو له محمد ، أشرف الأنبياء والمر سلين وعلى اله و صحبه أجمعين،وعلى من تبعهم بإحسان إلى يو م الد ين.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

یہ عاجز ۲۶/جولائی ۲۰۱۷ء سے ۲۸/اگست ۲۰۱۷ء تک کے لیے افریقہ کے سفر پر ہے،اسی دوران منظمۃ السلام العالمیۃ کے اراکین کے ذریعہ سے یہ خبر موصول ہوئی کہ فتاویٰ علماء ہند کی نویں جلد تیار ہوگئی ہے۔(الحمد للہ) یہ خبر باسعود ومسعود بندہ کے لیے نہایت گراں قدر اور قیمتی ہے۔اس جلد میں نماز کے اندر اور باہر کی دعاؤں کے اور امامت کے مسائل مذکور ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔یہ محض اللہ ہی کا فضل واحسان ہے کہ اس نے اس نویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی ہے۔یہ جو بھی علمی فقہی کام ہورہا ہے، یہ محض اللہ کے کرم اور اسی کے فضل واحسان سے ہورہا ہے۔یہ عاجز بندہ کبھی بھی اس کا اہل نہیں تھا،بس اسی کا احسان ہے کہ وہ نبھا رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔یہ عاجز دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ تمام بقیہ جلدوں کے جلد از جلد تکمیل تک پہنچنے کی سبیل پیدا کردے؛اس لیے کہ زندگی کتنی وفا کرے، یہ کہنا مشکل ہے۔ابھی اس کے عربی اور انگریزی ترجمے کا کام بھی ہے، ان تمام کاموں میں سینکڑوں زندگیاں لگی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونین وناصرین کو قبول فرمائے اور سب کو دنیا وآخرت میں بہترین اجر عطا فرماوے۔

کام بڑا معیاری ہے اور ہم بڑے کمزور ہیں، اللہ اس کو نبھادے۔(وماتوفيقي إلا بالله)

مع السلام

بندہ شمیم احمد محمد عیسیٰ

خادم منظمۃ السلام العالمیۃ

ناشر فتاویٰ علماء ہند

بتاریخ:۲۱/۸/۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

قانون شریعت ہر طرح مکمل ہو چکا ہے، یہ قانون ابدی ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ پائیدار اور مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ قانون لچک دار بھی ہے اور زمانہ کے تغیرات اور تبدیلی میں رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، اگر قانون مستحکم اور پائیدار نہ ہو تو وہ پگھلے ہوئے مادہ کی طرح ہر سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اس کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور اگر قانون لچک دار نہ ہو تو زمانہ کے تغیرات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اسلامی قانون میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں، اس کے اصول مستحکم اور ناقابل تغیر ہیں، جیسے نکاح میں بیک وقت چار بیویوں کی حد مقرر ہے، اس کو بدلا نہیں جاسکتا۔ میراث میں ہر ایک وارث کا حصہ متعین اور مقرر ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، یہ قانون لچک دار بھی ہے، مثلاً تعبیر احکام میں اہل علم کی رائے کا اختلاف پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا، اس سے قانون میں غور وفکر کا موقع ملتا ہے اور ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور اجتہاد کے ذریعہ تغیر احکام کی مخفی اور لطیف شکلیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

اسلامی قانون اپنی ان خصوصیات کے ساتھ خطہ ارض میں پھیلے ہوئے ممالک اسلامیہ کی رہنمائی کرتا رہا، ہمارے فقیہان عظام اور مفتیان کرام کا ملت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے ایک دن کے لیے بھی اسلامی معاشرے کی رہنمائی کے بغیر نہیں چھوڑا اور پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی کرتے رہے، علمائے ہند نے اس مملکت میں علم کے جو چراغ روشن کئے ہیں، وہ ہمارا قابل فخر سرمایہ ہے۔

''فتاویٰ ہندیہ'' جو عالمگیری کے نام سے معروف ہوا، اس کے بعد ''فتاوی علماء ہند'' کا یہ عظیم الشان منصوبہ نہ صرف یہ کہ ایک تاریخ ہے؛ بلکہ آنے والے مسائل میں معاشرے کی رہنمائی کا قابل قدر ذریعہ ہے۔

میں اپنے برادر محترم حضرت مولانا مفتی محمد انیس الرحمٰن قاسمی صاحب دامت برکاتہم اور مولانا مفتی محمد اسامہ شمیم ندوی مدظلہ العالی کو اس وقیع علمی خدمت کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے، پوری ملت کی طرف سے یہ ہمارے محترم حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ　　دار العلوم اسلامی مرکز، ملیر کوٹلہ، پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

''فتاویٰ علماء ہند'' کی چھٹی جلد موصول ہوئی، جو ہمارے لیے بے حد باعثِ خوشی ومسرت ہے، فتاویٰ کی اہمیت وعظمت کسی بھی صاحب ایمان سے مخفی نہیں ہے، ہر زمانے میں علما نے پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں تلاش کیا ہے اور اس کے لیے مخلصانہ جدوجہد کیا ہے، جس کے نتیجہ میں فتاویٰ کی بے شمار کتابیں وجود پذیر ہوئیں، جن سے امت آج تک استفادہ کررہی ہے، فتویٰ نویسی ایک نہایت اہم اور نازک فریضہ ہے، جس میں قرآن وحدیث اور سلف کے عمل کو سامنے رکھنے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانے کے احوال اور اونچ نیچ کو سامنے رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے، اسی وجہ سے اصول فتاویٰ کی کتابوں میں ہمیں یہ قاعدہ ملتا ہے: ''**من لم یعرف عرف أهل زمانه فهو جاهل**'' (جو مفتی اپنے زمانے کے عرف اور حالات کو نہ جانے وہ جاہل ہے)۔ عربی زبان میں ''**الموسوعة الفقهية**'' کے نام سے پچاس جلدوں میں ایک ضخیم کتاب کویت سے شائع ہو چکی ہے، جو ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہے؛ لیکن اردو زبان میں موسوعہ کی شکل میں کوئی مفصل ومدلل کتاب اب تک نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب اور مولانا اسامہ شمیم صاحب ندوی کو، جنہوں نے اس جوکھم بھرے عمل کا بیڑا اٹھایا، یہ ان حضرات کے اخلاص اور محنت کا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیش بہا ذخیرہ کو امت کے لیے نافع بنائے اور دونوں حضرات کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

غلام احمد مرتضی

معماری، بردوان، مغربی بنگال

یکم جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''فتاویٰ علماء ہند'' کی جلد: ۵ موصول ہوئی، اس عنایت کے لیے شکرگذار ہوں، فتاویٰ علماء ہند کا یہ منصوبہ طویل المیعار ہے، مگر جس خوش اسلوبی سے کام ہو رہا ہے، اس سے توقع ہے کہ علمی وفقہی سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔ یوں تو فتاویٰ کی اردو زبان میں کثرت ہے، مگر موجودہ ترتیب کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں مسائل کی وجاحت کے ساتھ دلائل (منصوص ومجتہد فیہ) کے ذکر کا اہتمام کیا گیا ہے، نیز اختلافی آرا میں راجح فتاویٰ کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ کام لائق تحسین ہے، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کی علمی وفقہی بصیرت مسلم ہے، ان کی تحریر میں اعتدال بھی ہے، امت کے لیے یہ کام نافع ہو، اس کی اور دعا کرتا ہوں اور اس علمی کام کی خوبصورت اشاعت کے لیے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ والسلام

(پروفیسر ڈاکٹر) محمد سعود عالم قاسمی
فکلٹی آف تھیولوجی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ ﷺ و علی آلہ و صحبہ و من و الاہ و بعد!

باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے محض اپنے لطف و کرم سے فتاویٰ علماء ہند جلد نہم کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد (نہم) بھی نماز کے علاوہ امامت اور دعاء کے مسائل پر مشتمل ہے، اس جلد میں سوال و جواب کو من و عن نقل کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کے اضافے کے ساتھ ساتھ قدیم عربی فقہی کتابوں کی عبارتوں اور قرآن و سنت کے حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''**الدعاء مخ العبادۃ**'' (ترمذی: ۱۷۱۳۳) دعاء عبادت کا مغز ہے؛ اس لئے اسلام میں جن جن کاموں کو عبادت کا نام دیا گیا ہے، ان سب کی بنیاد از اول تا آخر دعاؤں پر رکھی گئی ہے۔ نماز جو اسلام کا ستون ہے اور جس کے ادا کئے بغیر کسی مسلمان کلمہ گو کو چارہ نہیں، ز اول تا آخر دعاؤں کا ایک بہترین گلدستہ ہے۔ روزہ، حج کا بھی یہی حال ہے۔ زکوٰۃ میں بھی لینے والے کو دینے والے کے حق میں نیک دعاء سکھلا کر بتلایا گیا ہے کہ اسلام کا اصل مدعا جملہ عبادات سے دعا ہے۔

جب انسان رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں قرار پاتا ہے تو وہ اسی وقت سے حاجتوں اور ضرورتوں کا غلام بن جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کا یہ لامتناہی سلسلہ اس کی حیات میں آخری سانس تک باقی رہتا ہے، حتی کہ وہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی دوسروں کا محتاج رہتا ہے، اس کی محتاجگی اور ضرورت مندی کبھی ختم نہیں ہوتی، ویسے تو انسان دنیا میں آنے کے بعد قدم بقدم اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کا بھی ضرورت مند ہوتا ہے؛ لیکن سب سے زیادہ ضرورت مند وہ اپنے مالک حقیقی کا ہوتا ہے، زندگی میں اسے بے شمار ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں کوئی دوسرا انسان اس کی ذرہ بھی مدد نہیں کرسکتا، دنیا کے سارے وسائل و ذرائع جواب دے جاتے ہیں، اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، جو ہمیشہ اور ہر حال میں نصرت و مدد کا، متاع زیست لٹانے کا اور ضرورت پڑنے پر جان تک نچھاور کر دینے کا دم بھرتے رہتے ہیں، بہ الفاظ دیگر انسانی زندگی میں ایسا بھی وقت آتا ہے، جب اس کی امیدوں کا چراغ، تمناؤں کی کرن، آرزوؤں کا محل، صرف ایک رہ جاتا ہے اور وہ ہے ربّ کائنات

کی ذات کریمی۔ جی ہاں! وہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جو انسان کو کبھی تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑتی، پوری دنیا سے مایوس ہوکر جب کوئی بے چارہ، بے بس، لاچار، مجبور ومقہور، ستم رسیدہ اور کمزور ولاغر بندہ اسے پکارتا ہے تو وہ ذات فوراً اس کی چارہ جوئی کرتی ہے، اس کے دکھوں کا مداوا کرتی ہے، اس کے غموں کو ہلکا کرتی ہے، وہ جو کچھ مانگتا ہے، دیتی ہے اور جو دعاء کرتا ہے، پوری کرتی ہے۔ بیشک وہ ذات ہے ربِّ کائنات کی، وہ ذات ہے وحدہٗ لاشریک کی، جو ہر حال میں، ہر وقت اپنے بندوں کی شہ رگِ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے اور ستم رسیدہ افراد کی فریاد سنتی ہے اور اسے پورا بھی کرتی ہے۔ وہ ذات ہے ہی ایسی جس کے درِاقدس سے کوئی خالی نہیں لوٹتا۔ بس اسے پکار کر تو دیکھو!

الغرض دنیا کی تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں، یا بیجان، زبان رکھتی ہوں، یا بے زبان ہوں، اپنے تمام معاملات میں اپنے رب کی محتاج ہوتی ہیں۔ فوائد کے حصول میں، مصائب وآلام سے نجات پانے میں، اپنے دین وایمان کی اصلاح اور اپنی دنیا کی بہتری کے لیے، الغرض ہر ایک معاملہ میں تمام مخلوقات اپنے ربِّ کریم کی سراپا محتاج ہوتی ہیں اور اپنی محتاجگی میں، اپنی ضرورت خیزی میں، اپنی حاجت مندی میں، جب کوئی مخلوق اپنے رب کو پکارتی ہے تو در حقیقت وہ اپنی عبدیت کا اظہار کرتی ہے اور یہی عبدیت کا اظہار انسانیت کی معراج ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعا والا بنادے۔ آمین!

مجھے امید ہے کہ علماء کرام وفقہائے عظام اس مجموعے سے خوب فائدہ اٹھائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

میں شکرگزار ہوں اپنے ان تمام معاونین وناصرین کا، جن کی مشقت شاقہ سے فتاوی علماء ہند جلد نہم تکمیل کو پہنچی ہے۔ فقط

بندہ محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاوی علماء ہند
۲۰/اگست ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمد لله الذی مَنَّ علینا بنعمة الإسلام وجعلنا من أمة نبینا محمد علیه الصلاة والسلام فبین لنا صلی اللّٰه علیه وسلم الحدود والأحکام وفصل لنا الحلال والحرام وأورث علمائنا من معارفه ما جلو به عنا غیاهب الظلام وکشفوا به عن أبصار بصائرنا سدف الغمام فصنفوا لنا فی ذلک المطولات الضخام والمختصرات الصغیرات الأجرام ، جزاهم اللّٰه تعالیٰ عنا أفضل الجزاء وجعلنا وإیاهم فی مستقر رحمته بدار السلام، أما بعد !

دعا لغوی اعتبار سے بلانا، پکارنا اور درخواست کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ اصطلاحی معنی میں پروردگار سے، اپنے یا دوسرے کے لیے استمداد و استغاثہ کے ہیں۔ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جب وہ مشکلات اور پریشانیوں میں ہوتا ہے تو رب کریم جل شانہ کو پکارتا ہے، خود اللہ جل شانہ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہونچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (سورۃ الزمر:۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کی روح اور عین عبادت قرار دیا ہے۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء، حدیث نمبر:۳۳۷۱) انسان محتاج اور ضرورت مند ہے، اللہ غنی اور بے نیاز ہے، زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک اور سائلوں کو عطا کرنے والا ہے، انسان کی محتاجی وفقیری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے اپنی حاجت وضرورت کو مانگے۔ یہی ہدایت ربانی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندہ اس سے عافیت کی دعا کرے۔ (سنن الترمذی، حدیث نمبر:۳۵۴۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو مومن کے لیے سب سے بڑی طاقت بتایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الدعاء سلاح المؤمن.** (مسند ابی یعلی، مسند علی، حدیث نمبر:۴۳۹) (دعا مومن کا ہتھیار ہے)؛ یعنی جس طرح ہتھیار سے انسان دشمن سے محفوظ رہتا ہے، اسی طرح دعا کے ذریعہ انسان آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لیے اخلاص اور پوری امید کے ساتھ اللہ جل شانہ سے دعا کرنی چاہیے، یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی ہے، یوں تو دعا کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے، البتہ روایتوں میں اوقات کا تذکرہ ملتا ہے، جن میں دعا کرنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان اوقات میں دوران نماز اور نماز کے بعد کی دعائیں بھی ہیں، ان اوقات میں دعا کا اہتمام کیا

جائے؛ کیوں کہ دعا مظہر عبدیت اور اہم عبادت کے ساتھ انسانی قلوب کے لیے سامان سکون، گمراہیوں کے لیے راہ نجات، متقیوں کے لیے قرب الٰہی کا ذریعہ اور گناہگاروں کے لیے بخشش اور مغفرت کی بادِ بہار ہے۔

نماز کی اصل فضیلت اور برکت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہے اور اس کی اتنی تاکید ہے کہ جو لوگ سستی اور کاہلی کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، ان کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (بخاری، باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر:۶۴۴) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ر گنا زیادہ ہے، (بخاری، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث نمبر:۶۴۵) جماعت کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر جماعت کا تصور بے معنی ہے؛ اس لیے امام جماعت کی روح اور اس کا لازمی جز ہے، مقتدی کی نماز کے صحت کا دارو مدار امام کی نماز پر ہے، اگر امام کی نماز کامل سنت طریقہ سے ادا ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی کامل سنت طریقہ کے مطابق انجام پائے گا؛ اس لیے امام کو مکمل شریعت کا پابند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے ''**فتاویٰ علماء ہند**'' کی نماز کے مسائل سے متعلق ''جلد-۹'' کی تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائی، اس جلد میں نماز یا دیگر اعمال سے پہلے اور بعد میں دعا کی اہمیت وفضیلت، اہلیت امامت، امام کے اوصاف اور اس سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے، سابقہ جلدوں کی طرح فتاویٰ علماء ہند کے اس حصۂ نہم فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو اہتمام کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقعہ سے محبّ گرامی مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی ازہری زید مجدہم اور ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گذار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے، اسی طرح شکر گذار ہوں اپنے بزرگوں کا، جنہوں نے اس مجموعہ کے بارے میں اپنے تأثرات تحریر کئے، اللہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
۳۱ر مئی ۲۰۱۷ء

(انیس الرحمٰن قاسمی)
مرتب فتاویٰ علماء ہند
ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ

دوران نماز اذکار و دعا

فرض نیت سے پہلے ''إنّي وجَّهتُ'' پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرض کے قبل ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ'' إلخ، پڑھنا چاہیے؟

الجواب

کچھ حرج نہیں، نیت سے پہلے کہہ لے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲/۲۰۹)

نماز شروع کرنے سے پہلے ''إني وجهت وجهي، الخ'' پڑھنا:

سوال: گذارش یہ ہے کہ ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ﴾ الآیۃ، نماز سے پیشتر مصلیٰ پر کھڑے ہوکر پڑھنے کی کوئی روایت بھی ہے، یا نہیں؟ چوں کہ کلام پر اخلاص ہے؛ اس لیے احقر کا دل اس مسئلہ میں مروجہ معمول کو باقی رکھنا چاہتا ہے؛ اس لیے کوئی روایت ڈھونڈتا ہوں، چاہے روایت کیسی ہی ہو، دوسرے یہ کہ بزرگوں نے عملاً اس کو اختیار فرمایا، یا رد کیا ہے؟

الجواب

فی البحر الرائق: ''فلا یأتی بدعاء التوجه وهو وجهت وجهی، لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحیح المعتمد، آه. وحمل الروایات المرویة فی هذا الباب علی النوافل لأن مبناها علی التوسع وما ورد فیه التصریح بالمکتوبة فحمله علیٰ أنه کان فی أول الأمر ثم ترکه لشهادات النصوص الأخریٰ''، آه. (۲)

عبارات مذکور سے صاحب بحر کا فتویٰ تو یہی ثابت ہوا کہ فرائض میں قبل از صلوٰۃ بھی دعا توجہ کا ترک اولیٰ ہے، نوافل میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم (امداد المفتین: ۲/۲۷۷)

(۱) والأولیٰ أن یأتی بالتوجه قبل التکبیر لیتصل النیة به، هو الصحیح. (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱/۹۶، ظفیر)

(۲) البحر الرائق، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۱/۵٤۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس

عن علی بن أبی طالب أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان إذا استفتح الصلاة یکبر ثم یقول: ''وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنیفا وما أنا من المشرکین إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا أول المسلمین، اللّٰهم أنت الملک لا إله إلا أنت وأنا عبدک ظلمت نفسی ==

ابتداءِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ﴾ پڑھنا:

سوال: ابتداءِ نماز میں: ﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، یا فرض وسنت نوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف ''سبحانک اللّٰهم، إلخ'' پڑھے، ''إِنِّیْ وَجَّهْت، إلخ '' نہ پڑھے، نہ فرض میں، نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ (هٰكذا يستفاد من البحر الرائق: ۳۶۰/۱ (۱) والزيلعي: ۱۱۱/۱ (۲) وشرح المنية الكبير: ۳۹۶) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۷۷)

نماز میں نیت کرنے سے پہلے دعاء التوجہ میں ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا:

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے ''إني وجهت... '' پڑھتے ہیں، اس میں ''وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ '' پڑھنا چاہیے، جو کہ وارد ہے، یا ''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' پڑھنا چاہیے؟

== واعترفت بذنبي فاغفرلي ذنوبي جميعا لا يغفر الذنوب إلا أنت، اللّٰهم اهدني لأحسن الأخلاق لا يهدى لأحسنها إلا أنت اصرف عني سيئتها لا يصرف عني سيئتها إلا أنت لبيك وسعديك والخير كله في يديك والشر ليس إليك أنا بك وإليك تباركت وتعاليت استغفرك وأتوب إليك. (مسند الإمام أحمد، من مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه (ح: ۸۰۳) انيس)

(۱) ''وأشار المصنف إلٰى أنه لايزيد على الاستفتاح فلايأتي بدعاء التوجه وهو ''وجهت وجهي'' لا قبل الشروع ولا بعده، هو الصحيح المعتمد''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۴۱/۱، رشيدية)

(۲) ''(قوله: مستفتحًا) هو حال من الواضع: أي يضع قائلاً: سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا إلٰه غيرك، ولايزيد عليه في الفرض... ولنا ماروى عن عائشة رضي الله تعالٰى عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلوٰة قال: ''سبحانك اللّٰهم''. رواه الجماعة. وهومذهب أبي بكر الصديق وعمر وابن مسعود وجمهور التابعين رضي الله عنهم فيكون حجةً عليهما''. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۸۹/۱ ـ ۲۹۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (وعندهما) يقول لتوجه إن شاء (قبل الافتتاح يعني قبل النية ولايقول بعد النية) قبل التكبير (بالاجماع) وهو الصحيح لئلا يكون فاصلاً بين النية والتكبير اذ الأولٰى فيها اقترانها به. (الحلبي الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۰۳، سهيل اكادمي لاهور)

الجواب

''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ'' ہی پڑھنا چاہئے، ہاں! اگر تلاوت کی نیت سے ''أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ'' پڑھے تو اصح قول کے مطابق درست ہے۔

ملاحظہ ہو؛ البحر الرائق میں ہے:

ثم إعلم أنه يقول فی دعاء التوجه''وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ''ولوقال ''وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ''اختلف المشائخ فی فساد صلاته والأصح عدم الفساد،وينبغی أن لايكون فيه خلاف لما ثبت فی صحيح مسلم من الروايتين بكل منهما، (۱)وتعليل الفساد بأنه كذب مردود بأنه إنما يكون كذبا إذا كان مخبرًا عن نفس لا تالياً،وإذاكان مخبرًا فالفساد عند الكل.(البحر الرائق: ۱/ ۳۱۰، کوئٹۃ)(۲)

شرح منیۃ المصلی میں ہے:

ثم إذا قرأ وجهت وجهی يقول فيه﴿وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ولايقول﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ تحرزًا عن الكذب ولوقاله قيل تفسد صلاته وقيل لا،وهوالأصح؛لأنه تال وحاک لا مخبر، هٰكذا قالوا،فعلٰى هٰذا لوقصد به الإخبارتفسد صلاته قطعًا.(شرح منية المصلی،صفة الصلاة: ۳۰۳، سهيل/ وكذا فی رد المحتار: ۱/ ٤۸۸،سعيد وكذا فی بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۲، سعيد وشرح العناية: ۱/ ۲۸۸)

واللّٰه سبحانه وتعالٰى أعلم(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۱۳۷-۱۳۸)

نماز سے قبل قرآن کی آیت، یا استغفار وغیرہ پڑھنا:

سوال: جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں کہ وہ لوگ پہلے قرآن شریف کی آیتیں: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى﴾(۳)وغیرہ اور استغفار پڑھیں؟

الجواب

یہ ثابت ہے کہ یہ آیتیں﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ﴾آخر تک، دوسری دعا کی ضمن میں پڑھی جائیں اور اس دعا میں

---

(۱) عن علی بن أبی طالب عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم أنه كان إذا قام إلی الصلاة قال:''وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتی ونسكی ومحيای ومماتی للّٰه رب العالمين لا شريک له وبذلک أمرت وأنا من المسلمين.(الصحيح لمسلم،باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱)

... وكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا استفتح الصلاة كبر ثم قال:وجهت وجهی وقال:وأنا أول المسلمين،الخ.(الصحيح لمسلم،باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه (ح: ۷۷۱)انیس)

(۲) باب صفة الصلاة،آداب الصلاة،انیس

(۳) سورة البقرة: ۱۲۵

استغفار بھی ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں اور دعا کو تحریمہ کے بعد پڑھتے تھے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو اس کو پڑھیں اور ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى﴾ (۱) کو پڑھنا ان دو رکعتوں کے پہلے ثابت ہے، جو بعد طواف کعبہ کے پڑھی جاتی ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں، وہ آیت اور دعا یہ ہے:

﴿إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۲)

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (۳)

اللّٰهم أنت الملک لا إلٰه إلا أنت أنت ربی وأنا عبدک، ظلمت نفسی، واعترفت بذنبی، فاغفرلی ذنوبی جميعًا، إنه لايغفر الذنوب إلا أنت، واهدنی لأحسن الأخلاق، لايهدی لأحسنها إلا أنت واصرف عنی سيئها، لا يصرف سيئها إلا أنت لبيک وسعديک والخير كله فی يديک، والشر ليس إليک، أنا بک وإليک، تباركت وتعاليت، أستغفرک وأتوب إليک. (۴) (فتاویٰ عزیزی: ۴۷۵-۴۷۶)

ثنا سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد ادعیہ کا مسئلہ:

سوال: احادیث کی کتابوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر تحریمہ کے بعد بعض دعائیں مروی ہیں، کیا یہ دعائیں فرائض وسنن سب میں پڑھی جاسکتی ہیں، یا کہ صرف نوافل میں؟

الجواب

اگرچہ احادیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں مختلف مقامات پر مختلف ادعیہ منقول ہیں؛ لیکن

(۱) سورة البقرة: ۱۲۵-انیس
(۲) سورةالأنعام: ۷۹-انیس
(۳) سورةالأنعام: ۱۶۲-۱۶۳، انیس
(۴) ترجمہ: میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اس ذات پاک کی طرف، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؛ درانحالیکہ میں توحید کرنے والا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے، جو سب جہاں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس توحید کا حکم کیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے پروردگار! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے اپنے جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا تو میرے سب گناہوں کو بخش دے گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور بہترین خصلتوں کے لیے مجھ کو تو ہدایت کر، بہترین اخلاق کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا ہدایت نہیں کرتا، میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل کے واسطے اور تیرے حکم کی تعمیل میں مدد کرنے کے لیے سب بہتر امور تیرے اختیار میں ہیں اور برائی تجھ میں نہیں، میں تیرے حکم سے ہوا اور تیری طرف متوجہ ہوں اور تو صاحب برکت ہے اور تو برتر ہے، میں تجھ سے ہی بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔انیس

مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب حدیث نمبر: ۸۰۳ میں ''وأنا أول المسلمين'' ہے، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۷۷۱ کی روایت میں ''وأنا من المسلمين'' ہے۔انیس

علماءِ احناف نے یہ روایات نوافل میں پڑھنے پر محمول کی ہیں اور یہ دعائیں نفلی نماز میں پڑھی جائیں گی۔

لما قال العلامة الحصكفي: (وقرأ) كما كبر (سبحانك اللّٰهم تاركاً) وجل ثناؤك إلا في الجنازة (مقتصرًا عليه) فلايضم وجهت وجهي إلافي النافلة.

قال ابن عابدين قوله: (إلا في النافلة) لحمل ما ورد في الأخبارعليها ... وفي الخزائن: وما وردمحمول على النافلة بعد الثناء في الأصح، آهـ. وقال في هامشه صححه في الزاهدي وغيره. (۱) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۹۵)

بعد تکبیر تحریمہ دوسری دعائیں:

سوال: بعد تکبیر تحریمہ نماز فرض میں جو بجائے ''**سبحانک اللّٰھم**'' دوسری دعائیں کتب صحاح میں وارد ہیں، ان کا پڑھنا نماز فرض میں منفرد کو کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ نے ان ادعیہ کو نوافل پر محمول کیا ہے، لہٰذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۷۴)

---

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۸، مطلب في بيان المتواتر بالشاذ

(۲) (وقرأ) كما كبّر (سبحانك اللّٰهم) إلخ ، (مقتصرًا عليه) فلايضم''وجهت وجهي'' إلا في النافلة، إلخ. (الدرالمختار)

لحمل ما ورد في الأخبارعليها فيقرؤه فيها إجماعًا، الخ، وفي الخزائن: وما ورد محمول على النافلة بعد الثناء في الأصح. (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۵ - ۴۵۶، ظفير)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال:''ثلاث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلن تركهن الناس...وكان يقف قبل القراءة هنيئة يسأل الله تعالىٰ من فضله''. (رواه ابن خزيمة: أبواب الصلاة، باب نشر الأصابع عند رفع اليدين، وباب ذكرسؤال العبد ربه من فضله بين التكبيرتين والقراءة، هامش ابن خزيمة: ۱/۲۳۳، إسناده صحيح)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کام کیا کرتے تھے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا، (ان میں سے دوسرا کام بتایا) آپ قرأت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال فرماتے تھے۔)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال:''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذاكبرفي الصلاة سكت هنيئة فقلت يا رسول الله بأبي أنت وأمي ما تقول في سكوتك بين التكبيروالقراءة؟قال:أقول:أللّٰهم باعد بيني، إلخ''. (رواه البخاري ومسلم و أبوداؤد و النسائي، جامع الأصول: ۴/۱۸۳) صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة، باب الدعاء بعدالتكبير، ومسلم، كتاب المساجد، باب مايقال بين تكبيرة الاحرام والقراءة)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے تو (اس کے بعد) کچھ دیر رہتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، آپ تکبیر وقرأت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک) دعا بتائی''۔)

==

نماز میں غیر ماثور دعائیں:

سوال: جو الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا، نماز کے اندر درست ہے، یا نہیں؟

== دعا کے طور پر ''سبحانک اللّٰهم، إلخ'' کا پڑھنا:

عن عائشة قالت: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبرفي الصلاة سكت هنيئةً فقلت: يارسول الله بأبي أنت وأمي ما تقول في سكوتك بين التكبيروالقراءة قال: أقول: اللهم باعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، الخ)/(وعن عائشة رضي الله عنها قالت: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك''. (رواه أبوداؤدو الترمذي، جامع الأصول: ٤/ ١٨٨)/سنن الترمذي، أبواب الصلاةِ، باب مايقول عند افتتاح الصلاة/ أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك وتبارك اللّٰهم، إلخ، (وفي هامش جامع الأصول: ١٨٨/٤) من كلام المحقق عبد القادر الأرناؤوط: ''قال الحافظ ابن حجر في تخريج الأذكار (للنووي) بعد تخريجه الحديث من طرق: ''حديث حسن'' وقال المحقق: أقول: وصححه الحاكم ووافقه الذهبي (المستدرك: ٢٣٥/١)، وفيه قال الحاكم: صحيح إسناده ولم يخرجاه، وقال الذهبي: على شرطهما)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یوں کہا کرتے تھے: ﴿سبحانک اللّٰهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالىٰ جدک وإله غيرک﴾''۔

(عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: ''كان رسول الله صلى عليه وسلم يعلمنا إذا استفتحنا الصلاة أن نقول: سبحانك اللهم وبحمدك إلخ وكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يعلمنا ويقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله'' (رواه الطبراني في الأوسط مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب مايستفتح به الصلاة) اس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے عبیدہ نے روایت کیا ہے، جن کے لیے معروف ہے کہ والد سے سماع نہیں؛ تاہم محدثین ان کی ایسی روایت پر بھی اعتماد کرتے ہیں اور بعض نے سماع کو نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو، اعلاء السنن: ۲/۱۷۴، ۱۷۵، معارف السنن: ۱/۱۲۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ سکھاتے تھے کہ ہم جب نماز شروع کریں تو ''سبحانک اللهم وبحمدک، إلخ'' کہا کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہم کو یہ سکھاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الفاظ کو کہا کرتے تھے''۔

حضرت عمر سے مسلم میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے، (صحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب صحة من قال لا يجهر بالسملة. (إعلاء السنن: ١٥٨/٢، ١٧٤-١٧٥) میں مزید روایات وآثار بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

ثنا آہستہ پڑھنا:

امام نخعیؒ سے منقول ہے: ''پانچ چیزوں کو امام آہستہ کہے گا: سبحانک اللّٰهم وبحمدک اور تعوذ، إلخ (عن إبراهيم قال: ''خمس يخفيهن الإمام سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذوبسم الله الرحمٰن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد'' (رواه عبد الرزاق في مصنفه آثار السنن (١٦١/٢ - نسخہ بالا ساتھ) مصنف عبد الرزاق (٨٧/٢) وفي آثارالسنن: إسناده صحيح، ورواه ابن أبي شيبة أيضاً (٨٦/٦) باب ما يستحب أن يخفيه الإمام) (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۷۵-۶۷-۷۷) انیس)

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جب کہ ''تکلم بکلام الناس'' نہ ہو تو درست ہے۔(۱)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۱۷)

قومہ اور سجدہ کے اذکارِ مسنونہ:

سوال: نفل، یا سنت، یا فرض نماز میں قومہ کے وقت ''ربنا لک الحمد'' کے بعد ''حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور سجدہ میں ''سبحان ربی الأعلیٰ'' کے بعد ''سبوح قدوس رب الملائکة والروح'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور دونوں سجدوں کے درمیان ''اللّٰهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی'' پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، یا منفرداً نماز پڑھتا ہو۔

نوٹ: یہ کچھ ارشادات حصن حصین کتاب سے نقل کر رہا ہوں، چوں کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے؛ اس لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فتویٰ میں ان مسائل کا کیا حل ہے اور کس پر فتویٰ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

مسنون یہ ہے کہ قومہ میں ''اللّٰهم ربنا ولک الحمد'' یا ''اللّٰهم ربنا لک الحمد'' یا ''ربنا لک الحمد'' پڑھے اور سجدہ میں ''سبحان ربی الأعلیٰ'' پڑھے، اس کے علاوہ دیگر دعائیں، جو وارد ہوئی ہیں، ان کو نوافل میں پڑھے، فرائض میں ان کا پڑھنا مسنون نہیں ہے۔(۲)

فرائض میں تنہا پڑھنے کی صورت میں جائز ہے۔

علیٰ أنه إن ثبت فی المکتوبة، فلیکن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لا یتثقلون بذلک، إلخ، کما فصله العلامة ابن عابدین الشامی رحمه اللّٰه. (ردالمحتار: ۱/۳٤٠)(۳)

فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۶ھ۔ (محمود الفتاویٰ:۱/۴۵۷-۴۵۸)

---

(۱) (ودعا)... بالأدعیة المذکورة فی القرآن والسنة، لا بما یشبه کلام الناس''. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۳، سعید)

(۲) (ویجلس بین السجدتین مطمئنا) لمامر ... (ولیس بینهما ذکر مسنون کذا) یسن (بعد رفعه من الرکوع) دعاء وکذا لا یأتي فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذهب) وما ورد محمول علی النفل. (الدر المختار: ۱/۵۲۳)

(۳) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی، دار الکتب العلمیة، انیس

قومہ وجلسہ میں دعاء ماثور:

سوال: قومہ اور جلسہ کے اندر دعا پڑھنا کیسا ہے؟ نیز فرائض اور نوافل میں کوئی فرق ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

قومہ اور جلسہ میں دعاء ماثور پڑھنا مستحب ہے، فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں، البتہ جماعت میں ضعفا کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

قال في الشامية: قال أبويوسف: سألت الإمام: أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع و السجود "اللّٰهم اغفرلي"؟ قال: يقول: "ربّنا لک الحمد" وسكت، ولقد أحسن في الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار، نهروغيره. أقول: بل فيه إشارة إلىٰ أنه غيرمكروه، إذ لوكان مكروهًا لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه مسنونًا لاينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغي أن يندب الدّعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا ولم أرمن صرّح بذلک عندنا، لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف... وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: علىٰ أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أوالجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلک كما نصّ عليه الشافعية ولاضررفي التزامه وإن لم يصرّح به مشايخنا، إلخ. (رد المحتار: ۴۷۲/۱) (۱) (احسن الفتاویٰ: ۲۸/۳)

قومہ وجلسہ میں مخصوص اذکار کا پڑھنا:

سوال: زید کا خیال ہے کہ قومہ میں "سمع الله لمن حمده" کے بعد "ربنا لک الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه" پڑھنا چاہئے اور بخاری شریف کا حوالہ دیا کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں یہ کلمات پڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیس سے زائد فرشتوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا، ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کلمہ کو پہلے میں لکھوں۔

زید کا کہنا ہے کہ یہ کلمات نمازی صرف اپنی نماز میں پڑھے نماز با جماعت میں نہ پڑھے، آیا ان کلمات کو مقتدی، امام کے پیچھے، نیز اپنی نفل، سنت اور واجب نمازوں میں پڑھ سکتا ہے؟

(۲) نماز کے جلسہ (دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں "اللّٰهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني" پڑھنے کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ نمازی صرف اپنی نفل اور سنتوں میں پڑھے، جب کہ بکر کا کہنا ہے

(۱) ـــ وإن لم يصرّح به مشايخنا فإن القواعد الشرعية لا تنبوعنه كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة، الخ. (باب صفة الصلاة، مطلب في إطاله الركوع للجائي، انيس)

کہ جلسہ میں کسی دعا کا پڑھنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا یہ یا کوئی اور دعا جو حدیث سے ثابت ہو' یا رب اغفرلی ''یا صرف'' اللّٰھم ''ہی پڑھے اور یہ کلمات ہر نماز کے جلسہ میں پڑھے، چاہے نماز باجماعت ہو، یا انفرادی، اس سلسلے میں صحیح قول کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا و مصليًا و مسلمًا: منفرد؛ یعنی تنہا نماز فرض، یا سنت، یا نفل وغیرہ پڑھنے والے کے لیے ان کلمات کا کہنا بہتر واولیٰ ہے، اسی طرح مقتدی کو بھی، بشرطیکہ اس کی خاطر امام کی معیت ترک نہ کرنا پڑے، چناں چہ بخاری شریف کی روایت میں رفاعہ بن رافع کا بیان مروی ہے کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو ''**سمع اللّٰه لمن حمده**'' کہا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے ''**ربنا ولك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه**'' کہا تو نماز سے فارغ ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ان کلمات کا کہنے والا ہے؟ قائل نے کہا: میں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو اس غرض سے جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون ان کلمات کو لکھنے میں پہل کرے۔

عن رفاعة بن رافع الزرقي قال: كنا يومًا نصلي وراء النبي صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال: "سمع الله لمن حمده"، قال رجل وراءه: "ربنا ولك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه"، فلما انصرف قال: من المتكلم؟ قال: أنا! قال: رأيت بضعة وثلاثين ملكًا يبتدرونها أيهم يكتبها أولاً. (البخاري: ۱/۱۱۰)(۱)

البتہ امام کو چوں کہ تخفیف کا حکم ہے؛ اس لیے وہ اس نوع کے زیادہ کلمات نہ کہے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو مروی ہے کہ آپ نے طویل کلمات قومہ میں کہا ہے تو ان روایات میں کوئی ایسی بات موجود نہیں، جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ نے بحالت امامت کہا، امام طحاویؒ نے اس کی تصریح بایں الفاظ فرمائی ہے:

فليس في هٰذه الآثار أنه قد كان يقول ذلك وهو إمام ولا فيها مايدل علىٰ شيء من ذلك. (الطحاوي: ۱/۱۴۱)(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام کو تخفیف کا حکم بالکل واضح غیر محتمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل کلمات قومہ میں کہنا اس

---

(۱) الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب فضل اللّٰهم ربنا ولك الحمد: ۱/۱۱۰ (ح: ۷۹۹) قديمي، انيس

(۲) شرح معاني الآثار: ۱/۱۴۱ (كتاب الصلاة، باب الإمام يقول: سمع الله لمن حمده، هل ينبغي له أن يقول بعدها" ربنا ولك الحمد ": لا؟ (ط: عالم الكتب (ح: ۱۴۳۱) انيس)

کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے بحالت امامت کہنے کے بجائے بحالت انفراد کہا، پھر بھی حکم تخفیف چوں کہ مقتدیوں کی رعایت سے ہے؛ اس لیے اگر ان مقتدیوں کو گرانی نہ ہو تو کبھی کبھار امام کو بھی کہہ لینے کی بلا کراہت گنجائش ہے اور اس کی نظیر جلسہ میں ذکر ہے۔

(۲)　خلاصۂ جواب یہ ہے کہ منفرد کے لیے بہر حال یہ دعا مستحب ہے اور مقتدی کے لیے بھی، بشرطیکہ امام کا ساتھ فوت نہ ہو، اسی طرح امام کے لیے بھی بشرطیکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو۔(۱)

ابوداؤدشریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني'' پڑھتے تھے''۔(۲)

چنانچہ اس روایت کے پیش نظر احمد بن حنبل جلسہ میں دعائے مغفرت کے وجوب کے قائل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ''امام احمد کی مخالفت سے خروج کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت مستحب ہونی چاہیے اور میں نے اپنے یعنی احناف کے یہاں تو کوئی تصریح نہیں دیکھی؛ لیکن فقہا نے ائمہ کے اختلاف کی مراعات کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے''۔(۳)

شہید علم امام المتأخرین حضرت اقدس مولانا ظفر احمد صاحبؒ شامی کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ خروج عن الخلاف کے ساتھ ساتھ سند صحیح کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے سبب استحباب میں مزید خصوصیت کا ثبوت ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ امام کے ذمہ مقتدیوں کی رعایت لازم ہے؛ اس لیے امام یہ دعا اسی وقت پڑھے گا، جب کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، ورنہ صرف ''رب اغفرلي'' پڑھ لے، جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے اور اگر بالکل ترک کردے، جب بھی کوئی ملامت نہیں؛ اس لیے کہ اس دعا کا ثبوت دراصل تہجد میں ہے، نہ کہ فرض

---

(۱)　عن رفاعة بن رافع أنه قال: كنا يوما نصلي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم رأسه من الركعة وقال: سمع الله لمن حمده، قال رجل وراءه: ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من المتكلم آنفاً؟ فقال الرجل: أنا يا رسول الله، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لقد رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها أيهم يكتبهن أولا. (موطأالإمام مالك، ت: عبدالباقي، باب ماجاء في ذكر الله تعالىٰ (ح: ۲۵) انيس)

(۲)　أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح: ۸۵۰) قديمي، انيس

(۳)　في رد المحتار: بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا، ولم أرمن صرح بذلك عندنا؛ لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف، و اللّٰه أعلم (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰/۱، نعمانية، ديوبند) (مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

میں؛ کیوں کہ ابن عباس کی روایت مذکورہ مختصر ہے۔امام بیہقی نے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ میں (ابن عباسؓ) نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزاری،اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دعا کو نقل کیا ہے''۔(اعلاء السنن:۳۳/۳)(۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:عبداللہ غفرلہ ۱۴۰۸/۱۱/۲۴ھ۔الجواب صحیح:محمد حنیف غفرلہ۔(فتاویٰ ریاض العلوم:۲/۳۵۱-۳۵۴)

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

سوال: قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعا پڑھ سکتے ہیں،یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ''ربنا لک الحمد'' کے بعد ''حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه'' کہہ سکتا ہے۔(جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو) اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) ''اللّٰهم اغفرلی'' کہے اور وقت مل جاتا ہے تو ''وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی'' بھی کہہ سکتا ہے،ممنوع نہیں ہے۔

(قوله ليس بينهما ذكر مسنون) قال أبويوسف: سألت الإمام: أ يقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود ''اللّٰهم اغفرلی''؟ قال: يقول: ''ربنا لک الحمد'' وسكت ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار. نهروغيره. أقول: بل فيه إشارة إلٰى أنه غيرمكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه كما ينهى عن القراءة فی الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لاينافی فی الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة بل ينبغی أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد، الخ. (۴۷۲/۱)(۱)

(قوله محمول على النفل) وصرح به فی الحلية فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علٰى أنه إن ثبت فی المكتوبة فليكن فی حالة الانفراد أو الجماعة والمأمونون محصورون لايتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية، ولاضرر فی التزامه وإن لم يصرح به مشائخنا، فإن القواعد الشرعية لوتنبو عنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت فی السنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱-۴۷۳)(۳)

---

(۱) إعلاء السنن: ۳/ ۳۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی

وفی أحسن الفتاوىٰ: قومہ اور جلسہ میں دعا ماثورہ پڑھنا مستحب ہے،فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں،البتہ جماعت میں ضعفاء کی رعایت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔(احسن الفتاویٰ،کتاب الصلوٰۃ،باب صفۃ الصلوٰۃ وما یتعلق بھا:۲۸/۳،زکریا دیوبند)

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی، انيس

غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے:

''شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرور بھی نہیں، گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی؛ اس لیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرأت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے''۔ (غایۃ الاوطار:۱/۲۳۵)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ''**من أم قومًا فليخفف فإن فيهم المريض والكبير وذا الحاجة**''. (**أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام**) کا لحاظ کرتے ہوئے مقتدیوں کے لیے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۳۰۰-۳۰۱)

دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا حکم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک ''**اللّٰهم اغفرلي وارحمني، إلخ**'' دو سجدوں کے درمیان خواہ نماز فرض و واجب ہو، یا سنت میں پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جائز ہے، پڑھ سکتا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی،۳۰/۷/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۳۱) ☆

---

(۱) **عن ابن عباس كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني، واهدني، وعافني، وارزقني''. (رواه أبوداؤد) (كتاب الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين: ۱۲۳ (ح:۸۵۰) انيس/ والترمذى (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السجود و فضله، الفصل الثانى (ح:۹۰۰) ۱/۸٤، المكتب الإسلامى، انيس)**

بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا و لم أر من صرّح بذلک عندنا؛ لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف. (رد المحتار على الدر المختار: ۲/۲۱۳) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فى إطالة الركوع للجائى، انيس)

البتہ اگر مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار اور کمزور لوگ ہوں، نماز میں طوالت کو برداشت نہ کر پاتے ہوں، یا بوجھ محسوس کرتے ہوں تو چوں کہ حدیث شریف میں اس بنیاد پر تخفیف کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں دو سجدوں کے درمیان دعا کو نہ پڑھے... **عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: 'إذا أمّ أحدكم الناس فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض، فإذا صلّى وحده فليصل كيف شاء''. (سنن الترمذى: ۱/۳۲) (كتاب الصلاة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف (ح: ۲۳٦) بيت الأفكار، انيس)/ (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فى تمام: ۱۹۵ (ح:٤٦۷) بيت الأفكار، انيس)**

دو سجدوں کے درمیان جو دعائیں منقول ہیں، وہ یا تو نفل پر محمول ہیں، یا اس حالت پر محمول ہیں کہ فرض نماز تنہا پڑھی جائے، یا جماعت کے ساتھ پڑھی جائے؛ لیکن مقتدی اس سے بوجھ محسوس نہ کرتے ہوں۔ [مجاهد] ==

دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل:

سوال (۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہیے؟

== ”(وليس بينهما ذكر مسنون)...(على المذهب)وما ورد محمول على النفل“.(الدر المختار:۲/۲۱۲-۲۱۳)

(قوله محمول على النفل) ... ثم الحمل المذكور صرّح به المشائخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرّح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال:علىٰ أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أوالجماعة و المأمون محصورون لا يتثقلون بذلک كما نص عليه الشافعية،ولا ضرر في التزامه وإن لم يصرّح به مشائخنا،فإن القواعد الشرعية لاتنوعنه،كيف والصلاة والتسبيح والتكبيروالقراء ة كما ثبت في السنة.(رد المحتار:۲/۲۱۳)

☆ **دونوں سجدوں کے درمیان دعا:**

سوال: سجدتین کے درمیان یہ دعا پڑھنی جائز ہے یا نہیں،”اللّٰهم اغفرلي وارحمني“إلخ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ دعا ما بین السجدتین جائز ہے اور حدیث میں وارد ہے، دعا یہ ہے:

”اللّٰهم اغفرلي،وارحمني،وعافني،واهدني،وارزقني،وارفعني وأجبرني“.(وعن ابن عباس قال:كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين:”اللّٰهم اغفرلي،وارحمني،واهدني،وعافني ،وارزقني“.(رواه أبوداؤد)(كتاب الصلاة،باب الدعاء بين السجدتين:۱۲۳(ح:۸۵۰)انيس)/والترمذی.(مشكوة المصابيح،كتاب الصلاة،باب السجود و فضله،الفصل الثاني (ح:۹۰۰)۱/ ۸۴،المكتب الإسلامي،انيس)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۱۷۱)

دوسجدوں کے درمیان دعا:

سوال: دوسجدوں کے درمیان بعض حضرات دعا پڑھتے ہیں، کیا سجدوں کے درمیان دعا کرنا درست ہے؟
(عبدالباری، مہدی پٹنم)

الجواب ــــــــــــــــــــ

بعض احادیث میں دوسجدوں کے درمیان ایک مختصر دعا منقول ہے:”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ“.(دیکھئے :الجامع للترمذي (ح:۲۸۴)باب ما يقول بين السجدتين.محشی)

بعض فقہا کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر فرض و نفل تمام نمازوں میں دوسجدوں کے درمیان دعا کرنا مستحب ہے؛ لیکن حنفیہ اور اکثر فقہا کے نزدیک یہ دعا صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہیے، فرائض میں نہیں پڑھنی چاہیے؛ اس لیے کہ آپ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں آپ کے اس عمل کا ذکر نہیں؛ لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے، عام طور پر احناف نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے اور مشہور محقق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک دوسجدوں کے درمیان دعا واجب ہے اور فقہا کا اصول ہے کہ از راہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہا کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہوجائے اور اگر دوسجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے، تو امام احمدؒ کی رائے پر بھی نماز درست ہوجاتی ہے؛ اس لیے دعا پڑھ لینا مستحب ہے۔ (”بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجًا من خلاف أحمد“(منحة الخالق على البحر الرائق:۱/۵۶۱،محشی)

اس لیے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعا کرلی جائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۷-۱۰۸)

(۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے، وغیرہ وغیرہ؟

(۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی تو قصور نہیں آتا؟

(۴) امام کے لیے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۵) مسجد میں میری نظر سے دفتی (۱) پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے، جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لیے لکھا ہے:

"اللّٰهم اغفرلی، وارحمنی، واهدنی، وارزقنی، وارفعنی، واجبرنی". (۲)

اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہ گار رہوتا ہے۔

(۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے، تحریر فرما دیجئے؟

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے، واجباً عرض ہے۔ فقط والسلام (نعمت اللہ جلال آبادی)

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصليًا

"ويجلس بين السجدتين مطمئناً ... وليس بينهما ذكر مسنون ... على المذهب، وماورد محمول على النفل، آه". (الدرالمختار) (۳)

(قوله: وما ورد، إلخ) وبين السجدتين: "اللّٰهم اغفرلی، وارحمنی، وعافنی، واهدنی، وارزقنی". (رواه أبوداؤد) (۴)

"(وقوله: محمول على النفل): أى تهجد أوغيره... ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ فى الوارد فى الركوع والسجود، وصرح به فى الحلية فى الوارد فى القومة والجلسة.

وقال: على أنه إن ثبت فى المكتوبة فليكن فى حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون؟ محصورون لايتثقلون بذلك، آه". (ردالمحتار: ۱/۵۲۸) (۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ

---

(۱) دفتی: جلد کے پٹھے۔ (فیروز اللغات: ۶۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) رواه الترمذى فى سننه فى أبواب الصلاة، باب ما يقول بين السجدتين: ۱/۶۳، سعيد

(۳) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۱۳، دارالكتب العلمية، بيروت، انيس

(۴) رواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، الدعاء بين السجدتين: ۱/۱۳۰، رقم الحديث: ۸۵۰، إمدادية

كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد ==

مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے، ورنہ امام کا اتباع کرے، اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھیں، یا دونوں نہ پڑھے، تب بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے، جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کو چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا؛ بلکہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے سے گنا ہوتا ہے اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں؛ بلکہ نوافل میں ہے، یا منفرد کے لیے اور امام کے لیے اس شرط کے ساتھ ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی ہو، تب امام کے لیے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لیے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے:

"رب اغفرلی".(۱)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۱/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ذیقعدہ/ ۱۳۵۸ھ۔

صحیح عبد اللطیف، ۶/ ذیقعدہ/ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۱۵-۶۱۶)

دونوں سجدوں وغیرہ کے درمیان منقول دعاؤں سے متعلق مذہب حنفی کی تحقیق:

سوال: عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین:" اللّٰھم اغفرلی،وارحمنی،واجبرنی،واھدنی،وارزقنی".(۲)

حنفیہ نے اس کو نوافل پر محمول کیا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

روی الشیخان عن أبی ھریرۃ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

== "ولم یذکر المصنف بین السجدتین ذکرًا مسنوناً وھو المذھب عندنا،وکذا بعد الرفع من الرکوع،وما ورد فیھما من الدعاء فمحمول علی التھجد (قال یعقوب:سألت أباحنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عن الرجل یرفع رأسہ من الرکوع فی الفریضۃ،أیقول:اللّٰھم اغفرلی؟قال:یقول:ربنا لک الحمد وسکت)وکذلک بین السجدتین فقد أحسن حیث لم ینہ عن الاستغفار صریحًا من قوۃ احترازہ".(البحر الرائق،کتاب الصلاۃ،باب صفۃ الصلاۃ: ۱/ ۵۶۱،رشیدیۃ)

(۱) عن حذیفۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أنہ انتھی إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام إلی جنبہ...وکان یقول بین السجدتین: "رب اغفرلی،رب اغفرلی".(سنن النسائی،کتاب الصلاۃ،باب الدعاء بین السجدتین: ۱/ ۱۷۲،رقم الحدیث: ۱۱۴۴،قدیمی،انیس)

(۲) رواہ الترمذی،باب مایقول بین السجدتین: ۱/ ۶۸مطبوعۃ أصح المطابع

"إذا صلى أحدكم للناس فليخفف". (المشکوٰۃ، باب ما علی الإمام)(۱)

وفي رد المحتار تحت قول الدر المختار وليس بينهما ذكر مسنون ما نصه: بل فيه إشارة إلىٰ أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهى عنه... وعدم كونه مسنونًا لاينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة، بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين، إلخ.

وفيه عن الحلية: إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة والمأمومون محصورون لايتثقلون بذلك. (۱/ ۵۲۷-۵۲۸)(۲)

ان روایات کے استیعاب کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ مکتوبات میں اور جماعت میں بھی مطلقاً منع نہیں کرتے؛ بلکہ جب قوم پر ثقیل ہو، جو خود حدیث متفق علیہ میں مصرح ہے اور سنیت کی نفی سے مؤکدہ کی نفی مقصود ہے، سو اس میں کسی حدیث سے تعارض نہیں۔ واللہ اعلم

۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۱/۸۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰) ☆

(۱) الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۳۱، المكتب الإسلامي، انیس/ صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب: إذا صلىٰ لنفسه فليطول ماشاء، رقم الحديث: ۷۰۳-۲۰۹، بيت الأفكار/ الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب: أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام: ۱۹۵، رقم الحديث: ۴۶۷، بيت الأفكار، انیس

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب: في إطالة الركوع للجائي، انیس

☆ سوال: قومہ اور جلسہ کی بابت بھی اسی رسالہ (نوٹ: رسالہ کی وضاحت کی جائے) میں دعاء ماثورہ لکھی ہے اور مسلم کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اور امام صاحب فرائض میں منع فرماتے ہیں، اگر مناسب ہو تو اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی جاوے؟

الجواب

مقدمہ اولیٰ: فرائض میں اصل جماعت ہے۔

مقدمہ ثانیہ: بنص حدیث امام کو تخفیفِ صلوٰۃ کا حکم ہے۔

مقدمہ ثالثہ: ان اذکار میں تطویل مشاہد ہے، پس مجموعہ مقدماتِ ثلاثہ دلیل ہے، حمل علی التطوع کی اور تفصیل دونوں جوابوں کی مطولات میں ہے، جس کو بقدر ضرورت اعلاء السنن میں بھی نقل کیا ہے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (تتمہ خامسہ، صفحہ: ۳۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۰۰-۲۰۱)

فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر:

مسئلہ: جلسہ [اور] قومہ کے اذکار فرض [و] نفل میں یکساں ہیں، تنہا آدمی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا نہیں چاہیے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں: ۱۲۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۳)

قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب ــــــــــ حامداً و مصلیًا

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں، (۱) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں؛ اس لیے فرائض کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں۔

"(قوله وما ورد إلخ) وبين السجدتين: "أللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني".

(وقوله محمول على النفل): أي تهجد أو غيره... ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة.

وقال: علىٰ أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد أو الجماعة، والمأمومون محصورون لايتثقلون بذلك". (۲)

"ولم يذكر المصنف بين السجدتين ذكرًا مسنونًا، وهو المذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وما ورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد، (۳) وكذلك بين السجدتين، فقد أحسن حيث لم ينه عن الاستغفار صريحًا من قوة احترازه". (۴) فقط والله تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۸/۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۲/۵-۶۱۳)

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله تعالىٰ عليه وسلم كا ن إذا رفع رأسه من الركوع قال: "ربنا لك الحمد ملئ السموات والأرض وملئ ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء، والمجد، أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، أللّٰهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱۹۰/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۴۷۷، انيس)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: "أللّٰهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني". (أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب بين السجدتين: ۱۳۰/۱، إمدادية)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالىٰ، باب ما يقول في رفع رأسه من الركوع في اعتداله: ۷۹، وباب مايقول في رفعه رأسه من السجود وفي الجلوس بين السجدتين: ۸۴، مكتبه دار البيان

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعيد

(۳) قال يعقوب: سألت أباحنيفة رحمه الله تعالىٰ عن الرجل يرفع رأسه من الركوع في الفريضة، أيقول: اللّٰهم اغفرلي؟ قال: ربنالك الحمد وسكت، انيس

(۴) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۱/۱، رشيدية

سجدۂ نماز میں دعا:

سوال: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: ألا إنّی نہیت أن أقرأ القراٰن راکعًا أوساجدًا فأمّا الرکوع فعظموا فیہ الرّب وأمّاالسّجود فاجتھدوا فی الدعاء فقَمِنٌ أن یستجاب لکم.(۱)

اس حدیث سے نماز کے سجدہ میں دعا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیا احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے کہ نماز کے سجدہ میں دعا افضل ہے؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملھم الصّواب

قال الملاّ علی القاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی شرح الحدیث المذکور: (وأمّاالسجود فاجتھدوا) أی بالغوا فی الدّعاء أی حقیقةً، وھوظاھر أوحکمًا، کما فی "سبحان ربّی الأعلیٰ". (المرقاة: ۳۱۲/۲)(۲)

وقال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: وقد ورد "خیرالدّعاء دعاء یوم عرفة، وخیرما قلت أنا والنّبیّون من قبلی: "لا إلٰہ إلاّ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھوعلیٰ کلّ شئ قدیر". رواہ مالک والترمذی وأحمد وغیرھم، (۳) شرح النقایة للقاری، وقیل لابن عیینة: ھٰذا ثناء فلمَ سمّاہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم دعاءً، فقال: الثناء علی الکریم دعاء لأنہ یعرف حاجتہ، فتح. قلت: یشیر بھٰذا إلیٰ خبر: "من شغلہ القرآن عن ذکری ذکری ومسألتی أعطیتہ أفضل ما أعطی السّائلین" (۴) ومنہ قول أمیة بن أبی الصّلت فی مدح بعض الملوک ؎

أ أذکر حاجتی أم قد کفانی		ثناؤک إن شیمتک الحیاء
إذا أثنی علیک المرء یومًا		کفاہ من تعرضہ الثناء

(رد المحتار: ۱۹۰/۱)(۵)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ حدیث میں سجدہ کی تسبیحات ہی کو دعا فرمایا گیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تسبیحات کے بعد دعا کرے، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں تسبیحات کے بعد دعا نوافل میں کرے، فرائض میں نہیں، البتہ فرائض منفرداً پڑھ رہا ہو، یا جماعت میں مقتدیوں پر ثقیل نہ ہو تو فرائض میں بھی درست ہے۔

(۱) "فقمن" جدیر خلیق/صحیح لمسلم، باب النھی عن قراءة القرآن فی الرکوع (ح: ۴۷۹) انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب الرکوع، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۸۷۳، انیس

(۳) موطأ الإمام مالک، ت: عبدالباقی، باب ماجاء فی الدعاء (ح: ۳۲)/مسند الإمام أحمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص (ح: ۶۹۶۱)/سنن الترمذی، باب (ح: ۳۵۸۵) انیس

(۴) سنن الترمذی، باب (ح: ۲۹۲۶) انیس

(۵) کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین، بعرفة ومطلب: الثناء علیٰ الکریم دعاء، انیس

قال فی العلائیة: وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی النفل.

قال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی: (قوله محمول علی النفل) أی تهجد أوغیره، خزائن، وکتب فی هامشه: فیه ردّ علی الزیلعی حیث خصّه بالتهجد، آه، ثم الحمل المذکور صرّح به المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود وصرّح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال: علٰی أنه إن ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الإنفراد، أوالجماعة والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک کما نصّ علیه الشافعیة، ولاضرر فی التزامه وإن لم یصرّح به مشایخنا، فإنّ القواعد الشرعیّة لا تنبوعنه کیف والصلاة والتسبیح والتکبیر والقراءة، کما ثبت فی السّنة، آه. (رد المحتار: ۴۷۲/۱)(۱) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم

۲۲ / محرم ۱۳۹۹ھ - (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۳-۴۴) ☆

---

(۱) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع (مطلب فی إطالة الرکوع للجائی، انیس)

(۲) وإن کان إمامًا لا یزید علٰی وجه یملّ القوم کذا فی الهدایة. (الهندیة: ۷۵/۱، الفصل الثالث فی سنن الصلاة)

(۳) وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی النفل ... إلخ. (الدر المختار: ۵۰۵/۱-۵۰۶، باب صفة الصلاة، طبع ایچ ایم سعید)

"قوله: عن ابن عباس وعن رجل"، قلت: دلالتهما علی استحباب الذکر بین السجدتین ظاهرة، وفی الدرالمختار (۵۲۷/۱) ولیس بینهما ذکر مسنون، اه، والمراد نفی تأکده لا نفی استحبابه صرح بذلک فی ردالمحتا ونصه: وعدم کونه مسنونا لا ینافی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین خروجا من خلاف الإمام أحمد، لإبطاله الصلاة بترکه عامداً ولم أر من صرح بذلک عندنا، لکن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف واللّٰه أعلم (۵۲۸/۱)

قلت: لا سیما إذا ورد عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بسند صحیح ولکن تلزم الإمام مراعاة أحوال المأمومین فحیث لا یثقلون بالدعاء الوارد فی سنن أبی داؤد یدعوبه، وإلافیقصر علی قوله "رب اغفرلی" کما ورد عند النسائی ولو ترکه رأسا لا یلام لیه، فإن هذا الذکر ورد فی صلاة اللیل دون المکتوبة کما یظهر من مجموع الأحادیث کما قال الشرنبلالی: فی نورالإیضاح: ولیس فیه (أی فی الجلوس بین السجدتین) ذکر مسنون والوارد فیه محمول علی التهجد، الخ. (إعلاء السنن، باب وجوب الرفع بین السجدة والجلسة تین السجدتین: ۴۳/۳-۴۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، انیس)

☆ نفل نماز کے سجدہ میں دعا:

سوال: آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعا کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کردی جائے گی، یا نماز مکمل کی جائے گی؟ (حافظ کلیم، اورنگ آباد)

الجواب

نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں ==

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا:

سوال: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں، انفرای طور، پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں ہیں، مختلف جگہوں پر ہیں، ان کو جمع کرکے فرض و نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

نماز میں رکوع وسجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، (۱) اگرچہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، (۲) بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۳/۵-۶۱۴)

== سجدہ کی حالت میں دعا کی جاسکتی ہے۔ (عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها قالت: فقدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات لیلة، فلمست المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو یقول: أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بمعافاتک من عقوبتک، و أعوذ بک منک، لا أحصی ثناء علیک، أنت کما أثنیت علٰی نفسک". (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۸۷۹، باب في الدعاء في الرکوع و السجود، محشی) (کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳-۹۵)

حالت سجود میں دعا کا کیا حکم ہے:

سوال: اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی بعد نماز کے جائے نماز پر سجدہ ریز ہوکر دینی و دنیوی بہبودی کے لیے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کی عادت بنالینا بدعت ہے؛ مگر گاہے ایسا ہو جائے اور ناظرین بھی اس طریقہ کو ایک ضروری چیز نہ سمجھنے لگیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰۳/۱-۱۰۴)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰہ: "وکذا لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح (علی المذهب) وماورد محمول علی النفل". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۰۵/۱، سعید)

(۲) تاہم کراہت سے خالی نہیں۔

"عن علی رضی اللّٰہ عنه قال: نهانی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أن أقرأ راکعًا أوساجدًا". (الصحیح لمسلم)

"فیه النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود، وإنما وظیفة الرکوع التسبیح ووظیفة السجود التسبیح و الدعاء، فلوقرأ فی رکوع أوسجود... کره ولم تبطل صلٰوته". (شرح النووی لمسلم، کتاب الصلاة، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود: ۱۹۱/۱، قدیمی)

"وتکره قراءة القرآن فی الرکوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرة للکافرولجمیع المؤمنین: ۵۲۳/۱، قدیمی)

(۳) ان عائشة رضی اللّٰہ عنها نبأته أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم کان یقول فی رکوعه ==

سجدہ میں دعا کی ہیئت:

سوال: سجدہ میں دعا کرنے کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، ناندیر)

الجواب

نفل نمازوں کے سجدہ میں عربی زبان میں دعا کی جاسکتی ہے، (۱) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول مبارک یہی تھا؛ (۲) اس کے لیے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں؛ بلکہ سجدہ کی جو معروف کیفیت ہے، اسی میں دعا کرنا چاہیے، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے، بعض لوگ سجدہ میں دعا کرنے کے لیے ہاتھوں کو اس طرح

== وسجوده: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول في الركوع والسجود: ۱۹۲/۱، قديمی)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: "سبحانک اللّٰهم ربنا وبحمدک اللّٰهم اغفرلی". (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۳۱۱/۱، قديمی) (ح: ۸۱۷، انيس)

مزید تفصیل کے لیے: كتاب الأذكار للنووی رحمه الله تعالیٰ، باب أذكار السجود: ۸۱-۸۲، مكتبه دار البيان، ملاحظہ فرمائیں!

عن علی رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا سجد قال: اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک أسلمت سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله أحسن الخالقين. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۰، انيس)

عن عوف بن مالک أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ركع ركوعه الطويل يقول فيه: سبحان ذی الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة، ثم قال في سجوده مثلک ذلک. (كتاب الأذكار برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲۱، انيس)

عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فأما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم. (كتاب الأذكار للنووی برواية مسلم، باب أذكار السجود، رقم الحديث: ۱۲٤، انيس)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: "بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں رہتا ہے تو اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہیے۔

"أقرب ما يكون العبد من ربه و هو ساجد فأكثروا من الدعاء" (سنن أبی داؤد، رقم الحديث: ۸۷٤، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الركوع والسجود)

(۲) دیکھئے: سنن أبی داؤد، رقم الحديث: ۸۷۷، باب الدعاء في الركوع والسجود. محشی

بچھادیتے ہیں کہ پشت زمین پر ہوتی ہے اور ہتھیلی اوپر کی طرف؛ یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے کہ اس طرح کا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۱۸۶/۲)

حالت نماز میں درود کے اندر ''ذرّیات وأزواج'' کا کلمہ بڑھانا کیسا ہے:

سوال: ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ ''ازواج وذریات'' کا اور بڑھاوے، اس میں زیادہ ثواب ہے، مثلاً: ''اللّٰھم بارک علیٰ أزواجه وذریاته'' إلخ، یہ بڑھانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس قدر معمول ہے، وہی کافی ہے، اگرچہ بڑھادینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۰۷/۲)

قعدۂ نماز میں مختلف دعا:

سوال: اگر کوئی شخص قعدۂ نماز میں کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا پڑھے تو عند الحنفیہ ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب

کچھ ممانعت نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۷۰/۲)

---

(۱) حالت سجدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کی ہیئت کیا ہوتی تھی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول ہوتے؛ یعنی سجدہ کی حالت میں بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے کلمات فرماتے۔

''عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت:''فقدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات لیلة، فلمت المسجد، فإذا هو ساجد وقدماه منصوبتان، وهو یقول:''أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بمعافاک من عقوبتک وأعوذ بک منک، لا أحصی ثناء علیک، وأنت کما أثنیت علیٰ نفسک'' (أبوداؤد، رقم الحدیث: ۸۷۹، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود) محشی)

(۲) ولذا قال فی شرح المنیة: و الإتیان بما فی الأحادیث الصحیحة أولیٰ، إلخ. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی تالیف الصلاة: ۴۷۹/۱) (مطلب فی جواز الترحم علی النبی إبتداءً، انیس)

(۳) وصلی علی النبی علیه السلام، إلخ، ودعا بما یشبه ألفاظ القرآن والأدعیة المأثورة لما روینا من حدیث ابن مسعود قال له النبی علیه السلام:'' ثم اختر من الدعاء أطیبه وأعجبه إلیک''. (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱۰۳/۱، ظفیر)

وعن حذیفة فی حدیثه المتقدم فی صلاة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ... وکان یقول بین السجدتین: رب اغفرلی رب اغفرلی، الخ. (کتاب الأذکار للنووی بروایة مسلم، باب أذکار السجود، رقم الحدیث: ۱۲۸، انیس)

سلام کے بعد اذکار ودعا

نماز کے بعد "استغفر اللّٰہ" پڑھنا:

سوال: نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید "أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الحی القیوم" پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے: بے شک یہ بہت بڑا استغفار ہے؛ لیکن سلام کے بعد "اللّٰــہ أکبر" اور تین مرتبہ "استغفر اللّٰہ" پڑھنا منقول ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر "استغفر اللّٰہ" منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں؛ مگر عمل الیوم واللیلة، ص: ۳۵، میں ہے:

"عن معاذ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: "من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الحی القیوم وأتوب إلیہ، کفرت عنہ ذنوبہ وإن کانت مثل زبد البحر". (۱)

"عن ثوبان قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا انصرف من صلاتہ، استغفر ثلا ثاً، و قال: اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام". قال الولید: فقلت للأوزاعی: کیف الاستغفار؟ قال: تقول: أستغفر اللّٰہ، أستغفر اللّٰہ". (۲)

"ویستحب أن یستغفر اللّٰہ ثلاثاً ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، ویسبح ویحمد ویکبر ثلا ثاً وثلاثین، ویھلل تمام المائة، ویدعو ویختم بسبحان ربک". (۳) فقط واللّٰہ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۲/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۷۱-۶۷۲)

---

(۱) أخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة، باب مایقول فی دبر صلوٰة الصبح، رقم الحدیث: ۱۲۶، ص: ۱۱۲، مکتبة الشیخ، کراچی

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفتہ: ۲۱۸/۱، قدیمی) (ح: ۵۹۱، انیس)

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعید

نماز کے بعد ”یا قوی“ ”یا نور“ پڑھنا:

سوال: بعض لوگوں خصوصاً تبلیغی جماعت والوں کو یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد مقررہ مقدار میں ”یا قوی“ پڑھتے ہیں، پھر ”یا نور، یا نور“ پڑھ کر اور ہاتھ کی انگلیوں پر پھونک کر دونوں آنکھوں پر مل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، کیا ایسا ہی ہے؟ کیا یہ طریقہ حدیث سے ثابت ہے؟

هو المصوب

نماز کے بعد ”یا قوی“ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کا پڑھنا جائز ہے اور لازم سمجھنا غلط ہے۔(۱)

تحریر: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/۳۴۰-۳۴۱)

بعد نماز ”یارسول اللہ“ کہنا:

سوال: ہر نماز کے بعد یا کسی بھی وقت ”یا رسول اللہ“ کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ ”یا رسول اللہ“ کہنا، نہ قطعاً جائز ہے، نہ مطلقاً ناجائز؛ بلکہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس عقیدے سے ”یا رسول اللہ“ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر موجود ہیں، یا ضرور میری آواز کو سنیں گے تو یہ ناجائز ہی نہیں؛ بلکہ ایک نوع کا شرک ہے۔ سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما توسیخ میں فرماتے ہیں:

”منهم الذين يدعون الأنبياء والأولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبيح وجهل صريح، قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الاٰية“، انتهىٰ. (الجنة لأهل السنة: ۱۷/۳۰)

یعنی! بعض لوگ وہ ہیں، جو انبیا اور اولیا کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں

---

(۱) قوی اور نور اللہ جل شانہ کی صفات ہیں؛ اس لیے اگر کوئی شخص اللہ کے اسم صفاتی سے یاد کرتا ہے تو درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ سے سر کا مسح کرنا ثابت ہے، البتہ اسے ایسا معمول بنانا جو لازم کے طور پر سمجھا جائے، غلط ہے۔ انیس

عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد“. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور. رقم الحديث: ۱۷۱۸)

قال أهل العربية الرد هٰهنا بمعنى المردود ومعناه فهو باطل غير معتدبه وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام وهو من جوامع كلمه صلى اللّٰه عليه وسلم فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات. (شرح النووى لمسلم، باب نقض الأحكام الباطلة، الخ: ۱۲/۱۶. انيس)

قال العلامة الحلبي: كل مباح يؤدى إليه أى (إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه. (غنية المتملى المعروف بالكبيرى، فصل فى مسائل شتىٰ: ۵۶۹. انيس)

اوران کی ندا کو سنتے ہیں اوران کی حاجتوں کو جانتے ہیں، پکارتے ہیں، یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''جولوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں، ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا''۔

اور اگر محض تخیل کے طور پر شاعرانہ دعا وعاشقانہ خطاب کرتا ہے تو جائز ہے، جیسے اہل معانی وبلاغت نے بیان کیا ہے کہ بعض اوقات معدوم کو موجود فرض کر کے یا غیر حاضر کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، چناں چہ بعض لوگ اپنے کھنڈروں اور دیواروں کو خطاب کرتے ہیں، کوئی بلبل وقمری کو خطاب کرتا ہے۔

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی　　　ز حال ما کہ جدا از حریم دلداریم

باللّٰہ یاظبیات القاع قلن لنا　　　أیلای منکن أم لیلٰی من البشر

ہر زبان میں اس کی نظائر بکثرت ہیں، اسی طرح محبانہ شوق میں اگر کوئی بلاعقیدہ حاضر وناظر کے خطاب کرے تو مضائقہ نہیں، البتہ عوام کے فساد عقیدہ سے بچنے کے لیے اس کی عادت نہیں لگانی چاہیے۔

مجموعۂ فتاویٰ میں ہے:

''کہنا ''یارسول اللّٰہ'' ساتھ صلوٰۃ وسلام کے، جائز ہے، جیسا کہ التحیات وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے، باقی کہنا: ''یارسول اللّٰہ'' و''یا ولی اللّٰہ'' کا جو ہندوؤں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے کہا کرتے ہیں، سارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے؛ بلکہ اس محل خاص میں بمقتضاء آیۃ: ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ إلخ، وموافق دستور قرون ثلثہ ''یااللّٰہ''، ''یا رحیم''، ''یا کریم'' وغیرہ کی عادت کرنا چاہیے۔ (۳۳۸/۱) (فتاویٰ احیاء العلوم: ۱۶۴/۱-۱۶۶)

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر کسی دعا کا پڑھنا ثابت ہے؟ رکوع وسجود اور قیام میں دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ رہنا چاہیے؟

الجواب

فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا ''بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمٰن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھمّ والحزن''، حصن حصین میں ہے، حدیث اس بارے میں منقول ہے۔ (۱)

(۱) دیکھئے! حصن حصین: ۸۵/۱: وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلی وفرغ من صلوٰتہ مسح بیمینہ علٰی رأسہ وقال: ''بسم اللّٰہ الذی لا إلٰہ إلا ھو الرحمن الرحیم، اللّٰھم أذھب عنی الھمّ والحزن''. (ظفیر)

(الدعاء للطبرانی، باب منہ (ح: ۶۵۹)/ المعجم الأوسط، من اسمہ بکر (ح: ۳۱۷۸)/ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، معاویۃ بن قرۃ: ۳۰۱/۲، دار الکتاب العربی بیروت. انیس)

اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے۔(۱)

”ویسن أن یلصق کعبیه“. (الدر المختار)(۲)

قال السید أبو السعود: و کذا فی السجود. (أیضًا، الشامی)(۳)

باقی حالت قیام میں شامی میں لکھا ہے کہ قدمین میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

”وینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید“. (۴)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۱۱) ☆

فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر ”بسم اللّٰہ الذی لا إله إلاّ هو الرحمٰن، إلخ“ پڑھنا:

سوال: میرا معمول ہے کہ میں فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھتا ہوں: ”بسم اللّٰہ الذی لا إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللّٰهم أذهب عنی الهم و الحزن“.

تو ایک صاحب نے میرے کو باتوں ہی باتوں میں میرے اس عمل کو سراہا تو ایک اور صاحب جو ہماری اس محفل میں شریک تھے اور دین دار آدمی تھے، انہوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے، جو آپ اسے سراہتے ہیں، یہ کوئی خاص خوبی کی بات نہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ یہ عمل بدعت ہے، یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو میں چھوڑ دوں، مولانا صاحب! ایک بزرگ قسم کے آدمی تھے تو انہوں نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم وظائف وغیرہ ”حصن حصین“ میں دیکھ کر پڑھا کرو تو یہ دعا بھی میں نے اسی کتاب سے سیکھی تھی، اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کتاب مستند ہے کہ نہیں؛ کیوں کہ ان صاحب نے مندرجہ بالا دعا کو بدعت کہہ کر شک میں ڈال دیا ہے؟

---

(۱) اس سے قبل رکوع سے متعلق مسائل میں دونوں پاؤں ٹخنے سے ملانے کا فتویٰ گذرا ہے اور اس کے بعد اسی سے متعلق تفصیلی فتویٰ اس کے خلاف بھی گذرا ہے جو راجح ہے، وہاں واضح کیا گیا ہے کہ بعد والا تفصیلی فتویٰ صحیح ہے اور یہ دوسرا فتویٰ مرجوع عنہ ہے۔ انیس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴٦۱، ظفیر

(۳) رد المحتار، أیضًا: ۱/۴٦۱، ظفیر) (مطلب: قراءة البسملة بین الفاتحة و السورة حسن، انیس)

(۴) رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث القیام: ۱/۴۱۴، ظفیر

☆ **نماز کے بعد جو سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے، اس وقت کچھ پڑھنا بھی چاہیے یا نہیں:**

سوال: بعد فرض نماز جو سر پر ہاتھ رکھتے ہیں، کیا اس میں کچھ پڑھنا بھی چاہیے؟

الجواب

”بسم اللّٰہ الذی لا إله إلا هو الرحمن الرحیم، اللّٰهم اذهب عنی الهم و الحزن“ پڑھتے ہیں۔

۷/ شوال ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۰۱)

الجواب

’’حصن حصین‘‘ کے حاشیہ پرلکھاہے کہ یہ روایت طبرانی نے’’اوسط‘‘ میں اورابن سنی نے ’’**عمل الیوم واللیلة**‘‘ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے،(۱) اوراس کی سند کمزور ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴۹۶/۳)

سلام کے بعدانگلیاں آنکھوں پرپھیرنا:

سوال: ہمارے یہاں مساجد میں بعض نمازی فرض نماز کے سلام کے بعداپنی کلمہ کی انگلیوں پر کچھ پڑھ کر کے آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیرتے ہیں،ان کا یہ طریقہ کہاں تک درست ہے،یہ سنت ہے یابدعت؟

ھوالمصوب

آشوب چشم کے علاج کے طور پرایک امرمباح ہے؛لیکن اس کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔

تحریر:محمدظفرعالم ندوی۔تصویب:ناصرعلی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱۴۰/۲)

سلام کے بعددعاکے لیے بیٹھنے کی مقدار:

سوال: فرض نمازوں کے بعددعامیں کس قدربیٹھاجائے؟دعالمبی ہو،یامختصر؟ (میریاسین علی)

الجواب

بہترطریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعدسنن مؤکدہ ہوں،دعامختصرکی جائے،زیادہ طویل نہ کیاجائے،اس سلسلہ میں مقدارکاتعین مشکل ہے؛تاہم حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ!

’’**اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ**‘‘ کے بقدربیٹھاکرتے تھے‘‘۔(۳) (کتاب الفتاویٰ:۱۰۲/۳)

---

(۱)　دیکھئے:حصن حصین مترجم،ص:۲۲۳،طبع دارالاشاعت

(۲)　وعن أنس بن مالک أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان إذا صلی،وفرغ من صلاتہ،مسح بیمینہ علی رأسہ، و قال:"بسم اللّٰہ الذی لا إلہ إلا ھوالرحمن الرحیم،اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزن".وفی روایة:مسح جبھتہ بیدہ الیمنی،وقال فیھا:"اللّٰھم أذھب عنی الھم والحزن".رواہ الطبرانی فی الأوسط والبزاربنحوہ بأسانید،وفیہ:زید العمی وقد وثقہ غیرواحد، وضعفہ الجمھور، وبقیة رجال أحد إسنادی الطبرانی ثقات، وفی بعضھم خلاف. (مجمع الزوائد:۱۰۷/۱۰، باب الدعاء فی الصلاۃ وبعدھا،طبع دارالکتب العلمیة،بیروت)(رقم الحدیث:۱۶۹۷۱-۱۶۹۷۲)

(۳)　عن عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنھا قالت:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدارما یقول:" اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ،وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَام"(الجامع للترمذی،رقم الحدیث:۲۹۸، باب مایقول إذا سلم:۶۶/۱)

نماز کے بعد ''اللّٰهم أنت السلام''میں بعض الفاظ کی زیادتی کرنا:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

فرض نماز کے بعد ''اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ'' میں ''حينا ربنا وأدخلنا دار السلام'' کی زیادت کرنا شرعاً کیاحکم رکھتا ہے؟ بینواتوجروا۔ (المستفتی:عبداللہ تورڈھیر،صوابی)

الجواب

چوں کہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے،(۱) البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے،(۲) لہٰذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۵۸) ☆

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت:کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار مایقول''اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''.رواه مسلم.(کتاب المساجد،باب استحباب الذکربعدالصلاة وبیان صفته،ص:۲۳۵،رقم الحدیث:۵۹۲،بیت الأفکار،انیس)

وعن ثوبان رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال:کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم إذا انصرف من صلوٰته، استغفر ثلاثًا،وقال:'' اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''.(رواه مسلم)(کتاب المساجد،باب استحباب الذکربعدالصلاة وبیان صفته،ص:۲۳۵،رقم الحدیث:۵۹۱،بیت الأفکار،انیس))(مشکوٰة المصابیح،باب الذکربعد الصلاة،الفصل الأول:۱/۸۸،رقم الحدیث:۹۶۱،انیس)

(۲) قال العلامة الشرنبلالی:بعد الفرض القیام إلی أداء السنة التی تلی الفرض متصلاً بالفرض مسنون غیرأنه یستحب الفصل بینهماکماکان علیه السلام إذا سلم یمکث قدرما یقول'' اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام وإلیک یعود السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''.

وقال الطحطاوی تحت(قوله:وإلیک یعود السلام) قال فی شرح المشکوٰة عن الجزری:وأما ما یزاد بعد قوله و منک السلام من نحوو إلیک یرجع السلام فحینابالسلام ربنا وأدخلنا دارالسلام فلا أصل له،بل مختلق بعض القصاص. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی،فصل فی صفة الأذکاربعد الصلاة،ص:۱۷۰)

☆ نماز کے بعد ''اللّٰهم أنت السلام''الخ کس طرح پڑھاجائے:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!نماز کے بعد جب امام ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھتا ہوتو کس طرف رخ کرے، نیزیہ دعا ہے، یانہیں؟ بعض لوگ اسے دعانہیں کہتے، جواب سے نوازکرممنون فرمائیں؟ بینواتوجروا۔ (المستفتی:شادمحمد کوہاٹ......۲۸/محرم ۱۴۱۰ھ)

الجواب

''اللّٰهم أنت السلام''إلخ، ایک ذکر ہے دعا نہیں ہے،اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، پیغمبرصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورصحابہ رضی اللہ عنہم نے ہیئت اجتماعی سے یہ ذکر''اللّٰهم أنت السلام''نہیں کیا ہے؛ بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے، ==

فرض نماز کے بعد طویل دعا، یا ''اللّٰهم أنت السلام'' کی مقدار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام، یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جب کہ روایات میں صرف مقدار ''اللّٰهم أنت السلام'' آیا ہے، کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۱۶/۴/۱۹۷۴ء)

الجواب

ذکر بعد المکتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہا کرام قدر ''اللّٰهم أنت السلام'' یا معمولی کم وبیش ہے؛ کمافی ردالمحتار: ۱/٤۹٥ :وقول عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها ''بمقدار'' لا یفید أنه كان یقول ذلک بعینه بل كان یقعد بقدرمایسعه ونحوه من القول تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین من ''أنه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و سلم كان یقول فی دبر كل صلاة مكتوبةً: ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' إلخ. (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۴۵)

نمازوں کے بعد ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إلٰه إلا اللّٰه'' پڑھنا:

سوال: نمازوں کے بعد ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا إلٰه إلا اللّٰه أكبر'' پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

آپ نے ''سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه لا إلٰه إلا اللّٰه، اللّٰه أكبر'' لکھا ہے، حدیث میں ہے کہ (قرآن مجید کے بعد) یہ چار کلمات سب سے افضل ترین کلمات ہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۹۹)

== لہٰذا ہر شخص انفرادی طور سے روبہ قبلہ ہوکر کیا کرے۔ (عن ثوبان رضی اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً وقال: '' أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت یا ذا الجلال والإكرام''. (رواه مسلم) (كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعدالصلاة وبیان صفته، ص: ۲۳٥، رقم الحدیث : ٥۹۱، بیت الأفكار، انیس) (مشكوٰة المصابیح، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول: ۱/۸۸، رقم الحدیث: ۹٦۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲٦۲)

(۱) ردالمحتار هامش الدرالمختار، قبیل فصل فی القراءة: ۱/۳۹۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: هل یفارقه الملكان؟ انیس)

(۲) عن سمرة بن جندب قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: ''أفضل الكلام أربع: سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا إلٰه إلا اللّٰه واللّٰه أكبر''. وفی روایة: ''أحبّ الكلام إلی اللّٰه أربع: سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا إلٰه إلاّ اللّٰه واللّٰه أكبر ''لایضرّک بأیهنّ بدأت'' .(رواه مسلم) (كتاب الدواب، باب: كراهیة التسمیة بالاستماع القبیحة وینافع ونحوه، ص: ۸۸٤، رقم الحدیث: ۲۱۳٦، بیت الأفكار، انیس) (مشكوٰة: ۲۰۰، باب ثواب التسبیح والتحمیدوالتهلیل والتكبیر، الفصل الأول). (صحیح البخاری، كتاب الإیمان والنذر، باب: إذا قال: واللّٰه لا أتكلم الیوم، ص: ۱۲۷٥، رقم الحدیث: ۲۲۹٤، بیت الأفكار، انیس)

بعد نماز ”لا إله إلا الله“ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے:

سوال: بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی ” لا إله إلا الله“ بآواز بلند کہنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ بھی جائز ہے؛ لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۶۹/۲)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا:

سوال: فرضوں کے بعد اکثر لوگ ”لا إله إلا الله“ زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیا جائز ہے، یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط

(محمد صدیق خورجوی، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۸ھ)

الجواب　حامداً و مصلیًا

ذکر اللہ خاص کر ذکر ”لا إله إلا الله“ کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے،(۲) ذکر بلا شبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا اور موجب ثواب ہے؛(۳) مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے منع ہے،(۴) بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں، یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے؛(۵) اس لیے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے؛ تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۵/۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۲۶۰/۵)

---

(۱) عن المغيرة بن شعبة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له“إلخ. (مشكوة، باب الذكر بعد الصلاة:۸۸، ظفير) (كتاب الصلاة، رقم الحديث:۹۶۲، انيس)

(۲) ”عن جابر بن عبد الله يقول: سمعت رسول الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: ”أفضل الذكر لا إله إلا الله، وأفضل الدعاء الحمد لله“. (جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة:۱۷۶/۲، سعيد) (ح:۳۳۸۳، انيس)

(۳) ”إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر، و أحاديث الإسرار والجمع بينهما: بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا“. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع:۳۹۸/۶، سعيد) (فرع: هل يكون رفع الصوت بالذكر والدعاء، انيس)

(۴-۵) ”الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، اهـ“. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل في فصل القرآءة:۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

فرض نماز کے بعد کلمہ بغیر آواز کے پڑھنا:

سوال: فرض نماز پڑھنے کے بعد پہلے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تو نماز کے بعد اونچی آواز سے کلمہ شریف پڑھا جاتا تھا، مگر اب اکثر مسجدوں میں کلمہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھا جاتا، کیا یہ کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے، یا کوئی اور چیز پڑھنی چاہیے؟ اگر اور کوئی چیز پڑھنی ہے تو اس کو بھی ساتھ ہی لکھ دیں؟

الجواب

نمازوں کے بعد بہت سے اذکار اور دعائیں منقول ہیں؛(۱) مگر ان کو آہستہ پڑھنا چاہیے، آواز میں آواز ملا کر بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا، جس سے نمازیوں کو تشویش ہو، جائز نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۹۸/۳)

نماز کے بعد لا إلٰه الا اللّٰه پڑھنا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد وہیں بیٹھ کر ''لا إله إلا الله'' بلند آواز سے پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

ھو المصوب

بہ آواز بلند ذکر کر سکتے ہیں،(۳) نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ سے مختلف دعاؤں کا پڑھنا منقول ہے، مثلاً:

---

(۱) عن أمّ سلمة...رضي الله عنها...كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلّى الصبح قال:''اللّٰهم إنّى أسئلک علمًا نافعًا،وعملاً متقبلاً ورزقًا طيبًا''.(عمل اليوم والليلة لابن سنى،ص:۱۰۰،رقم الحديث:۱۱۰)(باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح،انيس)

عن أبى أمامة قال:ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلاّ سمعته يقول:''اللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها،اللّٰهم انعشنى واجبرنى واهدنى لصالح الأعمال والأخلاق،إنّه لايهدى لصالحها ولا يصرف سيئها إلاَّ أنت.((باب ما يقول فى دبر صلاة الصبح،انيس)أيضًا:۱۰۲،رقم الحديث:۱۱٤)

(۲) وفى حاشية الحموى عن الإمام الشعرانى:أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علىٰ استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها إلاَّ أن يشوّش جهرهم علىٰ نائم أومصل أوقارئ.(ردالمحتار:۱/ ٦٦٠،مطلب فى رفع الصوت بالذكر).(كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،انيس)

أيضًا:نعم:الجهر المفرط ممنوع شرعًا،وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أومصل أو حصلت فيه شبهة رياء أولوحظت فى خصوصيات غيرمشروعة.(مجموعة رسائل اللكنوى،سباحة الفكرفى الجهر بالذكر:۳/ ۳٤)(الباب الأول فى حكم الجهربالذكر،انيس)

(۳) عن ابن عباس:أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان علىٰ عهد النبى صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس:كنت أعلم إذا انصرفوا بذلک إذا سمعته.(صحيح البخارى،كتاب الأذان ،باب الذكر بعد الصلاة (رقم الحديث:۸٤۱)

”اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“. (۱)وغیرہ۔

ایک دعامیں ”لا إلٰه إلا اللّٰه“ کی صراحت بھی ہے:

أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاۃ مکتوبة: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شیء قدیر. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، رقم الحدیث: ۸٤٤)

بشرطیکہ نمازیوں اور سونے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو اس سے ایذا نہ پہنچتی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

وفی حاشیة الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، إلا أن یشوس جهرهم علیٰ نائم أو مصل أو قاری ٔ. (ردالمحتار: ۲/٤۳٤)(۲)

لیکن آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے:

”**خیر الذکر الخفی**“. (۳)

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۱٤۰-۱٤۱)

ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام:

سوال: بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک کر کے تین مرتبہ ”لا إلٰه إلا اللّٰه“ بلند آواز کر کے کہنا پھر ”رسول اللّٰه“ کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہو، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے، اس کو بہت برا جاننا اور اس کو قابل ملامت جاننا یہاں کا رواج ہے۔ یہ کیسا ہے؟ کیا اس کو ضروری کرنا چاہیے، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کر دیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے؛ لیکن اس طرح کرنا چاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا۔ (کذا فی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر)(٤)

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفته، رقم الحدیث: ۵۹۱-۵۹۲/ سنن الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ما یقول إذا سلم من الصلاۃ، رقم الحدیث: ۲۹۹-۳۰۰)

(۲) کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، انیس

(۳) صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الأذکار، رقم الحدیث: ۸۹۰، قال شعیب الأرناؤط: إسناده ضعیف. مسند أحمد بن حنبل: ۱/۱۷۲، رقم الحدیث: ۱٤۷۷۔

(٤) وهنا أحادیث اقتضت طلب الإسرار والجمع بینهما: بأن ذلک یختلف باختلاف أشخاص وأحوال، کما جمع بین الأحادیث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءۃ القرآن، ولا یعارض ذلک حدیث: ”خیر الذکر الخفی“ ==

نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو اصرار کی حد میں داخل ہے، نا جائز ہے۔

''الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة'' آه. (سعایة)(۱) فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۹/۵) ☆

نمازوں کے بعد اذکار وغیرہ کا حکم:

سوال: اذکار کی تحقیق اور ان کا خلاصہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی بعض تالیفات (۲) میں مذکور ہے کہ تقریباً سب اذکار ماثورہ (۳) کے صرف نو صیغہ ہیں، غالبًا اس کے علاوہ کسی ذکر کا کوئی دوسرا صیغہ نہیں۔ پہلا تسبیح، دوسرا احمد، تیسرا صیغہ تکبیر، چوتھا صیغہ تہلیل، پانچواں صیغہ تفویض او رتوکل کا ہے او رچھٹا صیغہ تعویذ اور التجا راور تحقن کا ہے اور ساتواں حصہ صلوٰۃ؛ یعنی درود شریف

== لأنه حیث خیف الریاء، أو تأذی المصلین أو النیام. وذکر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حیث کلاهما ذکر؛ لأنه أکثر عملاً لتعدی فائدته إلی السامعین، ویوقظ قلب الذاکر''. (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، الباب الأول فی حکم الجهر بالذکر، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللکنوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراء ة، ذکر البدعات: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاهور

☆ **تراویح کی دعا اجتماعی طور پر بالجہر پڑھنا:**

سوال: ہمارے یہاں کا معمول ہے کہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام صاحب زور سے مشہور دعا: ''سبحان ذی الملک'' الخ پڑھتے ہیں اور مقتدی حضرات بھی زور سے پڑھتے ہیں؛ لیکن گزشتہ رمضان میں، میں نے ایک جگہ عجیب حال دیکھا کہ ہر چار رکعت پر لوگ دعا ضرور پڑھتے ہیں، مگر ہلکی آواز سے تذبذب میں ہوں کہ زور سے پڑھنا درست ہے یا آہستہ سے؟ آخر میں آپ سے رجوع کرر ہا ہوں، آپ بتائیں کہ کس طرح پڑھنی چاہیے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

تراویح کی دعا آہستہ پڑھنی چاہیے، اس دعا کو اجتماعی طور پر آواز سے پڑھنا سلف سے ثابت نہیں ہے اور قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل: ۳۵۰/۷، کفایت المفتی: ۳۵۰/۳-۳۶۲)

''وقد قالوا: إنهم مخیرون فی حالة الجلوس إن شاؤا سبحوا وإن شاؤا قرأوا القرآن وإن شاؤا صلوا أربع رکعات فرادیٰ وإن شاؤا قعدوا ساکتین. (البحر الرائق، کراتشی: ۶۹/۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم (دینی مسائل اوران کا حل: ۱۱۷)

(۲) زیادہ امکان ہے کہ اس سے مراد القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جو کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف کردہ ہے، اس پر شاہ صاحب کا حاشیہ ہے، دسویں فصل آداب ذکر اور وعظ گوئی کے بیان میں ہے۔ انیس

(۳) یہ مادی صورت بھی ہوسکتی ہے اور محسوسات بھی اور مستقد مات بھی، ثواب کی ملکیت اس کے علاوہ منہدم رہے گی، ماثورہ حدیث سے ثابت ہوں، بعض صحابہؓ سے بھی۔ (حاشیہ مرتب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا اور آٹھواں صیغہ استغفار کا ہے اور نواں صیغہ ان ادعیہ جامعہ کا ہے کہ وہ ہر ہر مطالب کے لیے باعتبار حاجات اور اوقات کے وارد ہیں، ان صیغوں کے ہر صیغہ کے لیے اجمال اور تفصیل ہے اور ہر صیغہ کے آثار ہیں، جو ذاکر کے نفس میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر صیغہ کے خواص علاحدہ علاحدہ ہیں، جو مطالب حاصل ہونے کے لحاظ سے ہیں اور تفویض اور توکل تاثیر میں تریاق کے مانند ہیں اور ظاہر طور میں تجربہ میں آیا ہے کہ ان کلمات کی برکت سے یاس کی حالت میں حاجت روائی ہوتی ہے اور میرے بعض احباب نے ایک دسواں صیغہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ تسمیہ ہے؛ مگر اس فقیر کے نزدیک یہ صیغہ مقصود بالذات نہیں؛ بلکہ یہ صرف وسیلہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے سب اذکار سے نفع حاصل ہوتا ہے، البتہ بعض مقامات میں اس کی خاص تاثیر بھی ہے، مثلاً:

"بسم اللّٰه الذی لایضر مع اسمه شیء فی الأرض ولا فی السماء". (۱)

(یعنی شروع کرتا ہوں اس کے نام سے کہ اس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نہ زمین میں اور نہ آسمان میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔)

تو اس صورت میں یہ تحقن اور تعویذ کے صیغہ سے ہے اور اس دعا میں حرف با استعاذہ کے ساتھ متعلق ہے کہ جو مقدر ہے تو گویا فی الواقع یہ دعا اس طرح ہے۔

"أعوذ بسم اللّٰه الذی لایضر" إلخ.

یہ تحقیق اس قابل ہے کہ ضرور تسلیم کر لی جا سکے۔ (**واللّٰه الهادی إلٰی سواء الطریق**) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶-۴۹۵) ☆

نمازوں کے بعد کے اذکار:

سوال: ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، تینتیس (۳۳) مرتبہ "**سبحان اللّٰه**"، تینتیس (۳۳) مرتبہ

(۱) أبو داؤد، کتاب الأدب، باب مایقول إذا أصبح، ص: ۵۴۹، رقم الحدیث: ۵۰۸۸، بیت الأفکار/ الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أصبح وإذا أمسیٰ، ص: ۵۳۶، رقم الحدیث: ۳۳۸۸، بیت الأفکار، انیس

☆ نمازوں کے بعد تسبیح وغیرہ کا حکم:

سوال: پنج وقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

الجواب

نماز صبح کے بعد "**لا إله إلا اللّٰه الملک الحق المبین**" سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز ظہر کے بعد اگر فرصت ہو تو "**حسبی اللّٰه ونعم الوکیل**"، پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اگر فرصت نہ ہو تو پچیس مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عصر کے بعد تسبیح فاطمی مشہور ہے، پڑھنا چاہیے اور نماز مغرب کے بعد "**سبحان اللّٰه والحمد للّٰه**" پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور نماز عشا کے بعد درود شریف چاہیے، کوئی درود شریف ہو سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو حاضر و ناظر خیال کر کے پڑھنا چاہیے۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی: ۴۹۶)

''الحمد لله''، چونتیس (۳۴) مرتبہ '' الله أكبر '' پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم سے ثابت نہیں، لہذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہیے، سنت ہونے کے لیے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو کام خود آپ نے نہ کیا ہو، آپ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ (عبدالمجید، یاقوت پورہ)

الجواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

''جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے''۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

''جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے''۔(۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے؛ کیوں کہ جو ہم کہتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳/دفعہ ''سبحان الله''، ۳۳/دفعہ ''الحمدلله''، ۳۴/دفعہ ''الله أكبر'' کہنے کا ذکر ہے''۔(۳)

(۱) دیکھئے: كنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۹-۲۵۷۰، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار. محشی

(من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت. (كنز العمال عن على ورواه النسائي في السنن الكبرىٰ، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة (ح: ۹۸۴۸)/وكذا في عمل اليوم والليلة، ثواب من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة (ح: ۱۰۰)/الدعاء للطبراني، باب منه (ح: ۶۷۵)/المعجم الأوسط، من بقية من أول إسمه ميم (ح: ۸۰۶۸) عن أبي أمامة بلفظ: من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت. وابن السني عن علي رضي الله عنه، نوع آخر (ح: ۱۲۵) انيس)

(۲) دیکھئے: كنز العمال، رقم الحديث: ۲۵۶۴، باب فضائل آية الكرسي، الأذكار. محشی

(من قرأ في دبر كل صلاة مكتوبة آية الكرسي حفظ إلى الصلاة الأخرىٰ ولا يحافظ عليها إلا نبي أو صديق أو شهيد. (كنز العمال عن أنس وكذا رواه البيهقي في شعب الإيمان، تخصيص آية الكرسي بالذكر (ح: ۲۱۷۵) انيس)

(۳) عن أبي ذر قال: يا رسول الله: ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون كما ننفق، قال لي: إلا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم تحمدون الله في دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة: ۱/۶۶، رقم الحديث: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

ترمذی شریف میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۱) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اوراد کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۲)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہو، اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے، جس کی فضیلت واہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو؛ کیوں کہ اگر کوئی بات صرف آپ کے فعل سے ثابت ہوتو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ کے ساتھ مخصوص ہو، یا آپ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو؛ لیکن جب آپ نے کسی بات کا حکم دیا ہوتو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے؛ اس لیے جو بات حدیث قولی سے ثابت ہو، محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں؛ یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہوتو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوراد کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ سمجھنا درست نہیں کہ چوں کہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں؛ اس لیے آپ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہرحال ان اوراد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۳-۱۰۶)

فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا:

سوال: ہمارے محلّہ کے آدمی چوں کہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلّہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں؛ اس لیے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف ”**سبحان اللّٰہ وبحمدہ، صلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم، استغفر اللّٰہ**“ بلا ناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، امام صاحب

(۱) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللّٰہ: إن الأغنیاء یصلون کما نصلي ویصومون کما نصوم ولھم أموال یعتقون ویتصدقون قال: فإذا صلیتم فقولوا: سبحان اللّٰہ ثلاثا وثلاثین مرۃ والحمدللّٰہ ثلاثا وثلاثین مرۃ واللّٰہ أکبر أربعا وثلاثین مرۃ ولا إلہ إلا اللّٰہ عشر مرات فإنکم تدرکون بہ من سبقکم ولا یسبقکم من بعدکم. (الجامع للترمذي، رقم الحدیث: ٤١٠، باب ماجاء في التسبیح في أدبار الصلاۃ، انیس)

(۲) عن أبی ذر قال: قیل للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم -وربما قال سفیان قلت: یا رسول اللّٰہ- ذھب أھل الأموال والدثور بالأجر یقولون کما نقول وینفقون ولا ننفق قال لی: ألا أخبرکم بأمر إذا فعلتموہ أدرکتم من قبلکم وفتم من بعدکم، تحمدون اللہ فی دبر کل صلاۃ وتسبحونہ وتکبرونہ ثلاثا وثلاثین وثلاثا وثلاثین وأربعا وثلاثین. (سنن ابن ماجۃ: ٦٦/١، رقم الحدیث: ٩٢٧، باب مایقال بعد التسلیم/سنن النسائي، رقم الحدیث: ١٣٥٠، باب نوع آخر من عدد التسبیح، انیس)

سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب و برکت کے لیے پڑھتے ہیں، اگر چہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں؛ یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں، ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے، یا منع ہے؟ نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے، یا نہیں؟

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے،(۱) مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے ہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر، جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو، اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

دعا میں اصل اخفاء ہے: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ (۲) تعلیم مقصود ہو، یا کوئی اور دینی مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۱/۵-۶۶۲)

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا:

سوال: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) إن هنا أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أوتأذى المسلمين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، والتعدى فائدته إلى السامعين" آه. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۸/٦، سعيد) (فرع: هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ انيس)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵، انيس

(۳) وعن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة: "لا إله إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهو علىٰ كل شىء قدير، اللّٰهم! لامانع لما أعطيت، ولا معطى لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (متفق عليه) (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب: الذكر بعد الصلاة، ص: ۱۷۲، رقم الحديث: ۸٤٤، بيت الأفكار / الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۵۹٤، انيس) / (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب الذكر بعد الصلوٰة، الفصل الأول، ص: ۸۸، رقم الحديث: ۹٦۲، قديمى)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا ہر نماز کے بعد؛ بلکہ ہر وقت دن رات میں درست ہے؛(۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۲/۵-۶۶۳) ☆

---

(۱) قال اللّٰہ عزوجل: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ،يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾(سورة الأحزاب:٥٦)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"من صلى علي واحدةً،صلى الله عليه عشرًا". (الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد: ١٧٦/١، رقم الحديث: ٤٠٨، قديمي)/(أبو داؤد، كتاب الوتر،باب في الاستغفار،ص: ١٨١،رقم الحديث: ١٥٣٠،بيت الأفكار/سنن النسائي،باب الفضل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ٥٧/٢،رقم الحديث: ١٢٩٥،انيس)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه،أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على الصلوة". (جامع الترمذي، أبواب الوتر،باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم: ١١٠/١، سعيد)(رقم الحديث: ٤٨٤،انيس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! كتاب الأذكار للنووي، كتاب الصلوٰة علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم: ١٥٣، مكتبة دار البيان دمشق.

(٢) (الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة " آه. (السعاية، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،قبيل فصل في القرآءة: ٢٦٥/٢،سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر علىٰ أمر مندوب،وجعله عزمًا،ولم يعمل بالرخصة،فقد أصاب من الشيطان من الإضلال،فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة،باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ٩٤٦) ج:٣/ص:٣١،رشدية)

☆ نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں:

مسئلہ: بعد نماز کے تسبیح، تحمید، تکبیر مستحب ہے اور صومِ عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں، شاہ عبدالعزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ ((والكلام على ثلاثة مراتب: مستحب)أي المرتبة الأولى: مستحب (كالتسبيح)وهو أن يقول: سبحان الله (والتحميد)وهو أي يقول: الحمد لله (والتكبير)وهو أي يقول: الله أكبر (والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم) وهو أي يقول: اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وسلم ورضي الله عن أصحاب رسول الله أجمعين. (منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: ٤٨٢/١،وزارة الأوقاف قطر. انيس)

(مجموعہ فرخ آباد، ص: ۱۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۶)

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اوران کی تعداد:

سوال: نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی چاہیے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ "سبحان الله،الحمد لله" اور "الله أكبر" کہے اور بعض حضرات ۳۳/۳۳ دفعہ "سبحان الله،الحمد لله" اور "الله أكبر" کو بتاتے ہیں۔

(عبدالرب، بوکی)

الجواب

نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں مختلف تعداد منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دس دفعہ "سبحان الله،الحمد لله" اور "الله أكبر" کی تلقین کی گئی ہے،(۱) حضرت ابوذر کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ "سبحان الله،الحمد لله"، ۳۴/دفعہ "الله أكبر" کہنے کا ذکر آیا ہے،(۲) اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ "لا إلٰـه إلا الـلّٰـه" پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔(۳) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے، ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے؛ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی، اسی نسبت سے اجروثواب بھی زیادہ ہوگا۔

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: خصلتان أو خلتان لا يحافظ عليهما عبد مسلم إلا دخل الجنة هما يسير ومن يعمل بهما قليل، يسبح فى دبر كل صلاة عشرا ويكبر عشرا فذلک خمسون ومائة باللسان وألف وخمس مائة فى الميزان ويكبر أربعا وثلاثين إذا أخذ مضجعه ويحمد ثلاثا وثلاثين ويسبح ثلاثا وثلاثين فذلک مائة باللسان وألف فى الميزان. (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبيح عند النوم، انيس)

(۲) عن أبى ذر قال: قيل للنبى صلى الله عليه وسلم -وربما قال سفيان قلت: يا رسول الله- ذهب أهل الأموال والدثور بالأجر يقولون كما نقول وينفقون ولا ننفق قال لى: ألا أخبركم بأمر إذا فعلتموه أدركتم من قبلكم وفتم من بعدكم، تحمدون الله فى دبر كل صلاة وتسبحونه وتكبرونه ثلاثا وثلاثين وثلاثا وثلاثين وأربعا وثلاثين. (سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما يقال بعد التسليم، انيس)

(۳) (عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدلله ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ سنت کے لیے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے؛(۱) اس لیے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر وعصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے، فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں چوں کہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں؛ اس لیے پہلے سنتیں ادا کرلی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں؛ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۸-۱۰۹)

تسبیحات فاطمی کی فضیلت:

سوال: میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ ۳۳/مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳/مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴/مرتبہ اللہ اکبر، مطلب یہ ہے کہ سودانوں کو یہ تسبیح، جو شخص روزانہ صبح فجر کے وقت اور عشا کی نماز کے بعد، یا ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو قیامت کے دن، اس کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوگا؟

الجواب

آپ نے صحیح لکھا ہے، یہ کلمات وتسبیحات فاطمی کہلاتے ہیں؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے تھے، حدیث میں ان کے بہت سے فضائل آئے ہیں، (۲) جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی قدس سرہ کے رسالے ''فضائل ذکر'' میں جمع کردیئے گئے ہیں، یہ پاکیزہ کلمات ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت بڑے اہتمام سے پڑھنے چاہییں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۵۰۷)

تسبیحات فاطمی نہ پڑھنا:

سوال: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا؛ بلکہ بہت جلد منہ بند کرکے انگلیوں کو حرکت دے کر، امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے، دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار مایقول: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۲) عن کعب ابن عجرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: معقبات لایخیب قائلهن أوفاعلهن دبر کل صلوٰة مکتوبة، ثلاث وثلاثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة، وأربع وثلاثون تکبیرة. (الصحیح لمسلم: ۱/۲۱۹، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته، رقم الحدیث: ۵۹۵، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے؛ بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وخیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا؛ تاہم گنہگار نہیں ہوگا، (۱) نمازی اس سے نفرت نہ کریں، برا نہ کہیں محبت و ہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۵-۲۶۷)

نمازوں کے بعد تسبیح:

سوال: میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ؛ یعنی: "**سبحان اللّٰه، الحمد لله، الله أكبر**" پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہیے؛ مگر ہمارے استاد صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

الجوابــــــــــــــــــــ

احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں، (۳) اور یہ بھی

---

(۱) عن كعب ابن عجرة رضى الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحةً، وثلاث وثلاثون تمحيدةً، وأربع وثلاثون تكبيرةً". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱، رقم الحديث: ۵۹۵، قديمى)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعوويختم بسبحان ربک". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۲) عن تميم الدارى رضى اللّٰه عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلنا: لمن؟ قال "لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم...". قال النووى: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداولاة الأمر، فإرشادهم لمصالحم فى آخرتهم و دنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم مايجهلونه من دينهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل...وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم...والنصيحة لازمة علىٰ قدرالطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه و يطاع أمره وأمن علىٰ نفسه المكروه، فإن خشى أذى فهوفى سعة. والله أعلم: ۵۴/۱، قديمى) (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووى، كتاب الإيمان، باب أن الدين النصحية، انيس)

(۳) عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله: إن الأغنياء يصلون كما نصلى ويصومون كما نصوم ولهم أموال يعتقون ويتصدقون قال: فإذا صليتم فقولوا: سبحان الله ثلاثا وثلاثين مرة والحمدلله ثلاثا وثلاثين مرة والله أكبر أربعا وثلاثين مرة ولا إله إلا الله عشر مرات فإنكم تدركون به من سبقكم ولا يسبقكم من بعدكم. (الجامع للترمذى، عن عبدالله بن عباس، حديث نمبر: ۴۱۰، باب في التسبيح في أدبار الصلاة، انيس)

درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں؛ یعنی: ظہر، مغرب اور عشا، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے آپ یوں کریں کہ فجر وعصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

"... بل يحمل على الإتيان بها بعد السنة ولايخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها". (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۱۰۳/۳)

کیا نماز کے بعد تسبیحات ضروری ہوتی ہیں؟

سوال: ہر نماز کے بعد نماز کی جو دعائیں ہوتی ہیں، مثلاً: دعائے استغفار اور آیت الکرسی وغیرہ پڑھنا ضروری ہوتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نماز کے بعد اذکار اور آیت الکرسی اور تسبیحات ضروری نہیں، مگر ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، ان کا اہتمام کرنا چاہیے، (۲) غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دینا، بڑی محرومی کی بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۶/۳) ☆

(۱) الكبيرى: ۳۳۱ (پوری عبارت اس طرح ہے: وأما ماورد من الأحاديث فى الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيها على الإتيان بها عقيب الفرض قبل السنة طل تحمل على الإتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية منها فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه فعل بعد الفريضة وعقيبها،الخ. (الكبيرى شرح منية المصلى،صفة الصلاة: ۳۴۲،بولاق مصر. انيس)

(۲) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن أقول: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلاّ الله والله أكبر أحبّ إلىّ ممّا طلعت عليه الشمس". (مشكوٰة: ۲۰۰)(باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، الفصل الأول (ح: ۲۲۹۵) انيس)

أيضًا: وعن كعب ابن عجرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لايخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة، ثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۹/۱)(ح: ۵۹۵) انيس)

وفى الدر المختار (۵۳۰/۱) كتاب الصلاة: ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات ويسبح و يحمده ويكبّر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة ويدعو، ويختم بسبحان ربك.

☆ **بعد نماز فجر وعصر تسبیحات کا پڑھنا:**

سوال: فجر اور عصر کے بعد تسبیحات کا پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا: پانچوں نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمی پڑھنے کے فضائل احادیث میں بکثرت ==

فرائض وسنن کے درمیان وظیفہ:

سوال: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں، اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں، مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہیے؛ مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے، ایسے امام کی اقتدا میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط

(حاجی سید عبد الماجد، ۱۳/دسمبر/۵۰)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں؛ لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار

== وارد ہیں، (عن كعب ابن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "معقبات لا يخيب قائلهن أو فاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة: ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلا ث وثلا ثون تحمدية، وأربع وثلاثون تكبيرة". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، بيان صفته: ۲۱۹/۱، قديمي) (ح: ۵۹۵) انيس) /ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو، ويختم بسبحان ربک. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد) البتہ فجر وعصر کے بعد سنت وغیرہ نہیں ہے، اس لیے فوراً پڑھنا مناسب ہے اور بقیہ نمازوں میں فرض کے بعد سنت ہے اور سنت کو فرض کے بعد اولین فرصت میں ادا کرنا اور تسبیح فاطمی کو سنت ونفل کے بعد پڑھنا بہتر ہے، (فی فتاویٰ محمودیہ: (تسبیح فاطمی، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ) سنن ونوافل کے بعد افضل ہیں اور جس فرض کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے! فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔

عن عائشة قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام، ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي) (ح: ۵۹۲) انيس)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانى: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبى: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفى حفظى حمله على القليلة".

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهًا، كانت خلاف الأولٰى الذى هو معنى: لا بأس... لا بأس بالفصل بالأوراد: أى القليلة التى مقدار: "اللّٰهم أنت السلام" الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس)

فإن الشيخ ولى اللّٰه الدهلوى رحمه الله يقول بتقديم التسبيحات على السنن والنوافل، لكن ابن الهمام رحمه اللّٰه يقول بتقديم السنن على التسبيحات، كذا فى معارف السنن للبنورى، والتعامل على قول ابن الهمام فهو الراجح المختار. (معارف السنن، كتاب الصلاة) والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبد اللہ غفرلہ، ۲۴/۱۱/۱۴۱۷ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۵۸/۲-۳۵۹)

وتشدد کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالىٰ: "ويكره تأخير السنة إلابقدر: "أللّٰهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهة، ارتفع الخلاف؛ لأنه إذاكانت الزيادة مكروهةً تنزيهًا كانت خلاف الأولى الذى هو معنى: لابأس، قلت: وفى حفظي حمله على القليلة...فالكراهة على الزيادة تنزيهة لما علمت من عدم دليل التحريمية" آه. (الدرالمختار والشامي)(١)

"عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان إذافرغ من الصلوٰة وسلم قال: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، وهوعلىٰ كل شيء قدير، اللّٰهم !لامانع لما أعطيت، ولامعطي لما منعت، ولاينفع ذاالجد منك الجد". (٢)فقط واللّٰه سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۳/۵-۶۶۴)

تسبیحات فرائض کے بعد ہیں، یا سنن کے بعد:

سوال: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ، وظیفہ پڑھنے کے لیے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے، یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۴/۵)

---

(١) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ٥٣٠/١، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس

(٢) الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمي)/ (صحيح البخاري، باب: الذكر بعد الصلاة (ح: ٨٤٤) بيت الأفكار، انيس) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ("نفائس مرغوبة" تصنیف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(٣) "عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ياذاالجلال والإكرام". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمي) (ح: ٥٩٢) انيس) ==

بعد فجر وعصر تسبیحات ودعا میں ترتیب:

سوال: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعا مانگنے سے قبل تکبیر وتحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے، یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجو اب ـــــــــــ حامداً و مصليًا

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔

"ويسبحون الله تعالىٰ ثلا ثاً وثلا ثين، ويحمدونه كذالك، ويكبرونه كذالك...ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالأدعية المأثورة الجامعة...رافعي أيديهم...ثم يمسحون بها: أى بأيديهم وجوههم فى آخره" آه. (مراقى الفلاح مختصرًا، ص: ۱۸۳)(۱)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسى والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلا ثاً و ثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (۲) **فقط والله سبحانه وتعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۷/۲/۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۸/صفر/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۵/۵)

نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا:

سوال: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجو اب ـــــــــــ حامداً و مصليًا

وہ شخص محل اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لیے افضل ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۶۶/۵)

== "ويكره تأخير السنة إلا بقدر "أللّٰهم أنت السلام" الخ، قال الحلوانى: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال وقال الحلبى: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف. قلت: وفى حفظى حمله على القليلة". (الدرالمختار)

"(قوله: ارتفع الخلافة)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهةً تنزيهًا، كانت خلاف الأولىٰ الذى هو معنى: لابأس ... لابأس بالفصل بالأوراد: أى القليلة التى مقدار: أللّٰهم أنت السلام الخ". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد) (مطلب: هل يفارقه الملكان؟ انيس)

(۱) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى الأذكار، ص: ۳۱۵-۳۱۷، قديمى

(۲) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد

(۳) "ويستحب كسر الصفوف". (الدرالمختار) ==

تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے:

سوال: فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحِ فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے، یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟ (سبحان محی الدین، ورنگل)

الجواب ــــــــــــــــــــ

چاہے فجر وعصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقعہ پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یامعشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات". (۱)

(اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی۔)

اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ!

"آپ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتدا کی جائے"۔ (۲)

اس لیے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۰)

نماز کے بعد کی تسبیحات انگلیوں پر گننا افضل ہے:

سوال: میں نے کہیں یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ نماز کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح (۳۳/ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۴/ بار اللہ اکبر) ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر پڑھنا مکروہ ہے، گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں یہ فرمائیں کہ آیا یہ مسئلہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

درست نہیں! انگلیوں پر تسبیحات کا گننا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ حدیث شریف میں تسبیحات کو انگلیوں پر گننے کا حکم آیا ہے:

عن يُسَيْرَةَ وكانت من المهاجرات قالت: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكن بالتسبيح والتهليل والتقديس واعقدن بالأنامل فإنهنّ مسؤلات مستنطقات ولا تغفلن فتنسين الرحمة. (۳)

== "قوله: (ويستحب كسر الصفوف) ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل في الصلاة". (رد المحتار، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۱، سعيد) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۱) الجامع للترمذي: ۵/۵۲۱، رقم الحديث: ۳۴۸۶، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد

(۲) سنن النسائي، رقم الحديث: ۵۲۴۲، باب التيامن في الترجل. محشي

(۳) رواه الترمذي (كتاب الدعوات، باب في فضل التسبيح والتهليل والتقديس، ص: ۵۶۲، ==

ترجمہ: ''حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تسبیح وتہلیل اور تقدیس کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ان کو انگلیوں پر گنا کرو؛ کیوں کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان کو بلوایا جائے گا اور ذکر سے غفلت نہ کیا کرو، ورنہ رحمت سے بھلا دی جاؤ گی''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۷-۵۰۸)

بیج وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا:

سوال: بیجوں پر، یا پروئی ہوئی تسبیح کے دانوں پر اذکار و اوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟

(انور محی الدین، گولکنڈہ)

الجواب

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں؛ تا کہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں؛ لیکن اگر بیج، یا پروئی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں اور ریا و نمائش مقصود نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چناں چہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

''وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں، جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ''**سبحان اللّٰہ**'' اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ''**سبحان اللّٰہ**'' اسی طرح ''**الحمد للّٰہ، اللّٰہ أکبر**'' اور ''**لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ**''. (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بیج یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ نے پروئی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے:

''**ولایزید السبحة علیٰ مضمون ھذا الحدیث إلا بضم النوی في خیط، ومثل ذلک لایظھر تأثیرہ في المنع**''. (رد المحتار: ۲/۴۲۱) (۲)

''وہ اسی حدیث کے مطابق ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں''۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/۱۰۶-۱۰۷)

== رقم الحدیث: ۳۵۸۳، بیت الأفکار، انیس) وأبوداؤد (کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصیٰ، ص: ۱۷۹، رقم الحدیث: ۱۵۰۱، بیت الأفکار، انیس) / مشکوٰۃ، ص: ۲۰۲ (کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۳۱۶، انیس)

(۱) سنن أبي داؤد، رقم الحدیث: ۱۵۰۰، باب التسبیح بالحصی، کتاب الوتر / الجامع للترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۵٤، باب ثواب: سبحان اللّٰہ عدد خلقه. محشی

(۲) کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، مطلب: الکلام علیٰ اتخاذ المسبحة، انیس

فرض کے بعد آیۃ الکرسی:

سوال: امام کو بعد نماز فرض کس قدر مقدار سے ’’آیۃ الکرسی‘‘ پڑھتے رہنا چاہیے، امام دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے، کیا مقتدی کو اس کی پیروی لازم ہے، یا دعا پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جاوے؟

الجواب

بعد فرض کے قبل سنت اگر ’’آیۃ الکرسی، وتسبیحات بعد الصلوٰۃ‘‘ وغیرہ اوراد مختصرہ پوری کر کے سنت پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے؛ لیکن زیادہ تاخیر نہ کرے، (۱) اگر زیادہ اوراد پڑھنے ہوں تو بعد سنت کے پورا کر لیوے، یہ بہتر ہے اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً، یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۶۵/۲-۱۶۶)

نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت:

سوال: کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند آیاتِ قرآنی مسجد میں بعد نمازِ فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلی اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے، ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے، ایک صاحب نے فرمایا کہ سورۂ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلی کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کر لیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟　　(محمد فصیح اللہ، دار الشفا)

الجواب

چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جو زور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا؛ لیکن اس کو مستقل معمول بنا لینا مکروہ ہے۔

(۱) ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر: ’’اللّٰھم أنت السلام‘‘ الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفعل بالأوراد واختارہ الکمال، قال الحلبی: إن أرید بالکراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف. (الدر المختار)

فکان معناھا أن الأولٰی أن لایقرأ قبل السنة ولو فعل لابأس، فأفاد عدم سقوط السنة بذلک حتی إذا صلی بعد الأوراد تقع سنة لا علٰی وجه السنة ولذا قالوا: لوتکلم بعد الفرض لاتسقط لکن ثوابھا أقل فلا أقل من کون قراءة الأوراد لاتسقطھا، الخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل: ۴۹۴/۱، ظفیر) (مطلب: ھل یفارقه الملکان، انیس)

"يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بها، كذا في القنية". (۱)

"قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے"۔

لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب ولازم خیال نہ کریں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۹۲-۹۴)

عصر کے بعد ذکر و دعا کا اہتمام:

سوال: جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعا کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعا کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر و دعا کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟

(حمید الدین قاسمی، عنبر پیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعا کے قبول و مستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعا کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے؛ لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر و دعا کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"يستحب الإكثار من الأذكار بعد العصر و آخر النهار أكثر، قال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ (سورة طٰهٰ من الآية: ۱۳۰) وقال الله تعالىٰ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالإِبْكَارِ﴾ (الغافر من الآية: ۵۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلىٰ أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل". (۲)

"عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح و شام اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک ذاکرین کے ساتھ رکا رہنا مجھے اولادِ اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے"۔

واضح ہو کہ دعا بھی من جملہ اذکار کے ہے؛ اس لیے دعا اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۱۰۰-۱۰۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۱۷/۵ (كتاب الكراهية وهو مشتمل علىٰ ثلاثين باباً، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عنه قراءة القرآن، انيس)

(۲) الأذكار للنووى، ص: ۱۲۸. محشى (باب ما يقول بعد العصر إلىٰ غروب الشمس، انيس)

بعدفرائض کےاورادووظائف:

سوال: اورادووظائف مسنونہ بعدمکتوبہ پڑھنے کوفقہانے مکروہ فرمایاہے، (کما فی الکبیری وغیرہ من الکتب الفقھیة)اوراحادیث میں تصریح فرائض کی مذکورہے، بالخصوص حدیث عمررضی اللہ عنہ دال علی الندب ہے، رفع تعارض کیسے ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یاتوحدیث میں تاویل ہوکہ احیاناً ایساہواہو، یافقہاکاقول مؤول ہوکہ منقول سے زیادہ فصل مکروہ ہے۔فقط
۱۹/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ۔(تتمہ اولیٰ:۴۰)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۶۹۵)

نمازوں کے بعدطویل دعائیں:

سوال: آج کل اکثرائمہ حضرات نمازوں کے بعدطویل دعائیں کرتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتاہے، کیانمازوں کے بعداتنی طویل دعائیں کرنی چاہیے؟ (سیدخواجہ معین الدین،،سداسیوپیٹ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

نفل نمازوں کے بعدخاص کررات کے وقت تہجدکے موقع پرآپ سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے،(۱)فرائض کے بعدعام طورپرآپ مختصردعافرماتے تھے،حدیث میں ہے کہ آپ کی دعا:''اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ يَا ذَا الْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ'' کے بقدرہوتی تھی؛(۲)اس لیےفرائض کے بعدمختصردعاپرہی اکتفاکرناچاہیے،

(۱) عن زرارة بن أوفٰی أن عائشة رضی اللہ عنہا سئلت عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جوف اللیل فقالت: کان یصلی العشاء فی جماعة ثم یرجع إلی أھلہ فیرکع أربع رکعات ثم یأوی إلی فراشہ وینام وطھورہ مغطی عند رأسہ وسواکہ موضوع حتی یبعثہ اللہ ساعتہ التی یبعثہ من اللیل فیتسوک ویسبغ الوضوء ثم یقوم إلی مصلاہ فیصلی ثمانی رکعات یقرأ فیھن بأم الکتاب وسورة من القرآن وما شاء اللہ ولا یقعد فی شيء منھا حتی یقعد فی الثامنة ولا یسلم ویقرأ فی التاسعة ثم یقعد فیدعوا بما شاء اللہ أن یدعوہ ویسألہ ویرغب إلیہ ویسلم تسلیمة واحدة شدیدة یکاد یقوظ أھل البیت من شدة تسلیمہ ثم یقرأ وھو قاعد بأم الکتاب ویرکع وھو قاعد ثم یقرأ الثانیة فیرکع ویسجد وھو قاعد ثم یدعوا ماشاء اللہ أن یدعوا ثم یسلم وینصرف فلم تزل تلک صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدّن فنقص من التسع ثنتین فجعلھا إلی الست والسبع ورکعتیہ وھو قاعد حتی قبض علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.(سنن أبی داؤد،حدیث نمبر:۱۳۴۶،باب في صلاة اللیل،انیس)

(۲) عن عائشة قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول: ''اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام تبارکت ذا الجلال والإکرام''

==

بعض مخصوص مواقع پر آپ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعا فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا، جب آپ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ سے ثابت ہیں؛ لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہو جائیں؛ اس لیے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہیے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۳/۹۹)

فرائض کے بعد سنن سے پہلے دعا کی مقدار کیا ہے:

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے دعا میں ”اللّٰهم أنت السّلام“ الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ شاہ ولی اللہؒ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ان ادعیہ واذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہا نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض کے ”اللّٰهم أنت السّلام“ الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہا کی بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کے یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہا بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار وادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۰۰)

== وفی روایة ابن نمیر: ”یا ذاالجلال والإکرام“. (الصحیح لمسلم، حدیث نمبر: ۵۹۲، باب استحباب الأذکار بعد الصلاة/الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة، انیس)

(۱) ویکره تأخیر السنة إلا بقدر ”اللّٰهم أنت السّلام“ الخ، قال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الکمال، الخ، ویستحب أن یستغفر ثلاثاً ویقرأ آیة الکرسی والمعوذات، الخ، ویدعو ویختم بسبحان ربک، الخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی کیفیة الصلاة: ۱/۴۹۴، ظفیر)

(ومن أذکار مابعد الصلاة: استغفر اللّٰه ثلاثاً، اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام، لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذا الجد منک الجد، لا إله إلا اللّٰه ولا نعبد إلا إیاه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا اللّٰه مخلصین له الدین ولو کره الکافرون، اللّٰهم إنی أعوذبک من الجبن وأعوذبک من البخل وأعوذبک من أرذل العمر وأعوذبک من فتنة الدنیا وعذاب القبر وثلاث وثلاثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة وأربع وثلاثون تکبیرة وروی من کل ثلاث وثلاثون وتمام المائة لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له، الخ، وروی من کل خمس وعشرون والرابع لا إله إلا اللّٰه ویروی یسبحون فی دبر کل صلاة عشراً ویحمدون عشراً ویکبرون عشراً وروی من کل مائة والأدعیة کلها بمنزلة أحرف القرآن من قرأ منها شیئاً فاز بالثواب الموعود والأولیٰ أن یأتی بهذه الأذکار قبل الرواتب، الخ. (حجة اللّٰه البالغة، أذکار الصلاة وهیئاتها المندوب إلیها: ۲/۱۹-۲۰، دارالجیل بیروت، انیس)

جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، دعا لمبی کرے:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے: (مسئلہ) جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشا، ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں؛ جیسے فجر وعصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے، یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب______________________

اوفق بالا حادیث یہ صورت ہے جو کہ بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر وعصر، ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں، ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کرلیں، (۱) خواہ فصل بالأ وراد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے، پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۹۷)

فرض نمازوں کے بعد دعا جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: فرضوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کتنی دیر تک؟

الجواب______________________

دعا مانگنا تمام فرضوں اور نمازوں کے بعد جائز ومستحب ہے، جس قدر مناسب ہو دعا کرے؛ مگر جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد زیادہ دیر دعا نہ کرے، دعا سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۲۱۰)

---

(۱) وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة، كذا في التتارخانية. (الفتاویٰ الهندية، ط: مصر، كيفية الصلاة: ۱/۷۲، ظفير) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، انيس)

(۲) مسجد تو دراصل فرض نمازوں کے لیے ہے۔ نفل اور سنت کا گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔

"والأفضل في النفل غير التراويح المنزل إلا لخوف شغل عنها، والأصح أفضلية ما كان أخشع وأخلص. (الدر المختار)

قوله: (والأفضل في النفل، الخ) شمل ما بعد الفريضة وما قبلها، لحديث الصحيحين: "عليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" وأخرج أبوداؤد: "وصلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة" وتمامه في شرح المنية. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۱/۶۳۸) (كتاب الصلاة، مطلب: في الكلام على حديث النهي عن النذر، انيس)

==

نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ شافی جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجو اب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے،(۱) اور ترک دعا پر وعید بھی ہے، نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چناں چہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' سے نقل کی جاتی ہیں:

(۱) عن أم سلمة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم إذا صلی الصبح قال:''أللّٰهم إنی أسئلک علمًا، نافعًا، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طیباً''. (۲)

(۲) عن زید بن أرقم رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو فی دبر الصلوٰة یقول:''ربنا ورب كل شیء أنا أشهد أنک أنت الرب وحدک لاشریک لک، أللّٰهم ربنا ورب كل شیء، أنا أشهد أن محمدًا عبدک ورسولک، أللّٰهم ربنا ورب كل شیء أنا أشهد أن العباد أخو ة، أللّٰهم ربنا ورب كل شئ اجعلنی مخلصًا لک فی كل ساعة واهدنی فی الدنیا والأخرة یا ذالجلال والإكرام، أللّٰهم اسمع واستجب، اللّٰه الأكبر اللّٰه الأكبر، نور السموت والأرض، اللّٰه الأكبر حسبی اللّٰه ونعم الوكیل، اللّٰه الأكبر اللّٰه أكبر. (۳)

== اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کو سنت کے لیے روکنا اور اجتماعاً دعا کرنے کا دستور عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ اب یہ التزام درست ہے؛ اس لیے کہ حدیث کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

(۳) ثم یسلم عن یمینه ویساره (إلیٰ قوله) ویستحب أن یستغفر ثلاثاً ویقرأ آیة الكرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویكبر ثلاثاً وثلاثین ویهلل تمام المائة و یدعو ویختم بسبحان ربک. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار: ۴۹۵/۱)

ویكره تأخیر السنة إلا بقدر ''اللّٰهم أنت السّلام'' الخ، وقال الحلوانی: لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال. (أیضًا: ۴۹۴/۱، ظفیر)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً، إِنَّهُ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ سورة المؤمن: ۱۴)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ، أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ، فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالیٰ، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰، مكتبة الشیخ، كراچی

(۳) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالیٰ، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۴) ص: ۱۰۲

عن أبی أما مة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال:ما دنوت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فی دبر صلٰوۃ مکتوبة ولاتطوع إلا سمعته یقول:أللّٰھم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلھا،أللّٰھم أَنْعِشْنِیْ واجبرنی واھدنی لصالح الأعما ل والأخلاق،إنه لایھدی لصالحھا ولایصرف سیئھا إلا أنت" .(۱)

(۴) عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنه قال:لقیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال:"یا معاذ !إنی أحبک فلا تدع أن تقول فی دبر کل صلٰوۃ:أللّٰھم أعنی علٰی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک". (۲)

(۵) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال:"ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلٰوۃ ثم یقول:أللّٰھم إلٰھی وإلٰه إبراھیم وإسحاق ویعقوب،وإلٰه جبرائیل ومیکائیل وإسرافیل.علیھم السلام.أسألک أن تستجیب دعوتی فإنی مضطر، وتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی،وتنالنی برحمتک فإنی مذنب،وتنفی عنی الفقرفإنی مسکین، إلاکان حقاً علی اللّٰہ عزوجل أن لا یرد یدیه خائبتین،آہ". (۳)فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور،۲۳/۲/۶۴ ۱۳ھ

نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے؛مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے،اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے،جیسا کہ بعض جگہ کہا جاتا ہے۔(۴)

"قال الطیبی:وفیه:من أصرعلٰی أمرمندوب،وجعله عزمًا،ولم یعمل بالرخصة،فقد أصاب من الشیطان من الإضلال ، فکیف من أصرعلٰی بدعة أومنکر". (۵)

اوراسی وجہ سے بعض علمانے اس کو بدعت کہا ہے،ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کراور ہاتھ اٹھائے ہوئے دونوں طرح ثابت ہے۔(۶)

"قال سمعت أم سلمة رضی اللّٰہ عنھا تقول:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا صلی

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب مایقول فی دبرصلاۃ الصبح،(رقم الحدیث :۱۱۶) ص:۱۰۵،مکتبة الشیخ

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰہ تعالٰی،باب مایقول فی دبرصلاۃ الصبح،(رقم الحدیث:۱۱۸)

(۳) عمل الیوم واللیلة لابن السنی ،باب مایقول فی دبرصلاۃ الصبح (رقم الحدیث:۱۳۸) ص:۱۲۱

(۴) الإصرارعلی المندوب یبلغه إلٰی حدالکراھة آھ". (السعایة،کتاب الصلاۃ،باب صفة الصلاۃ،قبیل فی فصل القرآءۃ:۲/۲۶۵،سھیل اکیڈمی لاھور)

(۵) مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الصلاۃ، باب: الدعاء فی التشھد ، (رقم الحدیث:۹۴۶) :۳/۳۱،رشدیة

(۶) وقال أبوموسٰی رضی اللّٰہ عنه:دعا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم،ثم رفع یدیه،ورأیت بیاض إبطیه".(صحیح البخاری،کتاب الدعوات،باب رفع الأیدی فی الدعاء:۲/۹۳۸،قدیمی)(رقم الحدیث:۶۳۰۵،انیس)

الصبح قال: ''أللّٰهم إنی أسألک علمًا نافعًا، وعملاً متقبلاً ورزقاً''. (۱) فقط

سعیداحمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے؛(۲) لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کر دے، تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔(۳)

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۲۳/۳/۶۴ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۶/۵-۶۷۸) ٥٥٥

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱۰) ص: ۱۰۰.

(۲-۳) راجع الحاشیة السابقة آنفًا

٥٥٥ ۱-نماز کے بعد دعا کے بارے میں دیگر آثار، اقوال وافعال مندرجہ ذیل ہیں:

ارشادنبوی: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے والد کی روایت ہے: ''ہم لوگ مرد وعورت صبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آدمی عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھوں تو (نماز کے بعد) کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہا کرو ''اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی'' اس میں تمہارے لیے دنیا وآخرت سب جمع کردی گئی ہے''۔ (ابن خزیمہ) (عن أبی مالک الأشجعی عن أبیه قال: کنا نغدو إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه فیجئ الرجل وتجی المرأة فیقول: یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کیف أقول إذا صلیت ؟ قال: اللّٰهم اغفرلی وارحمنی و اهدنی وعافنی وارزقنی، فقدجمع لک دنیاک وآخرتک''. (أخرجه ابن خزیمة. ۳۶۶/۱) (أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ فرمایا: مجھ کو تم سے محبت ہے اور اس کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللّٰهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادک''. (ابوداؤد ونسائی) (عن معاذبن جبل رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال له: أوصیک یامعاذ! لا تدعن دبر کل صلاة أن یقول: ''اللّٰهم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک''. (أخرجه أبوداؤد والنسائی-جامع الأصول: ۲۰۹/۴) أبوداؤد، کتاب الصلاة، باب الاستغفار، النسائی، کتاب السهو، باب نوع آخرمن الدعاء. أخرجه غیرهما أیضاً مع خلاف فی اللفظ فی بدایة الحدیث، فقدأخرجه الحاکم (۲۷۳/۱) وابن خزیمة (رقم: ۷۵۱) وأحمد (۳۴۵/۵) وغیرهم فی هامش ابن خزیمة (۳۶۹/۱): اسناده صحیح، وکذا فی هامش جامع الأصول (۲۰۹/۴) وقال الحاکم ووافقه الذهبی علی شرط الشیخین)

۲-نماز کے بعد دعا:

کردارنبوی: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہتے تھے: اللّٰهم اغفرلی ماقدمت وماأخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر''. (ابوداؤد وترمذی) (عن علی رضی اللّٰه عنه قال: کان رسول اللّٰه علیه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللّٰهم اغفرلی ما قدمت''. (الحدیث أخرجه أبوداؤد والترمذی-جامع الأصول: ۲۲۶/۴-۲۲۷، کتاب الصلاة، باب مایقول الرجل إذا سلم الترمذی، أبواب الدعوات فی أول الصلاة، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح) ==

== حضرت کعب احبار نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر کہا کرتے تھے:

''اللّٰهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة أمری و اصلح لی دنیای التی جعلت معاشی، اللّٰهم إنی أعوذ برضاک من سخطک و أعوذ بعفوک من نقمتک و أعوذ بک منک''. (نسائی)(عن عطاء بن أبی مروان عن أبیه عن کعب بن مانع حلف له: بالله الذی فلق البحر لموسیٰ أنا نجد فی التوراة أن داؤد نبی الله کان إذا انصرف من صلاته، قال: اللّٰهم اصلح دینی الذی جعلته لی. (الحدیث) وحدثنی کعب أن صهیبا حدثه أن محمداً صلی الله علیه وسلم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته. (أخرجه النسائی، جامع الأصول: ۲۲۸/۵) النسائی، أبواب السهو، باب أخرمن الدعاء عند الإنصراف من الصلاة، وفی هامش جامع الأصول (۲۹۹/٤): إسناده حسن، رواه ابن خزیمة، أبواب الصلاة، باب جامع الدعاء بعد السلام فی دبر الصلاة، وفی هامشه (۳٦۷/۱): اسناده صحیح)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے: ''اللّٰهم إنی أعوذ بک من الجبن و أعوذ بک أن أرد إلٰی أرذل العمر و أعوذ بک من فتنة الدنیا و أعوذ بک من عذاب القبر''. (بخاری)(عن سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه کان یتعوذ دبر الصلاة بهؤلاء الکلمات: اللّٰهم إنی أعوذ بک الحدیث''. (أخرجه البخاری) البخاری، الجهاد، باب ما یتعوذ من الجبن)

نماز کے بعد متصلاً عملاً دعا روایات میں معروف ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الأصول: ۲۱۳/٤۔۲۳۲، الأذکار للنووی (ص: ۵۷-٦۰) عمل الیوم واللیلة لإبن السنی (۹۹۔۱۲۵)

۳-فرض نماز کے بعد دعا:

ارشاد نبوی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کونسی دعا زیادہ قابل قبول ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد''۔ (ترمذی)(عن أبی أمامة قال: ''قیل: یارسول الله صلی الله علیه وسلم یارسول الله أی الدعاء أسمع؟ قال: ''جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبات'' (أخرجه الترمذی-جامع الأصول: ۱٤۱/٤) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رقم: ۸۰) وقال: هٰذا حدیث حسن. وفی إعلاء السنن (۱۵۹/۳) وقال فی الدرایة بعد ما عزاه إلٰی الترمذی والنسائی: رجاله ثقات)

حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آہستہ سے فرمایا: جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوتو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ: ''اللّٰهم أجرنی من النار'' کہا کرو، اگر تم نے اس وقت اس دعا کو اسی طرح پڑھا اور رات میں تمہاری موت ہوگئی تو تمہارے لیے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی اور فرمایا: نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی اسی طرح کہا کرتو اس کے ساتھ بھی یہی فرمایا''۔ (ابوداؤد)(عن الحارث بن مسلم عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أسر إلیه فقال ''إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللّٰهم أجرنی من النار سبع مرات زاد فی روایة- قبل أن تکلم أحدا- فإنک إذا قلت ذلک ثم مت فی لیتک کتب لک جوار منها- وإذا صلیت الصبح''. (الحدیث)(أخرجه أبوداؤد-جامع الأصول: ۲۳۱/٤) کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، وفی هامش جامع الأصول (۲۳۱/٤): رواه أیضاً النسائی فی الکبریٰ وابن حبان فی صحیحه- وهو حدیث حسن وقد حسنه الحافظ فی تخریج الأذکار) ==

== حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث جس کا تذکرہ نماز کے بعد دعا کے بیان میں آیا ہے، اس میں بعض محدثین نے روایت کیا ہے: ''ہر فرض نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: ''اللّٰهم أعنی الحديث''۔ (ابن السنی) (ملاحظہ ہو! حدیث ۱۵۷/، أخرجه ابن السنی بلفظ: فلاتدع أن تقول فی دبر کل صلاة مكتوبة برقم: ۱۸۸)

۴-فرض نماز کے بعد دعا:

کردار نبوی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی طرف رہنے کو پسند کرتے تھے؛ کیوں کہ آپ اس رخ کو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ''رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک''. (مسلم) (عن البراء بن عازب قال: ''كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه قال فسمعته يقول: رب قنی عذابک يوم تبعث عبادک أو تجمع عبادک''. (أخرجه مسلم-جامع الأصول: ۲۲۸/٤) (مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الإمام)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰهم إنی أسألک علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً''. (ابن ماجہ واحمد) (عن أم سلمة: ''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول فی دبر الفجر إذا صلىٰ: اللهم إنی أسألک، الحديث''. (جامع الأصول: ٢٣٠/٤) وفی هامش جامع الأصول (٢٣١/٤) أخرجه رزين والحديث فی مسند أحمد (٢٩٤/٦) وسنن ابن ماجة (أبواب إقامة الصلاة) باب مايقال بعد التسليم... قال بوصيری فی الزوائد: رجال اسناده ثقات خلا مولىٰ أم سلمة فإنه لم يسم... وله شاهد عند الطبرانی فی الصغير فالحديث حسن وقد حسنه الحافظ ابن حجر فی تخريج الأذكار-رواه ابن السنی برقم: ١١٠، وهو فی مجمع الزوائد (١١٤/١٠) وقال الهيثمی: رجاله ثقات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہم کو نماز پڑھاتے اور ہماری طرف متوجہ ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے: ''اللّٰهم إنی أعوذ بک من كل عمل يخزينی وأعوذبک من كل صاحب يؤذينی وأعوذبک من كل عمل يلهينی و أعوذبک من كل فقر ينسينی وأعوذبک من كل يطغينی''. (بزار وابویعلی) (عن أنس قال: ''ما صلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنا إلا قال أقبل علينا بوجهه-اللهم إنی أعوذ بک''. (الحديث) (أخرجه البزار وأبو يعلىٰ-مجمع الزوائد: ١١٣/١٠) وأخرجه ابن السنی، رقم: ١٢٠ وقال الهيثمی (مجمع الزوائد بعد أن عزاه إلىٰ البزار): فيه بكر بن خنيس وهو متروک وقد وثق، ورواه أبويعلىٰ وفيه عقبة بن عبد الله الأصم وهو ضعيف جداً، أقول ففيه سعة بعد ان وثق بكراً بعضهم ولأجل تعدد الطرق أيضاً)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی میں کسی فرض نماز، یا نفل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا تو آپ کو یہ کہتے سنا: ''اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وخطای كلها، اللهم أَنْعِشْنِیُ واجبرنی واهدنی لصالح الأعمال والأخلاق، أنه لا يهدی لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت''. (ابن السنی) (عن أبی أمامة قال: ''ما دنوت من رسول صلى الله عليه وسلم فی دبر مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: اللهم اغفرلی الحديث''. (أخرجه ابن السنی-الأذكار، ص: ٦٠) عمل اليوم والليلة لإبن السنی رقم: ١١٦-وذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد (١١٥/١٠) وقال: رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح غير الزبيربن خريق وهو ثقة رواه من حديث أبی أيوب، وقال: رواه الطبرای فی الصغير والأوسط وإسناده جيد) ==

== فرض نمازوں کے بعد عملاً دعا کی روایات اور بھی ہیں اور معتبر بھی ہیں جن کو حسب موقع محدثین نے ذکر و جمع کیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۱۰-۱۱۱)

۵-دعا کے لیے ہاتھوں کو سینوں و مونڈھوں تک اٹھانا، ہتھیلیوں کو اچھی طرح کھلا رکھنا اور دعا کے خاتمہ پر ہاتھوں کو چہرہ سے ملنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا کا طریقہ (وصورت) یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں کو (سینے کے بالمقابل) مونڈھوں تک اٹھاؤ''۔ (ابوداؤد) **(عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن المسألة أن ترفع یدیک حذو منکبیک". (الحدیث أخرجہ أبوداؤد، جامع الأصول: ۱۴۷/۴) أبوداؤد-الصلاۃ، باب الدعاء، فی ہامش جامع الأصول (۱۴۸/۴) بعد ذکر طرقہ: أخرج ہذہ الروایات من طریق أبی داؤد ضیاء الدین المقدسی فی الأحادیث المختارۃ بما لیس فی الصحیحین... وہو حدیث حسن. أقول: ذکرہ الحافظ فی الفتح (۱۴۳/۱۱) معزیاً إلیٰ أبی داؤد والحاکم، وسکت علیہ فہو مقبول-حسن علی الأقل علیٰ قاعدتہ)**

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں: ''جب تم عز وجل سے سوال کیا کرو تو ہتھیلیوں کو کھول کر کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے ان کو پلٹ کو سوال مت کیا کرو''۔ (ابوداؤد) **(عن مالک بن یسار السکونی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا سألتم اللّٰہ عزوجل فاسئلوہ ببطون أکفکم ولا تسألوہ بظہورہا". (أخرجہ أبوداؤد-جامع الأصول: ۱۴۸/۴) أبوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء. وفی ہامش جامع الأصول (۱۴۸/۴): وفی سندہ أبوظبیۃ الکلاعی لم یوثقہ غیر ابن حبان ولکن یشہدلہ الفقرۃ الثانیۃ من حدیث ابن عباس (الذی رواہ أیضاً أبوداؤد) فہوبذلک حدیث حسن، وأقوال: قال فی التقریب، ص: ۷۳۸ فی ترجمۃ أبی ظیبۃ: "مقبول من الثانیۃ" فالحدیث مقبول وأقوال أیضاً: وقد روی عن ابی بکرۃ أیضاً، رواہ الطرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد: ۱۰ / ۱۷۲) وقال: رجالہ رجال الصحیح غیرعماربن خالدوہو ثقۃ، رواہ ابن أبی شیبۃ (۲۱۱/۱۵) مرسلاً ثقات کما فی ہامشہ)**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں ارشاد نبوی نقل کرتے ہوئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے: ''... اور ہاتھوں کو چہروں پر پھیرا کرو''۔ (حاکم) **(عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إذا سألتم فاسئلوہ ببطون أکفکم ولا تسألوہ بظہورہا وامسحوابہا وجوہکم". (المستدرک: ۵۳۰/۱) وسکت عنہ الحاکم الذہبی)**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ہاتھوں کو گراتے نہیں تھے، حتیٰ کہ ان کو چہرے پر ملتے''۔ (ترمذی) **(عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتیٰ یمسح بہما وجہہ". (أخرجہ الترمذی، جامع الأصول: ۱۴۹/۴) الترمذی، أبواب الدعوات، باب رفع الأیدی عند الدعاء. قال الترمذی: ہٰذا حدیث غریب لا نعرفہ إلا من حدیث حمادبن عیسیٰ وقد تفرد بہ وہو قلیل الحدیث، وفی ہامش جامع الأصول (۱۴۹/۱): قال الحافظ ابن حجرفی بلوغ المرام (۶۱۲/۷): اختارقوتہ جمع من العلماء منہم النووی وابن حجروالمناوی وغیرہم)**

۶-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

ارشاد نبوی: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: ''نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور خشوع وخضوع اور مسکنت کا اظہار ہے اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور ایسا ہے''۔ بعض روایات میں ہے کہ! ''جو ایسا نہ کرے، وہ ناقص ونقصان میں ہے''۔ (ترمذی) ==

== (عن الفضل بن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:" الصلاة مثنٰی مثنٰی تشهد فی کل رکعتین، وتخشع وتضرع، وتمسکن، وتقنع یدیک، یقول: ترفعهما إلٰی ربک مستقبلاً ببطونهما وجهک وتقول یارب یا رب، ومن لم یفعل فهو کذاکذا . وفی روایة: فهو خداج". (أخرجه الترمذی-جامع الأصول: ۴۲۳/۵-۴۳۳) الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاة. وفی إعلاء السنن (۱۱۵/۳): رواه الترمذی والنسائی وابن خزیمة فی صحیحه وتردد فی ثبوته، قلت: و هو کذلک عندأبی داؤدوابن ماجة والحدیث رجاله کلهم ثقات ولعل ابن خزیمة تردد فیه؛ لأن عبد اللّٰہ نافع ابن العمیاء لم یروعنه غیرعمران بن أنس لکن عمران ثقة کما قاله المنذری وشیخ عبد اللّٰہ ربیعة بن الحارث فله صحیحة، فالحدیث صحیح علی قاعدة ابن حبان فإنه ذکرعبداللّٰہ بن نافع هٰذا فی الثقات علٰی قاعدته، وقد أطال صاحب الأعلاء فیه. (راجع إعلاء السنن: ۱۶۵/۳-۱۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے: جو بندہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگے اور کہے: "اللّٰهم إلٰهی وإلٰه إبراهیم وإسحاق ویعقوب، وإلٰه جبرئیل ومیکائیل وإسرافیل أسألک أن تستجیب دعوتی فإنی مضطروتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی وتنالی برحمتک فإنی مذنب وتنفی عنی الفقرفإنی متمسکن" *تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی و ناکام نہ لوٹائے"۔ (ابن السنی)* (عن أنس رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلاة ثم یقول اللّٰهم إلٰهی وإله الحدیث" (أخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیل، ص: ۱۲۱، رقم: ۱۳۸) قال المحقق فی الهامش: لم أجده عند غیرالمصنف وإسناده ضعیف لضعف عبدالعزیزبن عبدالرحمٰن القرشی و خفیف بن عبد الرحمن الجزری، أقول: خفیف قال فیه فی التقریب (ص: ۱۵۶): صدوق سئ الحفظ خلط بأخرة ورمی بالأرجاء. أقول: ففیه نوع سعة فی مثل هٰذا)

۷-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

کردار نبوی: *محمد بن ابی یحیٰی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فراغت سے قبل ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا:*

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے تھے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے"۔ (طبرانی) (عزاه الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۷۲/۱۰) إلٰی الطبرانی وقال: رجاله ثقات)

علقمہ بن مرثد و اسماعیل بن امیہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور ایک دوسرے سے ملا کر یوں فرماتے: اللّٰهم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر". (کتاب الزهد لابن المبارک) (أخرجه ابن المبارک فی کتاب الزهد والرقاق، ص: ۴۰۵)

۸-فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا:

اسود عامری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی سلام پھیرنے بعد آپ نے رخ موڑا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی"۔ (ابن ابی شیبہ وطبرانی) (عن الأسود بن عامرعن أبیه قال: "صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الفجر، فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا". (أخرجه ابن أبی شیبة والطبرانی فی المعجم الکبیر. (إعلاء السنن: ۱۶۴/۳) وفی معارف السنن (۱۲۳/۳): أسود هٰذا ابن عبد اللّٰہ بن حاجب بن عامر من رجال أبی داؤد، ذکره ابن حبان فی الثقات، وقال الذهبی: محله الصدق، کما فی التهذیب أقول: وفی التقریب، ص: ۵۶ فی ترجمة الأسود مقبول من السادسة) ==

== حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ رہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی''۔(ابن کثیر)(عن أبی هريرة رضی الله عنه رفع يديه بعدما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم...(أخرجه ابن أبی حاتم،وابن كثير: ۲/۲٤٤ تفسير سورة النساء: ۹۹،نقلاً عن ابن أبی حاتم)وفی معارف السنن (۳/۱۲۲):فيه علی بن زيد بن جدعان روی له مسلم مقروناً بالغير وقال ابن دقيق العيد:علی بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق، وقال العجلی:يكتب حديثه ومثله قال ابن المدينی وغيره)

۹-فجر و عصر میں کسی قدر طویل ذکر و دعا اور بقیہ نماز میں مختصر دعا و ذکر:

احادیث میں فرض نمازوں کے بعد مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مختصر و مفصل آئے ہیں، نماز پڑھنے والا اپنے حالات کے اعتبار سے سب کو کرے، بعض کو کرلے اور نماز کے بعد متصلاً دعا و ذکر کا اہتمام کرے، یا متصلاً تو مختصر مانگ لے اور اذکار کو سنتوں کے بعد ادا کرے، سب کی گنجائش ہے۔

البتہ چوں کہ پانچ نمازوں میں سے تین کے بعد سنتیں ہیں اور دو کے بعد نہ سنت اور نہ نفل اور سنتوں کا اپنے فرائض سے اتصال پسندیدہ ہے؛ اس لیے علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد بالخصوص امام مختصر دعا و ذکر پر اکتفا کرے؛ تاکہ سنتیں جلد ادا کی جاسکیں، جب کہ مقتدی ان امور میں امام کے ساتھ رہتے ہیں اور ان میں امام کی موافقت پسند کرتے ہیں اور اس کا فی الجملہ حکم بھی ہے اور مقتدیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں تو جیسے نماز کے طول و تخفیف میں ان کا لحاظ کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے اور فجر و عصر کے بعد کچھ طویل ذکر (مثلاً تسبیح فاطمی) اور طویل دعا کا اہتمام کیا جائے کہ اوقات سنتوں سے خالی اور ذکر کی نسبت سے خاص فضیلت کے ہیں۔(إعلاء السنن: ۳/۱۵۲-۱۵۴)

۱۰-نمازوں کے بعد دعا اور خصوصیت سے فرض نمازوں کے بعد دعا کی بابت کچھ وضاحت:

گذشتہ صفحات میں نمازوں کے بعد دعا سے متعلق جو احادیث ذکر کی گئی ہیں اور جن کا ذکر نہ کر کے ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، وہ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی ہیں کہ جن کی روشنی میں نمازوں کے بعد متصلاً دعا کے ثبوت، اس کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث میں فرمان نبوی بھی ہے اور عمل نبوی بھی، حکم بھی اور ترغیب و وعید بھی کہ ایسا نہ کرنا محرومی کی بات ہے؛ اس لیے نمازوں کے بعد دعا سے صرف نظر کہ فرض و سنت و نفل وغیرہ کسی کے بعد دعا نہ مانگی جائے اور اس کو غلط قرار دیا جائے، یہ خود بہت بڑی غلطی اور محرومی کی بات ہے اور نہ کبھی کہی ہے اور نہ کہہ سکتا ہے۔

رہا فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کا مسئلہ تو اس بارے میں بھی فرق کافی اور معتبر احادیث موجود ہیں، فرمان نبوی بھی کہ فرض نمازوں کے بعد کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور عمل بھی، دسیوں احادیث میں سلام پھرنے کے بعد اذکار اور صریح لفظوں میں مختلف قسم کی احادیث میں دعاؤں کا تذکرہ آیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سب متصلاً ہے؛ اسی لیے فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعا کرنا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، اس کو مطلقاً بدعت ومنکر کہنا، درست نہیں ہے، نہ امام کے حق میں اور نہ مقتدیوں کے حق میں۔

ان روایات میں اگرچہ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو صحابہ نے بھی -آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ- دعا مانگی اور ساتھ دیا؛ لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ حضرات جب اس کے عادی تھے کہ آپ جو کریں، وہ دیکھ کر کریں اور ان کو حکم بھی تھا تو یقیناً آپ کے ساتھ وہ بھی دعا مانگتے تھے اور پھر وہ کیفیت ہوتی تھی، جو آج عموماً اپنے یہاں دیکھتے ہیں۔ ==

== یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے محققین علمانے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تذکرہ کیا ہے، حنفیہ نے بھی اور دوسرے تمام حضرات نے بھی، بلکہ دوسری فکر و خیال کے ممتاز علمانے بھی ہر زمانے میں فی الجملہ اس کی تاکید کی ہے اور اس کو مطلقاً منکر قرار دینے کی تردید کی ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دعا نماز کا جزء و حصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز نہ ہو، نماز کا آخری عمل و جزء سلام ہے، سلام پھیرنے کے بعد نماز کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اور اس کے معاً بعد آدمی اٹھ جائے، اپنی جگہ سے ہٹ جائے، فوراً ہی جگہ بدل کر سنت پڑھنے لگ جائے، یا کچھ دیر ذکر و تلاوت کرے پھر سنت ادا کرے، یہ سب جائز و درست ہے، اور اس کو غلط سمجھنا یا اس دعا کو ضروری سمجھنا، یا یہ سمجھنا کہ جب تک دعا نہ ہو جائے آدمی ایسے ہی پابند ہے جیسے قبل سلام تھا یہ سب غلط، سلام کے ساتھ آدمی نماز سے اور امامت واقتدا سے الگ و باہر ہو جاتا ہے۔

البتہ چوں کہ بکثرت نمازوں کے بعد متصلاً اذکار و دعاؤوں کا تذکرہ آیا ہے؛ اس لیے اس کی عادت بنانا کہ سلام پھیرتے ہی اٹھ جانا ہے اور کچھ نہیں کرنا ہے، ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ عادت یہ بنانی چاہیے کہ حسب موقع دعا و ذکر کا اہتمام کیا جائے، آدمی اکیلے نماز پڑھنے والا ہو جیسا کہ نوافل میں عموماً ہوتا ہے اور کبھی فرض میں بھی کسی مجبوری کی وجہ سے یا جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو اور پھر خواہ امام ہو یا مقتدی، امام کو مقتدیوں کا لحاظ اس میں رکھنا چاہیے؛ اسی لیے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، مختصر دعا کا ذکر کا حکم ہے اور کن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، کچھ طول اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حکم و تفصیل مذاہب اربعہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو! إعلاء السنن :۱۵۲/۳، و معارف السنن :۱۱۸/۳۔۱۲۴، احسن الفتاویٰ :۵۹/۳ وما بعد، الیواقیت الغالیۃ :۸ (مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد یونس) :۲۳۰/۱، المغنی :۵۵۹/۱، والمجموع شرح المهذب :۴۸۴/۳ ـ ۴۸۵)

اور ممتاز اہل حدیث علما کے فتاویٰ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مطلقاً بدعت نہیں ؛ بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں: ''فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ شرعاً درست ہے''۔ (فتاویٰ اہل حدیث :۱۹۰/۲)

(۲) میاں صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ''صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے''۔ (فتاویٰ نذیریہ :۲۶۵/۱)

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ''بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا روایات میں ثابت ہے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ :۵۲۷/۱)

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ''دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابو امامہ اور حدیث معاذ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہیے''۔ (دلیل الطالب علی ارجح المطالب، ص۳۳۲)

(۵) مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق شرح ترمذی تحفۃ الأحوذی میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے، ابن القیم کا نقطۂ نظر اور کچھ تفصیل نیز حافظ ابن حجر کا تعاقب اور ان کا نقطۂ نظر ذکر کرنے کے ساتھ اہل حدیث حضرات کے دو نقطۂ نظر جواز و عدم جواز دونوں کا تذکرہ کیا ہے اور قائلین جواز کے دلائل کی کافی تفصیل کی ہے، جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ مولانا فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو! تحفة الأحوذي - كتاب الصلاة ، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة: ۱۷٦/۲-۱۸۰)

(٦) فتاویٰ اہل حدیث میں اس مضمون و موضوع کے کئی فتاویٰ انفرادی و اجتماعی مذکور ہیں، ==

فرض نمازوں کے بعد دعا:

سوال: فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجو اب ــــــــــــ حامداً و مصليًا

عن أنس بن مالك رضى الله عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال:"مامن عبد بسط كفيه فى دبر كل صلوة ثم يقول:اللّٰهم إلٰهى وإلٰه إبراهيم وإسحاق ويعقوب وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل.عليهم السلام.أسألك أن تستجيب دعوتى،فإنى مضطر، و تعصمنى فى دينى فإنى مبتلى،وتنالنى برحمتك فإنى مذنب،وتنفى عنى الفقرفإنى متمسكن ، إلاكان حقاً على اللّٰه عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين". (عمل اليوم والليلة:۳۸)(۱)**فقط واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۸۲/۵)

== جو مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مولانا عبداللہ صاحب روپڑی اور میاں نذیر حسین صاحب وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان فتاویٰ میں ضروری سمجھنے کی نفی کی گئی ہے اور یہ کہ اس میں کبھی کبھی ناغہ کردے؛ لیکن جواز واستحباب اور اس سلسلہ کی احادیث کے حسن؛ بلکہ حسن لذاتہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو! فتاویٰ اہل حدیث، طبع پاکستان:۱۹۰/۱۔۱۹۳)

(۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے ثبوت وجواز کی مطلقاً تردید نہیں کی ہے، کوئی آدمی تنہا دعا کرے، یا امام ومقتدی دونوں مل کر۔ کبھی کبھی ایسا کرلیں تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، ہاں دوام والتزام کو انہوں نے بھی بدعت اور خلافت سنت کہا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ:۱۹۷/۲۰۔ ۵۰۰/۲۳۔۵۱۳ وغیرہ)

جیسے کہ ماثورومعروف اذکار کے متعلق فرمایا کہ ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی مسجد سے جاسکتا ہے۔ (شرح بلوغ المرام:۳۳۲/۲)

(۸) بعض حضرات کی نقل کے مطابق نماز کے بعد ماثور اذکار سے فراغت کے بعد دعا کو شیخ الاسلام نے مستحب لکھا ہے، جب کہ اس کے جملہ آداب درود وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ (شرح بلوغ المرام لعبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام:۳۳۶/۲)

(۹) اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام۔ جو سعودیہ کے ہیئۃ کبار کے ایک رکن تھے، انہوں نے بلوغ المرام کی کئی احادیث کے تحت نماز کے بعد دعا کے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اس کا کہ اکثر علماء کے نزدیک بعد کا مطلب فراغت کے بعد اور نماز کا مطلب فرض ہے کہ مطلق نماز سے فرض کو ہی مراد لیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو:۳۲۱/۲۔۳۲۲۔۳۲۴۔۳۳۴)

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ومقتدی کے لیے سلام کے بعد ذکرودعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کتاب الأم (طبع دارالمعرفۃ):۱۲۷/۱، ولفظه: أستحب للمصلى منفرداً وللمأموم أن يطيل الذكر بعد الصلاة ويكثر الدعاء رجاء الإجابة بعد المكتوبة. (احکام نماز، احادیث وآثار)

(۱) **عمل اليوم و الليلة لابن السنى،باب مايقول فى دبر صلاة الصبح (رقم الحديث:۱۳۸): ۱۲۱،مكتبة الشيخ)**

عن أبى أمامة رضى الله عنه قال:قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم:أى الدعاء أسمع؟قال:"جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". (وقال الترمذى:هذا حديث حسن. جامع الترمذى،أبواب الدعوات،باب :۱۸۷/۲،سعيد)(رقم الحديث:۳۴۹۹،انيس) ==

فرض نماز کے بعد دعا اور آمین:

سوال: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے، یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے، یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعا کرنا حدیث (۱) وفقہ سے ثابت ہے، (۲) جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا، اس کی پابندی ثابت نہیں۔ (۳) جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے؛ جیسے: ظہر، مغرب، عشا، اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہو جائے (۴) اور جس کے بعد سنت نہیں؛ جیسے: فجر وعصر، ان کے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۳۰/۴۰؛ یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں:

"عن صهيب رضى الله عنه أن رسول الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلوٰة الفجر

== "عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة بن شعبة إلىٰ معاوية بن سفيان: أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبةً: لاإلٰه إلا الله وحده لاشريك له، له الملك، وله الحمد، وهوعلىٰ كل شىء قدير، اللّٰهم لا مانع لما أعطيت، ولامعطى لما منعت، ولاينفع ذا الجد منك الجد". (الصحيح للبخارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة: ۲/ ۹۳۷، قديمى) (جامع الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب مايقول إذا سلم: ۱/ ۶۶، سعيد)

(۱) عن أبى أمامة قال: قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". (وقال الترمذى: هذاحديث حسن. جامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب: ۲/ ۱۸۷، سعيد) (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير من اليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً فى القلب". (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المكتوبات". (الحصن الحصين للإمام محمد الجزرى: ۶۳، دار الإشاعت)

(۲) راجع للتخريج، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

(۳) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حدالكراهة، آه". (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلاة، قبيل فى فصل القراءة: ۲/ ۲۶۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

"قال الطيبى: وفيه: من أصرعلىٰ أمرمندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرعلىٰ بدعة أومنكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء فى التشهد (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/ ۳۱، رشدية)

(۴) راجع، ص: ۶۸۵، رقم الحاشية: ۱.

بشيء،فقلت:يارسول الله!إنك تحرك شفتيك بشيء ماكنت تفعل،ماهٰذاالذى تقول؟قال : ”أقول: أللّٰهم بك أحاول،وبك أصاول،وبك أقاتل“. (١)

”عن أنس رضى الله عنه قال:ماصلّٰى بنارسول الله صلى الله عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال :”اللّٰهم!إنى أعوذ بك من كل عمل يخزيني،وأعوذ بك من كل صاحب يرديني، وأعوذ بك من يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر ينسيني، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني“.(حوالۂ بالا،ص:٣١-٣٢)

”القيام إلى السنة التى تلى الفرض متصلاً بالفروض مسنون غيرأنه يستحب الفصل بينهما كما قال عليه السلام :إذا سلم يمكث قدرمايقول:”اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يعود السلام تباركت يا ذاالجلال والإكرام“ ثم يقوم إلى السنة “.(مراقى الفلاح:١٧٠)(٢) فقط واللّٰه تعالٰى أعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۸۸/۱/۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۸۸/۱/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۸۳/۵-۶۸۵)

بعد نمازِ پنجگانہ دعا سنت ہے:

سوال: بعد نمازِ پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے، یا بدعت؟ زید نے دعا اس غرض سے ترک کردی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

---

(١) عمل اليوم والليلة لابن السنى،باب مايقول فى دبرصلاة الصبح:١٠٥،رقم الحديث:١١٧،مكتبة الشيخ)

(٢) عمل اليوم و الليلة: ١٠٧،رقم الحديث : ١٢٠۔

”عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال:كتب المغيرة بن شعبة إلٰى معاوية بن أبى سفيان رضى الله تعالٰى عنهما:أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول فى دبرصلاةٍ إذاسلم:لاإلٰه إلا الله وحده لاشريك له،له الملك وله الحمد ، و هوعلٰى كل شيء قدير، اللّٰهم لامانع لما أعطيت،ولامعطى لما منعت،ولاينفع ذاالجد منك الجد“.(الصحيح لمسلم،كتاب الدعوات،باب الدعاء بعدالصلاة :٩٣٧/٢،قديمى)(جامع الترمذى،أبواب الصلاة، باب مايقول إذا سلم : ٦٦/١، سعيد)

(٣) حاشية الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح،كتاب الصلاة،فصل فى صفة الأذكار،ص:٣١١،قديمى

”عن عائشة رضى الله عنها قالت:كان رسول الله عليه وسلم إذا سلم لايقعد إلامقدارما يقول:”اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام،تباركت يا ذا الجلال والإكرام“.(جامع الترمذى،أبواب الصلاة،باب مايقول إذا سلم من الصلاة:٦٦/١،سعيد)(رقم الحديث:٢٩٨.انيس)/ (الصحيح لمسلم،كتاب المساجد،باب:استحباب الذكربعد الصلاة وبيان صفته:٢٣٥،رقم الحديث:٥٩٢،بيت الأفكار،انيس)

”ويكره تأخيرالسنة إلابقدر“اللّٰهم أنت السلام“إلخ.(ردالمحتار،باب صفة الصلاة، فصل:إذا أراد الشروع:٥٣٠/١،سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــ

نمازِ پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ''حصن حصین'' جو معتبر کتاب حدیث کی ہے،اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منھ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں،ان کو دیکھ لیا جاوے،(۱) نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے، پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۹۸-۱۹۹)

ظہر،مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا:

سوال: نماز ظہر، مغرب وعشا کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے، یانہیں؟ دعا میں کمی زیادتی جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیًا

''اللّٰھم أنت السلام'' إلخ ''أستغفر اللّٰہ،أستغفر اللّٰہ،أستغفر اللّٰہ'' مختلف کلمات ذکر منقول ہیں،(۳) مگر مختصر معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے، لاشتراک السبب، وھو أداء السنن بعد الفرضیة. (۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۸۹)

---

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سألتم اللّٰہ فاسألوہ ببطون أکفکم (إلٰی قولہ) فإذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم'''' رواہ أبوداؤد''.(مشکوۃ،کتاب الدعوات،الفصل الثانی:۱۹۴،رقم الحدیث: ۲۲۴۳،المکتب الإسلامی)/(کتاب الوتر،باب الدعاء،رقم الحدیث:۱۴۸۶،بیت الأفکار،انیس)

وعن عمر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ.''رواہ الترمذی''. (مشکوۃ،کتاب الدعوات،الفصل الثانی: ۱۹۵،ظفیر(رقم الحدیث: ۲۲۴۵)/(الجامع للترمذی، کتاب الدعوات،باب ما جاء فی رفع الیدین عند الدعاء:۵۳۶،رقم الحدیث:۳۳۹۶،بیت الأفکار،انیس)

(۲) ''ودبر الصلوات المکتوبات '''' رواہ الترمذی''.(حصن حصین، أحوال الإجابة : ۳۰)

(۳) ''عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدارما یقول:''اللّٰھم أنت السلام و منک السلام،تبارکت یا ذا الجلال والإکرام''.(جامع الترمذی،أبواب الصلاۃ،باب مایقول إذا سلم من الصلاۃ: ۱/۶۶،سعید)(رقم الحدیث: ۲۹۸،انیس)/(رواہ المسلم فی الصحیح،فی کتاب المساجد،باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ: ۱/۲۱۸، قدیمی)(رقم الحدیث:۵۹۲ ،انیس)

(۴) عن ثوبان قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذاانصرف من صلوٰتہ،استغفر ثلاثًا،وقال:اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یاذا الجلال والإکرام''.قال الولید:فقلت للأوزاعی: کیف الاستغفار؟ قال: تقول:''أستغفر اللّٰہ أستغفر اللّٰہ''.(الصحیح لمسلم،کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ وبیان صفتہ: ۱/۲۱۸، قدیمی)(رقم الحدیث:۵۹۱،انیس

ہر نماز کے بعد دعا:

سوال: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے، یا نہیں؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصليًا

کتب فقہ مراقی الفلاح،(۱) درمختار (۲) وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب وتائید مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہیے، (۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، (فجر، عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعا بھی لکھی ہے، (۴) کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں ایک حدیث مذکور ہے، جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ترغیب ہے، (۵) اور دعا کے قبول ہونے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۸/۵-۶۸۹)

---

(۱) ''إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالىٰ وقال: اللّٰهم أنت السلام... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبى أمامة... رافعى أيدهم حذاء الصدر... ثم يختمون بقوله تعالىٰ: ﴿سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾ الخ... ثم يمسحون بها: أى بأيديهم وجوههم فى آخره''. (مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل فيمايفعله المقتدى، ص: ۳۱۵-۳۱۸، قديمى)

(۲) ويهلل تمام المائة، و يدعوويختم بسبحان ربك''). (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۵۳۰/۱، سعيد)

(۳) وقال الكمال عن شمس الأئمة الحلوانى أنه قال: لابأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولىٰ تأخير الوارد عن السنة، فهذا ينفى الكراهة، ويخالفه ماقال فى الاختيار: كل صلاة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء بل يشتغل بالسنة كى لايفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه و سلم كان يقعد مقدارما يقول: ''اللّٰهم أنت السلام إلخ'' كما تقدم، فلا يزيد عليه أوعلىٰ قدره''. (مراقى الفلاح حاشية الطحطاوى، فصل فى مايفعله المقتدى، ص: ۳۱۲-۳۱۳، قديمى)

(۴) راجع للتخريج، ص: ۶۵۸ (عن كعب ابن عجرة رضى الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة، ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة. (الصحيح لمسلم: ۲۱۹/۱، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، رقم الحديث: ۵۹۵، انيس)

(۵) عن أنس بن مالک رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ''ما من عبد بسط كفيه فى دبر كل صلاة ثم يقول: اللّٰهم إلٰهى، وإلٰه إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإلٰه جبرائيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسألک أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر، و تعصمنى فى دينى فإنى مبتلى، وتنالنى برحمتک فإنى مذنب، وتنفى عنى الفقر فإنى مُتَمَسْكِن، إلا كان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين''. (عمل اليوم والليلة، ص: ۳۸) (عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبه الشيخ كراچى)

ہرنماز کے بعددعا کا اہتمام:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ''عمل الیوم واللیلۃ'' والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے، جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیًا

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے، جو عرض کیا تھا؛ یعنی ''عمل الیوم واللیلۃ'' کی قوی حدیث، ''الکوکب الدری'' میں اس سے تعرض کیا ہے، غالبًا کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶۸۶/۵)

نماز کے بعد دعائیں:

سوال: دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟

(محمد شیر رنگونی)

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیًا

''عن أم سلمة رضی الله عنها تقول: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا صلی الصبح قال: ''اللّٰهم !إنی أسألک علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً طیباً''.(۲)

(۱) ویختم الدعاء بعد المکتوبة وقبل السنة علٰی ماروی عن البقالی من أنه قال :الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنة...وهو المشهور المعمول به فی زماننا کما لایخفٰی، فإنه مستجاب بالحدیث، و قد قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی حدیث رواه ابن عباس: ''من لم یفعل ذٰلک فهو خداج'': أی من لم یدع بعد الصلاة رافعًا یدیه إلٰی ربه مستقبلاً ببطونها إلٰی وجهه ولم یطلب حاجاته قائلاً یارب یارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عندالحق سبحانه...إلخ''.(الکوکب الدری، أبواب الدعوات (قال ربکم أدعونی)، ص: ۲۹۱، المکتبة الیحیویة، سهارنپور)

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الصلاة مثنٰی مثنٰی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول: ترفعهما إلی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول: یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا وقال غیر ابن المبارک فی هذا الحدیث: من لم یفعل فهی خداع. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاة (ح:۳۸۵) انیس)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی، ص: ۱۰۰، رقم الحدیث: ۱۱۰، مکتبة الشیخ (باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، انیس)

”وعن أنس رضی اللّٰہ عنہ قال:ماصلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاةً مکتوبةً إلا أقبل بوجھہ علینا، فقال:”اللّٰھم!إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی،وأعوذ بک من کل صاحب یُرْدینی،وأعوذ بک من کل أمل یلھینی،وأعوذ بک من کل فقرینسینی،وأعوذ بک من کل غنی یطغینی“.(۱)

ازص:۳۸ تا:۵۱،عمل الیوم واللیلۃ میں کچھ اوپر تیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

”عن معاذرضی اللّٰہ عنہ قال:سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول:”من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصرثلاث مرات:أستغفراللّٰہ الذی لا إلٰہ إلاھوالحی القیوم وأتوب إلیہ،کفرت عنہ ذنوبہ وإن کانت مثل زبد البحر“.(رواہ ابن السنی)(۲)فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،۱۳۵۳/۲/۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶۸۵/۵-۶۸۶)

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،ص:۱۰۷،رقم الحدیث:۱۲۰،مکتبہ الشیخ (باب ما یقول فی دبرصلاة الصبح،انیس)

عن أبی أمامة الباھلی رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من قرأ آیة الکرسی فی دبر کل صلاة مکتوبة لم یحل بینہ وبین دخول الجنة إلا الموت.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر:۱۱۰،رقم الحدیث:۱۲۴،دارالقبلة للثقافة الإسلامیة ومؤسسة القرآن جدة و بیروت.انیس)

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،ص:۱۱۲،رقم الحدیث:۱۲۶،مکتبہ الشیخ (باب ما یقول فی دبرصلاة الصبح،انیس)

”عن وراد مولٰی المغیرةبن شعبة قال:کتب المغیرة إلٰی معاویة بن أبی سفیان:أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقول فی دبر صلا تہ اذا سلم:”لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک،ولہ الحمد،وھو علٰی کل شئ قدیر،اللّٰھم لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذا الجد منک الجد“.(صحیح البخاری،کتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاة:۹۳۷/۲،قدیمی/وجامع الترمذی،أبواب الصلٰوة،باب مایقول إذا سلم من الصلاة:۶۶/۱،سعید)

عن أبی برزة الأسلمی قال:کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح قال:لا أعملہ إلا قال فی السفر رفع صوتہ حتی یسمع أصحابہ:اللّٰھم أصلح لی دینی الذی جعلتہ عصمة أمری،اللھم أصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی -ثلاث مرات-اللھم أصلح لی آخرتی التی جعلت إلیھا مرجعی -ثلاث مرات-اللّٰھم إنی أعوذ برضاک من سخطک،اللّٰھم إنی أعوذبک منک -ثلاث مرات-اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر:۱۱۵،رقم الحدیث:۱۲۷،انیس)

عن تمیم الداری رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:من قال بعدصلاة الصبح: أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ إلٰھاً واحداً صمداً لم یتخذ صاحبة ولا ولداً ولم یکن لہ کفواً أحد،کتب اللّٰہ عزوجل لہ أربعین ألف حسنة.(عمل الیوم واللیلة لابن السنی،نوع آخر:۱۲۰،رقم الحدیث:۱۳۶،انیس)

زبدة الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوات: فرائض کے بعد دُعا:

سوال: فرائض کی جماعت کے بعد دعا سے متعلق لوگوں کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، بعض علماء سرے سے اس دعا ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ فرائض کے بعد فوراً نوافل کے لیے کھڑے ہوجانا چاہیے، بعض اس دعا میں رفع یدین کا انکار کرتے ہیں، پھر جو رفع یدین کے قائل ہیں، ان کا عمل مختلف ہے، بعض سرأ دعا کرتے ہیں اور اکثر ائمہ مساجد بلند آواز سے طویل دعائیں کرتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، ان میں سے شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح طریقہ سنت کے مطابق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا بعد الفرائض سے متعلق اولاً احادیث اور عبارات فقہ ذکر کی جاتی ہیں، اس کے بعد ان سے ثابت ہونے والے احکام ذکر کئے جائیں گے۔

۱-احادیث:

(۱) عن أنس بن مالك رضی الله عنه عن النبی صلّی الله علیه وسلّم أنه قال: "ما من عبد بسط كفیه فی دبر كل صلاة ثم یقول: " اللّٰهم إلٰهی وإلٰه إبراهیم وإسحاق و یعقوب وإلٰه جبرائیل ومیكائیل وإسرافیل علیهم السلام أسألك أن تستجیب دعوتی فإنی مضطر، وتعصمنی فی دینی فإنی مبتلی وتنالنی برحمتك فإنی مذنب، وتنفی عنی الفقر فإنی مُتَمَسْكِن إلا كان حقًا علی الله عزوجل أن لایرد یدیه خائبتین. (وفی إسناده عبد العزیزبن عبد الرحمن فیه مقال. (عمل الیوم واللیلة لابن السنی)(۱)

(۲) عن الأسود العامری عن أبیه رضی الله عنه قال: صلیت مع رسول الله صلّی الله علیه و سلّم الفجرفلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا. (الحدیث: رواه ابن أبی شیبة)(مجموعة الفتاوی بهامش الخلاصة: ۱/۱۰۰. إمداد الفتاوی: ۱/۵۶۱، نفائس مرغوبة، ص: ۳۹)(۲)

اس حوالہ کی تحقیق تتمہ میں ہے۔

(۳) وقال الحافظ السیوطی فی فض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین فی الدعاء: أخرج ابن أبی شیبة قال حدثنا محمّد بن یحیٰی الأسلمی قال رأیت عبد الله بن الزبیررضی الله عنهما ورأی

---

(۱) باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح: ۱/۷۲، رقم الحدیث: ۱۳۸، مكتبة دار البیان، انیس

(۲) مصنف ابن أبی شیبة، من كان یستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (ح: ۳۰۹۳) انیس

رجلاً رافعًا يديه يدعوا قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له أن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لم يكن يرفع يديه حتّٰى يفرغ من صلا ته،رجاله ثقات،آهـ. (فض الوعاء للسيوطى)(۱)

(۴) عن الفضل بن عباس رضى اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الصلاة مثنى مثنى،تشهد فى كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن وتقنع يديک–يقول: ترفعهما–إلى ربّک مستقبلاً ببطونهما وجهک،وتقول يارَبّ!يا ربّ!من لم يفعل ذٰلک فهى كذا و كذا. (رواه الترمذى والنسائى وابن خزيمة فى صحيحه...رجاله كلهم ثقات)(إعلاء السنن:۲۰۸/۳)(۲)

(۵) أخرج عبد الرزاق عن النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم أى الدعاء أسمع؟أى أقرب إلى الإجابة قال:شطر الليل الأخير وادبار المكتوبة". (وصححه،عبد الحق وابن القطان)(مصنف عبدالرزاق)(۳)

(۶) ذكر الإمام المحدث أبو الربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلوٰة والسلام أنه قال:من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة،آه.(مصباح الظلام)(۴)

(۷) عن أبى أمامة رضى اللّٰه عنه قال قيل يا رسول اللّٰه أى الدعا أسمع؟قال: "جوف الليل الاٰخر ودبر الصلوات المكتوبات". (أخرجه الترمذى وقال هٰذا حديث حسن) (فتح البارى: ۱۱۳/۱۱)(۵)

---

(۱) ص:۸٦،مكتبة الأردن،انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الصلاة،باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء ولذكر بعد الصلاة،بيان ما يقرأ إذا فزغ من الصلاة،رقم الحديث: ۹۳۸،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية،كراتشى باكستان/ سنن الترمذى، باب ماجاء فى التخشع فى الصلاة (ح: ۳۸۵)/مسند البزار،ربيعة بن الحارث عن الفضل (ح: ۲۱٦۹)/السنن الكبرىٰ للنسائى،ذكر اختلاف شعبة والليث على عبد ربه (ح: ٦۱۸) وباب كيف الرفع (ح: ۱٤٤٤)/مسند أبى يعلىٰ الموصلى، مسند الفضل بن عباس (ح: ٦۷۳۸)/صحيح ابن خزيمة،باب ذكر الأخبار المنصوصة (ح: ۱۲۱۲)/سنن أبى داؤد،باب فى صلاة النهار (ح:۱۲۹٦)انيس)

(۳) أن أبا أمامة سأل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال:ما أنت؟قال:نبى،قال:إلى من أرسلت؟قال:إلى الأحمر والأسود، قال:أى حين تكره الصلاة ؟ قال:من حين تصلى الصبح حتى ترتفع الشمس قيد رمح ومن حين تصفر الشمس إلى غروبها،قال:فأى الدعاء أسمع؟قال:شطر الليل الآخر وأدبار المكتوبات،قال:فمتى غروب الشمس؟ قال:من أول ما تصفر الشمس حين تدخلها صفرة إلى حين تغرب الشمس.(مصنف عبد الرزاق،باب الساعة التى يكره فيها الصلاة (ح:۳۹٤۸)انيس)

(۴) مصباح الظلام:

(۵) فتح البارى، كتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاة،رقم الحديث: ۳۰۸۳/جامع الترمذى، كتاب الدعوات،باب بلا ترجمه،رقم الحديث: ۹٦۳٤،ص: ٥٥۱،بيت الأفكار،انيس

(۸) أخرج الطبرانی من روایة جعفربن محمد الصادق قال:الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة.(المواھب للقسطلانی نقلا عن الحافظ ابن حجر)(۱)

(۹) عن أبی أمامة رضی اللّٰہ عنه قال:ما دنوت من رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی دبر صلاة مکتوبة ولاتطوع إلا سمعته یقول:"اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلھا،اللّٰھم انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الأعمال والأخلاق،إنه لا یھدی لصالح الأعمال ولایصرف سیئھا إلا أنت.(۲)

وروی النسائی وغیره،اللّٰھم أصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة وأصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی،أللٰھم إنی أعوذ برضاک من سخطک،وأعوذ بعفوک من نقمتک، وأعوذبک منک،لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذا الجد منک الجد.(۳)

وروی أبوداؤد إذا انصرفت من المغرب فقل:" اللّٰھم أجرنی من النار"سبع مرات،إذا قلت ذٰلک ثم مت فی لیلتک کتب لک جِوازٌمنھا وإذا صلیت الصبح فقل کذٰلک،إن مت فی یومک کتب لک جِوازٌمنھا.(ابن السنی)(۴)

(۱۰) عن عطاء بن أبی مروان،عن أبیه أن کعبا رضی اللّٰہ عنه حلف له باللّٰہ الذی فلق البحرلموسی إنا لنجد فی التوارة :إن داؤد نبی اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم،کان إذا انصرف من صلٰوته قال:اللّٰھم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة،واصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی،اللّٰھم إنی أعوذ برضاک من سخطک،وأعوذ بعفوک من نقمتک،وأعوذبک منک ،لا مانع لما أعطیت،ولا معطی لما منعت،ولا ینفع ذاالجد منک الجد.قال وحدثنی کعب أن صھیبًاحدثه أن محمّدًا صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان یقولھن عند انصرافه من صلاته.(النسائی)(۵)

(۱) المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة:۲٦٥/۳،المکتبة التوفیقیة القاھرة،انیس

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب ما یقول فی دبرصلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۱٦)۶۱/۱،مکتبة دارالبیان، انیس

(۳) سنن النسائی،باب السلام نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة (رقم الحدیث: ۱۳٤٥) ۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت، انیس

(۴) عمل الیوم واللیلة لابن السنی،باب یقول فی دبر صلاة الصبح (رقم الحدیث: ۱۳۹)۷۲/۱،دارالبیان بیروت/ سنن أبی داؤد،کتاب الأدب،باب ما یقول إذا أصبح (رقم الحدیث:٥۰۷۹)ص:٥٤۸،بیت الأفکار،انیس

(۵) سنن النسائی، باب السلام نوع آخرمن الدعاء عند الانصراف من الصلاة (ح:۱۳٤٥)۸۲/۲، دارالمعرفة بیروت/عمل الیوم واللیلة للنسائی،الاستعاذة فی دبر الصلوات (ح: ۱۳۷)/مسند البزار،کعب الأحبار عن صھیب (ح:۲۰۹۲)/ القدر للفریابی،باب ما روی فی أولاد المشرکین (ح: ۱۸۳)/الدعوات الکبیر،باب القول والدعاء والتسبیح فی دبر الصلاة (ح:۱۱۷) انیس

(۱۱) عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ قال: أخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم بیدی یومًا، ثم قال:یا معاذ واللّٰہ إنی لأحبک فقلت لہ بأبی وأمی:یارسول اللّٰہ !وأنا واللّٰہ أحبک ، فقال:أوصیک یا معاذ لا تدعن فی دبرکل صلاۃ أن تقول: اللّٰھم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک، قال: وأوصٰی بذٰلک معاذالصنابحی وأوصٰی الصنابحی أباعبد الرحمن الحُبُلِیَّ وأوصٰی أبوعبد الرحمٰن عقبۃ بن مسلم. (ھٰذاحدیث صحیح علٰی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الذہبی فی التلخیص: علٰی شرطھما) (المستدرک للحاکم: ۲۷۳/۱)/وأخرجہ أبوداؤد/والنسائی/وصححہ ابن حبان)(۱)

(۱۲) عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: إن رسول ا للّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان إذا فرغ من الصلٰوۃ وسلّم قال: لاإلٰہ إلااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھوعلٰی کل شئ قدیر،اللّٰھم لامانع لماأعطیت،ولامعطی لما منعت،ولاینفع ذاالجد منک الجد،ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام أنہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان یقول ھٰذہ الکلمات دبرکل صلاۃ وفی کتاب الصلاۃ فی دبرکل صلاۃ مکتوبۃ. (رواہ البخاری/ومسلم/وأبوداؤد/والنسائی)(۲)

(۱۳) عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ أنّ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان إذا صلّی وفرغ مسح بیمینہ علٰی رأسہ وقال: بسم اللّٰہ الذی لاإلٰہ إلا ھوالرحمن الرحیم ،اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن.(رواہ الطبرانی والبزار)(۳)

(۱۴) عن أنس قال:ما صلّی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم صلاۃ مکتوبۃ قط إلا حین أقبل علینا بوجھہ،قال:أللھم إنی أعوذ بک من کل عمل یخزینی، وأعوذبک من کل صاحب

---

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم،ذکرمناقب أحدالفقہاء الستۃ من الصحابۃ معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ (ح: ۵۲۶۰)/سنن أبی داؤد،کتاب الوتر،باب فی الاستغفار (ح: ۱۵۲۲) ص: ۱۸۱،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من الدعاء (ح: ۱۳۰۲) ۶۱/۲،دارالمعرفۃ بیروت/صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ، کتاب الصلاۃ ، فصل فی القنوت ، ذکر الأمر بسؤال العبدجل وعلا أن یعینہ علٰی ذکرہ وشکرہ وعبادتہ فی عقب صلاتہ (ح: ۲۰۲۰-۲۰۲۱)۳۶۵/۵، مؤسسۃ الرسالۃ،انیس

(۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب الدعاء بعد الصلاۃ (ح: ۶۳۲۰) ص: ۱۲۱۸،بیت الأفکار/ الصحیح لمسلم، کتاب المساجد،باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ (ح: ۵۹۳)ص: ۲۳۶،بیت الأفکار/ سنن أبی داؤد، کتاب الوتر،باب ما یقول الرجل إذا سلم (ح: ۱۵۰۵) ص: ۱۷۹،بیت الأفکار/سنن النسائی،نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاۃ (ح: ۱۳۴۰) ص: ۷۹،دارالمعرفۃ،بیروت،انیس

(۳) الدعاء للطبرانی،باب منہ (ح: ۶۵۹)/المعجم الأوسط،من اسمہ بکر (ح: ۳۱۷۸)/حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء،معاویۃ بن قرۃ ومنھم البسام بالنھار :۳۰۱/۲،انیس

یـردیـنـی،وأعوذ بک من کل عمل یلهیی، وأعوذ بک من کل فقرینسیی، وأعوذ بک من کل غنی یطغییی.(رواه البزار/وأبو یعلی)(۱)

(۱۵) عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال کان النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم إذاسلم من الصلاة قـال: الـلّٰهم اغفرلی ما قدمت وماأخرت وماأسررت وماأعلنت وماأسرفت وماأنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر لاإلٰه إلاأنت.(رواه أبوداؤد)(۲)

(۱۶) عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کان إذاأرادأن ینصرف من صلاته استغفرثلاث مرات ثم قال أللّٰهم أنت السلام، إلخ.(رواه أبوداؤد)(۳)

(۱۷) عـن زیـد بـن أرقـم رضـی اللّٰہ عنه قال:کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یقول فی دبـر کـل صـلاتـه: اللّٰهم ربّنا وربّ کل شئ أنا شهید أنک الرب لاشریک لک،اللّٰهم ربنا ورب کـل شئ أنا شهید أن محمداً عبدک ورسولک،اللّٰهم ربنا ورب کل شئ أنا شهید أن العباد کلهم إخـوة ، اللّٰهم ربّنا وربّ کل شئ اجعلنی مخلصا لک وأهلی فی کل ساعة من الدنیا والاٰخرة یاذا الجلال والإکرام أسمع واستجب اللّٰہ الأکبر اللّٰہ الأکبر، اَللّٰہ نورالسمٰوات و الأرض ، اللّٰہ الأکبر حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل ، اللّٰہ الأکبر اللّٰہ الأکبر.(رواه أبوداؤد والنسائی وأحمد)(۴)

(۱۸) عـن عـقبة بن عامر رضی اللّٰہ تعالی عنه قال: أمرنی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ان اقرأ بالمعوذات دبر کل صلاة.(رواه أبوداؤد)(۵)

(۱۹) فـی مسـنـد الإمـام أحمد وسنن ابن ماجة وکتاب ابن السنی عن أم سلمة رضی اللّٰہ

(۱) مسـنـد الـبـزار،مسندأبی حمزة أنس بن مالک (ح:۴۷۴۹)۳۲/۱۴/مسـنـد أبی یعلی الموصلی،سعید بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ۴۳۵۲)/یہی عبارت ”عمل الیوم واللیلة“ میں بھی ہے؛لیکن اس میں:عن أنس،قال:ما صلّی بـنـا رسـول الـلّٰـه صـلی اللّٰہ علیه وسلّم صلاة مکتوبة قط إلا حین أقبل علینا بوجهه،قال:أللّٰهم إنی أعوذ بک من کل عـمـل یـخـزینی وأعوذبک من کل صاحب یردینی وأعوذ بک من کل عمل یلهینی وأعوذ بک من کل فقرینسینی وأعوذ بک مـن کـل غـنـی یـطـغـیـنـی.(عـمـل الـیـوم والـلـیـلة لابـن الـسـنـی،بـاب مـا یقول فی دبـرصلاة الصبح (ح: ۱۲۰)۶۳/۱،مکتبة دارالبیان،انیس)

(۲) کتاب الوتر،باب مایقول الرجل إذا سلم (ح:۱۵۰۹) ص: ۱۸۰،بیت الأفکارانیس

(۳) کتاب الوتر،باب مایقول الرجل إذا سلم (ح:۱۵۱۳)ص: ۱۸۰،بیت الأفکار،انیس

(۴) مسـنـد الإمـام أحـمـد،حدیث زید بن أرقم (ح:۱۹۲۹۳)/سـنـن أبـی داؤد،بـاب مـا یقول الرجل إذا سلم (ح:۱۵۰۸)/السنن الکبریٰ للنسائی،نوع آخر فی دبر الصلاة (ح:۹۸۴۹)انیس

(۵) مسـنـد الإمـام أحـمـد بن حنبل ،بقیة حدیث عقبة بن عامر الجهنی (ح: ۱۷۷۹۲)/سـنن أبی داؤد،باب فی الاستغفار (ح:۱۵۲۳)انیس

تعالیٰ عنها قالت: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا صلّى الصبح قال: اللّٰهم إنى اسألك علما نافعًا وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً. (كتاب الأذكار للنوى)(۱)

(۲۰) وبعد صلوتى الصبح والمغرب أيضاً قبل أن يتكلم: اللّٰهم أجرنى من النار سبع مرات. (رواه أبو داؤد والنسائى وابن حبان)(الحصن الحصين للجزرى)(۲)

(۲۱) عن ابن عباس رضى الله عنهما ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ يقول: فإذا فرغت ممّا فرض عليك من الصلاة فاسأل الله وأرغب إليه وانصب له. (تفسير ابن جرير طبرى)(۳)

(۲۲) عن انس رضى الله عنه قال دخل النبى صلّى الله عليه وسلّم على أم سليم (إلىٰ قوله) ثم قال: إلى ناحية من البيت فصلّى غير المكتوبة فدعا لأم سليم وأهل بيتها. (الحديث)(رواه البخارى)(۴)

(۲۳) عن عبد الله بن الزبير رضى الله عنهما أن النبى صلّى الله عليه وسلّم كان يقول فى دبر الصلاة: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير لا حول ولا قوة إلا بالله لا إلٰه الله ولا نعبد إلا إيّاه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن الجميل لا اله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكٰفرون. (رواه مسلم)(۵)

(۲۴) عن عبد الرحمن بن غنم رضى الله تعالى عنه عن النبى صلّى الله عليه وسلّم قال: من قال قبل أن ينصرف ويثنى رجليه من صلاة المغرب والصبح: لا اله الا الله وحده لا شريك له، الخ، عشر مرات، الخ. (رواه أحمد)(۶)

---

(۱) مسند الإمام أحمد، حديث أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم (ح: ٢٦٥٢١)/سنن ابن ماجة، باب مايقال بعد التسليم (ح: ٩٢٥)/مسند أبى يعلى الموصلى، مسند أم سلمة (ح: ٦٩٥٠)/عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر (ح: ٥٤)/كتاب الأذكار، باب الحث على ذكر الله تعالىٰ بعد صلاة: ١٤٥/١، انيس

(۲) مسند الإمام أحمد، حديث الحارث التميمى (ح: ١٨٠٨٤)/سنن أبى داؤد، باب مايقول إذا أصبح (ح: ٥٠٧٩)/صحيح ابن حبان، باب كتبة الله عزوجل جوازاً من النار (ح: ٢٠٢٢)/عمل اليوم والليلة لابن السنى، نوع آخر (ح: ١٣٩) / تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين، صفة الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم: ١٨٨/١، انيس

(۳) تفسير الطبرى، تفسير سورة الم نشرح: ٤٩٧/٢٤، دارهجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان. انيس

(۴) صحيح البخارى، باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم (ح: ١٩٨٢) انيس

(۵) مسند الإمام أحمد، حديث عبدالله بن الزبير بن العوام (ح: ١٦١٢٢)/الصحيح لمسلم، باب استحباب الذكر بعد الصلاة (ح: ٥٩٤)/سنن النسائى، نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة (ح: ١٣٤٠) انيس

(۶) مسند الإمام أحمد، حديث عبد الرحمن بن غنم الأشعرى (ح: ١٧٩٩٠)/المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح، عن البراء بن عازب (ح: ١٨٤٥) انيس

(۲۵) كـان رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم إذا صلّى الصبح وهو ثَانٍ رِجْلَه يقول: سبحان الـلّٰه وبحمده واستغفر اللّٰه انه كان توابا ، سبعين مرّة ثم يقول سبعين بسبعٍ مائة. (الحديث)(رواه الطبرانى فى الكبير)(۱)

اوپر کی تین حدیثوں میں حمد وثنا کا بیان ہے، جو افضل ترین دعا ہے۔

قـال صلّى اللّٰه عليه وسلّم: خير الدعاء دعاء يوم عرفة وخير ما قلت أنا والنبيون من قبلى: لا إلٰه إلاّ الـلّٰه وحـده لا شـريک لـه، له الملک وله الحمد وهو على كل شى قدير. رواه مالک والترمذى وأحمد وغيرهم، (۲) شـرح الـنقاية للقارى ... وقيل لابن عيينة : هٰذا ثناء فلم سماه رسـول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم دعاء ، فقال: الثناء على الكريم دعا ء لأنه يعرف حاجته ، فتح، قـلت: يشير بهٰذا إلى خبر من شغله ذكرى عن مسألة أعطيته افضل ما أعطى السائلين ومنه قول أمية بن أبى الصلت فى مدح بعض الملوک:

أ أذكـر حـاجتى أم قد كفانى		ثـنـاؤک ان شـيـمتک الـحيـاء
إذا أثـنـى عليک المرء يومًا		كـفـاه مـن تـعـرضک الثـنـاء

(رد المحتار: ۱۹۰/۲)(۳)

(۲۶) إن الـلّٰـه تـعالى كره لكم ثلاثاً : اللغو عند القراٰن ورفع الصوت فى الدعاء والتخصر فى الصلوٰة. (عب) عن يحيىٰ بن كثير مرسلاً)(الجامع الصعير: ۷۰/۱)(۴)

عبارات فقہ:

حنفیہ:

(۱) إذا دعـا بـالـدعـاء الـمـأثورجهرًا وجهرمعه القوم أيضًا لتعلّموا الدعاء لابأس به وإذا تعلموا حينئذ يكون الجهربدعة. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۱۸/۵. البزازية بهامش الهندية: ۱۰۰/۴)(۵)

(۱) عـمل اليوم والليلة لابن السنى،نوع آخر (ح: ۱٤١)/الـمعجم الكبير للطبرانى،ضحاک بن زمل الجهنى (ح:٨١٤٦) انيس

(۲) موطأ الإمام مالک،ماجاء فى الدعاء (ح: ۳۲) ت:عبـدالباقى/مصنف عبدالرزاق الصنعانى،باب فضل أيام العشروالتعريف فى الأمصار (ح: ٨١٢٥)/مسـند الإمام أحمد،مسند عبداللّٰه بن عمروبن العاص (ح: ٦٩٦١)/ سنن الترمذى،باب (ح:٣٥٨٥)انيس

(۳) ردالمحتار،فصل فى الإحرام وصفة المفرد:٥٠٧/٢،دارالفكر بيروت.انيس

(۴) الجامع الصغير وزيادته (رقم الحديث:٣٥٥٣)٣٥٥٣/١،انيس

(۵) الفتاوىٰ الهندية،الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح ،الخ،انيس

(۲) واعظ يدعو كل اسبوع بدعاء مسنون جهراً لتعليم القوم ويخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أيضاً وان جهر فهو بدعة.(الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية: ٤٢/٤)

(۳) ويستحبّ للإمام (إلٰى) وإن يستقبل بعده الناس (إلى) ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين رافعي ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم فى اٰخره.(نور الايضاح)(۱)

(۴) قال العلامة الشاه محمد أنور قدس سره: نعم أصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين و لذا قل النقل فى الرفع بعد الصلاة وإنما الرفع كمال فى السنة تحصل سنته به وبغيره فلا سبيل إلٰى تبديع من رفع ولا إلٰى تجهيل من ترك وأما الأمور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلاة والإنكار علٰى تاركها ونصب إمام ثم ائتمام به فيه وغير ذٰلك من قلة العلم و كثرة الجهل والجاهل إما مفرط أو مفرّط والله الموفق للصواب. (النفائس المرغوبة للمفتى كفاية الله رحمه الله: ۳۷)(احسن الفتاویٰ: ۳/۶۰-۶۴)

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ کے ساتھ:

سوال: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دیکر دعا مانگنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ حامداً و مصليًا

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، ''بعد'' سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے، تاہم اگر معمولی وقفہ ہو جائے، تب بھی مضائقہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۵ھ

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے، اس کے بعد وقفہ نہیں چاہیے، جیسے: مغرب، عشا، ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں، ان کے بعد وقفہ دے کر دعا ہے۔ (۳)

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ جمادی الاولی/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۶۸۰-۶۸۱)

---

(۱) نور الإيضاح، فصل الأذكار الواردة بعد الفرض: ٦٧، المكتبة العصرية. انيس

(۲-۳) عن عائشة رضى الله تعالٰى عنها قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا سلم لم يقعد إلا مقدار مايقول: ''أللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال و الإكرام''. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ٢١٨/١، قديمى)(رقم الحديث: ٥٩٢، انيس)

ويكره تأخير السنة إلا بقدر: اللّٰهم أنت السلام إلخ. قال الحلوانى: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبى: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفى حفظى حمله على القليلة ''.(الدر المختار)

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهًا كانت خلاف الأولٰى الذى هو معنى، لابأس ...

لابأس بالفصل بالأوراد أى القليلة التى بمقدار: ''اللّٰهم أنت السلام إلخ''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ٥٣١/١، سعيد)

دعا نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد:

سوال: ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعا کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقۂ کار کے مطابق خطبۂ عید کے بعد دعا ہوتی تھی؟ (خواجہ معین الدین، خانہ پور)

الجواب ـــــــــــــــ

دعا تو نہ نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر، دعا کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعا فرمایا کرتے تھے،(۱) اس دعا کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعا ہے؛ لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعا نہیں کی جاسکتی؛ اس لیے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرلیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعا کرنا، رسول اللہ، صحابۂ کرام اور سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۳/۹۷-۹۸)

وتر کے بعد دعا:

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۷۰۸)

---

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ سلام کے بعد "اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ" پڑھنے کے بقدر ہی بیٹھتے۔(الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة، محشی)

☆ **تراویح کے بعد دعا:**

سوال: تراویح ختم ہونے پر وتر سے پہلے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں، البتہ دعا بعد الصلوٰۃ کے کلیہ میں یہ بھی داخل ہے؛ کیوں کہ تراویح مستقل نماز ہے، لہذا انفراداً دعا کی گنجائش ہے، امام کے ساتھ بصورت اجتماعیہ دعا بدعت ہے، بآواز بلند ہو تو دوسری بدعت اور بالالتزام ہو تو تین بدعات کا مجموعہ، اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/شوال ۱۳۸۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۵۱۹)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾. (سورة الأعراف: ۵۵) ==

وتر، خطبہ کی اذان اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم:

سوال: خطبہ کی اذان کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور تراویح اور وتر کے بعد نفل پڑھ کر اجتماعی دعا مانگنا، ازروئے شریعت کیسا ہے؟ (المستفتی: مستری حافظ انعام الٰہی محلّہ فراشخانہ، دہلی)

الجواب

خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے، اس کے بعد امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے دل میں دعا کا تصور کر لے زبان سے دعا نہیں پڑھنی چاہیے،(۱) جنازے کی نماز خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ تراویح ختم ہونے پر دعا مانگ لینا اور پھر وتر و نفل کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا، یہ افضل ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۴۵۳/۹)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا عدم جواز:

سوال: بعد سلام نماز جنازہ کے، دعا کرنا اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام بھی نماز جنازہ میں دعا پڑھنا اچھا ہے۔

کتبہ احمد حسن

باردوم

سوال: بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب اول

ازمولوی احمد حسن

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

== عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم أنہ قال: "خیر الدعاء الخفی"... "عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ مرفوعًا: "دعوۃ فی السر تعدل سبعین دعوۃً فی العلانیۃ". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، الخ: ۹۳/۶، إدارۃ القرآن، کراچی)

وأما الأدعیۃ والأذکار فبالخفیۃ أولٰی. قلت: ... ویجتھد فی الدعاء، والسنۃ أن یخفی صوتہ لقولہ تعالٰی: ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ﴾. (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفۃ: ۵۰۷/۲، سعید)

(۱) عن عبد اللّٰہ قال: کفی لغوًا إذا صعد الإمام المنبر أن تقول لصاحبک: أنصت. (رواہ ابن أبی شیبۃ) (إعلاء السنن: ۸۹/۶) (مصنف ابن أبی شیبۃ، فی الکلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب (ح: ۵۲۹۲) انیس)

برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے:

" ولا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه یشبه الزیادة فیها، کذا فی المحیط، وعن أبی بکر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مکروه ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به، کذا فی القنیة". (۱۸۰/۱)(۱)

اور صلاۃ جنازہ گو حقیقۃً دعا ہے، مگر صورۃً تو نماز ہے اور ہر نماز کے بعد دعا مسنون ہے، **لعموم الأدلة** ، پس اس عموم سے نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کو مسنون کہہ سکتے ہیں اور جنھوں نے مکروہ کہا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی مراد لیا ہے، اور **لابأس به** کا کلمہ گو اکثر ترک اولیٰ (یعنی جس کا جانب مخالف جائز اور مباح ہو) کے موقعہ پر ہوا کرتا ہے، مگر کبھی مستحب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ (صرح به فی رد المحتار: ۱۲٤/۱)

پس یہ کلمہ یا تو یہاں مستحب پر محمول ہے، یا جواز پر بتقریر مذکور؛ بلکہ بقرینہ مقابلہ قولین بھی؛ کیوں کہ مکروہ تنزیہی کے معنی ظاہر ہیں کہ جس کا نہ کرنا اولیٰ ہو اور کرنا ناپسندیدہ ہو، سو اگر **لابأس به** سے بھی یہی مراد ہوتی تو اس قول کا لکھنا بظاہر تکرار غیر مفید ہوتا۔

غرض دونوں طرف وسعت ہے، استحباب میں بھی اور عدم استحباب میں بھی اور احقر کے نزدیک استحباب راجح ہے۔ **"وللناس فیما یعشقون مذاهب"**۔ فقط

کتبہ احمد حسن

(جواب ثانی) الجواب ـــــــــــــ هو الموفق للصواب

اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دو روایتیں پائی جاتی ہیں، ایک روایت عدم جواز کو مقتضٰی ہے اور دوسری روایت جواز بکراہت کو، چناں چہ البحر الرائق جلد دوم، صفحہ: ۱۸۳ میں ہے:

"(قوله: وهی أربع تکبیرات بثناء بعد الأولیٰ وصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد الثانیة ودعاء بعد الثالثة)... وقید بقوله: "بعد الثالثة" لأنه لا یدعو بعد التسلیم، کما فی الخلاصة، وعن الفضلی: لابأس به" انتهیٰ. (۲)

پہلی عبارت عدم جواز پر دال ہے، جس کو صاحب بحر نے قوی قرار دیا ہے اور دوسری عبارت جو بطور روایت فضلیؒ

---

(۱) ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة، لأنه قد دعا مرة لأن أکثر صلاة الجنازة الدعاء. (المحیط البرهانی، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز: ۲۰۵/۲، دار الفکر بیروت. انیس)

وعن أبی بکر بن حامد أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مکروه ، وقال محمد بن الفضل: لابأس به. (قنیة المنیة لتتمیم الغنیة، باب الجنائز: ۳۳-۳٤، مخطوطة جامعة الملک سعود. انیس)

(۲) کتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۱۹۷/۲، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس

سے نقل کیا ہے، جس میں لا بأس به مذکور ہے، وہ مشیر بجواز ہے، علیٰ هذا، برجندی میں جو محیط سے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

”لایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لأنه یشبه الزیادة فیها، کذا فی المحیط، وعن أبی بکر بن حامد: أن الدعاء بعد صلاة الجنازة مکروه، وقال محمد بن الفضل: لا بأس به“.(۱)

اوراسی طرح یہ دونوں قول صاحب قنیہ سے بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اورملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ، باب الجنائز تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ولا یدعو للمیت بعد صلاة الجنازة؛ لأنه یشبه الزیادة فی صلاة الجنازة“.(۲)

اورکبیری میں ہے:

”فی السراجیة: إذا فرغ من الصلاة لا یقوم بالدعاء“.(۳)

بالجملہ ان عبارتوں سے عدم جواز دعا کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ گفتگو محض دعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ کے متعلق ہے؛ لیکن اصل سوال اس دعا کے متعلق واقع ہے، جو اس زمانہ میں بعض بلاد میں متعارف ہو رہا ہے، بعض بلاد میں تو یہ متعارف ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص حاضرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہر شخص بارہ بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچائے اور بعض بلاد میں یہ متعارف ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس دعا کا اس قدر التزام کیا ہے کہ واجب کے درجہ میں پہونچا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں شریک نہ ہو تو اس کو وہابی اور بددین کہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ دعا بعد صلاۃ الجنازہ اس وجہ سے بھی زیادہ ممنوع ہوگئی کہ حد بدعت میں داخل ہوگئی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں جنازہ کے متعلق ”أسرعوا“ کا حکم ہے،(۴) اور یہ تاخیر جو سورۂ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے، یا دعا میں مشغول ہو رہنے کی وجہ سے ہوئی، وہ اس امر بالاسراع کے منافی ہے، لہٰذا مکروہ اور ناجائز ہوگی۔ فقط

خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۲۵-۱۲۸)

---

(۱) تقدم: المحیط البرهانی: ۲/۲۰۵/ قنیة المنیة لتتمیم الغنیة، باب الجنائز: ۳۳-۳۴. انیس

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب المشی بالجنازة: ۲/۳۶۹، طبع: أصح المطابع، بمبئ (الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۱۶۸۷، انیس)

(۳) السراجیة علیٰ هامش فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۴۱، مطبع مصطفائی، کلکتة

(۴) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: ”أسرعوا بالجنازة، فإن تک صالحة فخیر تقدمونها إلیه، وإن یک سویٰ ذلک، فشر تضعونه عن رقابکم“. متفق علیه (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: حمل الرجال الجنازة دون النساء، ص: ۲۵۶، رقم الحدیث: ۱۳۱۵، بیت الأفکار/ الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، باب: الإسراع بالجنازة، ص: ۳۶۶، رقم الحدیث: ۹۴۴، بیت الأفکار/ کذا فی المشکاة: ۱۴۴ (المشی بالجنازة والصلاة علیها، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۱۶۴۶، انیس)

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام:

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقۂ ابوحنیفہ مع دلائل و براہین صراحۃً تحریر فرما کر عند اللہ ماجور فرما کر عند الناس مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ!

امام بلاناغہ پنجگانہ نماز میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اول: بعد ادائے فریضہ، دوم: بعد اتمام سنت، ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعاء مانگی جاتی ہے، اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہذا یہ تحریر فرمائیے گا کہ دعائے اول وثانی کا حق امام کو ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کا کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے، (۱) اور بعد صلوۃ خصوصیت سے مقرون بالا جابۃ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے؛ (۲) لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ محدث (نئی بات) ہے، اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے۔ (۳) بعض نواح میں فرض، جیسا معاملہ اس دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ فرض سے بڑھ کر، مثلاً: اگر کوئی

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیةً إنه لایحب المعتدین﴾. (الأعراف: ٥٥)
قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فادعوا اللّٰہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون﴾ (المؤمن: ١٤)
وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وإذا سئلک عبادی عنی فإنی قریب، أجیب دعوة الداع إذا دعانِ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون﴾ (البقرة: ١٨٦)

(۲) عن أبی أمامة رضی اللّٰه عنه قال: قیل یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات". (وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ١٨٧/٢، سعید) (رقم الحدیث: ٣٤٩٩، انیس)

وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعیة بکلیته علی المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخیر عن اللیل، وعند الأذان، وبین الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المکتوبات، وعند صعود الإمام یوم الجمعة علی المنبر حتی تقضی الصلاة من ذلک الیوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعًا فی القلب". (الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء بالدواء لابن قیم الجوزیة، فصل: أوقات الإجابة، ص: ١٦، مکتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة... ودبر الصلوات المکتوبات". (الحصن الحصین، ص: ٦٣، دار الإشاعت کراچی)

(۳) عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "من أحدث ==

تارک صلوۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے، اس پر طعن وتشنیع نہیں کی جاتی؛ لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ آوے، جو کہ مستحدث وبے اصل ہے، اس پر سب وشتم، لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دے دیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے۔

"من أصر علٰی أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علٰی بدعة أو منکر، وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه: إن اللّٰه عزوجل یحب أن تؤتی رخصه، کما یحب أن تؤتی عزائمه. انتهٰی". (عن الطیبی شرح المشکوۃ)(۱)

بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر، اگرچہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے؛ مگر قلت کے ساتھ، لہذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ

== فی أمرنا هٰذا ما لیس فیه فهو رد". (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علٰی صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

"وتعریف الشمنی لها (أی البدعة) بأنها ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویمًا وصراطاً مستقیمًا". (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب: الدعاء فی التشهد (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳ / ۳۱، رشیدیة) السعایة: ۲۶۵/۴-۲۶۶)

"الإصرار علی المندوب یبلغه إلٰی حد الکراهة" اه. (السعایة، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۲۴۵/۲، سهیل اکیڈمی، لاهور)

"رحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علٰی أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم: "أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام إلخ". ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علٰی ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علٰی سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعهم، وأیم اللّٰه! إن هذا أمر محدث فی الدین". (إعلاء السنن، کتاب الصلاۃ، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاۃ: ۱۶۷/۳، إدارۃ القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاۃ، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس)

مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعائے ثانیہ بحیثیت اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں، امام کا دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جو لوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں، ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا، إلا المكتوبة". (رواه أبوداؤد و سكت عنه والمنذرى اهـ". إعلاء السنن: ۳۷/۷)(۱)

عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضى الله عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه؟ فقالت: كان يصلى فى بيتى قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلى بالناس، ثم يدخل فيصلى ركعتين، وكان يصلى بالناس المغرب، ثم يدخل فيصلى ركعتين، ويصلى بالناس العشاء، ويدخل بيتى فيصلى ركعتين، وكان يصلى من الليل تسع ركعات، فيهن الوتر. وكان يصلى ليلاً طويلاً قائمًا، وليلاً طويلاً قاعدًا وكان إذا قرأوهو قائم، ركع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ قاعدًا، ركع وسجد وهو قاعد، وكان إذا طلع الفجر، صلى ركعتين". (رواه المسلم/وزاد أبوداؤد: "ثم يخرج فيصلى بالناس صلوة الفجر"/مشكاة المصابيح، ص: ۱۰۴)(۲) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۱/۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۴/۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۴/۵-۶۹۸) ☆

---

(۱) رواه الشيخ ظفر أحمد العثمانى فى أعلاء السنن فى أبواب النوافل، باب أفضلية التطوع فى البيت ومع جوازه فى المسجد: ۵۷/۷، إدارة القرآن، كراچى/رواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فى بيته: ۱۵۶/۱، إمدادية) (رقم الحديث: ۱۰۵۵)/مختصر صحيح مسلم للمنذرى ت: ألبانى، باب صلاة النافلة فى البيوت (ح: ۳۷۴): ۱۰۳/۱، المكتب الإسلامى بيروت/الترغيب والترهيب للمنذرى ت: عمارة، الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت: ۲۸۰/۱، مكتبة مصطفى البابى الحلبى/انيس)

(۲) رواه مسلم فى صحيحه فى كتاب صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن: ۲۵۲/۱، قديمى/(باب: جواز النافلة قائماوقاعداً، وفعل بعض الركعة قائماً وبعضها عدا، رقم الحديث: ۷۳۰، انيس)

ورواه أبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة: ۱۸۵/۱، إمدادية، ملتان/مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضلها: ۱۰۴/۱، قديمى) ==

نماز کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: بمبئی میں ہر نماز کے بعد "الفاتحة" کہا جاتا ہے اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے، جس کا جو دل چاہے، دعا کرے، اس میں امام کو بھی حق ہے اور مقتدیوں کو بھی حق ہے۔(۱)

☆== فجر اور عصر کے بعد دو وقت دعا کرنا:

سوال: فجر وعصر کے بعد دو مرتبہ دعا مانگنے کا ثبوت سنت سے ثابت ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجوابـــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ فجر اور عصر؛ یعنی جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں ہیں، داہنے یا بائیں مڑ کر تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا مانگنے کی تھی، (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"لأن أجلس مع قوم يذكرون الله عزوجل من صلاة العصر إلىٰ أن تغرب الشمس أحب إلي أن أعتق ثمانية من ولد إسماعيل". (الأذكار للنووى، باب ما يقول بعد العصر إلىٰ غروب الشمس: ۱۲۸. انيس)

"عن صهيب رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحرك شفتيه بعد صلاة الفجر بشىء، فقلت: يارسول الله! إنك تحرك شفتيك بشىء ما كنت تفعل، ماهٰذاالذى تقول؟ قال: "أقول: أللّٰهم بك أحاول، وبك أصاول، وبك أقاتل". (عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح: ۱۰۵، رقم الحديث: ۱۱۷، مكتبة الشيخ، انيس)

لہٰذ دو دعاؤں کا ثبوت نہیں۔ والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۲۰۰)

(۱) عن أبى أمامة رضى الله تعالىٰ عنه: قال: قيل يارسول الله تعالىٰ عليه وسلم: أى الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الأخير ودبر الصلوات المكتوبات". (قال الترمذى: هٰذاحديث حسن. جامع الترمذى، أبواب الدعوات، باب (بلاترجمة): ۲/۱۸۷، سعيد) (رقم الحديث: ۳۴۹۹، انيس)

"وإذا جمع مع الدعاء حضورالقلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً عن أوقات الإجابة الستة، وهو: الثلث الأخير عن اليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وإدبارالصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر، حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخرساعة بعد العصر، وصادف خشوعًا فى القلب". (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى، المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۶، مكتبة روضة القرآن)

لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں، ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۵/۵۔۲۰۶) ☆

---

(۱) ”عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس فیه فهورد“. (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علٰی صلح فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷/الصحیح لمسلم، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور (ح: ۱۷۱۸)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح: ۴۶۰۶) انیس)

عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صنع أمرا غیر أمرنا فهو مردود. (مسند الإمام أحمد، مسند الصدیقة عائشة (ح: ۲۴۴۵۰)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم الجماعة (ح: ۴۶۰۶) انیس)

وفی رد المحتار: ”بأنها (أی البدعة) ما أحدث علٰی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویمًا وصراطًا مستقیمًا، آه، فافهم“. (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱۔ ۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

”رحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علٰی أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم: ”أللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، إلخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علٰی ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علٰی سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعهم، وأیم اللّٰه! إن هذا أمر محدث فی الدین“. (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس)

☆ دعائے ثانی کا حکم:

سوال: پنج وقتی نمازوں کے بعد دعائے ثانی مانگنا کیسا ہے؟

حامدًا ومصلیًا الجواب ـــــــــ وباللّٰه التوفیق

دعائے ثانیہ کا مروجہ طریقہ بعد نوافل اجتماعاً امام ومقتدیوں کا ثبوت عہد رسالت وصحابہؓ وتابعینؒ وائمۂ مجتہدین میں نہیں ملتا، یہ صرف رواج ہے، اسے ترک کرنا چاہیے اور اس کو اجتماعاً شرعاً ثواب سمجھ کر کرنا بدعت سیئہ ہے اور اپنی طرف سے بدون ثبوت شرعی ایک چیز کا دین میں اضافہ کرنا ہے، جو شرعاً معیوب وگناہ ہے۔

ہاں ہر شخص فرادیٰ فرادیٰ خواں سنت کے بعد خواہ نفل کے، جب چاہے دعا کرے، اسے اجازت ہے۔ واللّٰه تعالٰی أعلم وعلمه أتم وأحکم (مرغوب الفتاویٰ: ۲۰۰/۲)

دعائے ثانیہ وثالثہ:

سوال: احادیث سے الفاظ دعا کو تین، یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے؛ لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جزء دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۵/۸/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ شعبان/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۵) ☆

(۱) ”عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هٰذا ما لیس فیه فهو رد“. (ردالمحتار) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علٰی صلح فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

”بأنها (أی البدعة) ما أحدث علٰی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دینًا قویمًا وصراطًا مستقیمًا، آه، فافهم“. (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

☆ نماز جمعہ کے بعد دعائے ثانیہ:

سوال: جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجو اب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر لیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے؛ لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا، جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب وشتم اور لعن وطعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں؛ بلکہ غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے۔ (”رحم اللّٰہ طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علٰی أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراءتهم: ”ألّٰلهم أنت السلام ومنک السلام إلخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علٰی ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علٰی سبیل الالتزام والدوام، حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعهم، وأیم اللّٰہ! إن هذا أمر محدث فی الدین“. (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، کراچی) (بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۳۹، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۹/۵)

فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر فاتحہ پڑھنا (دعا ثانی):

سوال: ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد دعا مانگنے کے دو طریقے دیکھے جاتے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد امام ومقتدی مل کر "اللّٰهم أنت السلام" إلخ کے ساتھ دوسری چند ادعیہ ماثورہ (مگر زیادہ طویل نہیں) مانگی جاتی ہیں، اس کے بعد سنن ونوافل مسجد میں، یا گھر جا کر پڑھ کر خود بخود دعا کر لیتے ہیں، امام ومقتدی جمع ہوکر دعا نہیں کی جاتی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد فقط "اللّٰهم أنت السلام" إلخ والی دعا مانگی جاتی ہے، پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام ومقتدی اکٹھے ہوکر الفاتحہ کہہ کر جماعت سے دعا کی جاتی ہے، اس سے مصلی کو بڑی تشویش ہوتی ہے، اس طریقہ کو (سنن کے بعد مل کر زور زور سے دعا کرنے کو) ضروری سمجھا جاتا ہے، بڑے اہتمام، التزام اور پابندیوں سے کیا جاتا ہے، کبھی بھی فوت نہ ہو، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، مذکورہ طریقہ کے ثبوت میں آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (۱) (آپ جب فارغ ہوں تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرو) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "الدعاء مخ العبادة" (دعا عبادت کا مغز ہے) پیش کرتے ہیں اور پہلے طریقہ والے کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان دونوں میں مطابق سنت کون سا طریقہ ہے، پہلا، یا دوسرا؟

الجواب

مسنون یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے، دعا بھی جماعت کے ساتھ کی جائے؛ یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور جس طرح سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں، دعا بھی الگ الگ مانگیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور مطابق سنت ہے، دوسرا طریقہ خلاف سنت بے اصل، من گھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہوکر دعا مانگنا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہؓ وتابعینؒ، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعا بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے اور پھر

---

(۱) سورة الم نشرح:۷. انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح:۳۳۷۱)/ المعجم الأوسط، من اسمه بکر (ح:۳۱۹۶)/ الدعاء للطبرانی (ح:۸) انیس

سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تو دعا بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے مسجد بنی عبدالاشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا: یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

(ابوداؤد اور ترمذی ونسائی، مشکوۃ شریف:۱۰۵)(۱)

بہرحال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اکثر وبیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام ومقتدی مل کر باجماعت دعا مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے، دعا مانگنے کے لیے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت، یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد میں سے چلے جاتے تھے۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطیل القراء ۃ فی الرکعتیں بعد المغرب، حتّٰی یتفرق أھل المسجد. (أبوداؤد: ۱/۱۹۱)(۲)

---

(۱) عن کعب بن عجرۃ : أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی المغرب فی مسجد بنی عبد الأشھل فلما صلی قام ناس یتنفلون ، فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم : علیکم بھذہ الصلاۃ فی البیوت. (المعجم الکبیر للطبرانی، عن سعد بن کعب عن أبیہ (ح: ۳۲۰)/صحیح ابن خزیمۃ، باب الأمر أن یرکع الرکعتین بعد المغرب فی البیوت (ح: ۱۲۰۱)/سنن النسائی، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت والفضل فی ذلک (ح: ۱۶۰۰)/سنن الترمذی، باب ماذکر فی الصلاۃ بعد المغرب أنہ فی البیوت (ح: ۶۰۴) انیس)

عن زید بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "صلاۃ المرء فی بیتہ أفضل من صلاتہ فی مسجدی ھٰذا، إلا المکتوبۃ". (أبوداؤد فی سننہ فی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ: ۱/۱۵۶، إمدادیۃ، رقم الحدیث: ۱۰۵۵ مختصر صحیح مسلم للمنذری ت: ألبانی، باب صلاۃ النافلۃ فی البیوت (ح: ۳۷۴) : ۱/۱۰۳، المکتب الإسلامی بیروت/الترغیب والترھیب للمنذری ت: عمارۃ، الترغیب فی صلاۃ النافلۃ فی البیوت: ۱/۲۸۰، مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی/سنن النسائی، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت (ح: ۱۵۹۹)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیوت (ح: ۴۵۰) انیس)

(۲) کتاب التطوع، باب: رکعتی المغرب أین تصلیان؟ رقم الحدیث: ۱۳۰۱، بیت الأفکار، انیس

اورحضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر نماز میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہ رہا۔ (شرح معانی الآثار:۲۰۱/۱)(۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام ومقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا یہ دستور اور طریقہ خلاف سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے؛ اس لیے کہ قبولیت عمل کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مطابق سنت ہو۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ آیت کریمہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ!

"لأن العمل إذا كان خالصًا غير صواب لم يقبل، وكذلك إذا كان صوابًا غير خالص فالخالص أن يكون لوجه الله، والصواب أن يكون على السنة". (۲)

یعنی جو عمل خالص (خاص خدا کے لیے) ہو، مگر صواب (مطابق سنت) نہ ہو تو وہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح جو عمل صواب (مطابق سنت) ہو، مگر خالص نہ ہو، وہ بھی مقبول نہیں ہوتا عمل وہی مقبول ہوتا ہے، جو خالص ہو اور صواب؛ یعنی مطابق سنت بھی ہو۔ (تفسیر کبیر:۲۴۳/۸)(العبودیۃ:۱۹-۲۰)(۳)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

"لايستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقة السنة".

(کوئی قول وعمل اور نیت ٹھیک نہیں ہوتی، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ سنت کے مطابق نہ ہو)(تلبیس ابلیس:۹)(۴)

---

(۱) "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال لى العباس رضى الله عنه: بت الليلة بآل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق فى المسجد غيره". قال أبو جعفر: فهذا يدل على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كان يتطوع فى المسجد هذا التطوع الطويل فذلك عندنا حسن إلا أن التطوع فى البيوت أفضل منه لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة"، وهذا قول أبى حنيفة وأبى يوسف ومحمد بن الحسن رحمهم الله تعالىٰ. (شرح معانى الآثار، باب التطوع فى المساجد: ۳۳۹/۱، رقم الحديث: عالم الكتب. انيس)

(۲) تفسير الرازى، قوله تعالىٰ: ﴿ليبلوكم أيكم أحسن عملا﴾ سورة الملك: ۲، المسألة السادسة: ۵۶/۳۰، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) وكل محبة لا تكون لله فهى باطلة وكل عمل لا يراد به وجه الله فهو باطل، "الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ما كان لله"، ولا يكون لله إلا ما أحبه الله ورسوله وهو المشروع. (العبودية لابن تيمية، كل عمل لا يراد به وجه الله باطل: ۱۲۰، المكتب الإسلامى بيروت. انيس)

(۴) الباب الأول فى الأمر بلزوم السنة و الجماعة، ص: ۵۷، رقم الحديث: ۱۸، دار الوطن للنشر، انيس

حضرت غوث الاعظمؒ کا ارشاد ہے:

"ولاعمل بلا إخلاص وأصابة السنة". (الفتح الربانی: ۱٤/۲)

(اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔)

حضرت احمد بن الحواریؒ فرماتے ہیں کہ!

قال أحمدبن أبی الحواری:"من عمل عملا بلا اتباع سنة ، فباطل عمله". (الاعتصام:۱۱۴/۱)(۱)

یعنی جو بھی عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد ہے:

"اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ السلام کے کرو، اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں؛ بلکہ گناہ ہے"۔(خط امام غزالیؒ بنام خاص شاگرد خود: ۷)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ!

"سعادت دارین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضا مندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد وتقویٰ، توکل وتبتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ بغیر مقبول نہیں ہے اور ذکر وفکر، ذوق وشوق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے بغیر نا قابل اعتبار ہے"۔(صلوات اللہ علیہ وسلامہ)

(مکتوب:۱۰، بنام خواجہ محمد دینار)

اور فرماتے ہیں کہ!

"سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے"۔

(مکتوب:۲۲، بنام محمد حنیف)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

بہ زہد و ورع کوش وصدق وصفا ولیکن میفزای بر مصطفیٰؐ (۲)

(ترجمہ: پرہیز گاری وپارسائی اور سچائی اور صفائی میں کوشش کر؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ پڑھ۔)

---

(۱) الإعتصام ، فصل ماجاء عن الصوفية فی البدع،الوجه الرابع من النقل ما جاء فی ذم البدع وأهلها عن الصوفية المشهورين عند الناس:أصول الطريق:انيس

(۲) بوستان سعدی،باب چهارم در تواضع،انيس

مطلب یہ کہ جیسا اور جتنا کیا ہے، ایسا اور اتنا کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید (۱)

(ترجمہ: جوشخص آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کوئی دوسری) راہ اختیار کرے گا، وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکے گا۔)

حضرت ابوالعالیہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"علیکم بالأمر الأول الذی کانوا علیه قبل أن یفترقوا". (تلبیس ابلیس: ۸) (۲)

(ترجمہ: تم پر وہ پہلا طریقہ واجب ہے کہ جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔)

حضرت امام اوزاعی ؒ فرماتے ہیں کہ!

"اصبر نفسک علٰی السنة وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا و کف عما کفوا عنه واسلک سبیل سلفک الصالح". (تلبیس ابلیس) (۳)

(ترجمہ: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قوم (جماعت صحابہ) ٹھہر گئی، تم بھی ٹھہر جاؤ۔)

جو ان بزرگوں نے فرمایا:

وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے راستہ پر چلتے رہو۔)

حضرت علامہ ابن الحاج کا فرمان ہے:

" فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا". (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۵۴) (۴)

(یعنی! ہم سلف صالحین (صحابہؓ وغیرہم) کی پیروی کرنے والے ہیں، ایجاد کرنے والے نہیں ہیں تو جہاں ہمارے سلف ٹھہر گئے، ہم بھی ٹھہر جائیں گے۔)

اسی لیے سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ آتے جاتے زور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عیدالفطر میں آہستہ پڑھتے

---

(۱) بوستان سعدی، درنیابش خداوند. انیس

(۲) تلبیس إبلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱ ، رقم الحدیث: ۱۵، دار الوطن للنشر، انیس

(۳) تلبیس إبلیس، الباب الأول، الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۳/۱، رقم الحدیث: ۱۶، دار الوطن للنشر، انیس

(۴) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها و دفنها ، انیس

ہیں کہ زور سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لیے دو اذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لیے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز وتر ہلال رمضان دیکھ کر باجماعت پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر کا چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے، اسی طرح فرائض کے بعد امام ومقتدی مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں کہ ثابت ہے اور سنن وغیرہ منفرداً پڑھ کر دعا بھی منفرداً (تنہا تنہا) مانگ لیتے ہیں کہ جماعت سے ثابت نہیں ہے، اس میں کیا خطا ہے؟

الغرض سوال میں جو دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کو امر دینی سمجھنا اور سنت کی طرح تھامے رکھنا دین میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کے مرادف ہے، جو بالکل ناجائز اور گناہ ہے، امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے عید کے روز عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے ایک آدمی کو نفل نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ نماز پڑھنے سے عذاب نہیں کرے گا (تو پھر مجھے نماز سے کیوں روکا جا رہا ہے؟) حضرت علیؓ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ کیا ہو، یا اس کی ترغیب نہ دی ہو، تیری یہ نماز اور (عبادت میں) عبث ہوگئی اور عبث کام حرام ہے؛ یعنی شاید خدا تجھ کو اس پر عذاب دے؛ اس لیے کہ تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ (مجالس الابرار، م:۲۹)(۱)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ!

''جس نے اسلام میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر سمجھا تو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خیانت اور کمی کرنے والا ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**اليوم أكملت لكم دينكم**﴾ (آج میں نے دین مکمل کر دیا)، تو جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں دین میں داخل نہیں تھا (جس کو نہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ کرنے کی ترغیب دی)، وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا، **فما لم يكن يؤمئذ دينًا فلا يكون اليوم دينًا**. (الاعتصام: ۱/۴۸)(۲)

الغرض کوئی بھی انفرادی، یا اجتماعی کام جس طرح سید الانبیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اسی طرح کرنا اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور جس قدر مشابہت بڑھتی رہے گی، اس کام کی فضیلت بڑھتی رہے گی اور اس

---

(۱) قال صاحب مجمع البحرين في شرحه: ان رجلاً يوم العيد في الجبانة أراد أن يصلي قبل صلاة العيد فنهاه علي، فقال الرجل: يا أمير المؤمنين! إني أعلم أن الله تعالىٰ لا يعذب على الصلاة، فقال علي: وإني أعلم أن الله تعالىٰ لا يثيب على فعل حتى فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يحث عليه فيكون صلاتك عبثاً والعبث حرام فلعله تعالىٰ يعذبك به وبمخالفتك برسوله''. (مجالس الابرار، المجلس التاسع عشر في بيان بدعة صلاة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها. انيس)

(۲) الاعتصام، الباب الثاني: في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، كمال الشريعة، انيس

میں کمال پیدا ہوتا رہے گا اور جتنا وہ مشابہت اور ہو بہو ہونے سے ہٹتا رہے گا، ناقص ہوتا رہے گا اور بالکل ہٹا ہوا ہوگا تو بدعت وضلالت ہوگا۔

اشراق اور چاشت کی نفلیں بہت فضیلت رکھتی ہیں؛ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا جماعت کے تنہا اپنے دولت کدہ میں یہ نفلیں پڑھی ہیں، ان کو اعلان ومظاہرہ کے ساتھ مسجد میں پڑھا جائے، یا ان کے لیے جماعت کی جائے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بدعت فرمایا ہے۔

"عن مجاهد قال: دخلت أنا وعروة بن الزبير المسجد، فإذا عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما جالس إلیٰ حجرة عائشة، وإذا ناس یصلون فی المسجد صلاة الضحی، قال: فسألناه عن صلاتهم، فقال: بدعة". (صحیح البخاری: ۲۳۸/۱)(۱)

"وأما ما صح عن ابن عمر رضی الله عنهما أنه قال فی الضحیٰ: هی بدعة، فمحمول علیٰ أن صلاتها فی المسجد والتظاهر بها کما کانوا یفعلونه بدعة". (النووی شرح مسلم: ۲۴۹/۱)(۲)

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"إن کان ولابد ففی بیوتکم". (اگر تمہیں نماز چاشت پڑھنی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو)۔ (فتح الباری: ۴۳/۳)(۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھتی ہے، ایک شخص کہتا ہے: اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اتنی بار سبحان اللہ اور اتنی بار الحمد للہ کہو، وہ لوگ کہتے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس کو سنا اور دیکھا، پھر فرمایا: میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! نہایت تاریک بدعت ہے، جس میں تم مبتلا ہو، ورنہ یہ کہو کہ تم اتنے بڑے صاحب علم ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہو، پھر ان کو مسجد سے نکال دیا۔ (مجالس الابرار، م: ۱۲۵/۱۸) (الاعتصام: ۱۶۵/۲)(۴)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب کم اعتمر النبی صلی الله علیه وسلم، ص: ۳۳۸، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، بیت الأفکار، انیس

(۲) النووی شرح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، استحباب صلاة الضحیٰ، انیس

(۳) فتح الباری، باب صلاة الضحی فی السفر: ۵۳/۳، دار المعرفة بیروت، انیس

عن مسروق قال: کنا نقرأ فی المسجد فیثبت الناس فی القراءة بعد قیام ابن مسعود ثم نقوم فنصلی للضحی، فبلغ ذلک ابن مسعود فقال: عباد الله لم تحملوا عباد الله مالم یحملهم الله، إن کنتم لا بد فاعلین ففی بیوتکم. (مصنف ابن أبی شیبة، من کان لا یصلی الضحی (ح: ۷۷۷۷) انیس)

(۴) وهذا المعنی أراد عبد الله بن مسعود لما أخبر بالجماعة الذی کانوا یجلسون بعد المغرب وفیهم رجل یقول: کبروا الله کذا وکذا وسبحوا الله کذا وکذا واحمدوا الله کذا وکذا فیفعلون فحضرهم ==

دیکھئے: ان تسبیحات کے پڑھنے میں کوئی اختلاف یا قابل مواخذہ بات نہیں ہے، مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام خلاف سنت تھا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔

اسی لیے امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ!

’’عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں، بدعت اور ناجائز ہے۔‘‘ (الاعتصام:۲۴/۱)(۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ!

’’ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو، اس کی ترغیب اور جس کا وقت مقرر نہ ہو، اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور مخالفت سنت حرام ہے‘‘۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی:۹۹/۱)

ولأن ذكر اللّٰه تعالٰى إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أوبشى دون شيء لم يكن مشروعًا حيث لم يرد الشرع به؛ لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق: ۱۵۹/۲)(۲)

اور حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ’’کسی عبادت کو خاص کر لینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا حکم نہیں ہے ممنوع ہے اور اس کو عقیدہ بنالینا حرام ہے‘‘۔

اسی لیے فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ عیدین، شب برأت اور رمضان کی آخری دس رات اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے، مگر اس کے لیے مسجدوں میں جمع ہونا مکروہ ہے؛ کیوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سے۔

ومن المندوبات إحياء ليالي العشر من رمضان وليلتي العيدين وليالي عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث، وذكرها فى الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه ويكره الاجتماع علىٰ إحياء ليلة من هذه الليالي فى المساجد. (البحر الرائق: ۵۲/۲)(۳)

== فلما سمع مايقولون قال فقال: أنا عبد اللّٰه بن مسعود فواللّٰه الذى لا إله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء أو لقد فقتم على أصحاب محمد عليه السلام علما يعنى أن ما جئتم به إما أن يكون بدعة ظلماء أو إنكم تداركتم على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له أو لتكاسلهم عنه فغلبتموهم من حيث العلم بطريق العبادة والثانى منتف فتعين الأول وهو كونه بدعة ظلماء. (مجالس الأبرار، المجلس الثامن عشر فى أقسام البدعة وأحكامها. انيس)

(۱) الإعتصام، فصل من البدع الإضافية إخراج العبادة عن حدها الشرعى. انيس

(۲) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، انيس

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انيس

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''افسوس ہزار افسوس بعضے از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر اصلا موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تہجد را بجماعت میگزارند، اطراف و جوانب درآن وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بجمعیت تمام ادا می نمایند و این عمل مکروہ است بکراہت تحریمہ''۔ (مکتوبات امام ربانی: ۱/۱۴۴، مکتوب: ۱۳۱)

(ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعات کا دوسرے بزرگوں کے سلسلوں میں بالکل وجود نہیں ہے، اس عظیم الشان طریقہ (نقشبندیہ) میں پیدا کردی گئی ہیں اور نماز تہجد جماعت سے پڑھتے ہیں، اس وقت آس پاس کے لوگ جمع ہو کر تہجد ادا کرتے ہیں اور بڑی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی''۔

دیکھئے! نماز تہجد اکیلے پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنے کا دستور بنالیا گیا تو امام ربانی نے سخت ممانعت فرمائی اور اس کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا۔

سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے آیت قرآنی ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (۱) اور مذکورہ حدیث (الدعاء مخ العبادة) پیش کرنا جہالت کی دلیل ہے، نماز کے بعد دعا کا کون منکر ہے؟ سوال تو سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے متعلق ہے، اس کے لیے آیت قرآنی اور حدیث صحیح تو درکنار، حدیث ضعیف بھی پیش نہیں کر سکتے، اگر آیت مذکورہ سنن کے بعد دعا اجتماعی کے متعلق ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرائض ادا کر کے حجرۂ مبارکہ میں کیوں تشریف لے جاتے تھے؟

ایسے بے اصل اور بلا دلیل خلاف سنت طریقہ کو اسلامی عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کی علامت اور شعار بنالینا اور نہ کرنے والے کو منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج بتلانا کہاں کی شریعت اور کہاں کی سنت اور کہاں کا انصاف ہے؟

بیشک یہ وہی زمانہ آگیا ہے، جس کی پیشن گوئی تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی ہو چکی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا، جب کہ شائع شدہ بدعت کو سنت ٹھہرالیا جائے گا، اگر تم اس میں تغیر کروگے تو کہیں گے کہ سنت میں تغیر کر رہے ہو، تمہیں منکر سنت کے نام سے مشہور کریں گے۔

(۱) حدیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں آئی ہیں اور ثابت ہیں۔

(۲) اور گھر سے نکلتے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں۔

(۳) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا۔

---

(۱) سورة الم نشرح: ۷. انیس

(۲) سنن الترمذی عن أنس بن مالک رضی الله عنه، باب ماجاء فی فضل الدعاء (ح: ۳۳۷۱) انیس

(۴)　کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھنے کی دعا۔

(۵)　صبح اور شام پڑھنے کی دعا۔

(۶)　وضو سے پہلے اور بعد میں اور درمیان میں پڑھنے کی دعا

(۷)　چاند دیکھنے اور چاند وسورج گرہن کی دعا۔

(۸)　کپڑے پہننے کی دعا۔

(۹)　سفر میں جاتے وقت اور واپس آتے وقت کی دعا۔

(۱۰)　وداع کرنے کی دعا۔

مبارک بادی، تیمارداری، ماتم پرستی اور حد یہ ہے کہ جماع سے پہلے اور جماع کے بعد اور بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد پڑھنے کی دعائیں بھی آئی ہیں۔

الحاصل صبح سے شام تک سینکڑوں دعائیں پڑھنی مسنون ہیں، انہیں کوئی نہیں پڑھتا، کسی کو یاد بھی نہیں ہیں اور اس کی کسی کو فکر بھی نہیں ہے، فکر ہے تو بدعت کی یا مسنون دعائیں چھوڑ کر غیر مسنون، غیر ثابت اور خلاف سنت امور کرنے کرانے اور انہیں قائم رکھنے کی جان توڑ کوشش کی جاتی ہے، افسوس یہ وہی زمانہ آ گیا ہے، جس کی پیشن گوئی حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے:

”**لایأتی علی الناس زمان إلا أماتوا فیه سنة و أحیوا بدعة**“.(غنیة الطالبین:۵۸)(۱)

یعنی!　ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ سنت طریقے کو نیست ونابود کردیں گے اور بدعت کو زندہ اور جاری کریں گے۔

رخصت کرنے کے وقت جس طرح نہایت ضروری اور اہم نصیحتیں کی جاتی ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامت کو نصیحتیں فرمائیں، ان میں سب سے زیادہ اہم وصیت یہ ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”میرے بعد بہت کچھ اختلافات نہ رونما ہوں گے، پس تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو، اس کو دانتوں اور کونچلیوں سے پکڑلو، نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں، پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو؛ کیوں کہ ہر ایجاد فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے“۔ (مشکوٰۃ شریف:۳۰، باب الاعتصام)(۲)

---

(۱)　غنیة الطالبین،فصل فی بیان مقالة الفرق الضالة عن طریق الهدیٰ:۱/۱۷۴،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس
عن ابن عباس قال: لا یأتی علی الناس زمان إلا أحدثوا فیه بدعة و أماتوا فیه سنة حتی تحیا البدع وتموت السنن.(الإبانة الکبریٰ لابن بطة،باب ما أمر به من التمسک بالسنة والجماعة (ح:۲۲۵)انیس)

(۲)　عن العرباض بن ساریة قال:وعظنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوماً بعد صلاة الغداة　==

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے سلف صالحین کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے، جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، خواہ وہ کتنا ہی معمولی فعل معلوم ہوتا ہو۔ مثلاً:

''حضرت عمارہ بن روبیہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بددعا فرمائی کہ خدا خراب کرے، ان دونوں چھوٹے چھوٹے نکمے ہاتھوں کو، پھر فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خطبہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، حضرت عمارہ نے انگشت شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کیا کرتے تھے؛ یعنی! ہاتھوں کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ ضرورت ہوتی تھی تو انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے''۔ (ترمذی شریف:۱/۶۸)(۱)

''حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے، اس سے احتیاط برتو، بدعت کے پاس بھی مت جاؤ، صحابہ میں سے کسی کو بھی بدعت سے زیادہ دوسری کسی چیز سے بغض رکھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا''۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (ترمذی شریف:۱/۳۳)(۲)

== موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا رسول الله؟ قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد حبشي فإنه من يعش منكم يرى إختلافاً كثيراً وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الأخذ بالسنة وإجتناب المحدثات (ح:۲۶۷۶) انيس)

(۱) عن حصين قال: سمعت عمارة بن روبية وبشر بن مروان يخطب فرفع يديه في الدعاء فقال عمارة: قبح الله هاتين اليدين القصيرتين، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يزيد على أن يقول هكذا وأشار هشيم بالسبابة. (سنن الترمذي، باب ماجاء في كراهية رفع الأيدي على المنبر (ح:۵۱۵) انيس)

(۲) عن ابن عبدالله بن مغفل قال: سمعني أبي وأنا في الصلاة أقول: بسم الله الرحمن الرحيم، فقال لي: أي بني محدث إياك والحدث، قال: ولم أر أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أبغض إليه الحدث في الإسلام يعني منه، وقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر ومع عمر ومع عثمان فلم أسمع أحداً منهم يقولها إذا أنت صليت فقل: الحمد لله رب العالمين. (سنن الترمذي، باب ماجاء في ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم (ح:۲۴۴) انيس)

عن يزيد بن عبد الله بن مغفل عن أبيه رضي الله عنه أنه صلى خلف إمام جهر ببسم الله الرحمن الرحيم فقال له: أغن عني كلماتك فإني قد صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم أسمعها من أحد منهم. (الآثار لأبي يوسف، باب افتتاح الصلاة (ح:۱۰۷)

حضرت امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھیک آئی، اس نے کہا:
''الحمد للّٰہ و السلام علیٰ رسول اللّٰہ''
حضرت عبداللہ نے فوراًٹوکا، ''والسلام علی رسول اللّٰہ'' کی زیادتی کوناپسندفرمایااورارشادفرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھنے کی تعلیم نہیں دی، آپ نے (صرف) ''الحمد للّٰہ علی کل حال'' پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔(۱)

حضرت ابو مالک الاشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا یہ حضرات نماز صبح میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ ''بیٹا'' بدعت ہے۔(ترمذی شریف:۱/۵۳)(نسائی شریف:۱/۱۳۲)(۲)

(فتاویٰ رحیمیہ:۱/۲۱۵-۲۲۵)

ایک بنیادی نکتہ جوکبھی فراموش نہ ہونا چاہیے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارحق ہیں، ان کے جذبات ورجحانات صراط مستقیم کے مقدس نشانات اور دین کامل کی عملی تصویریں ہیں؛ کیوں کہ دین حق کے بانی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے کلام پاک میں شہادت دی ہے کہ یہی ہیں راہ راست پر ﴿اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُونَ﴾(سورہ حجرات:۷)، یہی ہیں وہ پاک نفوس کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت کوٹ کوٹ کربھردی ہے، ایمان کوان کے دلوں میں سجادیا ہے، کفرفسق اورمعیصت سے بہت سخت اورشدیدنفرت ان کے اندر پیدا کردی ہے۔(سورہ حجرات، ع:۱)(۳) پرہیزگاری پران کو پختہ کردیا ہے، کلمہ تقوی ان کے لیے لازم کردیا ہے اوران پر چپکادیا ہے، یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے سب سے زیادہ مستحق اوراس کے پورے اہل ہیں۔(سورہ فتح، ع:۳)(۴)

---

(۱) عن نافع أن رجلاً عطس إلی جنب ابن عمر فقال: الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، ولیس ھکذا علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، علمنا أن نقول: الحمد للّٰہ علی کل حال. (سنن الترمذی، باب مایقول العاطس إذا عطس (ح:۲۷۳۸)انیس)

(۲) عن أبی مالک الأشجعی قال: قلت لأبی: یا أبة! إنک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر وعثمان وعلی بن أبی طالب ھاھنا بالکوفة نحوا من خمس سنین أکانوا یقنتون؟ قال: أی بنی محدث. (سنن الترمذی، باب فی ترک القنوت (ح:۴۰۲)/سنن النسائی، ترک القنوت (ح:۱۰۸۰)انیس)

(۳) ﴿وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ إِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾. (سورة الحجرات:۷)

(۴) ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ (سورة الفتح:۲۶، انیس)

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شہادت کس کی ہوسکتی ہے۔ان شہادتوں کا بار بار مطالعہ کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جب یہ اکابر خلاف سنت معمولی سی بات کو بھی بدعت فرمادیتے ہیں اور بدعت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتے تو ایک صاحب ایمان کے لیے کہاں گنجائش نکلتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو اختیار کرے اور اس کو وظیفہ عمل بنالے (معاذ اللہ)؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدعت سے نفرت حب صحابہ کی علامت ہوگی اور جس قدر صحابہ کرام سے زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ بدعت سے نفرت ہوگی،حق تعالیٰ اپنے حبیب کے وسیلے سے ہمیں اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطا فرمائے۔(آمین)

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وآله و أصحابه أجمعین. (فتاویٰ رحیمیہ:۱/۲۲۵-۲۲۶)

دعا ثانی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے:

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں موریشش (MAURITIUS) میں بہت سی مساجد میں تقریبا سوا سو سال سے نمازوں کے بعد دعا ثانی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بالالتزام فاتحہ پڑھنے کا دستور چلا آرہا ہے،ایک ایسی ہی مسجد میں ایک نوجوان عالم کو امام مقرر کیا گیا اور ان کے ساتھ یہ شرط لگادی گئی کہ وہ دعا ثانی کریں گے، چھ ماہ تک وہ اس شرط پر عمل پیرا رہے،اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا،لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس پر عمل کرتے آرہے ہیں، پھر یہ کیوں کر بدعت ہوسکتا ہے؟اور امام کو دعا ثانی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں،امام صاحب ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں،متولی حیران وپریشان ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف رونما ہوجائے گا اور آپس میں جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوگا؛اس لیے متولی کی رائے یہ ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے آپس میں پھوٹ اور ختلاف مت ڈالو اور پہلے سے دعا ثانی کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس پر عمل کرتے رہو،نجات کا دارومدار اسلام کے پانچ ارکان پر ہے، دعا ثانی کرنے نہ کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب! آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے،ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے؛ تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی حق بجانب ہے؟اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آرہے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:

بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سوسوا سو سال سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہوگا اور نماز

جنازہ سے فارغ ہوکر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا، مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاءُ هُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾ (سورة البقرة: ١٧٠)

(یعنی: اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا، اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں)؛ بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔)

(۲) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾ (سورة المائدة: ١٠٤)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں، ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔)

(۳) ﴿وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة الأعراف: ٧٠)

(یعنی: مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں: کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، ان کو چھوڑ دیں۔)

(۴) ﴿أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾ (سورة يونس: ٧٨)

(یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۵) ﴿اَتَنْهَانَا أَنْ نَّعْبُدَ مَايَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة هود: ٦٢)

(یعنی: حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو، جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۶) ﴿أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا﴾ (سورة هود: ٨٧)

(یعنی: حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں، جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔)

(۷) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا﴾ (سورة لقمان: ٢١)

(یعنی: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع کریں گے، جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

(۸) ﴿بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ الزخرف: ۲۲)

(یعنی: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

(۹) ﴿وَكَذٰلِكَ...اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ الزخرف: ۲۳)

(یعنی: اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انھیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔)

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولوالاٴ مر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُولوالا مر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين تمسكوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثةٍ بدعة وكل بدعة ضلالة“. (أبوداؤد: ۲/۲۸۷، سنن الترمذی: ۲/۹۲، سنن ابن ماجة: ۵، مشكاة المصابيح: ۳۰)(۱)

(یعنی: میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشد کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑلو، جو نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی، ان سے احتراز کرو؛ اس لیے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے، وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے بیت الخلا میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے تو سنن ونوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے

---

(۱) سنن الدارمی، باب اتباع السنة (ح: ۹۶)/سنن ابن ماجة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين (ح: ۴۲)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع (ح: ۲۶۷۶)/مسند البزار، مسند العرباض بن سارية (ح: ۴۲۰۱)/مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث العرباض بن ساريه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم: ۲۸/۳۷۵ (ح: ۱۷۱۴۵) مؤسسة الرسالة، انیس

فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے، سب کا مسجد میں واپس آکر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے سنن ونوفل ادا فرمائی ہیں؛ مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو، یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہوجاتے تھے، چناں چہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔

"**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراء ة في الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق أهل المسجد**". (أبوداؤد: ۱/۱۹۱) (۱)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا، آپ عشا کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے، حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار: ۱/۲۰۱) (۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں؛ اس لیے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے، جو خاص ہونے کے ساتھ صواب؛ یعنی سنت کے موافق بھی ہو، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"**لايستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقه السنة**". (تلبيس إبليس: ۹) (۳)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

"**ولاعمل بلا إخلاص وإصابة السنة**". (الفتح الرباني: ۱٤، مجلس: ۲)

(یعنی: کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا۔)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**من عمل عملاً بلا إتباع سنة فعمله باطل**". (كتاب الاعتصام: ۱/۱۱٤)

(یعنی: جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا۔)

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب التطوع، باب: ركعتي المغرب أين تصليان؟ حديث نمبر: ۱۳۰۱، بيت الأفكار، انيس

(۲) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال لي العباس رضي الله عنه: بت الليلة بآل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى بعدها حتى لم يبق في المسجد غيره". (شرح معاني الآثار، باب التطوع في المساجد: ۱/۳۳۹، رقم الحديث: عالم الكتب. انيس)

(۳) تلبيس إبليس، الباب الأول، في الأمر بلزوم السنة والجماعة: ۵۷، رقم الحديث: ۱۸، دارالوطن للنشر، انيس

مولانا! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری ہے؛ اس لیے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح مسئلہ کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کر کے فتویٰ سنایا جائے، بار بار سنایا جائے، اور حکمت عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے جب امام اور متولی اسے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بتلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لیے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سوا سو سال تو ہو چکے خدارا سنت کی قدر پہچانئے اور بدعت کی نحوست کو سمجھئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ——— کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا ——— تواں رفت جز بر پئی مصطفیٰ (۱)

ترجمہ: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔

اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق وصفا ——— ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ (۲)

لہٰذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے، حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے، (۳) کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی۔

نیز حدیث میں ہے:

”من أحیا سنتی فقد أحبنی و من أحبنی کان معی فی الجنة“. لیے (ترمذی شریف:۹۲/۲)(۴)

(یعنی: جس نے میری سنت کو زندہ کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

نیز حدیث میں ہے:

”من حفظ سنتی أکرمه الله بأربع خصال: المحبة فی قلوب البررة، والهیبة فی قلوب الفجرة والسعة فی الرزق، والثقة فی الدین“. (شرح شرعة الإسلام:۸، سید علی زاده) (۵)

(جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا: (۱) پاکباز لوگوں (بزرگوں) کے

(۱) بوستان سعدی، درنیایش خداوند. انیس

(۲) بوستان سعدی، باب چهارم در تواضع، انیس

(۳) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: المتمسک بسنتی عند فساد أمتی له أجر شهید. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح:٥٤١٤) انیس)

(۴) سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذبالسنة واجتناب البدع (ح:٢٦٧٨) بیت الأفکار، انیس

(۵) شرح شرعة الإسلام، الفصل الأول فی التحریض الحث علیٰ اتباع سنة سید المرسلین، انیس

دلوں میں اس کی محبت ڈالدے گا (۲) بدکار (بدمعاش) لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا کردے گا (۳) روزی میں وسعت پیدا فرمادے گا (۴) اور دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔)

امام زہری کا مقولہ ہے:

"**الاعتصام بالسنة نجاة**". (۱) (یعنی: سنت کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے۔)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"**إن السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق**". (۲)

(یعنی: سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (وہ گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گرگیا۔)

خدا تعالیٰ سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور طریقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ (آمین یارب العالمین) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸۳/۶-۱۹۰)

فرض نماز کے بعد امام کے لیے جلد اٹھنے کا حکم:

سوال: جن نمازوں کے بعد سنن ہیں، امام کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

پنج وقتہ نمازوں میں سے بعض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرائض سے فراغت کے بعد امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ فوراً کھڑے ہوکر کچھ تقدیم وتاخیر کرکے باقی سنتیں ادا کرے، طویل ادعیہ میں مشغول ہونا خلاف اولیٰ ہے۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء: وفي الحجة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. (الفتاویٰ التاتارخانية، الفصل الثالث في بيان مايفعله المصلي في صلاته بعد الافتتاح: ۵۵۷/۱) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۰۸/۳)

نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

"**عن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: "الصلاة مثنٰى مثنٰى تشهد**

(۱) سنن الدارمي، باب إتباع السنة (ح: ۹۷) انیس

(۲) مجموع فتاویٰ ابن تيمية، أصول العلة واستعمالها: ۱۳۷/۴، مجمع الملك فهد. انیس

(۳) وفي الهندية: وفي الحجة: الامام إذا فرغ من الظهر والمغرب و العشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة". (الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، إلخ: ۷۷/۱) (كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، انیس)

فی کل رکعتین وتخشّع وتضرع وتمسکن وتذرع،وتقنع یدیک ،یقول:ترفعھا إلیٰ ربک،مستقبلا ببطونھما وجھک،وتقول:یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا". (سنن الترمذی: ۱/ ۵۰،باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰۃ)(۱)

(حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: "نماز دو رکعت ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے اور خشوع اور عاجزی اور مسکینی ہے اور دونوں ہاتھوں کا اپنے رب کی طرف اٹھانا اس حالت میں کہ تم کہو یاربِّ یاربِّ (اے میرے رب اے میرے رب) اور جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ایسا ویسا ہے"۔)

ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدری میں ہے:

"وھٰذا یثبت الدعاء بعد الصلاۃ برفع یدیہ کما ھو المحمول وإنکار الجھلۃ علیہ مردود". (الکوکب الدری: ۱/۱۷۱)

(اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، یہی معمول ہے اور اس پر جہلا کا انکار مردود ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس نماز کے بعد دعا کرنا اور مختلف دعاؤں کا آپ سے منقول ہونا، احادیث کی روشنی میں:

(۱) عن وراد...قال أملی علی المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللّٰہ عنہ فی کتاب إلیٰ معاویۃ أن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ:" لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھوعلیٰ کل شیء قدیر،اللّٰھم لا مانع لما أعطیت ولامعطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد". (صحیح البخاری: ۱/ ۱۱۷)(أبوداؤد: ۱/۲۱۸)،باب مایقول الرجل إذا سلم) (مشکاۃ المصابیح:۸۸)(بلوغ المرام:۳۷)(۲)

(حضرت وراد سے روایت ہے......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد" لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھوعلیٰ کل شیء قدیر، اللّٰھم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد" پڑھتے تھے۔)

(۲) عن أم سلمۃ رضی اللّٰہ عنھاأن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول:إذا صلّی

---

(۱) سنن الترمذی،أبواب الصلاۃ (ح:۳۸۵) انیس

(۲) صحیح البخاری،باب الذکر بعد الصلاۃ (ح: ۸۴۴)/باب الدعاء بعد الصلاۃ (ح: ۶۳۳۰)/مشکاۃ المصابیح،الفصل الأول (ح: ۹۶۲)/بلوغ المرام من أدلۃ الأحکام،لا إلہ إلا اللّٰہ وحدی لا شریک لہ لہ الملک (ح:۳۱۹): ۱/۹۴،دارالفلق الریاض.انیس

الصبح حين يسلم" اللّٰهم إنی أسئلک علمًا نافعًا ورزقاً طيباً وعملاً متقبلاً". (رواه أحمد وابن ماجة،قال فی النيل: ورجاله ثقات)(إعلاء السنن:۳/۲۰۲-۲۰۳)(۱)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سلام پھیر کر یہ دعا کرتے" اللّٰهم إنی أسئلک علمًا نافعًا ورزقاً طيبًا وعملاً متقبلاً" اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

(۳) "عن عائشة رضی الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول:" اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم". (مشكاة المصابيح:۸۸،باب الذكر بعد الصلوٰة)(۲)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذا الجلال والإكرم" کی مقدار بیٹھتے تھے۔)

(۴) عن ثوبان رضی الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر الله ثلاثًا وقال:" اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارک ياذاالجلال و الإكرام". (رواه مسلم)(بلوغ المرام:۳۷،باب صفة الصلوٰة)(۳)

(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا مانگتے:"اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والإكرم".)

(۵) عن سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ منهن دبر الصلاة:"اللّٰهم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک من البخل وأعوذ بک من أن أرد إلىٰ أرذل العمر،وأعوذ بک من فتنة الدنيا،وعذاب القبر". (رواه البخاری(بلوغ المرام:۳۷)(۴)

(حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پناہ

---

(۱) مسند الإمام أحمد،حديث أم سلمة زوج النبی صلى الله عليه وسلم (ح: ٢٦٥٢١)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعد التسليم (ح: ٩٢٥)/نيل الأوطار،باب فی الدعاء والذكر بعد الصلاة (ح:٨٠٨)٢/٢٥٧-٢٥٨، دارالحديث مصر. انيس

(۲) مشكاة المصابيح،الفصل الأول (ح:٩٦٠)/سنن ابن ماجة،باب مايقال بعدالتسليم (ح:٩٢٤) انيس

(۳) مسند الإمام أحمد،من حديث ثوبان (ح:٢٢٣٦٥)/الصحيح لمسلم،باب استحباب الذكر بعدالصلاة (ح:٥٩١)/سنن الترمذی،باب مايقول إذا سلم (ح:٣٠٠)/بلوغ المرام (ح:٣٢١):٩٥/١،دارالفلق. انيس

(۴) صحيح البخاری ،كتاب الدعوات،باب: مايتعوذ من الجبن :٢٣/٤ (ح:٢٨٢٢) دارطوق النجاة/سنن الترمذی،باب ماجاء فی دعاء النبی صلى الله عليه وسلم (ح:٣٥٦٧)/بلوغ المرام (ح:٣٢٠)انيس

مانگتے تھے: ”اللّٰھم إنی أعوذ بک من الجبن وأعوذ بک من البخل وأعوذ بک من أن أرد إلٰی أرذل العمر وأعوذ بک من فتنة الدنیا وعذاب القبر“.)

(۶)　”عن علی رضی اللّٰہ عنه قال: کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا سلم من الصلٰوة قال: ”اللّٰھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر لا إلٰه إلا أنت“. (أبوداؤد: ۲۱۹/۱، باب مایقول إذا سلم)(۱)

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم والمؤخر لا إلٰه إلا أنت“.)

(۷)　أخرج الحافظ أبوبکربن أبی شیبة فی مصنفه عن الأسود بن العامری عن أبیه قال: صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الفجرفلما سلم انحرف ورفع یدیه دعا. (بحواله مسلک السادات إلٰی سبیل الدعوات. (إمداد الفتاویٰ: ۷۹۸/۱) نیز، النفائس المرغوبة تحت تصویب قاضی رحمت اللّٰہ محدث راندیری: ۳٤)(۲)

(اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ مڑ گئے اور آپ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی۔)

(۸)　حدثنا محمد بن یحیی الأسلمی قال: رأیت عبد اللّٰہ بن الزبیر رأی رجلا رافعًا یدیه یدعو قبل أن یفرغ من صلٰوته، فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یکن یرفع حتٰی یفرغ من صلٰوته. (أخرجه ابن أبی شیبة، ورجاله ثقات، قاله الحافظ السیوطی فی رسالته ”فیض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین بالدعاء“ کذا فی رسالة رفع الیدین فی الدعاء لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی الیمانی) (إعلاء السنن: ۲۰۲/۳)(۳)

(محمد بن یحیی اسلمی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

---

(۱)　سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب: مایقول الرجل إذا سلم، ص: ۱۸۰، رقم الحدیث: ۱۵۰۹، بیت الأفکار، انیس

(۲)　مصنف ابن أبی شیبة، من کان یستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (ح: ۳۰۹۳) انیس

(۳)　إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة، بیان مایقرأ إذا فرغ من الصلاة، رقم الحدیث: ۹۲۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، باکستان، انیس

ان احادیث سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے،اس میں کسی طالب حق کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہونی چاہیے اور انہی احادیث سے بطریقۂ اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے تو صحابہ یقیناً اس دعا میں آپ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے؛اس لیے مقام غور ہے کہ اگر کوئی مرشد کامل کسی مجلس میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں تو کیا مریدین مرشد کی موافقت نہیں کریں گے؟ اگر استاذ درس میں اتفاقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو کیا درس میں حاضر باش طلبا استاذ کا منہ تکتے رہیں گے؟ اور دعا میں شرکت نہیں کریں گے؟ کیا یہ تسلم کیا جا سکتا ہے؟ تو جب یہ مسلم ہے کہ یقیناً مریدین اور طلبہ ضرور بالضرور مرشد اور استاذ کی اتباع میں ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کریں گے تو رسول مقبول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو مجسم اطاعت اور جذبۂ اتباع سے سرشار تھے (جنکی اطاعت اور اتباع کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے)،وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھتے رہے ہوں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل نہ کی ہو،نہ یہ سمجھ میں آتا ہے اور نہ یہ تسلم کیا جا سکتا ہے، یقیناً ضرور بالضرور صحابہؓ نے موافقت کی ہوگی اور اس سعادت کے حصول سے مجتنب نہ رہے ہوں گے اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے ،حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے:

"قال يحيى بن سعيد سمعت أنس بن مالك رضى الله عنه قال:أتى رجل أعرابى من أهل البدو إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة،فقال: يارسول الله ! هلكت الماشية، هلكت العيال هلك الناس،فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه: يدعو،ورفع الناس أيديهم معه يدعون" إلخ. (البخارى: ١٤٠/١)(١)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہوگئے،عیاں ہلاک ہوگئے،لوگ ہلاک ہوگئے،پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کو اٹھا کر دعا فرمائی اور تمام لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا مانگی۔)

ملاحظہ فرمایئے اس حدیث میں صراحۃً ذکر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں شرکت فرمائی،لہذا یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا

---

(۱) صحيح البخارى، كتاب الاستسقاء، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام فى الاستسقاء (ح: ١٠٢٩)/ مستخرج أبى عوانة، باب بيان دعاء الذى دعاه النبى صلى الله عليه وسل (ح: ٢٤٩٧) انيس

فرماتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ضرور شرکت فرماتے تھے یہی اجتماعی دعا ہے اور اجتماعی دعا کے ثبوت کے لیے ان شاء اللہ یہی کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے بعد تابعین پھر ان کے بعد تبع تابعین پھر ان کے بعد اسلاف عظام اور علما اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، سوائے شرذمہ قلیلہ کے کوئی اس کا منکر نہیں، امت کا یہ توارث اور تعامل بھی اس کے ثبوت کے لیے قوی دلیل ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ توارث کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اتفاق سلف وتوارث ایشاں اصل عظیم است در فقہ''۔(ازالۃ الخفاء، مطبع بریلی:۵۸)

(سلف کا اتفاق اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔)

اس واضح ثبوت کے بعد بھی ثبوت کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ایک بے وقوف خادم نے اپنے آقا سے کہا تھا ایک خادم بڑا کوتاہ فہم اور بے ڈھنگا تھا اس کی بے وقوفی اور بے عقلی سے تنگ آ کر آقا نے ایک فہرست بنا کر اسے دے رکھی تھی کہ اس میں جو جو کام لکھے ہوئے ہیں انہیں کیا کر، ایک مرتبہ آقا اور غلام گھوڑے پر سفر کر رہے تھے راستہ میں آقا کی شال گر گئی، آقا نے اگلی منزل پر دیکھا کہ شال نہیں ہے تو خادم نے کہا وہ تو بہت دور گر گئی ہے آقا نے کہا: اٹھائی کیوں نہیں؟ یا مجھے کیوں نہیں کہا؟ خادم نے وہ فہرست دکھلا دی اور کہا کہ بتلاؤ اس میں کہاں لکھا ہے کہ ''شال گر جائے تو اٹھا لینا یا کہہ دینا'' یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے، جو اس واضح ثبوت کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ایسی حدیث دکھاؤ جس میں صراحتاً اجتماعی دعا کا تذکرہ ہو، کیا مندرجہ بالا احادیث اور ان سے ثابت ہونے والا مضمون کافی نہیں ہے؟ ان شاء اللہ یقیناً کافی ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ پوری امت کا اسی پر عمل ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے، فقہاء کرام وہ حضرات ہیں جو بقول امام ترمذی اعلم بمعانی الحدیث ہیں، اللہ نے ان کو فقہ فی الدین کی دولت سے نوازا ہے۔ قرآن وحدیث میں فقہ فی الدین کی تعریف فرمائی گئی ہے، حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

''فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثرفإن الأكثرين منهم إنماكدهم الروايات و جمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى أكثره موضوع أومقلوب لايراعون المتون ولايتفهمون المعانى ولايستنبطون سرها ولايستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولايعلمون أنهم عن مبلغ ماأوتوه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم آثمون''. (الأنصاب مع ترجمة كشاف:۵۳)(۱)

(طبقہ اہل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش روایتوں کا بیان کرنا اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور غریب اور شاذ

---

(۱) الأنصاب،

کو اس حدیث سے تلاش کرنا ہے جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کریں اور نہ معانی کو سمجھیں اور نہ ان کے راز کو استنباط کریں اور نہ ان کے دفینہ اور رفقہ کو نکالیں اور بعض اوقات فقہا پر عیب لگاویں اور طعن سے ان کو برا کہیں اور ان پر مخالفت سنت کا دعویٰ کریں اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہا کو دیا گیا ہے وہ خود اس سے قاصر ہیں اور فقہا کو برا کہنے سے گنہ گار ہوتے ہیں۔)

یہ ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ کی علمی جلالت شان۔ جب محدثین اور فقہا یہی بات لکھ رہے ہیں تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات نے بلاثبوت ہی یہ لکھ دیا ہوگا، یقیناً ثبوت ہے جب ہی لکھا ہے، اب بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہو!

محدث جلیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"والمختار أن الإمام والمأموم يخفيان الذكر إلّا إن أحتيج إلى التعليم". (فتح الباری: ۲۶۹/۲)(۱)

(مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کی تعلیم کی ضرورت ہو تو (سیکھنے تک) جہراً دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔)

الکوکب الدری شرح ترمذی میں ہے:

"بل لابد من إتيان الدعاء مستقلا علٰى حدة فيعزر تارك الدعوات بعد الصلوات ولايعذر علٰى تركها". (الكوكب الدرى: ۲۹۱/۲)(۲)

(بلکہ اس وقت ضروری ہوجاتا ہے کہ مستقلا الگ دعا کی جاتی رہے؛ اسی لیے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔)

حاشیہ میں ہے:

وفى شرح شرعة الإسلام: ويغتنم الدعاء بعد المكتوب فإنه مستجاب بالحديث، وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم فى حديث رواه ابن عباس: "من لم يفعل ذلك فهو خداج". أى من لم يدع بعد الصلاة رافعًا يديه إلٰى ربه مستقبلاً ببطونها إلٰى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلا: يارب يارب، فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه، كذاحقق فى التنوير.

وروى أنه كان للحسن البصرى جار يحتطب علٰى ظهره فكان إذا سلم الإمام خرج من المسجد سريعاً فقال له الحسن يومًا: يا هٰذا لِمَ لم تجلس ساعة؟ إن لم تكن لك حاجة فى الآخرة، فلاحاجة لك فى الدنيا، قف بعد الصلاة، وادع الله واسئله حمولة تحمل علٰى ظهرها، ذكره فى الخلاصة. (حاشية على الكوكب الدرى: ۲۹۱/۲)

---

(۱) فتح البارى، باب الذكر بعد الصلاة: ۳۲۶/۲، دارالمعرفة بيروت. انيس

(۲) الكوكب الدرى،

(شرح شرعۃ الاسلام میں ہے فرض نماز کے بعد دعا کرنے کو غنیمت سمجھے اس لیے یہ دعا مقبول ہوتی ہے حدیث کی بنا پر تحقیق کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس کو حضرت عبد اللہ بن عباس بن عباسؓ نے روایت کی ہے فرمایا ہے:" **من لم یفعل...**"، جس نے ایسا نہیں کیا، وہ ناقص ہے۔ (الحدیث)

یعنی جس نے اپنے رب کے سامنے اپنے ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف کر کے دعا نہ کی اور یارب رب کہہ کر اپنی حاجات اللہ سے نہ مانگے تو نماز کے جو افعال اس نے ادا کئے ہیں وہ حق سبحانہ کے نزدیک بالکل ہیچ ہیں ایسا ہی تنویر میں ہے اور مروی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا، لکڑی کا بوجھ اپنی پیٹھ پر ڈھویا کرتا تھا، امام جب سلام پھیرتا تو وہ شخص تیزی کے ساتھ مسجد سے نکل جاتا تھا ایک روز حضرت حسن بصریؒ نے اس سے فرمایا اے شخص تھوڑی دیر کیوں نہیں بیٹھ جاتا اگر تجھے اخروی ضرورت نہیں ہے تو کیا دنیوی حاجات بھی نہیں ہیں دعا کیا کر اور اس سے بار برداری کا جانور مانگ کہ ان کی پیٹھ پر بوجھ اٹھایا کرے، یہ خلاصہ میں مذکور ہے۔)

غور کیجئے! اسلاف میں یہ طریقہ رائج تھا کہ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے (جس سے اجتماعی صورت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے) جب ہی تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے پڑوسی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیے فرمایا، اگر دعا کا طریقہ رائج نہ ہوتا تو آپ ہرگز اسے دعا کی ترغیب نہ دیتے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشاد ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا "**أی الدعاء أسمع**" کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**جوف اللیل الآخر دبر الصلوت المکتوبات**" (۱) رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا (یہ حدیث اسی جواب میں پہلے نقل کی جا چکی ہے) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب اعلاء السنن مولانا ظفر احمد تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: عن أبی أمامة، إلخ، قلت: فیه إثبات الدعاء بعد الصلاة، فاندحض به ماأورده ابن القیم أن الدعاء بعد السلام من الصلاة مستقبل القبلة أو المأمومین، فلم یکن ذلک من هدیه صلی اللّٰه علیه و سلم أصلاً، ولا روی عنه بإسناد صحیح، ولا حسن، آه. (زاد المعاد: ٦٧/١) (۲)

(یعنی: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت ہوتا ہے، لہٰذا جو بات علامہ ابن قیمؒ نے کہی ہے، سلام کے بعد قبلہ رخ ہو کر یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ نہیں ہے، یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور نہ سند صحیح کے ساتھ۔)

---

(۱) سنن الترمذی، باب (ح: ٣٤٩٩) انیس

(۲) زاد المعاد، فصل فی کیفیة جلوسه وأشارته فی التشهد/ إعلاء السنن، بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلاة: ١٩٤/٣، إدارة القرآن والشئون الإسلامیة کراتشی. انیس

قلت: قد ثبت ذلک عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم قولاً وفعلاً فهٰذاحدیث أبی أمامة فیه إرشاد الإمامة بالدعاء بعد الصلوات المکتوبات. (إعلاء السنن: ۱۹۹/۳) (۱)

اس حدیث سے علامہ ابن قیمؒ کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے، میں کہتا ہوں نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا قولا اور فعلا ثابت ہے اوراس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے۔ پس صلحا کا جو معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں بے اصل نہ ہوا۔

حضرت ابوامامہ کی مذکورہ حدیث اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث (جس کا ذکر اس جواب میں پہلے آیا ہے) ان دونوں حدیثوں کو مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب "**دلیل الطالب علٰی أرجح المطالب**" میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"وایں ہر دو حدیث دلالت وارد برآں کہ دعا بعد فریضہ می باید" یہ دونوں حدیثیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب: ص۳۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ مسنونیت ہر ایک کے لیے ہے، جب تمام اس سنت پر عمل کریں گے تو اجتماع ہوگا، یا نہیں؟ (یہ حوالہ پہلے آچکا ہے، موقع کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے)۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے: "**یدعو ... جهرًا لتعلیم القوم ویخافته القوم إذا تعلم القوم خافت هو أیضًا وإن جهر فهو بدعة**". (الفتاویٰ البزازیة مع الهندیة: ۴۲/۴) (۲)

امام مقتدیوں کو سکھانے کے لیے جہراً دعا کرے اور قوم آہستہ دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں، اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

امداد الفتاح شرح نور الایضاح میں ہے:

ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة لقول أبی أمامة: قیل: یارسول اللّٰہ: أی الدعاء أسمع؟قال جوف اللیل الأخیرودبرالصلوات المکتوبات. (رواه الترمذی والنسائی) (۳)

وکان صلی اللّٰہ علیه وسلم یدعودبر کل صلاة، (رواه البخاری فی تاریخه الأوسط. (۴) إلٰی قوله) **رافعی أیدیهم حذاء الصدروبطونها ممایلی الوجه بخشوع وسکون ثم یختمون بقوله تعالٰی:**

---

(۱) إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیة وسنیة الدعاء والذکر بعدالصلاة، بیان ما یقرأإذا فرغ من الصلاة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، باکستان، انیس

(۲) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الصلاة، الحادی عشر فی القراء ة، انیس

(۳) سنن الترمذی، باب (ح: ۳۴۹۹)/السنن الکبریٰ للنسائی، باب ما یستحب من الدعاء دبر الصلوات المکتوبات (ح: ۹۸۵۶) انیس

(۴) التاریخ الأوسط للبخاری، عن المغیرة بن شعبة، البنایة شرح الهدایة: ۱۴۶/۳، دارالکتب العلمیة. انیس

﴿سبحان: ربک رب العزة عما یصفون﴾ الآیة (إلیٰ قوله) ثم یمسحون بها أی بأیدیهم وجوههم فی آخره یعنی عند الفراغ منه لقول ابن عباس رضی اللّٰه عنهما: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا دعوت اللّٰه فادع بباطن کفیک ولا تدع بظهورهما فإذا فرغت فامسح بها وجهک". (رواه ابن ماجة) (۱) ولقول ابن عمر رضی اللّٰه عنهما: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما وفی روایة لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه. (رواه الترمذی) (۲) (إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح: ۱۳۷-۱۳۸، قلمی) (نور الإیضاح: ۸۵)

(پھر (تسبیحات کے بعد امام اور مقتدی) اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے جامع منقول دعاؤں کے ساتھ دعا کریں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشادفرمایا رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا، رواہ الترمذی والنسائی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دعا فرماتے تھے۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ الأوسط) اپنے ہاتھوں کو سینوں کے مقابل اٹھا کر اس حال میں کہ ہاتھوں کی ہتھلیاں چہرے کی طرف ہوں خشوع اور سکون کے ساتھ پھر ﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾ پڑھ کر دعا ختم کریں پھر دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیر لیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تو جب تک اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیر لیتے ان دونوں کو نیچے نہیں کرتے۔ (رواہ الترمذی)

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتیٔ مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے، میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بیباک لوگوں کی زبان بند ہو جائے جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام "استحباب الدعوات عقیب الصوات" رکھ دیا، الخ، یہ پورا رسالہ قابل

(۱) سنن ابن ماجة، باب رفع الیدین فی الدعاء (ح: ۳۸٦٦) انیس

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی رفع الأیدی عندالدعاء (ح: ۳۳۸٦) انیس

مطالعہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۷۹۶ تا ۸۱۶، مبوب مع حاشیہ جدیدہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے''۔ (النفائس المرغوبۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ: ۱۰) یہ پورا رسالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ دعا مانگیں''۔ (احکام دعاء: ۱۱)

مفتاح الجنۃ میں ہے:

''اور امام سلام سے فراغت پائے تب داہنے یا بائیں پھر کے اور جو دعا چاہے پڑھے، مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاوے، اس طرح پر کہ دونوں بغل ظاہر ہوئے اور جو حاجت چاہے اللہ سے مانگے اور چاہے تو یہ مناجات پڑھے: ﴿رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا﴾ الخ''۔ (مفتاح الجنۃ: ۶۸، مؤلفہ مولانا شاہ کرامت علی جون پوری)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: ۳ بعد نماز (فرض) ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے، مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں، یا امام کی دعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔ (بہشتی گوہر: ۳۶، فرض نماز کے بعض مسائل مسئلہ نمبر: ۶)

نیز بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے: ظہر، مغرب، عشا ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے؛ بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جاوے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر، عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

حاشیہ میں عالمگیری سے عبارت نقل کی ہے:

''ویستقبل القوم بوجهه إذا لم یکن بحذائه مسبوق فإن کان ینحرف یمنة أویسرة والصیف والشتاء سواء هو الصحیح کذا فی الخلاصة، وفی الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء یشرع فی السنة ولایشتغل بأدعیة طویلة''. (۱) (بہشتی گوہر: ۳۶، فرض نماز کے بعض مسائل)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الرابع: فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها وکیفیتها: ۱/۸۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان انیس

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے:

یا مثلاً شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے، اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے، مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہے، اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ (بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم:۱۱۸)

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ بحمدہ تعالیٰ احادیث اور فقہ اور اسلاف کے تعامل کے موافق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفراللہ لہ ولوالدیہ، ۱۴/رجب المرجب ۱۴۰۷ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۵/۷-۲۵۸)

سلام کے بعد بغیر دعا مقتدی کا چل دینا کیسا ہے:

سوال: نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعا مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟

الجواب

بے شک یہ فعل اگر بلا ضرورت شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔

قال علیه الصلاة و السلام: "إنما جعل الإمام لیؤتم به". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۸/۲)

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جا سکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، میں چونکہ ملازم ہوں، ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے، دودھ لانا، ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا، کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا، ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں، یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آجاؤں؟

الجواب

امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آسکتے ہیں؛ کیوں کہ امام کے

---

(۱) مشكاة، كتاب الصلاة، باب القراءة فى الصلاة، الفصل الثانى: ۲۷۱ (ح: ۸۵۷) المكتب الإسلامى، انيس فى المشكاة: (كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الثانى: ۳۰۰ (ح: ۹۵٤) الكمتب الإسلامى، انيس) عن أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم حضّهم على الصلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصلوٰة. (رواه أبوداؤد) (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فيمن ينصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦٢٤) بيت الأفكار، انيس)

وقدوۃ المشائخ شیخ عبدالحق دہلویؒ دراشعۃ اللمعات، ص: ۴۴۷، فرمودہ:

نہی کرد ازیں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانچہ پیشتر از حضرت سلام بدہند واز نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر آنکہ حضرت برخیزد وبرخیزند ومنتظر ذکر ودعا نہ نشینند ونہی براول تحریمی است وبر ثانی تنزیہی ست، انتہی۔ (جمیل الرحمٰن)

سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کا تعلق امام سے ختم ہوجاتا ہے؛ اس لیے مقتدیوں کے لیے فرض نماز کے بعد امام کے ساتھ اجتماعی طور پر دعا کرنا ضروری نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵۰۱/۳)

فجراورعصر میں دعا سے پہلے اٹھ جانا:

سوال: نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں امام کے دعا کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

الجواب

دعا جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے، وہ نماز کا حصہ نہیں ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص دعا میں شامل نہ ہو تو بُرا نہ سمجھنا چاہیے؛ کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے، (۱) البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؛ (۲) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہیے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

(کتاب الفتاویٰ: ۹۴/۳-۹۵) ☆

---

(۱) ” کل مباح يؤدي إليه أي (إلى اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه“. (غنية المستملي المعروف بالكبيري، فصل في مسائل شتیٰ: ۵۶۹)

”الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة “ آه. (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل في فصل القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور، انيس)

(۲) قيل: يا رسول الله! أي الدعاء أسمع ؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“. (الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۳۴۹۹، عن أبي أمامة)

☆ سلام کے بعد والی دعا میں مقتدی کی شرکت:

سوال: مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتدا و شرکت ضروری ہے یا مستحب؟

الجواب

مستحب ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۹۰/۲)

امام کے ساتھ دعا میں شرکت مستحب ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور امام کے ساتھ دعا میں شریک نہیں ہوتے وہ غلط کار ہیں، کچھ نمازی امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کسی سبب سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، یا سنن و نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہوجاتے ہیں، کیوں کہ امام صاحب مختصر وظیفہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں اور اکثر ان کی دعا طویل ہو جاتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ اٹھ جاتے ہیں، انکا یہ فعل درست نہیں ہے۔ کیا دعا میں بھی شرکت اور امام کی پیروی ضروری ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں؟

==

فجر و عصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا:

سوال: فجر و عصر میں بعد سلام امام اپنی دعا پوری کر کے (قبل اس کے کہ امام دعا سے فارغ ہو) چلے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلا عذر اس طرح کرنا خلاف سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

عن أنس رضی اللّٰہ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حضھم علی الصلاۃ ونھاھم أن ینصرفوا قبل انصرافہ من الصلاۃ.(۱)

یعنی: نہی کرداز یں کہ برگردند پیش از برگشتن وے صلی اللہ علیہ وسلم از نماز خود چنانکہ پیشتر از حضرت سلام بدہند واز نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر ازاں کہ آں حضرت برخیز د برخیزند بروند ومنتظر ذکر و دعا نہ نشینند ونہی بر معنی اول تحریمی وبر ثانی تنزیہی است۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ: ۱/۴۴۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۴۴، ۱۴۵)

دعا میں امام کی اقتدا کا حکم:

سوال: نماز میں امام کی پیروی کہاں تک کرنے کا حکم ہے؟ بعض آدمی دعا مانگ کر اپنے مصلیٰ سے اٹھ جاتے ہیں جب کہ مقتدی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ کیا دعا میں امام کے ساتھ منہ پر ہاتھ نہ پھیر کر بعد تک بعد مانگ سکتا ہے؟ تنہا بعض آدمی کی چند رکعت چھوٹ جاتی ہے پوری کرنے کے بعد اگر چاہیں تو امام کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکتے ہیں؛ لیکن وہ اپنی تسبیح پڑھ کر دعا مانگتے ہیں کیا دعا مانگے، یا تسبیح پڑھ کر الگ دعا کرے؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے لیے اب اقتدا ضروری نہیں، مقتدی دیر تک دعا مانگ سکتا ہے، اسی طرح مسبوق اپنی تسبیح پوری کر کے دعا مانگ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۲)

==

ھو المصوب

نماز بعد دعا میں امام کے ساتھ شریک ہونا اور پیروی کرنا ضروری نہیں، جو لوگ شرکت نہیں کرتے، وہ گنہگار نہیں؛ بلکہ ایک مستحب وبہتر عمل میں شرکت نہیں پائی جاتی ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۱۳۸-۱۳۹)(۱)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فیمن ینصرف قبل الإمام، ص: ۹۰ (ح: ٦٢٤) بیت الأفکار، انیس

دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط وتفریط سے بیزار ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنّت علی ہیئت الاجتماعیہ جائز ہے، یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے، مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں، ہمارے علاقہ میں لوگ داالعلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں، مگر بعض اس سے انکاری ہیں، یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے، جس میں دونوں جانب دلائل اور رد موجود ہیں، اب ہم کیا کریں؟ کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کر کے ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ملک جہاں نزیب افریدی درہ آدم خیل، ۱۲/محرم/۱۴۰۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــــ

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''أللّٰھم أنت السلام'' کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (کما فی کنز العمال وغیرہ) پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے، نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے۔

والمختار ھو بعد الرواتب عند الجمھور و بعد الفرائض عند البقالی وتمام الکلام فی المقالات.

جواب ـــــــــــ اشتہار:

ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علما کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے، اس پر پوسٹر کے مضمون میں افراط وتفریط موجود ہے، ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، دعا بعد السنن بہیئۃ الاجتماعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، ومن ادعی فعلیہ البیان، البتہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے اور فقہا کی اکثریت نے دعا بعد السنّت کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے، نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے، ہم ان سے متفق نہیں ہیں، اکثر فقہا نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے۔ ہاں امام بقالی رحمۃ اللہ نے بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، وھو مختار أکثر الأکابر، جولوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے، لہٰذا بالاجماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی۔

وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال إن القول هو الأقوىٰ من غيره أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع ولم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماع بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم في سنن أبي داؤد وغيره. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۶۲-۲۶۳)

فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا، حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر فرض نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں؟ (وأجركم على الله)

(المستفتی: محمد لقمان شمس آباد، اٹک......۴/صفر/۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (كما في الدارمي والفتح وغيره) (۱) اور بذات خود ہیئۃ اجتماعی سے نہ فرائض سے، متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد اور نہ ''اَللّٰهم أنت السلام'' ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے۔ پس ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے، حدیث قولی کی بنا ہر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بنا پر دونوں غیر معمول ہیں۔ فافهم (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۵۷)

---

(۱) قال الحافظ ابن الحجر: وأخرج الحاكم عن حبيب بن سلمة الفهري سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: ''لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ''. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، باب التأمين: ١٤/٣٠٨) (كتاب الدعوات، رقم الحديث: ٦٤٠٢، انيس)

(۲) وفي المنهاج: والجواب عن الأمر الأول أنه معارض بالقرآن والأحاديث الصريحة في مشروعية الدعاء والذكر علىٰ وجه الاجتماع، قال الله تبارك وتعالىٰ: ''قد أجيبت دعوتكما''، وروى القرطبي عن أبي العالية أن موسىٰ عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن، وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: '' لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ''. رواه الحاكم وذكره في كنز العمال. وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقاً على الله أن لا يرد أيديهم''. رواه الدارمي وذكره الحافظ في الفتح... ما تبين من الجواب الأول أنه ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علىٰ وجه الاجتماع و لم يثبت ما يعارضها؛ لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في رواية ما أنه لم يدع علىٰ وجه الاجتماعي بخلاف أذان العيد فإنه ثبت فيه رواية العدم في سنن أبي داؤد وغيره، فالجواب من هذا القائل في أنه لم يفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم، ولو سلم أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يدع بعد الصلاة علىٰ وجه الاجتماع وإلا لنقل عنه البتة وهو التحقيق أيضًا فيقال أن القول هو الأقوىٰ من غيره، إلخ. (منهاج السنن شرح جامع السنن، مبحث الدعاء علىٰ هيئة الاجتماعية: ١٧٤/٢)

علماءِ احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتزلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علما کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے۔قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی سیف الرحمٰن برول بانڈہ ضلع دیر، ۱۹۷۰/۷/۲۵ء)

الجواب

واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیر القرون میں معمول نہ تھا، نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد(۱) **ومن ادعی فعليه البيان والدليل ولن يأتوبه ولو كان بعضهم لبعض ظهيرًا**،البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے،وہ حدیث:"**دبر الصلوات المكتوبات**"(ہے)۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۶۵-۲۶۶)

(۱) وليعلم أن الدعاء المعمول فی زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين أيديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه فی عهده عليه الصلاة السلام، إلخ.(العرف الشذی علی الترمذی،باب ما جاء فی كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء: ۸۶/۱)

(۲) عن أبی أمامة قال:قيل يا رسول اللّٰه ! أی الدعاء أسمع؟ قال:"جوف الليل الآخرودبرالصلوات المكتوبات".(رواه الترمذی)(كتاب الدعوات ، باب بلا ترجمة ،ص: ۵۵۱،رقم الحديث: ۳۴۹۹،بيت الأفكار، انيس)(مشكوة المصابيح ،الفصل الثانی باب الذكر بعد الصلاة: ۸۹/۱)(رقم الحديث: ۹۶۸،انيس)

اور یہ حدیث دونوں پر صادق آتی ہے،لأن الدعاء بعد الرواتب يصدق عليه أنه دبرالمكتوبات لا أنه قبل المكتوبات، و أيضًا صرح العلامة الشامی وابن الهمام أن مايفعل بعد الرواتب يطلق عليه أنه دبرالمكتوبات فليراجع وصرح فی البحروالخلاصة وإرشاد الساری وغيره أن الدعاء عند الحنفية بعد الرواتب نعم قال البقالی المعتزلی أنه بعد الفرائض (وفی شرح شرعة الإسلام و يغتنم الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة علٰی ماروی عن البقالی(المعتزلی فی الأصول،الحنفی فی الفروع ومثل صاحب الكشاف)من أنه قال الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن و الأوراد علٰی ماروی عن غيره وهوالمشهورالمعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحديث).(تعليق الكوكب الدری: ۲۹۱/۲) (وهكذا فی السعاية،باب صفة الصلاة: ۲۶۱/۲)

فعلم أن فی الأمرتوسعًا والأولٰی هوالإتيان بعد الرواتب وأما الهيئة الاجتماعية فهی من آداب الدعاء كالحمد والصلاة وغيره لحديث ذكر فی معارف السنن وغير واحد من كتب الأحاديث (قال اللّٰه تبارك وتعالٰی : قد أجيبت دعوتكما، وروی القرطبی عن أبی العالية أن موسٰی عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن، وقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم:" لايجتمع ملأ فيدعوبعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم اللّٰه تعالٰی".رواه الحاكم، و ذكره فی كنزالعمال.وقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم:"ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلاكان حقاً علی اللّٰه أن لا يرد أيديهم".رواه الدارمی وذكره الحافظ فی الفتح...ثبت بأحاديث قولية مندوبية الدعاء علٰی وجه الاجتماع. (منهاج السنن شرح جامع السنن،مبحث الدعاء علٰی وجه الاجتماع: ۱۷۴/۲)

دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام ممنوع اور دوام مشروع ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نواز کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ناصر شاہ محلّہ سیدان حلبی صوابی، ۱۹۷۲/۱۲/۵ء)

الجواب

واضح رہے کہ بالالتزام بدعت ہے خواہ فرائض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد؛ لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے، التزام کا معنی ہے، کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا، یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب، جیسا انکار کرنا اور برا ماننا اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے؛ ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ، وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہوجائیں گے، "**والأمر ليس كذلك؛ لأنهم لايعتقدونها واجبات ولاينكر علىٰ تاركها مثل الإنكار علىٰ تارك الواجب**" اور فقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالیؒ کے نزدیک فرائض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے، (۱) لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہیے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے؛ تاکہ عام فقہا سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الأصول ہے، ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، **وإن شئت الإطلاع علىٰ دلائل الطرفين فراجع إلى المقالات.** (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۶۶-۲۶۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا:

سوال: رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیًا

اس طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم

---

(۱) قال المفتي الأعظم كفايت الله رحمه الله: (دعاء بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اس سے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کے لیے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/۳۴۰، سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ فصل اول)

(۲) مقالات میں سے یہ مقالۂ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ نقل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

سے ثابت نہیں؛ بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اسی کی نوبت کم ہی آتی تھی،(۱) فقہا نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے:

”والأفضل فی السنة أدائها فی المنزل إلا التراویح“. (البحر الرائق: ۵۰/۲)(۲)**فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۰۷)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے:

سوال: ظہر اور عشا کی سنتوں کے بعد دو دفعہ دعا کرتا ہوں اور یہ دعا اجتماعیت کے ساتھ کر رہا ہوں، خواص کے لیے اور عوام کے لیے دعا بحیثیت اجتماعی بدعت سیئہ ہے، یا بدعت حسنہ؟ شرعی جواب ارشاد فرمائیں؟

الجواب

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کے لیے امام اور مقتدیوں کا بیٹھے رہنا اور پھر مل کر دعا کرنا صحیح نہیں، اس کا اہتمام والتزام بدعت ہے،(۳) بدعت کا لفظ مطلق بولا جائے تو بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۱-۵۰۲)

(۱) ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سجدتین قبل الظهر وسجدتین بعد الظهر وسجدتین بعد المغرب وسجدتین بعد العشاء وسجدتین بعد الجمعة، فأما المغرب والعشاء ففی بیته“. (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب التطوع بعد المکتوبة: ۱۵۶/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۱۱۷۲، انیس)

قال العینی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ”قوله: ”فأما المغرب“: أی فأما ستة المغرب، وکلمة ”أما“ للتفصیل وقسیمها محذوف یدل علیه السیاق: أی وأما الباقیة ففی المسجد“. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب التطوع بعد المکتوبة: ۳۳۸/۷ (رقم الحدیث: ۱۱۷۲) دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۸۷/۲، رشیدیة

عن زید بن ثابت رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: صلوة المرء فی بیته أفضل من صلوٰته فی مسجدی هٰذا إلا المکتوبة. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بیته: ۱۵۶/۱، إمدادیة)

”ورحم اللّٰه طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علیٰ أن الإمام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم: ”اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، الخ“. ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الإمام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرةً ثانیةً، والمقتدون یؤمنون علیٰ ذلک، وقد جری العمل منهم بذلک علیٰ سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل بإجتماع الإمام والمأمومین ضروری واجب... ومن لم یرض بذلک یعزلونه عن الإمامة ویطعنونه، ولایصلون خلف من لایصنع بمثل صنیعهم، وأیم اللّٰه إن هٰذا أمر محدث فی الدین“. (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة: ۱۶۷/۳، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) ورحم اللّٰه طائفة ... الخ. (إعلاء السنن: ۱۶۷/۳)

==

ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے، بدعت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو، یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد ناجائز اور بدعت کہتے ہیں اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں، شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد اقبال، ڈنڈل ٹیکنیشن تربت مکران بلوچستان، ۲۷/رمضان/۱۴۰۵ھ)

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، **كما فی حديث الترمذی: "قيل: يا رسول الله صلى عليه وسلم! أى الدعا أسمع ؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات".** (۱)

اور" **دبر المكتوبات**" سے مراد میں اختلاف ہے، بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں، (۲) واضح رہے کہ دعا کے لیے بہت سے آداب ہیں، جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں، (۳) بعض ان آداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، **لحديث الحاكم و كنز العمال: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلا أجابهم الله"، ولحديث الدارمی وأبی نعيم: "ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على الله أن لا يرد أيديهم".** (ذكره الحافظ فی فتح الباری) (۴)

== أيضًا: عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاری: ۳۷۰/۱، كتاب الصلح) (بخاری میں "منه" کے بجائے "فیه" ہے، باب إذا اصطلحوا علٰى صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: ۲۶۹۷، انيس) (نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: کفایۃ المفتی: ۳۳۶/۳-۳۴۰)

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲ (رقم الحديث: ۳۴۹۹/ مشكوٰة المصابيح، الفصل الثانی، باب الذكر بعدالصلاة: ۸۹/۱، رقم الحديث: ۹۶۸، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وأما ما ورد من الأحاديث فی الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار، قبيل مطلب فی ما لوزاد، إلخ: ۳۹۱/۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۳) مثل رفع اليدين، التثليث، التحميد، الصلاة، التأمين

(۴) فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۳۰۸/۱۴ (المستدرک للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهری (ح: ۵۴۷۸)/ كنز العمال، الفصل الرابع إجابة الدعاء باعتبار الذوات (ح: ۳۳۶۷)/ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۲۲۶/۳، دارالكتاب العربی بيروت. انيس)

پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے، منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے؛ کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد،(۱) ونظیرہ الإزار والسراویل. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۶۴-۲۶۵)

دعاءِ مروج کا تجزیہ:

(۱) عوام اسے سنن صلوٰۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔

(۲) اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے، اگر کوئی امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علاحدہ کر دیا جاتا ہے۔

(۳) اخفاء کی افضلیت پر اجماع کے باوجود جہری پر اصرار کیا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علما کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے، روایت سادسہ وثامنہ میں جو اجازت دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی مقید بالسلامة من القبائح المذكورة ہے، التزام کی وجہ سے تو امر مندوب ومستحب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اور پھر اسے نماز کے متعلقات میں شمار کیا جانے لگے؛ اس لیے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو تو بالکلیہ ختم کر دیں اور اجتماعاً سرّی دعا سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں؛ اس لیے اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملاً بھی اجتماعی دعا میں ناغہ کر دیا کریں؛ تاکہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت کا خیال نکل جائے، مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشین کرائیں؛ تاکہ انتشار وفتنہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

الحاق:

روایات ذیل سے اجتماعی دعا کے ثبوت کا اشتباہ ہوسکتا ہے۔

(۱) "من آداب الدعاء: تأمين الداعي والمستمع". {خ، م، د، س} (حصن حصین، ص: ۵)(۲)

(۲) قوله تعالیٰ: ﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ (۳) کے تحت کتب تفسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

---

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد دعا کرنا اور ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے۔ عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم اخلص الوليد بن الوليد ... ، إلى آخر الدعاء. (منهاج السنن: ۲/۱۷۱، تفسير ابن كثير: ۳/۱۷۲)

(۲) حصن حصين، فصل في آداب الدعاء. انيس

(۳) سورة يونس: ۸۹، انيس

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غزوۂ احد میں اس طرح دعا مانگی کہ پہلے ایک نے دعا کی، اس پر دوسرے نے آمین کہی، پھر دوسرے نے دعا کی، اس پر پہلے نے آمین کہی۔(۱)

(۴) ”لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن بعض إلا أجابهم الله“. (تلخيص الذهبی مع المستدرك:۳۴۷/۳)(۲)

ان روایات کا نماز کے بعد والی دعا سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص دعا کر رہا ہو، اتفاقاً کسی دوسرے نے سن لی تو وہ اس پر آمین کہے، نماز کے بعد تو ہر شخص کے لیے موقع دعا ہے، پھر ہر شخص کا مقصد الگ ہوتا ہے، ہر شخص اپنے مقصد کے لیے دعا میں مشغول ہوگا تو دوسرے کی دعا پر آمین کیسے کہے گا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ پانچ بار علانیہ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے، اگر آپ نے نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا فرمائی ہوتی تو اس کو کوئی متنفس تو نقل کرتا، مگر ذخیرۂ حدیث میں اس کا کہیں نشان نہیں ملتا، اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کرلیا جائے تو التزام بہرصورت بدعت ہے۔ وفقنا الله الجميع لما يحب ويرضىٰ، فقط والله تعالىٰ أعلم

(ضمیمہ تتمہ میں) ۱۰/ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۶۰-۶۸)

اجتماعی دعا کے آداب:

سوال: فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے آداب کیا ہیں؟ مقتدی اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ سلام کے بعد فوراً دعا کی جائے اور اکثر امام وظائف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، امام کے طرز عمل سے مقتدیوں کی یکسوئی ختم ہوتی ہے اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اور اگر امام مقتدیوں کی خواہش کا احترام کرے تو اسے آداب دعا میں کمی محسوس ہوتی ہے، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامدًا ومصليًا ومسلمًا:

سلام کے بعد اقتدا ختم ہوجاتی ہے، اب مقتدی اس کا پابند نہیں ہوتا کہ امام سے بندھا رہے،(۲) البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ہر شخص کے لیے مسنون ہے کہ ”اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام

(۱) المستدرك للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهری (ح:۵۴۷۸)انيس

(۲) فی الدر: وتنقضی قدوة بالأول قبل عليكم علی المشهور عندنا.

وفی الرد: قوله: (وتنقضی قدوة بالأول) أی بالسلام الأول. قال فی التجنيس: الإمام إذا فرغ من صلاته، فلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل أن يقول عليكم لايصير داخلاً فی صلاته. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱۶۲/۲، زكريا، ديوبند) (مطلب: لاينبغی أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها روايةً، انيس)

وإليک يعود السلام تبارکت يا ذا الجلال والإکرام“ یا اسی مقدار کی دعا سے فصل کر کے سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے،(۱) پھر سنتوں سے فراغت کے بعد اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، ان میں فرض ہی کے بعد امام اگر چاہے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر لے اور جو لوگ چاہیں، شریک رہیں اور اپنے اپنے اوراد پورے کر کے اپنے اور مسلمانوں کے لیے یکجائی طور پر دعا کر لے تو اولیٰ اور افضل ہے۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حنیف غفرلہ، ۸/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۳۶۳-۳۶۴)

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا:

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر، بعد سلام کے، اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے؟ آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے، یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

(سائل: عبدالرحمٰن گھڑی ساز، معرفت عارف الرحمٰن نور کہالی)

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس جگہ سے علیٰحدہ ہو جانے میں کچھ نقصان نہیں؛ بلکہ جائز ہے، (کذا في الکبیری، ص: ۳۰۱ وغیرہ)(۳) البتہ

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار ما یقول: اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یاذا الجلال والإکرام. (الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة، رقم الحدیث: ۲۹۸، ص: ۶۹، بیت الأفکار، انیس)

وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان یقول بعد التسلیم ”لا إله إلا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک، وله الحمد، یحیی ویمیت وهو علیٰ کل شیء قدیر، اللّٰهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذا الجد منک الجد“ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب مایقول إذا سلم من الصلاة: ۶۶/۱، سعید)(ح: ۲۹۹) انیس)

في الرد: (قول الحلوانی: لا بأس بالفصل بالأوراد) أی القلیلة التی بمقدار اللّٰهم أنت السلام الخ لما علمت من أنه لیس المراد خصوص ذلک، بل هو أو ما قاربه في المقدار بلا زیادة کثیرة، فتأمل. (الدر المختار مع الرد، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۵۶/۱، نعمانیة، دیوبند) (مطلب: هل یفارقه الملکان؟ انیس)

(۲) ویسبحون اللّٰه تعالیٰ ثلاثین، ویحمدونه کذلک، ویکبرونه کذلک ... ثم یدعون لأنفسهم وللمسلمین بالأدعیة المأثورة الجامعة رافعی أیدیهم، ثم یمسحون بها: أی بأیدهم وجوههم في آخره. (الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في الأذکار: ۲۱۰، مصری)

(۳) فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخیر إن شاء انحرف عن یساره، وجعل القبلة عن یمینه، وإن شاء انحرف عن یمینه، وجعل القبلة عن یساره. (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان ینصرف عن یمینه. (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن الیمین والشمال: ۲۴۷/۱، قدیمی) (رقم الحدیث: ۷۰۸، انیس) ==

فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا اگر اسی دعا کو پڑھنے کی خواہش ہوتو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۵۲/۵/۲۶ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۳/۵-۲۹۴)

فجر اور عصر بعد ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھنا، پھر دعا مانگنا دعا ثانی ہے:

سوال: اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ نماز فجر وعصر با جماعت پڑھی جاتی ہے، امام صاحب سلام پھیرتے ہی ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھ لیتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد امام صاحب جماعت کے ساتھ دوبارہ دعا مانگتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جو دعا دوبارہ مانگی گئی ہے، وہ دعائے ثانیہ میں شمار ہوگی، یا نہیں؟ اور ''اللّٰهم أنت السلام'' جو فوراً سلام پھیرنے کے بعد مانگی گئی ہے، وہ نماز میں شامل ہے، یا دعا میں؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

فجر اور عصر کے بعد صرف ''اللّٰهم أنت السلام'' پڑھ کر پیٹھ پھیر کر تسبیح وتہلیل پڑھ کر امام جو اجتماعی دعا پڑھتا ہے، یہ دعا اس دعائے ثانیہ کے حکم میں نہیں، جو اجتماعاً نوافل کے بعد مانگی جاتی ہے۔

== يستحب للإمام التحول ليمين القبلة: يعني يسار المصلي لتنفل أو ورد. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۳۱/۱، سعيد)

(۱) عن عبدالرحمن بن غنم رضي اللّٰه تعالٰى عنه عن النبي صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم أنه قال: ''من قال قبل أن ينصرف ويثني رجله من صلاة المغرب والصبح: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد، يحيي ويميت، وهو علٰى كل شيء قدير، عشر مرات كتب له بكل واحدة عشر حسنات، ومحي عنه عشر سيئات، ورفع له عشر درجات، وكانت حرزًا من كل مكروه، وحرزًا من الشيطان الرجيم، ولم يحل لذنب أن يدركه إلا الشرک، وكان من أفضل الناس عملاً إلا رجلاً يفضله بقول أفضل مما قال''.

عن أبي أمامة رضي اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه عليه وسلم: ''من قال دبر كل صلاة الغداة: لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد، يحيي ويميت، بيده الخير، وهو علٰى كل شيء قدير مائة مرةً قبل أن يثني رجليه، كان يومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً إلا من قال مثل ماقال أو زاد علٰى ما قال''. رواه الطبراني في الكبير و الأوسط، ورجال الأوسط ثقات''. (مجمع الزوائد للهيتمي، كتاب الأذكار، باب مايقول بعد صلاة الصبح و المغرب: ۱۰۷/۱۰-۱۰۸، دار الفكر بيروت) (رقم الحديث: ۱۶۹۵۶-۱۶۹۵۹، انيس)

"اللّٰهم أنت السلام" نماز میں شامل نہیں، سلام پھیرنے کے بعد تو نماز سے خارج ہوگیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر فرض نماز کے بعد دعا وذکر ثابت ہے۔

افضل یہ ہے کہ فجر اور عصر کے بعد تسبیح وتہلیل پڑھ کر دعا کرے اور متصل فرض کے "اللّٰهم أنت السلام" وغیرہ نہ پڑھے؛ لیکن اس طرح پڑھنا اور پھر تسبیح وتہلیل کے بعد اجتماعاً دعا کرنا جائز ہے۔ **فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم** (مرغوب الفتاویٰ:۱۹۹/۲)

دعا کا ایک مخصوص طریقہ:

سوال: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں؛ لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

"لا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلى العظيم". (۱)

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ". (۲)

﴿لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (سورة الأنبياء:۸۷) (۳)

---

(۱) عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال : "أكثرمن قول:لا حول ولا قوة إلا باللّٰه،فإنها من كنزالجنة". قال مكحول : فمن قال : لاحول ولا قوة إلا باللّٰه ، ولا منجا من اللّٰه إلا إليه ،كشف عنه سبعون بابًا من الضرأدناهن الفقر". (جامع الترمذى،أبواب الدعوات،باب بلا ترجمة: ۲۰۰/۲،قديمى)/ورواه البخارى بمعناه فى كتاب الدعوات،باب قول:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه: ۹٤۸/۲،قديمى)

وقد جاء فى الحديث:" إذا قال العبد:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه:"(أسلم عبدى واستسلم)". قلت:أخرجه الحاكم من حديث أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه بسند قوى .وفى رواية له:قال لى:"يا أبا هريرة ! ألا أدلك علىٰ كنزمن كنوز الجنة "؟ قلت:بلىٰ يا رسول اللّٰه!قال:" تقول:لاحول ولاقوة إلا باللّٰه،فيقول اللّٰه:"(أسلم عبدى واستسلم)". وزاد فى روايةٍ له:"ولامنجا ولا ملجأ من اللّٰه إلا إليه". (فتح البارى،كتاب القدر،باب لا حول ولا قوة الا باللّٰه: ٦١٢/١١،قديمى)

(۲) عن ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال:"كان أخر قول ابراهيم حين ألقى فى النار،حسبى اللّٰه ونعم الوكيل". (صحيح البخارى،كتاب التفسير،باب﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْجَمَعُوْا لَكُمْ﴾الآية: ٦٥٥/٢، قديمى)

عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم : "اذاوقعتم فى الأمر العظيم فقولوا:"حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل". (تفسير ابن كثير،(سورة آلِ عمران:۱۷۳): ٤۳۰/١،سهيل اكيڈمى،لاهور)

(۳) وفى جامع الترمذى وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبى وقاص رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"دعوة ذى النون اذ دعا وهو فى بطن الحوت:أن لا اله الا أنت سبحانك انى كنت من الظالمين، أنه لم يدع بها مسلم فى شئ الا استجاب اللّٰه له". قال الترمذى:حديث صحيح". (الجواب الكافى فيمن سئل عن الدواء الشافى،المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية،فصل أوقات الاجابة،أدعيةماثورة،ص: ۱۹،روضة القرآن پيشاور)

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/۵-۱۷-۱۵)

’’اللّٰهم أنت السلام‘‘ کے وقت ہاتھ اٹھانا:

سوال: فرض نماز کے بعد ’’اللّٰهم أنت السلام‘‘ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: گل فراز نوشہرہ......۲۶/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ)

الجواب ــــــــــــــ

یرفع الأیدی عند زیادة الکلمات الدعائیة وعند عدم الزیادة لم یثبت الرفع وکذا لایقتضیه الأصل،(۲) إلاأن یقال: إن الثناء علی الکریم دعاء.(۳) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۴۸)

امام کا نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا:

سوال: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف تقریباً پشت کر کے کیوں دعا مانگتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــ

کیوں کہ نماز سے تو فارغ ہو چکے، اب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے، باقی نمازوں میں چونکہ مختصر دعا کے بعد سنتوں کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس مختصر وقفہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور فجر اور عصر کے بعد تسبیحات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے؛ اس لیے طویل وقفے میں مقتدیوں کی

(۱) تقدم تخریجه قریباً. انیس

(۲) وفی المنهاج: اعلم أنه لم یثبت مواظبة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم علیٰ ذکر خاص وکذا لم یثبت رفع الأیدی عند مثل هذه الأذکار وأما رفع الأیدی عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحادیث کثیرة قولیة وفعلیة فی الأمهات الست وغیرها منها ما أخرجه ابن أبی حاتم وذکره الحافظ ابن کثیر فی تفسیره: ۱۷۲/۳: عن أبی هریرة أن رسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم أخلص الولید بن الولید إلیٰ آخر الدعاء الخ. (منهاج السنن، باب ما یقول إذا سلم: ۱۷۱/۲)

(۳) قال العلامة سید أحمد الطحطاوی: قوله: والدعاء هذا لاینافی الإتیان باللّٰهم أنت السلام إلخ؛ لأنه لیس دعاء بل ثناء إلا أن یراد بالدعاء مایعم الذکر أو هو بالنظر إلیٰ قوله فحینا إلخ دعاء علیٰ ما فیه (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۱۳۱)

طرف منہ کرکے بیٹھتے ہیں، نماز کے بعد امام کو رخ بدل لینا چاہیے، خواہ دائیں جانب کرلے یا بائیں جانب، یا مقتدیوں کی طرف، بہرحال مقتدیوں کی طرف پشت کرکے نہ بیٹھے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۵۰۴)

دعا کس طرح کی جائے، بلند آواز سے یا آہستہ:

سوال: امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلند آواز سے؟ (ڈاکٹر سید غوث، جگتیال)

الجواب

امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتدا ختم ہوجاتی ہے، اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اور حسب منشا اپنی اپنی دعا کرسکتے ہیں، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی، البتہ آہستہ کرنا نسبتاً بہتر ہے، کیوں کہ قرآن نے دعا کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعا میں فروتنی اور پست آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾(۲)

اور اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرسکتا ہے، کیوں کہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعا کرنے میں بھی کراہت اور مضائقہ نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۹۸-۹۹)

دعا زور سے مانگنا:

سوال: امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا بہ آواز بلند، دعا نماز کا جز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) عن سمرة بن جندب قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّى صلاة، أقبل علينا بوجهه. (البخاري: ۱/۱۱۷) (كتاب الأذان، باب: يستقبل الإمام الناس إذا سلم، رقم الحديث: ۸۴۵، انيس)

وفي صلاة لا تطوع بعدها كالفجر والعصر يكره المكث قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة والنبي عليه الصلوٰة والسلام سمى هٰذا بدعة، إلخ. (الهندية: ۱/۷۷) (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها، انيس)

وكذا يكره مكثه قاعدًا في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها، إلخ. (ردالمحتار: ۱/۵۳۱) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فيما لو زاد علىٰ العدد في التسبيح عقب الصلاة، انيس)

أيضًا: وأما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول: إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنّة أو كانت صلاة تصلى بعدها سنّة فإن كانت صلاة لا تصلى بعدها سنة كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام، وإن شاء قعد في مكانه يشغل بالدعاء... لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه أصحابه ... ثم اختلفت المشائخ في كيفية الانحراف ... وقال بعضهم: هو مخير إن شاء انحرف يمنة، وإن شاء يسرة، وهو الصحيح ... وإن كانت صلاة بعدها سنة، يكره له المكث قاعدًا. (بدائع الصنائع: ۱/۳۹۳-۳۹۴، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان ما يستحب للإمام، طبع رشيدية)

(۲) سورة الأعراف: ۵۵۔

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں؛ مگر اس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد دعا نماز کا جز نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۲/۵ـ۶۹۳)

نماز کے بعد جہراً دعا:

سوال (۱) فرض نماز با جماعت ختم ہونے کے بعد، کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے، یا دعا بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے، کیا درود شریف ''**اللّٰھم صل علٰی محمد**'' صحیح نہیں ہوگی؟

الجو اب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱ـ۲) دعا کی ترغیب بھی ہے، فضیلت بھی ہے۔ اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے، (۲) اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے۔(۳)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً، إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الأعراف: ٥٥)

عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم أنه قال: ''خیر الدعاء الخفی''.

''عن أنس رضی اللّٰہ عنه مرفوعًا: ''دعوة فی السر تعدل سبعین دعوةً فی العلانیة ''. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت فی الوتر، إلخ: ٩٣/٦، إدارة القرآن، کراچی) (رقم الحدیث: ١٧٤٣ـ١٧٤٥، انیس)

وأما الأدعیة والأذکار فبالخفیة أولٰی، آه. قلت: ... ویجتهد فی الدعاء، والسنة أن یخفی صوته لقوله تعالٰی: ﴿أدعوا ربکم تضرعًا وخفیةً﴾ (ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ٥٠٧/٢، سعید)

''إذا دعا بالدعاء الماثور جهرًا ومعه القوم أیضًا لیتعلموا الدعاء، لابأس به''. (الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء، الخ: ٣١٨/٥، رشیدیة)

(٢) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال: ''الدعاء مخ العبادة''. هذا حدیث غریب من هذا الوجه لانعرفه إلا من حدیث ابن لهیعة''. (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ١٧٥/٢، سعید) (رقم الحدیث: ٣٣٧١، انیس) (رواه الدیلمی فی مسند الفردوس: ٢٩١٠/٢)

''عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال: ''الدعاء هو العبادة'' ثم قرأ: ﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم، إن الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جهنم داخرین﴾. (المؤمن: ٦٠) هذا حدیث حسن صحیح''. (جامع الترمذی: ١٧٥/٢، کتاب الدعوات، سعید) (باب ماجاء فی فضل الدعاء، رقم الحدیث: ٣٣٧٢، انیس)

(٣) ''فضالة بن عبید یقول: سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رجلاً یدعو فی صلاته لم یحمد اللّٰہ، ==

بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے، درجۂ قبول کو نہیں پہنچتی ہے؛(۱) مگر دعا میں اخفا افضل ہے اور درود شریف بھی دعا ہے، اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے، (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ الآية (الأعراف: ۵۵) اس لیے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں، درود شریف بھی، دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھے گا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے۔(۳)

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے درود پڑھے، پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں؛ اس لیے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے؛ کیوں کہ اتباع سنت میں خیر ہے۔(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ)(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص:۳۰، قدیمی)(۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۹۰-۶۹۱)

== ولم يصل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: عجلت أيها المصلى، ثم علمهم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يصلى، فحمد الله وحمده، وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أدع تجب وسل تعط". (سنن النسائى، كتاب السهو، باب التمجيد، والصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلوٰة: ۱/ ۱۸۹، قديمى) (رقم الحديث: ۱۲۸۳، انيس)

(۱) عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لايصعد منه شيء حتى تصلى علىٰ نبيك صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (جامع الترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى صفة الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم: ۱/ ۱۱۰، سعيد)(رقم الحديث: ۴۸۷، انيس)

(۲) قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ تحت الآية الآتية متنًا: "وجاء من حديث أبى موسىٰ الأشعرى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لقوم يجهرون: "أيهاالناس! اربعوا علىٰ أنفسكم، إنكم لاتدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعًا بصيرًا، وهو معكم، وهو أقرب إلىٰ أحدكم من عنق راحلته" والمعنى: ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصباح فى الدعآء". (روح المعانى: ۸/ ۱۳۹، دارالإحياء التراث العربى، بيروت)(مبحث فى تفسير قوله تعالىٰ: ﴿أدعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ إلخ(سورة الأعراف: ۵۵، انيس)

(۳) عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: "لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الإيمان: ۱/ ۷، قديمى) (رقم الحديث: ۱۵، انيس)

(۴) "وعنه (أى عن العرباض بن سارية) فى حديث طويل... فقال: "أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة... فعليكم بسنتى وسنة الخلفآء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، ==

نماز کے بعد ذکر جہری:

سوال: پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر، مثلاً: آیۃ الکرسی، یا اس کے مثل اوردعا، بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟

الجو ابـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس نماز کا سلام پھیر کر، مختصرسی دعا(۱) پڑھ کر، وہاں سے ہٹ کر، حجرہ شریف میں جاکر، سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، (۲) اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔

"عن زید بن ثابت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:"صلاۃ المرء فی بیتہ أفضل من صلاتہ فی مسجدی ھٰذا إلا المکتوبۃ". (۳)

اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار وتلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۸/۵)

== وإیاکم ومحدثات الأمور،فإن کل محدثۃ بدعۃ، وکل بدعۃ ضلالۃ". (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۶۵)/مسند الإمام أحمد، حدیث العرباض بن ساریۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ۳۶۸/۲۸، رقم الحدیث: ۱۷۱۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ/سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ص: ۵۰۴، رقم الحدیث: ۴۶۰۷، بیت الأفکار)/(جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ص: ۴۳۳، رقم الحدیث: ۲۶۷۶، بیت الأفکار)/سنن ابن ماجۃ، کتاب المقدمۃ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ص: ۲۲، رقم الحدیث: ۴۲، بیت الأفکار، انیس)

"قال الغزالی: قیل لإبراھیم بن أدھم: مابالنا، ندعو فلا یستجاب لنا، وقد قال تعالٰی: ﴿أدعونی أستجب لکم﴾؟ قال: لأن قلوبکم میتۃ، قیل: وماالذی أماتھا؟ قال: ثمان خصال: عرفتم حق اللّٰہ فلم تقوموا بہ، وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدودہ، وقلتم: نحب رسول اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وترکتم سنۃ، إلخ. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۳۲۷۱/۶، مکتبۃ نزار الباز، ریاض)

(۱) عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا سلم لایقعد إلا مقدار ما یقول: "اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یاذا الجلال و الإکرام". (جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب مایقول إذا سلم من الصلاۃ، ص: ۶۹، رقم الحدیث: ۲۹۸، بیت الأفکار، انیس)

وقد روی عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم أنہ کان یقول: بعد التسلیم "لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، یحیي ویمیت وھو علٰی کل شیء قدیر، اللّٰھم! لامانع لما أعطیت ولامعطی لما منعت، ولاینفع ذا الجد منک الجد". (جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب مایقول إذا سلم من الصلاۃ: ۶۶/۱، سعید) (رقم الحدیث: ۲۹۹، انیس)

(۲) عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم رکعتین بعد المغرب فی بیتہ. (جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء أنہ یصلیھما فی البیت: ۹۸/۱، سعید) (رقم الحدیث: ۴۳۲، انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ: ۱۵۶/۱، إمدادیۃ ملتان (ح: ۱۰۵۵، انیس)

ہر نماز کے بعد دعاء جہری کا التزام:

سوال: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر، یہ معمول بنالیا کہ سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لیے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں،(۱) اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے؛ اس لیے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لیے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو، وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو، اس کا مطلب سمجھا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سا مدرسہ ہو جائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۶/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۷/۵)

امام بآواز بلند دعا مانگ سکتا ہے:

سوال: کیا امام دعا بآواز بلند مانگ سکتا ہے، اگرچہ اس صورت میں مقتدی بھی آواز سے، یا آہستہ سے دعا مانگ رہے ہوں، خواہ آیاتِ قرآنی سے، امام دعا مانگ رہا ہو؟

الجواب ــــــــــــ

دعا آہستہ مانگنا اچھا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً﴾(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۳/۲)

---

(۱) (البدعة) ما أحدث علٰى خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰه عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينًا قويمًا وصراطاً مستقيمًا. ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٦٠/١، سعيد) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس)

(الإصرار على المندوب يبلغه إلٰى حدالكراهة، آهـ". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل فى القراءة: ٢٦٥/٢، سهيل اكيڈمى لاهور)

"قال الطيبى: وفيه: أن من أصر علٰى أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر علٰى بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ٩٤٦): ٣١/٣، رشدية)

(۲) سورة الأعراف، الركوع: ٧۔

باآواز بلند دعا کرنے اور آمین کہنے کا حکم:

سوال: نماز کے بعد امام دعا بالجہر مانگے، یا بالسر؟ آمین دعا ہونے کی وجہ سے نماز میں آہستہ کہتے ہیں، پھر دعا بالجہر کس طرح صحیح ہوگی؟ اور مقتدی حضرات دعا کے وقت آمین بالجہر کہیں، یا بالسر؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

ہر نماز کے بعد دعا کرنا ضروری نہیں ہے اور دعا میں افضل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے؛(۳) مگر اس غرض سے کہ ایک ہی مقصد کے لیے سب مسلمان بیک زبان ہوکر عرض کریں۔ امام کا بالجہر دعا کرنا اور دعا کے وقت لوگوں کا آمین بالجہر کہنا جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۲۹/۲)

امام کی دعا پر ”آمین“ کہے، یا اپنی دعا مانگے:

سوال: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہیے، یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے، کون اولیٰ ہے؟

الجواب ———— حامداً ومصلیاً

اپنی دعا مانگے، یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، دعا میں خفی افضل ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۷/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۱۳۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان/۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۷۰۹/۵)

---

(۱) ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(سورة الأعراف:۵۵)

(۲) ”إذا دعا بالدعاء المأثور جهرًا ومعه القوم أيضًا ليتعلّموا الدعاء لا بأس به“. (الفتاوى الهندية:۳۱۸/۵ (الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء، إلخ. انيس)

(۳) (قال الله تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الأعراف:۵۵)

عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: ”خير الدعاء الخفي“.

عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعًا: ”دعوة في السر تعدل سبعين دعوةً في العلانية. (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر، إلخ:۹۳/۶، إدارة القرآن، كراچی)(رقم الحديث:۱۷۴۳-۱۷۴۵، انيس)

وأما الأدعية والأذكار فبالخفية أولىٰ قلت: ويجتهد في الدعاء والسنة أن يخفي صوته لقوله تعالىٰ: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾. ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة:۵۰۷/۲، سعيد)

”لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم، ويؤمن بعضهم، إلا أجابهم الله“. (كنز العمال، الباب الثامن في الدعاء الإكمال في إجابة الدعاء باعتبار الذوات والأوقات الذوات، رقم الحديث:۳۳۶۷:۱۰۷/۲، مكتبة التراث الإسلامي)

دعاء ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم:

سوال: ہم نماز مسجد میں ادا کر رہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن دعاء ثانی شروع کردی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے، یا نہیں؟ یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے، مکروہ ہے، (۱) اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض، یا واجب ترک نہ ہو تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۸/۵-۶۹۹)

امام کا بلند آواز سے دعا مانگنا جس سے مسبوق کو خلل ہو، ناجائز ہے:

سوال: بروقت نماز مصلی مسبوق ہو، امام صاحب فرض نماز ختم کر کے بآواز بلند دعا مانگے، جس سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

حامدًا و مصليًا الجواب ــــــــــــ و باللّٰه التوفيق

امام کا بعد فراغت اس قدر بلند آواز سے دعا مانگنا، جس سے مصلیوں کی نماز میں تشویش، یا خلل ہوتا ہو، ناجائز و مکروہ ہے۔

---

(۱) هل يكره رفع الصوت بالذكر و الدعاء؟ قيل: نعم. (الدر المختار)

"قوله: (قيل نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشى عليه في المختار و الملتقىٰ، فقال: وعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير" إلخ. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

"نعم الجهر المفرط ممنوع شرعًا وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه شبهة رياء، أو لوحظت في خصوصيات غير مشروعة". (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه اللّٰه تعالىٰ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳۴/۳، إدارة القرآن)

(۲) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، آه. (السعاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه: أن من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشدية)

”في حاشية الحموي عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم علىٰ نائم أو مصل أو قاري، إلخ. (۱)

في الهداية: والجهر المفرط يلزم مفاسد منها إيقاظ النيام ومنها شغل قلوب المصلين وهو يفضي إلىٰ سهوهم ومنها ترک الخشوع عما ينبغي إلىٰ غير ذلک من المفاسد التي لا تحصىٰ. (۲)

والله تعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۱۹۷)

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ اسپیکر پر ذکر با جہر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) نماز با جماعت ادا ہونے کے بعد فوراً زور زور سے امام اور مقتدیوں کا ”لا إلٰه إلا أنت، الخ “ کا ورد کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے؛ بلکہ اکثر غلط ہو جاتے ہیں۔

(۲) نماز عشا کے بعد امام اور پانچ چھ مقتدیوں کا لاؤڈ اسپیکر پر جہراً ”لا إلٰه إلا الله “ پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ جوش میں آ کر کچھ اور الفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں، جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں، جب کہ یہ عمل عام اہل محلّہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اور آرام میں خلل انداز ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد نادر خان ضلع نوشہرہ، ۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ)

الجواب

(۱) ذکر بالجہر جائز ہے؛ لیکن جب مسبوق کے لیے ضرر رساں ہو تو مکروہ ہے۔ (شامی)

(۲) یہ بھی مکروہ ہے، جب کہ نمازی وغیرہ کو ضرر رساں ہو، (شامی) (۳) البتہ جن لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر میں ذکر کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہو تو یہ ذاکر بیمار ہے، (۴) اور جس سامع کو ضرر رساں ہو اور گانے سننا ضرر رساں نہ ہو تو وہ بھی بیمار ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۵۴-۲۵۵)

(۱) رد المحتار على الدر المختار: ۱/۶۹۱ (باب ما يفسد الصلاة، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۲/۴۳۴، بيروت)

(۲) ہدایہ میں یہ عبارت باوجود تلاش کے نہ ملی۔ مرتب

(۳) قال العلامة ابن عابدين عن الإمام الشعراني: أجمع العلماءُ سلفًا وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم علىٰ نائم أو مصل أو قارئ. (ردالمحتار هامش الدر المختار، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۱/۴۸۸) (كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، انيس)

(۴) قال العلامة آلوسي: عن ابن عمر وقد رأى ساقطاً من سماع القرآن فقال إنا نخشىٰ الله تعالىٰ وما نسقط هٰؤلاء يدخل الشيطان في جوف أحدهم... هذا نعت أولياء الله تعالىٰ: قال تقشعر جلودهم وتبكي أعينهم وتطمئن قلوبهم إلىٰ ذكر الله تعالىٰ و لم ينعتهم الله سبحانه بذهاب عقولهم والغشيان عليهم إنما هذا في أهل البدع ==

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، تو تبلیغی نصاب پڑھنا:

سوال: محترمی مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں، عرصہ دراز سے عشا کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سناتا ہوں، ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں؛ کیوں کہ کچھ نمازی کچھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے، وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہیے؛ لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی، اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں، یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

بعد میں آنے والے نمازیوں سے گذارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلہ پر پڑھیں؛ تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے، نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴۰۷/۱۰/۱۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۵۶/۲-۲۵۷)

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا:

سوال: دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے تو ایک شخص: "**الحمد للّٰہ رب العالمین**" اور ختم دعا کے وقت "**برحمتک**" الخ بالجہر کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جائز ہے، مگر اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۴/۹/۲ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۹۲/۵)

== وإنما هو من الشيطان. وأخرج ابن أبي شيبة عن ابن جبير: قال الصعقة من الشيطان، وقال ابن سيرين: بيننا وبين هؤلاء الذين يصرعون عند قراءة القرآن أن يجعل أحدهم علىٰ حائط باسطاً رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن كله فإن رمىٰ بنفسه فهو صادق. (تفسير روح المعاني: ۲۸۴/۱۳، سورة الزمر، الآية: ۲۳)

(۱) الإصرار على المندوب يبلغه إلىٰ حد الكراهة، آه. (السعاية، باب صفة الصلاة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: أن من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب: الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹٤٦): ۳۱/۳، رشدية)

دعا کی ابتدا وانتہا کے لیے زور سے کوئی کلمہ کہنا کیسا ہے:

سوال: بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ فرض نماز کے بعد امام کی دعا کے ابتدا پر مؤذن صاحب ''اللّٰهم آمين'' اور ختم پر ''برحمتک يا أرحم الراحمين'' کہہ دیا کریں؛ تا کہ مقتدی حضرات کو امام کے دعا کی ابتدا وانتہا کا علم ہو سکے تو مؤذن صاحب کا ان اوقات میں مندرجہ بالا الفاظ کہنا کیسا ہے، کوئی حرج تو نہیں؟ پانچوں نمازوں میں اگر یہ الفاظ کہہ دیں تو کیسا ہے؟

الجوابـــــــــــ حامداً ومصلياً

صراحةً کوئی جزئیہ باوجود تتبع کثیر کے نہیں مل سکا، البتہ تعلیلاتِ فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ اس لیے کہ اس کا بھی مقصد اعلام حاضرین ہے اور تکبیر اور تکبیرات انتقالیہ کی تبلیغ جو ماموربہ ہے، اس کی بھی علت یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۳/۴)

نماز کے بعد دعا ''الحمد'' سے شروع کرنا:

سوال: فرض نما کے بعد ''الحمد لله رب العلمين'' سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجوابـــــــــــ حامداً ومصلياً

دعا سے پہلے حمد وثنا آداب میں سے ہے، الحمدللہ اس کا اعلی مصداق ہے، جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا ''﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ إلخ'' سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۸۱/۵)

---

(۱) ''عن فضالة بن عبيدالله قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعدًا إذدخل رجل فصلى فقال: أللّٰهم اغفرلي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بماهو أهله، وصل علي، ثم ادعه''. قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلک، فحمدالله، وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ''أيها المصلي! أدع تجب''. هذاحديث حسن''. جامع الترمذي، أبوب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۱۸۵/۲، سعيد)(رقم الحديث: ۳۴۷۶، انيس)

''واستقبل الداعي القبلة، وكان علىٰ طهارة، ورفع يديه إلى الله، وبدأ بحمد الله والثناء عليه، ثم ثنىٰ بالصلاة علىٰ محمد عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. (الجواب الكافي فيمن سئل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء بالدواء لابن قيم الجوزية، فصل أوقات الإستجابة، ص: ۱۶، مكتبه حقانية)

فجر کی دعا میں ’’الفاتحة‘‘ پڑھنا:

سوال: بعد نماز فجر دعاؤں کے آخر میں الفاتحة لازماً پڑھ کر پھر خاموشی کے بعد ’’قال اللّٰه تعالٰی فی شان حبیبه‘‘ کے بعد آیت: ﴿إِنَّ اللّٰـهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾الخ، (سورة الأحزاب: ٥٦) پڑھ کر امام ومقتدی کا باآواز بلند درود پڑھنا کیسا ہے؟ بعد دعا امام صاحب سے لازم جان کر مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ تھا یا نہیں؟

(۲) سنت ہے یا بدعت؟

(۳) بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

(۱) خیر القرون میں یہ طریقہ نہ تھا۔

(۲) یہ بدعت ہے۔(۱)

(۳) بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔(۲)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/۳۳۳-۳۳۴)

دعا میں ’’إن اللّٰه وملائکته‘‘ پڑھنے کا التزام:

سوال: ہماری مسجد میں بعد نماز عصر دعاؤں کے آخر میں ’’وقال اللّٰه تعالٰی فی شان حبیبه‘‘ پڑھ کر پھر قرآن کی آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا لازم سمجھتے ہیں، بغیر مذکورہ آیت پڑھے نماز و دعا نامکمل سمجھتے ہیں، کیا یہ صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے؟ حدیث کی کن کتابوں میں مذکور ہے؟ یہ سنت ہے کہ بدعت، بدعت پر عمل کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

بعد نماز عصر، یا کسی بھی نماز کے بعد، حالت دعا میں، یا کسی بھی حالت میں مذکور آیت: ﴿إِنَّ اللّٰـهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، الخ﴾ (۳) پڑھ کر درود شریف پڑھنا اور اسے لازم سمجھنا، سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی

(۱) ’’من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهورد‘‘. (الصحیح لمسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة (ح: ۱۷۱۸)

(۲) ’’وإیاکم والأمور المحدثات فإن کل بدعة ضلالة‘‘. (سنن ابن ماجة: ۱/ ۲۸ (ح: ٤٢٠) (کتاب المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، انیس)

(۳) سورة الأحزاب: ٥٦

سلف نے اس طرح کا عمل کیا ہے، ہاں درود کی کثرت باعث اجر وثواب ہے؛ لیکن نماز کے بعد اس کو پڑھے بغیر نماز کو نامکمل سمجھنا غلط ہے، جو بدعت ہے، جو عمل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو، وہی بدعت ہے۔(۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۳۳/۳)

”اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاَ ئِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ“ پڑھ کر دعا ختم کرنا:

سوال: فی زماننا بعد صلوۃ العصر وبعد الفجر دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ ”الفاتحة“ کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ الخ (سورۃ الأحزاب: ٥٦) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہ جمیع مقتدی وپیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

(۱) زمانۂ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے، یا نہیں؟

(۲) آیت مبارکہ کی تلاوت وجوب درود شریف پر دلالت کرتی ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا ہو، نہ بطریق ایصال تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

(۴) بعض جہلاً اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا الالتزام مالا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو فـفـروا إلى البيت ہوجاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن؛ بلکہ حسن پر طعن کر کے اہل حق کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں، حالاں کہ فقہا کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں:

(الف) ” قال أستاذنا: لكنها مستحسنة للعادة والآثار“. (الفتاویٰ الهندية: ٤١٢/١)

(ب) ”قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافتةً أو جهرًا مع الجمع مكروهة“. (أيضًا)

(ج) ”واختار القاضی بديع الدين: أنه لاتكره“.

(د) ”واختار القاضی الإمام جلال الدين: إن كانت الصلاة بعدها السنة تكره وإلا فلا، كذا فی التاتر خانية“.

(ہ) ”قوم يجتمعون ويقرؤون الفاتحة جهرًا دعاء، لايمنعون عادة، والأولى المخافة“.

---

(۱) ”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد“. (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، رقم الحديث: ١٧١٨)

(و)　"وفی الخجندی: إمام یعتاد کل غداة مع الجماعة قراء ة آیة الکرسی و آخر البقرة وشهد الله ونحوها جهرًا، لابأس به، کذا فی القنیة". (۱)

عبارت مذکور سے جواز بالشرع موجود ہے؛ لیکن چوں کہ بالشریعت ہے، ونیز بفحوائے آیت مبارکہ ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة النحل: ۴۳) اہل ذکر ہی سے ہوسکتا ہے، لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا، براہ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں؟

(احقر العبد مقیم الدین، پیش امام فتح پور، شیخاوٹی، ضلع جے پور)

الجواب ——————— حامداً ومصلیاً

(۱)　میں نے قرون مشہود لها بالخیر، یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں، اس مخصوص دعا کا ثبوت، کتب فقہ میں نہیں دیکھا۔ (۲)

(۲)　اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، وقوله: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ﴾ قد تضمن الأمر بالصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم وظاهره یقتضی الوجوب وهو فرض عندنا، إلخ". (أحکام: ۴۵۶/۳) (۳)

باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں۔ (جن کی تفصیل طحطاوی، حاشیۂ مراقی الفلاح، ص: ۱۴۷) (۴) میں موجود ہیں۔

(۱)　الفتاوی الهندیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح، وقراء ة القرآن والذکر والدعاء، الخ: ۳۱۷/۵، رشیدیة

(۲)　آثار السنن، باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح، ص: ۱۳۲، إمدادیة، ملتان

"ولا یسن رفع یدیه إلا فی سبع مواطن". (الدرالمختار)

"(قوله: إلا فی سبع) إشارة إلیٰ أنه لا یرفع عند تکبیر الانتقالات، خلافاً للشافعی وأحمد، فیکره عندنا، ولا یفسد الصلاة إلا فی روایة مکحول عن الإمام". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلیٰ انتهائها: ۵۰۹/۲، سعید)

(۳)　أحکام القرآن للجصاص (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۴۴/۳، قدیمی

(۴)　وهی فرض فی العمر مرةً واحدة، وتقوم مقامها الصلاة الواقعة فی مکتوبة، أو غیرها بعد البلوغ، وتجب کلما ذکر علیٰ أحد قولین، وتسن فی کل تشهد أخیر من الفرض، وفی کل تشهد نفل إلا فی سنة الظهر القبلیة، والجمعة القبلیة والبعدیة، وتندب فی أوقات الإمکان، وتحرم علی الحرام، وتکره عند فتح التاجر متاعه، ولایکره إفرادها عن السلام علی الأصح عندنا. وهذا الخلاف فی حق نبینا صلی الله علیه وسلم، أما فی حق غیره من الأنبیاء، فلا خلاف فی عدم کراهة الإفراد لأحد من العلماء ذکر الحموی محشی الأشباه". (حاشیة الطحطای علیٰ مراقی الفلاح، خطبة الکتاب، ص: ۱۲، قدیمی)

(۳)　جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو، اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں۔

"من أحدث فی أمرنا هٰذا مالیس منه، فهو رد". (متفق علیه)(۱)

(۴)　جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے؛ بلکہ حدیث: "من أحدث" الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے اور وہ اپنے ادعائے اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلا کہہ کر حقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں؛ بلکہ بڑی معصیت ہے، اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو "ما أنا علیه أصحابی" کی روشنی میں ان کو مطمئن کردیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلاف شرع واقع ہو، اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علما سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد ہوجائے تو اس فعل کی تردید حسب حیثیت لازم ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں، ان میں سے کسی میں الفاتحة اور "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِکَتَهُ، إلخ" کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے کسی جواب کی ضرورت نہیں؛ تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جائے۔

(الف)　اس عبارت میں "لکنها" کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے اور یہ کس سے استدراک ہے؟

(ب)　اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج)　یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے، اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د)　انہوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی، دوسری میں مخالفت۔

(ہ)　اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے، نہ کہ امر شرعی اور امر شرعی وہ ہے، جو کہ (شمار نمبر: ب) میں مذکور ہے۔

---

(۱)　بخاری میں "فیه" ہے، انیس (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علیٰ صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)((رقم الحدیث: ۲۶۹۷، انیس)

"بأنها (البدعة) ما أحدث علیٰ خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دینًا قویمًا وصراطًا مستقیمًا، آه" فافهم. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱-۵۶۱، سعید)(مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(و) اس میں فقط "لابأس" ہے، جو کہ بالاصالہ خلاف اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے، اسی طرح عالمگیری کی اسی صفحہ پر (د) اور (ہ) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جو کہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی، وہ یہ ہے:

"قراءة الكافرون إلى الأخر مع الجمع مكروهة ؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين رضى الله عنهم، كذا فى المحيط" اه.

چند سطر بعد ہے:

"يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بها، كذا فى القنية". (۱) یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جولوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استناد امور ذیل سے ہے:

(۱) اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہذا یہ مضمون (بوجہ) حدیث: "من أحدث، إلخ" قابل رد ہے۔ (۲)

(۲) فاتحہ یا آیت: "إن الله" إلخ پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالاں کہ بعض لوگ مثلاً: مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے۔ (۳)

(۳) اس ہیئت کے اجتماع کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے: **"قد صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع قومًا اجتمعوا فى مسجد" إلخ.** (الفتاوى البزازية، ص: ۳۷۸) (۴)

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة، والتسبيح، وقراءة القرآن، الخ: ۳۱۷/۵، رشيدية

(۲) صحيح البخارى، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علىٰ صلح جور آه: ۳۷۰/۱، قديمى) (ح: ۲۶۹۷، انيس)

(۳) "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم". (الدرالمختار)

"قوله: (قيل نعم) يشعر بضعفه مع أنه مشىٰ عليه فى المختار الملتقىٰ فقال: وعن النبى صلى الله عليه وسلم أن كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم جهرًا وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

(۴) العبارة بتمامها: "وقد صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والذكير... لما صح عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع قوماً اجتمعوا فى مسجد يهللون ويصلون عليه الصلاة والسلام جهرًا فراح إليهم، فقال ما عهدنا ذلك علىٰ عهده عليه السلام، ما أراكم إلا مبتدعين ومازال يذكر ذلك حتىٰ أخرجهم عن المسجد". (الفتاوى البزازية علىٰ هامش الهندية، كتاب الاستحسان، نوع: ۳۷۸/۶، رشيدية كوئٹة)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالاں کہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہوجاتا ہے: ''الإصرار علی المندوب یبلغه إلیٰ حد الکراهیة''. (السعایة)(۱) بلکہ طیبی شرح مشکوۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے، (۲) جب امر مندوب مکروہ ہوجاتا ہے تو مباح بطریق اولیٰ ہوجاتا ہے:

''الجهر المفرط ممنوع شرعًا و کذا الجهر الغیر المفرط إذا کا ن فیه إیذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فیه ، الخ، کما صرح به علی القاری فی ''شرح المشکوۃ'' والحصکفی ''فی الدر المختار وغیرهما'' آه. (سباحة الفکر، ص: ۷۲)(۳)

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو، اس پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا ہے، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے: ''سباب المسلم فسوق'' آه. (۴) وإلیٰ غیر ذلک من المفاسد. فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۱/۹/۶۲ ۱۳ھ۔

جوابات صحیح ہیں: اس مسئلہ پر ایک رسالہ ''الدلیل الخیرات فی ترک المنکرات'' شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ فقط

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۲۲/۹/۶۲ ۱۳ھ۔

صحیح عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲ /رمضان/ ۶۲ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۷۴۹-۷۵۰)

دعا کی قبولیت کے لیے اوّل وآخر درود شریف کا ہونا زیادہ امید بخش ہے:

سوال: کیا دعا کے اوّل اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی؟

الجواب

دعا کے اول وآخر درود شریف کا ہونا دعا کی قبولیت کے لیے زیادہ امید بخش ہے۔ (۵)

(۱) السعایة، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، قبیل فصل فی القراءۃ: ۲/ ۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور

(۲) ''قال الطیبی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وفیه أن من أصر علیٰ أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علیٰ بدعة أو علیٰ منکر''. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/ ۳۱، رشیدیة)

(۳) مجموعة رسائل اللکنوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، الباب الأول فی الحکم الجهر بالذکر: ۳/ ۳۴، إدارۃ القرآن، کراچی

(۴) صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله وهو لا یشعر: ۱/ ۱۲، قدیمی) (ح: ۴۸) انیس)

(۵) ونص العلماء علیٰ استحبابها (الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم) فی مواضع.. وأول الدعاء وأوسطه وآخره. (ردالمحتار: ۱/ ۵۱۸، مطلب: نص العلماء علیٰ استحباب الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی مواضع (کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، انیس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک کہ اس کے اول وآخر میں درود شریف نہ ہو۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۱۱/۳)

دعا کے قبول ہونے کا مطلب:

سوال: ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ ہوتا ہے؟ طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں؛ مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا، آخری رات میں اور دوسرے جو طریقے معلوم ہوسکے، اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا۔ ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''۔ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے، ہوجاتا ہے اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے، نہیں ہوتا محض طفل تسلی ہے، ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دعا کا حکم ہے،(۲) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے،(۳) جن دعاؤں پر دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، وہ بھی بیکار نہیں۔(۴) قیامت میں ایسی دعا کو دکھلا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات ونعمتیں ہیں، جن کو

---

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال: إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض، لایصعد منه شئ حتی تصلی علی نبیک". (رواه الترمذی) (مشکاة المصابیح: ۸۷) (کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه و سلم وفضلها، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۹۳۸، انیس)

وکذا عن علی رضی اللّٰه عنه. (سنن الترمذی: ۹۶/۱) (کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم الحدیث: ۴۸۶، انیس)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾. (سورة الغافر: ۶۰)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ، فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ، أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶)

واللّٰه تعالیٰ یجیب الدعوات ویقضی الحاجات لقوله تعالیٰ: ﴿أُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾. (سورة الغافر: ۶۰) ولقوله علیه السلام: "یستجاب الدعاء للعبد مالم یدع بأثم أوقطعیة رحم مالم یستعجل". ولقوله علیه السلام: "إن ربکم حی کریم یستحیی من عبده إذا رفع یدیه إلیه أن یردها صفرًا". (شرح العقائد النسفیة للتفتازانی، ص: ۱۷۳، قدیمی)

(۴) عن جبیر بن نفیر أن عبادة بن الصامت رضی اللّٰه عنه حدثهم أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "ما علی الأرض مسلم یدعو اللّٰه بدعوة إلا آتاه اللّٰه إیاها، وصرف عنه من السوء مثلها مالم یدع بأثم أوقطعیة رحم". فقال رجل من القوم: إذا نکثر، قال: "اللّٰه أکبر". (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک: ۱۹۸/۲، سعید) (رقم الحدیث: ۳۵۷۳، انیس)

"ورواه الحاکم أبو عبد اللّٰه فی المستدرک علی الصحیحین من روایة أبی سعید الخدری رضی اللّٰه تعالیٰ عنه و زاد فیه: "أو یدخر من الأجر مثلها". کتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰه تعالیٰ، باب الدلیل علی أن دعاء المسلم یجاب بمطلوبه أو غیره وأنه لایستعجل بالإجابة، ص: ۴۹۴-۴۹۵، دار البیان، بیروت) (رقم الحدیث: ۱۲۶۴، انیس) ==

دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا؛(۱) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا اور سب کا معاضہ آخرت میں ملتا، پس دعا یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں، حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۵۱۷-۱۳)

تعریف وتوصیف کے الفاظ بھی دعا ہیں:

سوال: نماز کے بعد دعا جہاں تک میرا خیال ہے، دعائیہ الفاظ سے ہونی چاہیے، یا پھر اللہ تعالیٰ کی توصیف وتعریف کے ساتھ دعا مانگی جاسکتی ہے، ہماری مسجد کے امام صاحب مغرب کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا... اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ پڑھتے ہیں، ان الفاظ میں اخراجات سے متعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، دعائیہ کوئی بات نہیں ہے، اسی طرح فجر کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ ... وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ پڑھتے ہیں، ان میں بھی دعائیہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں اللہ کی توصیف تو ہے؛ لیکن طلب نام کی بات نہیں ہے، بغیر حساب کے بعد اگر رزق میں وسعت طلب کی جائے تو دعا بنتی ہے، اس پر ایک دو صاحبان لاریب کہتے ہیں، اس کے علاوہ کبھی کبھی مولوی صاحب ﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ﴾ والی دعا بھی مانگتے ہیں، جو کہ خالص انفرادی دعا ہے، اجتماعی نہیں ہے، میرا موقف یہ ہے کہ یہ دعا امام کو مقتدیوں کے ساتھ نہیں مانگنی چاہیے، اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف کے کلمات ادا کرنا بھی دعا ہے، اسی طرح "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ" سے "بِغَیْرِ حِسَابٍ" تک یہ بھی دعا ہے اور "رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ" یہ بھی دعا ہے، الغرض جتنے کلمات اللہ کی تعریف اور توصیف کے کہے جائیں، وہ سب دعا میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم

ان چیزوں پر بحث ومباحثہ نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۱۷)

== "ولاینبغی للعبد أن یمل من الدعاء لأنه عبادة وتأخیر الإجابة إما لأنه لم یأت وقته لأن لکل شیء وقتاً مقدرًا فی الأزل، أو لأنه لم یقدر فی الأزل قبول دعائه فی الدنیا فیعطی فی الأخرة من النواب عوضه أو یؤخر دعاء لیلح ویبالغ فی الدعاء فإن اللّٰه یحب الملحین فی الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خبر له من تحصیله واللّٰه یعلم وأنتم لاتعلمون". (المرقاة، کتاب الدعوات: ۵/۱۰، رشیدیة) (رقم الحدیث: ۲۲۲۷، انیس)

(۱) اس لیے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں اس مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے۔

بعدفرائض دعامیں آمین وغیرہ کاحکم:

سوال: بعدجماعت کے جودعاامام کے ساتھ مانگتے ہیں،اس میں آمین کہناچاہیے،یاجومرضی ہو،دعامانگے ؟

الجواب

جودعاچاہے مانگے ،یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعاپرآمین کہے۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۱/۲)

فرض نماز کے بعددعاکی کیفیت کیاہونی چاہیے:

سوال: بعض امام صاحب ہرنماز کے بعددعاعربی میں مانگتے ہیں،کیااردومیں دعامانگ سکتے ہیں،یانہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعامختصرہونی چاہیے،یالمبی؟

الجواب

فرض نماز کے بعددعامختصرہونی چاہیے،(۲)اورآہستہ کی جانی چاہیے،(۳)اپنے اپنے طورپرجس شخص کی جوحاجت ہو،اس کے لیے دعاکرے،عربی الفاظ ہمیشہ بلندآوازسے نہ کہے جائیں۔(۴)(آپ کے مسائل اوران کاحل:۴۹۵/۳)

---

(۱) ثم يسلم،إلخ،مع الإمام، إلخ، ويدعوويختم بسبحان ربك.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،فصل فى كيفية الصلاة : ۴۸۹/۱)

(۲) عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلّم لايقعد إلاّ مقدارما يقول: "اللّٰهمَّ أنت السلام ومنك السلام،تبارك ياذا الجلال والإكرام.(جامع الترمذى: ۳۹/۱،أبواب الصلاة،باب ما يقول إذا سلم(من الصلاة،رقم الحديث:۲۹۸،ص:۶۹،بيت الأفكار،انيس).(الصحيح لمسلم: ۲۱۸/۱)

وفى الدرالمختار: ۵۳۱/۱،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة:ويكره تأخيرالسُّنَّة إلاّ بها اللّٰهُمَّ أنت السلام.

(۳) عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال:خيرالدعاء الخفى...وعن أنس رضى الله عنه مرفوعًا،ودعوة السرتعدل سبعين دعوة فى العلانية.(إعلاء السنن: ۹۳/۶،أبواب الوتر) (إخفاء القنوت فى الوتروألفاظه وحكم القنوت فى الفجر،رقم الحديث:۱۷۴۳_۱۷۴۵،انيس).

وفى الدرالمختار: ۵۰۷/۲ (ردالمحتار،كتاب الحج،مطلب:فى شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۵۰۷/۲ ، سعيد،انيس)):وأما الأدعية والأذكارفبالخفية أولٰى قلت:ويجتهد فى الدعاء،والسنة أن يخفى صوته لقوله تعالٰى:" أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ".(سورة الأعراف:۵۵،انيس)

وقال العلامة الآلوسى فى روح المعانى(۱۳۹/۸،طبع دارإحياء التراث العربى)(مبحث فى تفسيرقوله تعالٰى: ﴿أدعواربكم تضرعاًوخفية﴾إلخ(سورة الأعراف: ۵۵،انيس):وجاء من حديث أبى موسٰى الأشعرى أنّه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لقوم يجهرون:أيّها الناس!اربعوا علٰى أنفسكم،إنّكم لا تدعون أصم ولا غائبًا،إنّكم تدعون سميعًا بصيرًا،وهومعكم وهوأقرب إلٰى أحدكم من عنق راحلته،والمعنى ارفقوابأنفسكم واقصروامن الصياح فى الدعاء)

(۴) الإصرارعلى المندوب يبلغه إلٰى حد الكراهة.(السعاية:۲۶۵/۲،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،سهيل اكيڈمى)==

دعا کا مسنون طریقہ:

سوال: سنت کے مطابق دعا مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ جس کے مطابق دعا کرنے سے قبول ہو، وضاحت سے بیان فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

باوضو قبلہ رو دوزانو باادب بیٹھ کر آہستہ خشوع وخضوع سے دعا کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا مثلاً ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ﴾ پھر درود شریف پھر دعا، پہلے اپنے لیے، پھر والدین کے لیے، پھر سب مومنین کے لیے، پوری امت کو دعا میں شامل کئے بغیر دعا ناقص رہتی ہے، دعا کا ہر مضمون بار بار دہرایا جائے، کم از کم تین بار تکرار کیا جائے، دعا کے درمیان بار بار درود شریف پڑھا جائے۔ یا أرحم الراحمين، یا ذا الجلال والإكرام سے پکارا جائے، آخر میں درود شریف کے بعد ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾(۱) پڑھ کر آمین پر دعا ختم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۸/۳)

دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے:

سوال: نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھے جائیں، یا ملا کر؟ بغل کھلی رکھے، یا بند؟ یعنی کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھے، یا ملی ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر دعا کرے اور دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ ہو، ملا کر رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(فيكون بينهما فرجةً)(الدر المختار)

قوله: (ويكون بينهما فرجة) أى وإن قلت، قنية. (ردالمحتار: ٤٧٤/١)(٢) فقط والله أعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۴/۴)

== قال الطيبي: وفيه أنّ من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح: ١٤/٢، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، طبع أصح المطابع بمبئى)(الفصل الأول، رقم الحديث: ٩٤٦، انيس)

(۱) سورة الصافات: ١٨٠-١٨٢، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

دعا کے آداب:

سوال: نماز کے بعد بغیر درود شریف کے بیماروں کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟ دعا قبول ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

دعا کے آداب میں سے یہ ہے: پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے، پھر جو حاجت ہو، وہ مانگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت تھے، میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مانگ تجھ کو دیا جائے گا، مانگ تجھ کو دیا جائے گا‘‘۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص:۸۷)(۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ!

’’دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی، یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو‘‘۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص:۸۷)(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۹۴/۳)

دعا کس نیت سے مانگی جائے:

سوال: سب کچھ من جانب اللہ ہے تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے، نہ ملے تو اس میں عین خوشی اور مل جائے تو شکر کریں، ایسا خیال کیسا ہے؟

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: کنت أصلی والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم و أبوبکر وعمر معه، فلما جلست بدأت بالثناء علی اللّٰه تعالٰی، ثم الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ثم دعوت لنفسی، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: سل تعطه سل تعطه. (رواه الترمذی) (مشکاة المصابیح، ص: ۸۷، باب الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وفضلها (کتاب الصلاة، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۹۳۱، انیس) / (سنن الترمذی، کتاب الجمعة، باب ماذکر فی الثناء علی اللّٰه والصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قبل الدعاء، ص: ۱۱۹، رقم الحدیث: ۵۹۳، بیت الأفکار، انیس)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: إن الدعاء موقوف بین السماء والأرض لا یصعد منها بشئ حتٰی تصلی علٰی نبیک. (رواه الترمذی) (مشکاة المصابیح، ص: ۸۷، کتاب الدعوات) / سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الدعاء علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (ح: ۴۸۶) / شرح السنة للبغوی، باب أدب الدعاء ورفع الیدین فیه: ۲۰۵/۵، المکتب الإسلامی، بیروت / مسند الفاروق لابن کثیر، کتاب الصلاة: ۱۷۶/۱، دار الوفاء المنصورة. انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

گو یہ خیال فی نفسہ صحیح ہے؛ لیکن اس میں ایک قسم کا استغنا ہے؛ اس لیے دعا اس طرح مانگنا چاہیے کہ بہت ہی حاجت ہے، مالک تو ہی حاجت پوری فرما اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۱۷-۱۲۷)

نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا:

سوال: بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ـــــــــــــــــــ

دعا کا عام مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، سجدۂ مناجات اکثر فقہا کے نزدیک مکروہ ہے۔ ''اشعۃ اللمعات'' میں ہے:

''سوم سجدۂ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است؛ یعنی تیسرا سجدۂ مناجات ہے، اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے''۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۶۲۰)

شرح سفر السعادت میں ہے:

''ودیگر سجدۂ مناجات ست بعد از نماز وظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایں مکروہ است''۔ (شرح سفر السعادت: ۱۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۶/۳۲۰)

---

(۱) عن أنس رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''إذا دعا أحدکم فلیعزم المسألة، ولا یقولن: اللّٰهم إن شئت فأعطنی، فإنه لا مکروه له''. (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: فلیعزم المسئلة فإنه لامکروه له: ۲/۹۳۸. قدیمی) (رقم الحدیث: ۶۳۳۸، انیس)

والمراد أن الذی یحتاج إلی التعلیق بالمشیئة ما إذا کان المطلوب منه یتأتیٰ إکراهه علی الشیء فیخفف الأمر علیه ویعلم بأنه لایطلب منه ذلک الشی إلا برضاه، وأما اللّٰه سبحانه فهو منزه عن ذلک فلیس للتعلق فائدة وقیل: المعنی أن فیه صورة الاستغناء عن المطلوب والمطلوب منه... قال لأبن عبدالبر: لایجوز لأحد أن یقول: اللّٰهم أعطنی إن شئت و غیر ذلک من أمور الدین والدنیا؛ لأنه کلام مستحیل لاوجه له؛ لأنه لایفعل إلا ماشاء''. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب فلیعزم المسألة، فإنه لامکروه له: ۱۱/۱۶۸-۱۶۹، قدیمی) (رقم الحدیث: ۶۳۳۹، انیس)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: (إحیاء علوم الدین للغزالی رحه اللّٰه تعالیٰ: کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وهی عشرة، ص: ۳۸۹-۸۹۳، مکتبة حقانیة پشاور)

مؤذن کو دعا شروع کرتے وقت "اللّٰهم آمين" کہنے کا پابند بنانا:

سوال: میں ایک مسجد میں مؤذن ہوں مسجد کے متولی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو "اللّٰهم آمين" کہو اور جب امام صاحب دعا سے فارغ ہو جائیں تو "برحمتك يا أرحم الراحمين" کہا کرو، جبکہ دعا جہراً ہوتی ہے تو متولی صاحب مجھے جو کہتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور وہ مجھے اس کا پابند بنا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے بعد دعا سراً مانگنا چاہیے، (۱) مقتدی دعا شروع اور ختم کرنے میں امام کا پابند نہیں ہیں، امام سے پہلے بھی دعا شروع کر سکتے ہیں اور امام دعا ختم کرلے، اس کے بعد بھی دعا مانگ سکتے ہیں، لہٰذا سوال میں درج شدہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، مؤذن کو اس کا پابند بنانا اور اس پر یہ ذمہ داری ڈالنا زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۸)

مؤذن کا دعا کے شروع میں "اللّٰهم آمين" اور آخر میں "برحمتك" الخ کہنا:

سوال: جماعت کے بعد امام کے شروع دعا میں مؤذن کا پکار کر "اللّٰهم آمين" اور دعا کے ختم پر "برحمتك يا أرحم الراحمين" کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

حامدًا و مصليًا الجواب وبالله التوفيق

نماز کے سلام کے بعد دعا کے شروع میں "اللّٰهم آمين" اور دعا کے ختم پر "برحمتك يا أرحم الراحمين" کہنا، اس غرض سے کہ سب کو دعا کے آغاز و انجام کا علم ہو جائے، جائز ہے، مگر سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے اور تارک پر لعن، طعن نہ ہو ورنہ، بدعت ہوگا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأحكم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلوی، وارد حال رنگون۔ الجواب صحیح: مرغوب احمد۔ (مرغوب الفتاویٰ: ۲/۲۰۰-۲۰۰۱)

دعائے ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ:

سوال: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً: "اهدني" کی جگہ "اهدنا"۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتاویٰ رحیمیہ: ۳۲۶/۴-۳۳۴

(۲) فكم من مباح يصير بالالتزام ... مكروها۔ (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول: ٣٤-مجموعة رسائل للكهنوي: ص: ٤٩٠)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۷/۲/۱۴۱۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷۴/۵-۷۵)

دعا ماثورہ میں اضافہ:

سوال: فرض نماز کے بعد "اللّٰهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والإکرام" میں بعض امام "ومنک السلام" کے بعد "وإلیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام" بڑھا دیتے ہیں، کیا جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ "ومنک السلام" کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے، یہ حدیث سے ثابت نہیں، بے اصل ہے، واعظین کی ایجاد ہے۔

قال الشیخ الجزری فی تصحیح المصابیح: وأما مایزاد بعد قوله: "ومنک السلام من نحو وإلیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وأدخلنا دارک دارالسلام" فلا أصل له بل مختلق بعض القصاص. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ: ۳۵۸/۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)(۱) فقط واللّٰه أعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲۴۱/۱-۲۴۲)

مذکورہ فتوے پر اشکال اوراس کا جواب:

سوال: آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد اول: ۲۱۴-۲۴۲ میں ہے:

جواب: فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ (وإلیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام) کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے، الخ۔

مگر نظام الفتاویٰ: ۱۶۵، میں ہے:

"اس کو دعا میں بعد نماز کے شامل کر لینا نا جائز و نادرست، یا خلاف تعلیم نبوی علیہ السلام نہ ہوگا"۔

اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) مرقاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، الفصل الأول، فی شرح رقم الحدیث: ۹۶۰، انیس

الجواب

فتاویٰ رحیمیہ احتیاط پر مبنی ہے، دعائے ماثورہ کے درمیان اضافہ یا ردو بدل پسندیدہ نہیں ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو دعا تعلیم فرمائی، جس میں ''بنبیک الذی أرسلت'' کے الفاظ تھے، صحابی نے بغرض تعظیم لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول؛ یعنی ''برسولک الذی أرسلت'' پڑھا تو فوراً روک دیا گیا اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت فرمائی۔ (سنن الترمذی: ۲/۱۷۵، باب ماجاء فی الدعاء اذا آوی الی فراشہ) (۱)

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

''دعا ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور مقبول ہوں، اس کو انہیں الفاظ پر رکھنا چاہیے، (الی قولہ) اسی طرح کسی دعاء ماثورہ میں اپنی طرف سے یہ اضافہ مکروہ ہے''۔

محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ (کفایت المفتی: ۳/۱۰-۱۱)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

سوال: اذان کی دعا میں ''والفضیلة'' کے بعد ''الدرجة الرفیعة'' اور بعد ''وعدته'' کے ''وارزقنا شفاعته'' بڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: ''الدرجة الرفیعة'' اور ''وارزقنا شفاعته یوم القیامة'' کا ثبوت نہیں ہے، پس غیر ثابت الفاظ کو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، پڑھے تو مضائقہ بھی نہیں۔ (کفایت المفتی: ۳/۲۱)

یہ موقع انفرادی دعا کا ہے اور فرائض کے بعد کا موقعہ اجتماعی دعا کا موقعہ ہے اور عوام سے غیر ثابت کلمات کے بارے میں عدم اعتقاد کی توقع رکھنا مشکل ہے؛ بلکہ وہ تو اس کو مسنون ہی سمجھیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۱۴۳-۱۴۴)

نماز کے بعد عربی اور اردو میں دعائیں:

سوال: نماز سے فارغ ہوکر میں درود ابراہیمی، سورۂ فاتحہ اور ایک دعا ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا'' پڑھ کر باقی دعا اردو میں مانگتا ہوں، کیوں کہ مزید دعائیں (عربی) میں یاد نہیں ہیں، کیا میرا یہ عمل مسنون ہے؟

الجواب

کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۱)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۵۷٤. ترمذی میں یہ باب بلاترجمہ ہے، یہی حدیث مسلم میں بھی ہے: الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ص ۱۰۸٦، رقم الحدیث: ۲۷۱۰، بیت الأفکار، انیس)

نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا:

سوال: نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز باجماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے، دوسری زبان میں خلاف افضل ہے، لہٰذا اس کی عادت نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۵۸/۶)

مسجد وغیرہ میں غیر عربی زبان میں دنیوی واخروی مقصد کے لیے دعا کرنے کا تفصیلی حکم:

سوال: ایک خط درباره دعا اندرون نماز ایک صاحب کے پاس ایک عالم کے یہاں سے آیا ہے، جو ہمرشتۂ عریضہ ہذا ارسال خدمت کرتا ہوں، چونکہ مجھ کو اس کے مضمون میں شک ہے، لہٰذا مکلّف خدمت عالی ہوں کہ سوالات ذیل کے جواب باصواب سے معزز فرمایا جاوے، فرض یا سنت نماز میں سجدہ، یا کسی دوسرے رکن میں عربی، یا کسی دوسری زبان میں کوئی دعا غیر منقول دنیا وآخرت کے لیے مانگنا جائز ہے، یا نہیں؟ دوران نماز میں مطلقاً کوئی دعا مفسد نماز ہے، یا نہیں؟ خاص کر سجدہ میں بعد تسبیح (اس خط کی نقل یہ ہے) سجدہ میں دعا کرنے کے متعلق صاف حدیثیں ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ تسبیح کے علاوہ یہ ہیں اور تسبیح مقدم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب السجود میں ہے:

كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول فى سجوده: "اللّهم اغفرلى ذنبى كله دقه وجله وأوله وآخره وعلانيته وسره". (رواه مسلم)(۱)

اور مسلم میں ہے:

عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقرب مايكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء". (۲)

یہاں سجدوں میں خصوصیت سے کثرت دعا کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی حدیث ہیں، مگر یہ دو کافی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے کہ دعاء سجدہ میں علاوہ تسبیحات ماثورہ کے مانگتے تھے اور یہ حکم بھی ہے کہ دعا سجدہ میں بہت مانگا کرو، جب دعا کا حکم ہے تو جس زبان میں انسان چاہے مانگے، ایک شخص عربی نہیں جانتا تو وہ اپنی زبان میں ہی دعا مانگ کر اس حکم کو پورا کرسکتا ہے، مسلمانوں کی نمازیں اسی لیے بے اثر ہوگئی ہیں کہ نماز میں اور بالخصوص سجدوں میں کثرت دعا سے کام نہیں لیتے، آہ۔

---

(۱) مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب السجود/ الصحيح لمسلم، باب مايقال فى الركوع والسجود (ح: ٤٨٣) انیس

(۲) الصحيح لمسلم، باب مايقال فى الركوع والسجود (ح: ٤٨٢) انیس

الجواب ـــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اولاً مقدمات ذیل معروض ہیں مع ان کے دلائل کے:

(۱) دعا کا اطلاق حمد پر بھی آیا ہے۔

عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:" أفضل الذکر:لاإلٰه إلااللّٰہ،وأفضل الدعاء:الحمد للّٰہ". (رواه الترمذی وابن ماجة)(مشکاة: ۱۹۲/۱)(۱)

(۲) اصل نماز فرض میں جماعت ہے واصل جماعت میں تخفیف ہے۔

عن أبی هریرة قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:"إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف فإن فیهم السقیم والضعیف والکبیر،وإذاصلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء". (متفق علیه)(مشکاة: ۹۳/۱)(۲)

(۳) تطویل صلوٰۃ وادعیہ طویلہ بقرینہ مقدمہ:۲ نوافل کے ساتھ مخصوص ہے۔

ویؤیده ماروی عن محمد بن مسلمة قال:إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا قام یصلی تطوعًا،قال:"اللّٰہ أکبر"(إلٰی قوله)اللّٰهم أنت الملک،لا إلٰه إلا أنت،سبحانک وبحمدک"ثم یقرأ. (رواه النسائی)(مشکاة: ۷۰/۱)(۳)

(۴) اصل اور سنت مستمرہ رکوع اور سجود میں تسبیح ہے۔

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه أنه صلی مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فکان یقول فی رکوعه:"سبحان ربی العظیم"وفی سجوده"سبحان ربی الأعلٰی". (الحدیث رواه الترمذی وأبوداؤد والدارمی و النسائی وابن ماجة)(مشکاة: ۷۵/۱)(۴)

---

(۱) کتاب الدعوات،باب ثواب التسبیح والتمحید و التهلیل والتکبیر،رقم الحدیث: ۲۳۰۶/سنن الترمذی، کتاب الدعوات،باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة ،ص: ۵۳۵،رقم الحدیث: ۳۳۸۳،بیت الأفکار/سنن ابن ماجة،کتاب الأدب،باب فضل الحامدین ،ص: ۴۰۶،رقم الحدیث: ۳۸۰۰،بیت الأفکار،انیس)

(۲) (کتاب الصلاة،باب ماعلی الإمام،الفصل الأول،رقم الحدیث: ۱۱۳۱/صحیح البخاری،کتاب الأذان، باب:إذاصلی لنفسه فلیطول ما شاء ،ص: ۱۴۹،رقم الحدیث: ۷۰۳،بیت الأفکار/(الصحیح لمسلم،کتاب الصلاة،باب:أمر الأئمة بتخفیف الصلاة فی تمام،رقم الحدیث: ۴۶۷،ص: ۱۹۵،بیت الأفکار،انیس)

(۳) کتاب الصلاة، باب ما یقرأ بعد التکبیر،الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۸۲۱/سنن النسائی، نوع آخر من الذکر والدعاء بین التکبیر (ح: ۸۹۸)انیس

(۴) کتاب الصلاة،باب الرکوع،الفصل الثانی ،رقم الحدیث: ۸۸۱/سنن لدارمی،باب مایقال فی الرکوع (ح: ۱۳۴۵)/سنن ابن ماجة،باب التسبیح فی الرکوع والسجود (ح: ۸۸۸)/سنن الترمذی،باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع (ح: ۲۶۲)/سنن أبی داؤد،باب مایقول الرجل فی رکوعه وسجوده (ح: ۸۷۱)انیس

(۵)　اصل محل دعا کا نماز میں قعدہ کی حالت ہے بعد درود شریف کے۔

عن فضالة بن عبيد،قال:بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد إذدخل رجل فصلى، فقال:"اللّٰهم اغفرلي وارحمني"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"عجلت أيهاالمصلي!إذا صليت فقعدت،فاحمد الله بماهوأهله،وصل عليّ،ثم ادعه"،قال:ثم صلى رجل آخربعد ذلك ،فحمد الله وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم،فقال له النبي صلى الله عليه وسلم:"أيها المصلي!ادع تجب". (رواه الترمذي وروى أبوداؤد والنسائي نحوه)(مشكاة: ۷۸/۱)(۱)

ان مقدمات میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریضہ کے سجدہ میں دعاء کی عادت کرنا خلاف قواعد سنت ہے، کئی وجہ سے، اول وہ موجب ہے تطویل صلوٰۃ کو، جو فریضہ میں حالت جماعت میں ناپسند ہے اور ترک جماعت خود ناپسند ہے، خصوص جب کہ دعا کے اس ادب کو بھی ملحوظ رکھا جاوے، جس کا اہتمام وارد ہے کہ اس کے قبل درود شریف بھی ہو، یہ سب مل کر تو بہت ہی تطویل ہو جاوے گی، دوسرے تغیر ہے محل دعا کی کہ حالت قعود کی ہے، تیسرے عدول ہے، اصل وظیفہ سجود سے کہ اکتفا ہے تسبیح پر، جیسا ظاہر نصوص کا مقتضا ہے اور سنن مؤکدہ میں بہت احکام میں مشابہ فرض کے ہیں تو اس میں بھی احتیاطاً اس کے ساتھ ملحق کہی جاویں گی، پس جن احادیث میں دعاء فی السجود وارد ہے، یا تو محمول ہے فعل احیاناً پر اور یا نوافل پر اور بعض محمول ہو سکتی ہیں مطلق حمد وثنا وتسبیح پر؛ تاکہ نصوص وروایات اور ان کے مقتضیات وقواعد میں تعارض نہ ہو تو یہ گفتگو تھی مطلق دعا میں، اب خصوصیت سے باقی رہی بحث دعا بغیر العربیۃ فی الصلوٰۃ کی، سو فقہا نے اس سے مع نقل اثر کے تعرض کیا ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"ودعا بالعربية وحرم بغيرها"،نهر. (الدرالمختار)

ردالمحتار میں ہے:

قال في غررالأفكارشرح دررالبحارفي هذه المحل:وكره الدعاء بالعجمية؛لأن عمرنهى عن رطانة الأعاجم،آه (إلىٰ قوله) ولايبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهًا تحريمًا في الصلاة وتنزيهًاخارجها. (۵٤۳/۱)(۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر غیر زبان عربی میں دعا کرنا، یا حرام ہے، یا مکروہ تحریمی اور حضرت عمر رضی

---

(۱)　كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها،الفصل الثاني،رقم الحديث: ۹۳۱/ جامع الترمذي،كتاب الدعوات،باب ماجاء في جامع الدعوات عن النبي صلى الله عليه وسلم، باب بلاترجمه.رقم الحديث: ۳٤۷۵،ص:۵٤۸،بيت الأفكار/سنن النسائي،باب التحميد والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم (ح:۱۲۸٤)/سنن أبي داؤد،باب الدعاء (ح:۱٤۸۱)انيس

(۲)　ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:في الدعاء لغير العربية،انيس

اللہ عنہ کا اثر اسی پر محمول ہے اور نیز یہ وجہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عجمی کو اس کی اجازت نہیں دی اور رہا یہ کہ بے سمجھے دعا میں حضور نہ ہوگا، سو ایسی مختصر دعاؤں کا جو کہ نماز میں اپنے محل پر پڑھی جاتی ہیں، کسی سے پوچھ کر ترجمہ، یا اس کا حاصل معلوم کر لینا اور اس کا استحضار کرنا، دشوار ہے، ورنہ اسی عذر سے شدہ شدہ بجائے قرآن مجید کے اس کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی رائے دی جانے لگے گی۔

۲۹/ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۱۲-۴۱۵)

کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے:

سوال: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث، بحوالہ بیان کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں، البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے؛ اس لیے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشاداتِ نبوی کے عین مطابق ہے، مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۵۰۱)

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا:

سوال: کیا دعا کے وقت منھ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے؟

الجو ابــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صلوۃ استسقا کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے، اس کو ابتہال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۱۱)

(۱) عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایرفع یدیہ فی شیء من دعاءہ إلافی الاستسقاء وإنہ یرفع حتٰی یری بیاض إبطیہ. (صحیح البخاری، أبواب الاستسقاء، باب: رفع الإمام یدہ فی الاستسقاء: ۱/۱۴۰، قدیمی) (رقم الحدیث: ۱۰۳۱، انیس)

"ظاہرہ نفی الرفع فی کل دعاء غیر الاستسقاء، وھو معارض بالأحادیث الثابتة بالرفع فی غیر الاستسقاء، وقد تقدم أنہا کثیرة ... ==

دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہییں؟ بعض کندھوں تک بتاتے ہیں اور بعض سینے تک، صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دونوں طرح درست ہے۔

قال شارح التنوير رحمه الله تعالىٰ: (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدّعاء.

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: كذا روى عن ابن عباس رضى الله عنهما من فعل النبى صلّى الله عليه وسلّم، قنية عن تفسير السمان. (رد المحتار: ۱/۴۷۴)(۱)

وفى المراقى: رافعي أيديهم حذاء الصدر، وبطونها مما يلى الوجه.

قال الطحطاوى رحمه الله تعالىٰ: الذى فى الحصن الحصين وشرحه أن يرفعهما حذاء منكبيه باسطاً كفيه نحو السماء لأنها قبلة الدعاء، آه.

قال بعض الأفاضل: ولا منافاة بينهما؛ لأن المراد أن لايجعل بطونهما جهة الأرض والتفاوت فى مقدار الرفع قليل كما يشير إليه ما فى أبى داؤد عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، قال: المسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيك، أو دونهما. (الطحطاوى على المراقى: ۱۷۳)(۲) فقط والله تعالىٰ أعلم

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۷-۵۸)

== وذهب آخرون الى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النفى على صفة مخصوصة، إما الرفع البليغ فيدل عليه قوله: "حتىٰ يرى بياض إبطيه" ويؤيده أن غالب الأحاديث التى وردت فى رفع اليدين فى الدعاء إنما المراد به مد اليدين، وبسطهما عند الدعاء، وكأنه عند الاستسقاء مع ذلك زاد رفعهما إلىٰ جهة وجهه حتى حاذتاه وبه حينئذ يرى بياض إبطيه. (فتح البارى، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده فى الاستسقاء: ۲/۶۵۸، قديمى) (شرح رقم الحديث: ۱۰۳۱، انيس)

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "هذا الاخلاص يشير بإصبعه التى تلى الإبهام وهٰذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه، وهذا ابتهال، فرفع يديه مدًا. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب فى بعض الآداب الدعاء: ۳/۱۷۱، إدارة القرآن كراچى)

عن أبى سعيد يقول: وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فجعل يدعو هكذا وجعل ظهر كفيه مما يلى وجهه ورفعهما فوق ثندوته وأسفل من منكبيه. (مسند الإمام أحمد، مسند ابى سعيد الخدرى (ح: ۱۱۸۰۶) انيس

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصلٰى إذا أراد الشروع، مطلب: فى إطالة الركوع للجائى، انيس

(۲) فصل فى صفة الأذكار، انيس

دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا مستحب ہے:

سوال: کیا دعا میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصّواب

مستحب ہے۔ **كما نقل الطحطاوى رحمه الله تعالىٰ عن شرح الحصن الحصين.** (الطحطاوى على المراقى ص:۱۷۳)(۱)**فقط والله تعالىٰ أعلم**

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ۔(احسن الفتاویٰ:۵۸/۳)

وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل:

سوال: دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہیے، یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب ــــــــــ حامداً ومصلياً

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

"**والأفضل فى الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت**"، اه. (الهندية: ۳۱۸/۵)(۲)
فقط والله تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳۶۱/۷/۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور ۴/شعبان ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰۵/۷)

دعا میں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مستحب ہے:

سوال: دعا میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اور دونوں ہاتھ آپس میں ملا کر رکھے جائیں، یا کچھ فاصلے سے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امداد الفتاویٰ میں ملا کر رکھنا لکھنا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) فصل فى صفة الأذكار، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن والذكر والدعاء، إلخ: ۳۱۸/۵، رشيدية)

"(والرفع بحذاء أذنيه) كالتحريمة ... (فيسبط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء، ويكون بينهما فرجة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۵۰۷/۱، سعيد)

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں اوردنوں ہاتھوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھنا افضل ہے۔

فی الباب الرابع من كراهية الهندية: والأفضل فی الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت ولايضع إحدی يديه علی الأخری فإن كان فی وقت عذرأوبرد شديد فأشارالمسبحة قام مقام بسط كفيه والمستحب أن يرفع يديه عند الدّعاء بحذاء صدره، كذا فی القنية. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۳۱۸، المطبعة الكبریٰ الأميرية بمصر)(۱)

امدادالفتاویٰ میں ضم الکفین فقہ حنبلی کی کتاب شرح المقنع سے نقل کیا ہے:

ونصه: وتكون يداه مضمومتين لما روی الطبرانی فی الكبيرعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما كان النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم إذادعا : ضم كفيه وجعل بطونهما يلی وجهه ، وضعفه فی المواهب. (۲)

اس روایت کی بناپر اگر کوئی ضم الکفین کی افضلیت کا قول کرے تو اس کی گنجائش ہے اور یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ ضم سے مرادتقریب ہے، جوفرجہ قلیلہ کے منافی نہیں ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۱-۵۲)

سوال مثل بالا:

سوال: کیا دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے، یا کشادہ رکھا جائے؟ اس سے متعلق مولانا محمد اجمل صاحب رسالہ آداب الدعاء میں فرماتے ہیں:

’’علامہ طحطاوی النہرالفائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وفی النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت. (۳)

---

(۱) كتاب الكراهة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن، إلخ، انيس

(۲) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، النوع السابع من عبادته : ۳/ ۵۲۱، المكتبة التوفيقية القاهرة. انيس

عن ابن عباس قال: كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا دعا جعل باطن كفه إلی وجهه. (المعجم الكبير للطبرانی، سعيد بن جبير عن ابن عباس (ح: ۱۲۲۳٤) انيس)

عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: الإخلاص هكذا ورفع إصبعا واحدة من اليد اليمنیٰ والإبتهال هكذا ومد يديه وجعل بطن الكف مما يلی الأرض والدعاء هكذا وجعل يديه بطونهما مما يلی السماء. (الدعاء للطبرانی، باب رفع اليدين علی المنبر فی الاستسقاء (ح: ۲۱۷۸) انيس)

(۳) المستحب أنه يرفع يديه عند الدعاء نحو إبطيه باسطاً كفيه ويكون بينهما فرجة وإن قلت. (النهر الفائق، فرع: ۱/ ۲۱۹، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

اوراس کے آگے علامہ موصوف حصن حصین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ!

دعا کے آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو باہم ملایا جائے اور انگلیوں کا رخ بجانب قبلہ ہونا چاہیے۔

وفی شرح الحصن والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة.

اورآگے فرماتے ہیں کہ باہم ملانا افضل اور بہتر ہے اور اگر معمولی کشادگی رکھی جائے تو بھی جائز ہے اور امام شعرانی لواقح الانوار، ص:۲۹۷ پر فرماتے ہیں:

’’آسمان کی طرف دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ دربار خداوندی سے معنوی عطیات حاصل کرنے کے لیے ہاتھ ایک ذریعہ ہے، پس دونوں کو باہم اس قدر ضم کیا جائے، جس طرح پانی پینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو باہم ملاتا ہے‘‘۔ (رسالہ آداب الدعاء، ص:۴۰)

اس کے بعد ناکارہ نے بعض کتب حدیث دیکھیں، مرقاۃ میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الدعوات کی فصل ثالث میں حدیث: ’’**عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أنه يقول ان رفعكم أيديكم**‘‘إلخ کے ذیل میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

وقد ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فى الدعاء يوم عرفة جمع بين كفيه وجعلهما مقابل صدره كاستطعام المسكين. (مرقاة المصابيح: ٤٧/٥)(۱)

لیکن اس کی کوئی سند نہیں لکھی، احقر نے مجمع الزوائد دیکھی تو اس میں حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد حافظ نورالدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه الحسين بن عبد اللّٰه بن عبيد اللّٰه وهو ضعيف. (۳)

اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ، ج:۵، ص:۴۲ پر فرماتے ہیں:

إنّ الضعيف حجّة فى الفضائل إتفاقاً، آه. (۳)

نیز حسب ذیل احادیث سے بھی ضم یدین عندالدعاء کی تائید ہوتی ہے:

عن أنس بن مالک رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: رفع رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يديه بعرفة يدعو فقال أصحاب النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم هٰذا الابتهال ثم خاضت الناقة ففتح إحدى يديه فأخذها وهو رافع الأخرى، رواه البزار والطبرانى فى الأوسط بنحوه إلاّ أنه: قال فرفع يديه فسقط

---

(۱) مرقاه المصابيح، كتاب الدعوات: ١٥٣٧/٤، دارالفكر بيروت. انيس

(۲) مجمع الزوائد، باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين: ١٦٨/١٠، مكتبة القدسى القاهرة. انيس

(۳) مرقاه المصابيح، كتاب الدعوات: ١٥٣٢/٤، دارالفكر بيروت. انيس

زمام الناقة فتناوله ورفع يديه وزاد هٰذا الابتهال والتضرّع ورجال البزار رجال الصحيح غير أحمد بن يحيٰى الصّوفى وهو ثقة ولكن الأعمش لم يسمع من أنس رضى اللّٰه تعالٰى عنه. (مجمع الزوائد: ١٦٩/١٠)(١)

"وعن سلمان رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما رفع قوم أكفهم إلى اللّٰه عزوجلّ يسئلونه شيئًا إلا كان حقًّا على اللّٰه أن يضع فى أيديهم الذى سألوا".

قلت: له حديث فى السنن غير هٰذا رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح. (حوالۂ بالا)(٢)

اور وہ تمام احادیث بھی ضم یدین کی مؤید ہیں جن میں مسح یدین علی الوجہ بعد الدعاء اور نزول برکات سماویہ وانوار الٰہیہ کا ذکر ہے۔

نیز عقلاً بھی احقر کو ضم یدین میں تواضع وانکساری محسوس ہوتی ہے، اس کے برخلاف فرجہ بین الیدین میں تکلف معلوم ہوتا ہے، نیز فرجہ بین الیدین کی تائید میں احقر کو ابھی تک کوئی حدیث نہیں ملی۔

امید ہے کہ حضرت والا اپنے محاکمہ اور تحقیق انیق سے احقر کو مطلع فرمائیں گے؟ بڑا اکرم واحسان ہوگا۔ (جزاكم اللّٰه أحسن الجزاء)

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

رسالہ آداب الدعاء میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ حاشیہ در میں ہے، یا کہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں؛ اس لیے دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑا، طحطاوی علی الدر المختار میں تو کوئی ایسی عبارت دستیاب نہیں ہوئی، البتہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں موجود ہے؛ مگر اس کے کسی جزء سے بھی بوقت دعا ضم الیدین کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کے برعکس فرجہ بین الیدین کے استحباب کو ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وفى النهر: من فعل كيفيته المستحبّة أن يكون بين الكفين فرجة وإن قلت: وأن لايضع إحدى يديه على الأرض، فإن كان لايقدر على رفع يديه لعذر، أو برد فأشار بالمسبحة أجزأ، اه.

لٰكن فى شرح الحصن الحصين، والظاهر أن من الأدب أيضًا ضمّ اليدين وتوجيه أصابعهما نحو القبلة. وفى شرح المشكوٰة، ورد أنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم عرفة جمع بين كفيه فى الدعاء

---

(١) مجمع الزوائد، باب ماجاء فى الإشارة فى الدعاء ورفع اليدين: ١٦٩/١٠، مكتبة القدسى القاهرة، مسند بزار، حدیث رجل من مزینۃ (ح: ۷۵۵۸) میں "ثم حاصت الناقة" ہے، انیس

(٢) كذا فى المعجم الكبير، سعيد الجريرى عن أبى عثمان عن سلمان (ح: ٦١٤٢)/ الملخصيات من الثانى عشر (ح: ٢٨١٥) انيس

وإن أريد بالضمّ في الكلام القرب التام لاينافي وجود الفرجة القليلة،وأما قوله:جمع بين كفيه لاينافيه أيضًا لأن المعنى جمع بينهما في الرفع ولايفرد أحدهما به.(الطحطاوی علی المراقی:۱۷۳)(۱)

رسالہ آداب الدعاء کی عبارت میں دوسرا تسامح یہ ہوا ہے کہ ضم الیدین کے استحباب کو حصن حصین کی طرف منسوب کیا ہے، حالاں کہ یہ عبارت حصن حصین کی نہیں؛ بلکہ شرح الحصن کی ہے، ممکن ہے کہ یہ ناسخ کا سہو، یا کاتب کی غلطی ہو۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الحصن کی عبارت کو نہر کے جزئیہ سے تطبیق دینے کی جو صورت بیان فرمائی ہے، بندہ نے بعینہٖ یہی وجہ تطبیق مورخہ ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۹۶ھ کے محررہ فتویٰ میں قنیہ کے جزئیہ اور شرح المقنع کی عبارت میں تحریر کی تھی، **فللّٰه الحمد علىٰ توفيقه لموافقة الأكابر.**

لوامح الانوار تلاش کی گئی، لطائف المنن کے حاشیہ پر دستیاب ہوئی، مستقل نہیں ملی؛ اس لیے حوالہ میں لکھا ہوا صفحہ نمبر کارآمد نہ ہوا، سرسری تلاش سے عبارت مذکورہ دستیاب نہ ہوئی، اگر اعتماداً اس عبارت کا وجود لواقح الانوار میں تسلیم کرلیا جائے تو مؤلف کی طرف سے طحطاوی کے جزئیہ کی طرح اس میں بھی عبارت کے فہم میں یا نقل میں تسامح کا احتمال ہے، علاوہ ازیں امام شعرانی شافعی ہیں؛ اس لیے ان کا قول احناف کے لیے حجت نہیں، ممکن ہے کہ عند الشوافع ضم الیدین افضل ہو، جیسا کہ شرح المقنع سے عند الحنابلہ بھی ضم الیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، احناف کی مندرجہ ذیل کتب میں استحباب فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۱) درمختار فرجہ کی تصریح موجود ہے۔

(۲) قنیہ کا جزئیہ شامیہ فصل تالیف الصلوٰۃ اور عالمگیریہ کتاب الکراہۃ میں مذکور ہے۔

(۳) شامیہ میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی پر اعتماد فرمایا ہے۔

(۴) عالمگیریہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(۵) النہر الفائق کی عبارت اوپر طحطاوی کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔

(۶) علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہر کے جزئیہ کے خلاف شرح المشکوٰۃ کی روایت اور شرح الحصن کی عبارت ذکر فرمانے کے باوجود نہر کے جزئیہ کو ترجیح دی ہے۔

(۷) حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے حاشیہ میں حصن حصین کی شرح الحرز الثمین لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقات اس قدر کثرت سے لائے ہیں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الحرز الثمین کو بالاستیعاب نقل فرمایا ہے، مع ہٰذا اس موقع پر الحرز الثمین کی عبارت کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا ہے، جس میں فرجہ کا استحباب مذکور ہے۔

---

(۱) فصل في صفة الأذكار، انیس

یہاں کتب فقہ کا استقرا نہیں کیا گیا، ممکن ہے اور بھی کئی کتب میں یہ حکم موجود ہو۔

طحطاوی نے شرح المشکوٰۃ سے جو روایت نقل کی ہے یہ بعینہٖ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ لعلی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکور ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں شرح المشکوٰۃ سے مرقاۃ اور شرح الحصن الحصین سے الحرز الثمین مراد ہے، الحرز الثمین دستیاب نہ ہوسکی، اگر واقعۃً اس میں ضم الیدین مذکور ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے صرف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں ضم الیدین کا ذکر ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی تاویل "القرب التام" کرکے اختلاف عبارت کو رفع فرمادیا ہے، بالفرض شرح الحصن کی عبارت کو اس کے ظاہر ہی پر رکھا جائے تو اس سے احناف میں سے صرف ایک فرد کا تفرد ثابت ہوگا، بہرحال شرح الحصن کی عبارت، یا مؤوّل عن الظاہر ہے، یا اس میں تفرد ہے؛ اسی لیے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے حصن حصین کے حاشیہ میں اس کی بجائے قنیہ کا جزئیہ ذکر فرمایا۔

رجوع الی الحدیث:

رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں، مع ہٰذا برائے تسکین خاطر خام بقدر ضرورت تحریر ہے:

(۱) شرح المشکوٰۃ کی روایت:

اس کا جواب علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے اوپر نقل کیا جاچکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب محض تأویل ہی نہیں؛ بلکہ متبادر مطلب یہی ہے؛ اس لیے کہ سوال کے لیے ایک ہاتھ پھیلانے اور ایک ہاتھ سے اخذ عطاء معمول ہے، اس کے پیش نظر دعا میں بھی اس کا مظنہ تھا، اس کو رفع کرنے کی غرض سے "جمع بین کفیہ" کے الفاظ لائے گئے، چنانچہ انہی الفاظ کی بنا پر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کراہت افرادید کا فتویٰ دیا ہے۔ **کما قدمناہ عن العلّامة الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالٰی عن النهر.**

مرقاۃ کے الفاظ "**کاستطعام المسکین**" (۱) کی شرح عنقریب آرہی ہے۔

(۲) **روایة البزار والطبرانی عن أنس بن مالک رضی اللّٰه تعالٰی.**

آپ نے اس روایت میں "**ففتح إحدی یدیه**" سے استدلال کیا ہے، حالاں کہ یہ الفاظ شرح المشکوٰۃ کی روایت میں تاویل مذکور کی تائید کررہے ہیں، الفاظ مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی مہار تھامنے کے لیے ایک ہاتھ بڑھایا اور دوسرا ہاتھ دعا کے لیے بدستور اٹھا رہا، اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں اصل یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، اکتفاء علی الواحد بحالت عذر ہے، لہٰذا "جمع بین کفیہ" میں جمع فی الرفع مراد ہونا ظاہر ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات: ۱۵۳۷/۴، دار الفکر، انیس

(۳) في رواية الطبراني عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه كان حقًا على الله أن يضع في أيديهم ماسألوا، ودیگر احادیث متعلقہ مسح الیدین علی الوجہ بعد الدعاء ونزولِ برکات السماویہ والانوار الالٰہیہ۔

ان احادیث میں ضم الیدین کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، وضع فی الید کنایہ ہے اعطاء سے، اسی طرح رفع الیدین کا استطعام الطعام اور مسح علی الوجہ سے صرف تمثیل مقصود ہے، امورذیل پر غور کرنے سے اس حقیقت کے سمجھنے میں مزید سہولت ہوگی۔

(۱) دعا بلا رفع الیدین کی صورت میں بھی یقیناً برکات وانوار عطا ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ صرف ہاتھوں ہی میں دیتے ہیں تو اس حالت میں ظرف ہی موجود نہیں۔

(۲) ہاتھوں کا ظرف ان کی عطا کی بہ نسبت بہت چھوٹا ہے، بالخصوص جس کے ہاتھ بھی چھوٹے ہوں، وہ تو بہت ہی خسارہ میں رہے گا۔

(۳) بوقت دعا ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہنا چاہیے، اس حالت میں ہتھیلیاں تقریباً سیدھی رہیں گی؛ اس لیے ظرف میں امساک طعام کی صلاحیت بہت کم ہوجائیگی، بالخصوص جب کہ مظروف سیال ہو، كما زعم الشعراني رحمه الله تعالىٰ، گویا ظرف کا صرف تلا موجود ہے، دیواریں نہیں۔

(۴) دعا شروع کرنے کے بعد ہاتھوں کا ظرف تو فوراً ہی پر ہوجائے گا؛ اس لیے فوراً ہی منہ پر مل لینا چاہیے، ورنہ ہاتھ بھر جانے کے بعد مظروف گرنے لگے گا؛ بلکہ مظروف سیال ہے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ ویسے ہی ہاتھوں سے بہہ جائے گا۔

اپنا ایک قصہ یاد آگیا، ایک بار مجھے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا، میں نے دیکھا کہ میت کی چارپائی پر سے چادر زمین تک لٹکا کر چارپائی کے نیچے کا خلا بند کردیا گیا ہے، میں نے وجہ دریافت کی تو اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ دعا چارپائی کے نیچے سے نہ نکل جائے۔

ان امور پر توجہ کرنے سے یہ امر خوب واضح ہوگیا کہ رب کریم کی عطاء صرف ہاتھوں کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی ان کے يد سحّاء اللّيل والنّهار اور "يداه مبسوطتان ينفق كيف يشاء" کی شان کے یہ لائق ہے کہ وہ صرف سائل کے ہاتھوں کے ظرف کے برابر ہی عطا کریں، لہٰذا رفع الیدین سے مقصد صرف تشبہ بالسائل ہے، نہ کہ عطا کی حفاظت۔

بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ہاتھوں سے عطائی کی حفاظت مقصود ہے تو عطاء کثیر کے؛ یعنی اوراٹھانے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کے درمیان لازماً فرجہ رکھنا پڑتا ہے؛ اس لیے کہ عطاء کثیر اگر سیال یا جامد فتیت ہے تو وہ کسی بڑے برتن میں ڈال کردی جائے گی اور اگر جامد غیر فتیت ہے، مثلاً: بکر، مسلم وغیرہ تو اس کا حجم کافی بڑا ہوگا، دونوں صورتوں

میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنا پڑے گا، ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونے پر جو اشکال تھا، اس صورت میں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ بڑے حجم کی چیز کو اٹھاتے وقت ہاتھوں کو چلو نہیں بنایا جاتا؛ بلکہ ہاتھ تختی کی طرح سیدھے رہتے ہیں، یہ سب کچھ آپ کے زعم کے مطابق لکھ دیا ہے، ورنہ حقیقت وہی ہے کہ ہاتھوں سے عطا کی حفاظت مقصود ہی نہیں۔

فرجہ بین الیدین سے متعلق ممکن ہے کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی صریح حدیث ہو، ورنہ کم از کم کسی حدیث سے استنباط تو ضرور کیا ہوگا، ان حضرات کے فیصلے ہوائی تیر نہیں ہوتے۔

حاصل یہ کہ بوقت دعا فرجہ بین الیدین مستحب ہے اور ضم الیدین کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرۂ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۲-۵۷)

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے:

سوال: دعا مانگتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیاں چہرے کی طرف رکھی جائیں، یا اوپر آسمان کی طرف صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دعا میں ہاتھوں کا رخ آسمان کی طرف رکھنا مستحب ہے۔

قال العلاء رحمه اللّٰه تعالىٰ: (فيبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدّعاء ويكون بينهما فرجة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/٤٧٤)(۱) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۷)

دعا کے لیے لائٹ بند کرنا:

سوال: مسجد میں رات کو تاریکی کر کے اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟ یہ عمل شیعوں کے شام غریباں کے مماثل تو نہیں؟

هو المصوب ــــــــــــــ

مذکور عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں، یہ عمل مہمل ہے اور اس کو لازم سمجھنا غلط ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/۳۴۷)

اعمال کے وسیلہ سے دعا:

سوال: میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعا کی: ''اے اللہ! اگر میں نے یا میرے

---

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس

بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو، جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے‘‘۔کیا میرے یہ دعائیہ الفاظ درست ہیں؟　　(ثمینہ نسرین،گلبرگہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

دعا میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے،(۱) یہاں تک کہ جو علما وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں؛اس لیے آپ کے کلمات دعا درست ہیں۔(کتاب الفتاویٰ:۹۴/۳)

ہدایت اور اللہ کی رضا کی دعا:

سوال: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہدایت سے نواز دے، میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے سو فیصد راضی ہو جائیں،اور میرے ذمے جو فرائض اور حقوق ہیں،ان کی ادائیگی کر سکوں، کیا یہ دعا مانگنا صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بس یہ دعا کافی ہے کہ یا اللہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور مجھ سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہوں، انہیں محض اپنے فضل اور احسان سے معاف فرما، اپنے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۵۱۷/۳)

درازیٔ عمر کی دعا:

سوال: کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ’’ اللہ پاک تیری عمر دراز کرے‘‘ تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا ،کیوں کہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے،اس کے اندر کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حقیقۃً اگر چہ عمر میں درازی نہ ہو؛لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ لینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درزیٔ عمر ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۵)

---

(۱)　احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعا کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعا کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۹۷۴،عن ابن عمر ،باب إجابة دعاء من برّ والديه . محشی

(۲)　وذلک فیما رواہ ابن سعد بإسنا د صحيح عنه عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه:قال’’أللّٰهم أكثر ماله و ولده،وأطل عمره ،واغفر ذنبه‘‘.(فتح الباری، كتاب الصوم،باب من زار قومًا فلم يفطر عندهم: ٢٨٦/٤،قديمی)(ح: ١٩٨٢، انيس)

عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قالت أم سليم وهی أم أنس خُوَيْدِمُکَ ألا تدعو له؟فقال:أللّٰهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته،واغفر له‘‘.(فتح الباری، كتاب الدعوات،باب دعوة النبی صلی اللّٰه عليه وسلم لخادمه بطول العمرو بكثرة ماله: ١٤٥/١١،قديمی)(ح: ٦٢٤٤،انيس)

==

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳؍سال کی عمر ملے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر کسی شخص میں اتباع سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں؛ بلکہ ان شاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۸۶/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۳۸۶/۱/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۵-۱۸)

== ”(قوله أطال الله بقائه): أي وجوده، والمراد الدعاه بالبركة في عمره لأن الأجل محتوم، وذكرط عن الشرعة و شرحهامايفيد كراهة الدعاء بذلك، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلاة والسلام دعا لخادمه أنس رضى الله تعالىٰ عنه بدعوات منها:” وأطال عمره“ ومذهب أهل السنة أن الدعاء ينفع وإن كان كل شيء بقدر“. (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۳۲/۱، سعيد)

(والحديث رواه ابن أبي شيبة في مصنفه، عامر بن عبد قيس (ح: ۳۵۱۱۱)/ابن ماجة في سننه، باب في المكثرين (ح: ۴۱۳۳)/وأبي يعلى الموصلي في مسنده، أبو عمران الجوني عن أنس (ح: ۴۲۳۶) انيس)

(۱) عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من تمسك بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد“. (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتابه والسنة، الفصل الثاني: ۳۰، قديمي) (كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۱۷۶)/المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۵۴۱۴)/الإبانة الكبرىٰ لابن بطة، باب ما أمر من التمسك بالسنة والجماعة (ح: ۲۱۲)/أمالي ابن بشران: ۲۱۸، دارالقطن الرياض، انيس)

ومنها الدعاء فإني يفتح باباً عظيماً من المحاضرة ويجعل الإنقياد التام والاحتياج إلى رب العالمين في جميع الحالات بين عينيه وهو قوله صلى الله عليه وسلم: ”الدعاء مخ العبادة“، وهو شبح توجه النفس إلى المبدأ بصفة الطلب الذي هو السر في جلب الشيء المدعو إليه. (حجة الله البالغة، باب اسرار أنواع البر: ۱۴۳/۱، دار الجيل، انيس)

الدعاء عبادة وله أثر بالغ وفائدة عظيمة ولولا ذلك لم يأمرنا الحق عزوجل بالدعاء ولم يرغب النبي صلى الله عليه وسلم فيه فكم رفعت محنة بالدعاء وكم من مصيبة أو كارثة كشفها الله بالدعاء ... وكان من جملة أسباب النصر في بدر دعاء النبي صلى الله عليه وسلموالدعاء سبب أكيد لغفران المعاصي ولرفع الدرجات ولجلب الخير ودفع الشر، ... وذهب جمهور الفقهاء إلى جواز كل دعاء دنيوي وأخروي ولكن الدعاء بالمأثورأفضل من غيره. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۵۹/۲۰-۲۶۲، دارالسلاسل، انيس)

ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے:

سوال: دعا کی حد کیا ہے؟ خطباتِ موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے کر کے لکھا ہے، اس کی کیا حد ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس چیز کا آدمی کا حق نہ ہو، اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے، (۱) یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر تک دعاء مانگنا منع ہے؛ بلکہ جب تک دل لگے، دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (۲)

شب و روز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۵-۲۱۶)

---

(۱) قال اللّٰہ عزول جل: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾ (سورة الأعراف: ٥٥)

"عن أبی نعامة أن عبد اللّٰه بن مغفل رضی اللّٰه عنه سمع ابنه یقول: اللّٰهم إنی أسئلک القصر الأبیض عن یمین الجنة إذا دخلتها قال: أی بنی إسل اللّٰه الجنة وتعوذ به من النار، فانی سمعتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یقول: "إنه فی هٰذه الأمةقوم یعتدون فی الطهور والدعاء". (سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة، باب الإسراف فی الوضوء: ١/١٤، إمدایة، ملتان)

ویحرم سؤال العافیة مدی الدهر، أو خیر الدین ودفع شرهما، أو مستحیلات العادیة کنزول المائدة، قیل: والشرعیة". (الدر المختار)

"(قوله: ویحرم سؤال العافیة إلخ) فقال الثانی: من المحرم أن یسأل المستحیلات العادیة، و لیس نبیاً ولا ولیاً فی الحال، کسؤال الاستغناء عن التنفس فی الهواء لیأمن الاختناق، أو العافیة من المرض أبد الدهر لینفع بقواه وحواسه أبدأ؛ إذ دلت العادة علیٰ استحالة ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی الدعاء بغیر العربیة: ١/٥٢٢، سعید)

(۲) عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "ادعوا اللّٰه وأنتم مؤقنون بالإجابة، واعلموا أن اللّٰه لایستجیب دعاءً من قلب غافل لاه. (جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة بعد ماجاء جامع الدعوات: ٢/١٨٦، سعید)

"إعلم أن مقصود الدعاء هو حضور القلب کما سبق بیانه، والدلائل علیه أکثر من أن تحضر، والعلم به أوضح من أن یذکر". (کتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰه تعالیٰ، باب الحث علیٰ حضور القلب فی الدعاء: ٤٩٢، دار البیان، بیروت)

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے! عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰه تعالیٰ / وکتاب الأذکار للنووی رحمه اللّٰه تعالیٰ، أبواب الدعوات للترمذی رحمه اللّٰه من جامعه، کتاب الدعوات للبخاری من صحیحه.

نمازِ پنجگانہ کے بعد مردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ:

سوال: نمازِ پنجگانہ، جمعہ وعیدین سے فارغ ہوکر مسجد و مصلی میں قیاماً اجتماعی شکل ''السلام علیکم یاأهل القبور'' یا ''السلام علیکم دار القوم المؤمنين'' پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے، حالاں کہ بعض جگہ مقبرہ مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ طریقہ ثابت نہیں، اس کو ترک کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۹/۵)

دعائے سریانی:

سوال: دعائے سریانی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے، جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم ہوا؛ اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۵)

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کی دعا کا اثر:

سوال: ایک شخص صوم وصلاۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے؛ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر ونیاز اولیاء کا قائل ہے تو اس کے لیے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے، وہی صراط مستقیم ہے؟

---

(۱) ''عن عائشة رضي الله تعالٰى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ''من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد'' متفق عليه. (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۲۷، قديمي)

قال الطيبي رحمه الله تعالٰى: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر'' (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشهد (رقم الحديث: ۹٤۲): ۳۱/۳، رشيدية)

الجو اب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قبول دعا کے کچھ شراط بھی ہیں: کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

ہدایت کے بھی درجات ہیں: نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا، یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے۔

الغرض!

کسی چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت، یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں، وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔(۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۲۳-۲۲۴)

---

(۱) عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: "مامن أحد یدعو بدعاء إلا آتاه اللّٰہ ما سأل أو کف عنه من السوء مثله، ما لم یدع بإثم أو قطیعة رحم". (جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/ ۷۵، سعید) (رقم الحدیث: ۳۳۸۱، انیس)

قال: ومن شرائط الدعاء أن یکون مطعمه حلالاً. وکان یحیی بن معاذ الرازی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه یقول: کیف أدعوک وأنا عاص؟ وکیف لاأدعوک وأنت کریم؟... وقال الإمام أبوحامد الغزالی فی الإحیاء: آداب الدعاء عشر ة : الأول: أن یترصد الأزمان الشریفة کیوم عرفة وشهر رمضان ویوم الجمعة والثلث الأخیر من اللیل ووقت الأسحار . الثانی: أن یغتنم الأحوال الشریفة کحالة السجود والتقاء الجیوش ونزول الغیث وإقامة الصلاة وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة ورفع الیدین ویمسح بهما وجهه فی آخره. الرابع: خفض الصوت بین المخافة والجهر. الخامس: ألایتکلف السجع وقد فسر به الأعتداء فی الدعاء، والأولٰی أن یقتصر علی الدعوات الماثورة ، فماکل أحد یحسن الدعاء. فیخاف علیه الاعتداء... السادس: التضرع و الخشوع والرهبة... السابع: أن یجزم بالطلب ویوقن بالإجابة ویصدق رجاء ه فیهاو دلائلة کثیرة مشهورة... الثامن: أن یلح فی الدعاء ویکرره ثلا ثاً و لایستبطئ الإجابة. التاسع: أن یفتتح الدعاء بذکر اللّٰہ... العاشر: وهو أهمهاو الأصل فی الإجابة وهو التوبة ورد المظالم ، و الإقبال علی اللّٰہ تعالٰی.

(فصل) قال الغزالی: فإن قیل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لا مردّله؟ فاعلم أن من جملة القضاء رد البلاء بالدعاء ، فالدعاء سبب لرد البلاء ووجود الرحمة، کما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من الأرض، فکما أن الترس یدفع السهم فیتدافعان، فکذالک الدعاء والبلاء، ولیس من شرط الاعتراف بالقضاء ألایحمل السلاح، وقد قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَلۡيَأۡخُذُوا۟ حِذۡرَهُمۡ وَأَسۡلِحَتَهُمۡ﴾. (النساء: ۱۰۲) فقدر اللّٰہ تعالٰی الأمر وقدر سببه. وفیه من الفوائد ماذکرناه، وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهایة العبادة والمعرفة واللّٰہ عز وجل أعلم". (کتاب الأذکار للنووی، جامع الدعوات، باب فی آداب الدعاء، ص: ۴۸۹-۴۹۰، دار البیان، بیروت)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے! إحیاء علوم الدین للغزالی رحمه اللّٰہ تعالٰی، (کتاب الأذکار والدعوات، آداب الدعاء وهی عشرة، ص: ۳۸۹-۳۹۳)

انبیا علیہم السلام کی دعاؤں کی تاثیر:

سوال: دعا انبیاء کرام کی تاثیر کیا ہے؟

الجواب

اس بارے میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ واجب ہے، یا نہیں کہ انبیاءِ کرام کی دعا ضرور قبول کی جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب نہیں، والد ماجد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے حضور میں اس بارے میں بہت گفتگو ہوئیں اور آخر میں ثابت ہوا کہ نبی کی دعا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو، یا اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہو، یا اس دعا کے لیے منشاء نبی کی نفس نبوت ہو تو ان صورتوں میں ضروری ہے کہ دعا قبول ہو، اگر چہ اس بارے میں زیادہ دعا کی جائے، ایسا ہی کتب سیر سے ثابت ہے اور اسی توجیہ سے روایات مختلفہ میں تطبیق ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ عزیزی:۴۹۵)

دعا کے بعد سینے پر پھونک مارنا:

سوال: جب لوگ دعا مانگ لیتے ہیں تو بعض لوگ اپنے سینے میں پھونک مارتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب

کوئی وظیفہ پڑھ کر پھونکتے ہوں گے اور یہ جائز ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۰۴/۳)

(۱) عن عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :"كان إذا اشتكى يقرأ فى نفسه بالمعوذات وينفث فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وامسح عليه بيده رجاء بركتها.(سنن أبى داؤد: ١٨٩/٢، باب كيف الرقى،رقم الحديث: ٣٩٠٥)(كتاب الطب)/مسند الإمام أحمد،مسند عائشة الصديقة (ح: ٢٤٧٢٨)/ صحيح البخارى،باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته (ح: ٤٤٣٩)/صحيح ابن حبان، ذكر قراءة عائشة المعوذتين على المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم (ح: ٦٥٩٠)انيس)

عن عثمان بن أبى العاص الثقفى قال: قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وبى وجع قد كاد يبطلنى فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :اجعل يدك اليمنى عليه ثم قل:"بسم الله أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد" سبع مرات ، ففعلت ذلك ، فشفانى الله.(مصنف ابن أبى شيبة،فى المريض ما يرقى به وما يعوذ به (ح:٢٣٥٨٣)/موطأ الإمام مالك،ت:عبدالباقى،باب التعوذ والرقية من المرض (ح:٩)/موطأالإمام محمد، باب الرقى (ح:٨٧٨)/مسند الإمام أحمد،حديث عثمان بن أبى العاص الثقفى (ح: ١٦٢٦٨)/سنن أبى داؤد،باب الرقى (ح:٣٨٩١)انيس)

عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان ينفث فى الرقية.(مصنف ابن أبى شيبة،من رخص فى النفث فى الرقية (ح:٢٣٥٦٤)انيس)

رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات

السوال: بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. ونحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم وبعد!

فهٰذا بعض من أجزاء كتاب مسلك السادات إلىٰ سبيل الدعوات الذى ألفه الفاضل الشيخ محمد على بن المرحوم الشيخ حسين مفتى المالكية بمكة الحمية سابقًا فى تحقيق أحكام الدعاء عمومًا واستحبابه أثر الصلوات للفذ ولأئمة المساجد والجماعات خصوصًا فى عام الألف والثلاث مائة والاحدى والعشرين من الهجرة كما صرح فى آخر الكتاب.

لخصتها منه سدًا لنكير بعض المتهورين وحكمهم بالبدعة عليه ولقبتها باستحباب الدعوات عقيب الصلوات نفع اللّٰه تعالىٰ بها المسلمين وجعلها لى ذخرًا ليوم الدين.

وأنا أشرف على التهانوى عفى عنه وحررتها فى أوائل رجب الأصم ١٣٥٤ھ من الهجرة النبوية علىٰ صاحبها ألف ألف سلام وتحية.

دعاونیاز بعد انواع نماز:

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. الحمد للّٰه وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ أما بعد.

یہ رسالہ ترجمہ ہے. رسالة ''استحباب الدعوات عقيب الصلوات'' کا جس کو بقية السلف حجة الخلف آية من آيات اللّٰه من الذين اذا رؤوا ذكر اللّٰه مجدد الملة حكيم الأمة سيدى وسندى كهفى ومعتمدى حضرة مولانا أشرف على التهانوى متعنا اللّٰه تعالىٰ سائر المسلمين بطول بقائه بالخير نے مفتی مالکیہ علامہ شیخ محمد علی مکی کے رسالہ ''مسلك السادات'' سے انتخاب وتلخیص کر کے تالیف فرمایا ہے، مکرمی مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے حسب ایماء حضرت والا اس کا اردو ترجمہ نفع عوام کے لیے لکھ دیا۔

ترجمہ میں بغرض سہولت عوام تحت اللفظ کی رعایت چھوڑ کر خلاصہ مطلب لیا گیا ہے، حق تعالیٰ اس کو بھی مسلمانوں کے لیے مفید اور سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ واللّٰه ولى التوفيق وهو حسبى ونعم الوكيل

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ ''كتاب مسلك السادات إلىٰ سبيل الدعوات'' کا خلاصہ ہے، جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا ہر منفرد اور امام اور جماعت کے لیے (احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے) ثابت فرمایا ہے۔

میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا؛ تاکہ ان بے باک لوگوں کی زبان بند ہو جو دعا بعد نماز پر بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام ''استحباب الدعوات عقيب الصلوات'' رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع دے اور میرے لیے اس کو روز قیامت کے واسطے ذخیرہ بنادے اور میرا نام اشرف علی تھانوی ہے، اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میں نے یہ رسالہ اوائل رجب ۱۳۵۴ھ میں تحریر کیا ہے۔

وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين ألف ألف سلام وتحية.

الجزء الأول: روى الحافظ أبوبكر أحمد بن اسحاق المعروف بابن السنى فى كتابه عمل اليوم والليلة: حدثنا أحمد بن الحسن حدثنا أبو اسحاق يعقوب بن خالد بن يزيد البالسى حدثنا عبد العزيزبن عبد الرحمن القرشى عن خصيف عن أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "ما من عبد يبسط كفيه فى دبر كل صلاة يقول: اللّٰهم إلٰهى وإلٰه ابراهيم وإسحاق ويعقوب وإلٰه جبرئيل وميكائيل وإسرافيل أسألك أن تستجيب دعوتى فإنى مضطر وتعصمنى فى دينى فانى مبتلى وتنالنى برحمتك فإنى مذنب وتنفى عنى الفقيرفإنى متمسكن إلا كان حقًا على الله أن لايرد يديه خائبتين.

وفى إسناده عبد العزيزبن عبد الرحمن ، فيه مقال وصرح فى ميزان الاعتدال وغيره بأنه حديث ضعيف؛لكنه يعمل به فى الفضائل كما عرفت. ويقويه ما أخرجه الحافظ أبوبكربن أبى شيبة فى مصنفه عن الأسود العامرى عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا. (الحديث)

ولايخفٰى أن أئمة الحديث ذكروا أن رواية الضعيف مع الضعيف توجب الارتفاع من درجة السقوط إلٰى درجة الاعتبار.

پہلا جز (امام نسائی کے شاگرد) ابن سنی نے اپنی کتاب "عمل اليوم والليله" میں اسنادمندرجہ متن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب کوئی اللہ کا بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے، تو حق تعالیٰ اپنے ذمہ لازم کر لیتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کو محروم کر کے نہ لوٹائیں (بلکہ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں اور ترجمہ دعا کا یہ ہے:)

"یا اللہ میرے معبود اور حضرت ابراہیم واسحٰق ویعقوب کے معبود اور جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما، اس لیے کہ میں مضطر (مجبور) ہوں اور دین کے معاملہ میں میری حفاظت فرما، کیوں کہ مبتلاء معاصی ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے اندر لے لیجئے، کیوں کہ میں گناہگار ہوں اور مجھ سے فقر ومحتاجی کو دور کر دیجئے، کیوں کہ میں مسکین ہوں"۔

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بھی ہیں، جن کے بارہ میں علما کو کلام (اختلاف) ہے اور میزان الاعتدال وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے؛ لیکن فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاوے گا، جیسا کہ ہر اہل علم جانتا ہے اور اس حدیث کی تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بروایت اسود عامری عن ابیہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو جانب قبلہ سے ہٹ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی" (آگے دعا وہی ذکر کی ہے جو اوپر والی حدیث میں گزری)

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ائمۂ حدیث نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ضعیف روایت کے ساتھ جب دوسری ضعیف روایت (اس کی موید) مل جاتی ہے تو وہ ساقط وغیر معتبر ہونے کے درجہ سے ترقی کر کے درجہ اعتبار واعتماد پر پہنچ جاتی ہے۔

وقال الحافظ السيوطى فى فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء: أخرج ابن أبى شيبة قال: حدثنا محمد يحيىٰ الأسلمى (هٰكذا فى الأصل) قال: رأيت عبد اللّٰه بن الزبير رأى رجلا رافعًا يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته، رجاله ثقات، آه.

أفاده العلامة السيد محمد بن عبد الرحمن بن سليمان بن يحيىٰ بن عمر بن مقبول الأهدل الزبيدى رحمه اللّٰه تعالىٰ.

وفى المعيار: أخرج عبد الرزاق عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أى الدعاء أسمع؛ أى أقرب إلى الاجابة ؟ قال: شطر الليل الأخير وأدبار المكتوبة ، وصححه عبد الحق وابن القطان.

وذكر الإمام المحدث أبو الربيع فى كتاب مصباح الظلام عن النبى عليه الصلاة والسلام أنه قال: من كانت له إلى اللّٰه حاجة فليسألها دبر صلاة مكتوبة، آه.

الجزء الثانى : وروى ابن السنى أيضًا عن أبى أمامة ما دنوت من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول: "أللّٰهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها اللّٰهم أغثنى واجبرنى و اهدنى لصالح الأعمال والأخلاق إنه لايهدى لصالحها ولايصرف سيئها إلا أنت".

اور حافظ (جلال الدین) سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين فى الدعاء" میں بحوالہ ابن ابی شیبہ محمد یحییٰ اسلمی سے نقل کیا ہے کہ "میں نے ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کو اس طرح دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا، تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے، دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے" اور سب راوی اس روایت کے ثقہ ہیں، اھ۔

یہ تحقیق علامہ سید محمد بن عبد الرحمٰن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر بن مقبول اہدل زبیدی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

اور کتاب المعیار میں ہے کہ (امام حدیث) عبد الرزاق نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ (یعنی زیادہ قبولیت کے قریب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آخری نصف رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد"۔ اس حدیث کو محدث عبد الحق اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے اور امام محدث ابو الربیع نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا ہو، تو نماز فرض کے بعد مانگے" اھ۔

جزءدوم: امام ابن سنیؒ نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کبھی نماز فرض یا نفل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ "اے اللہ! میرے سب گناہ اور خطائیں معاف فرما دیجئے، اے اللہ! میری مدد کیجئے اور میرا جبر نقصان کر دیجئے اور مجھے عمدہ اخلاق و اعمال کی طرف ہدایت فرمائیے، کیوں کہ اچھے اعمال و اخلاق کی طرف آپ کے سوا کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور نہ برے اعمال و اخلاق سے آپ کے سوا کوئی ہٹا سکتا ہے"۔

وروى النسائي وغيره: ''اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد''.

وأبوداؤد: إذا انصرفت من المغرب فقل: ''اللّٰهم أجرنى من النار'' سبع مرات، إذا قلت ذلك ثم مت من ليلتك كتب لك جوازمنها وإذا صليت الصبح فقل: كذلك، إن مت من يومك كتب لك جوازمنها.

ف: قال الجامع: وحديث النسائى أخرجه فى كتاب الصلوٰة باب نوع اٰخرمن الدعاء عند الإنصراف من الصلاة وتمامه: عن عطاء بن مروان عن أبيه أن كعبًا حلف له بالله الذى فلق البحر لموسٰى إنا لنجد فى التوارة أن داؤد نبى الله صلى الله عليه وسلم كان إذا انصرف من صلاته قال: ''اللّٰهم أصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة وأصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى''.

''اللّٰهم انى أعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولاينفع ذا الجد منك الجد''.

قال: وحدثنى كعب أن صهيبًا حدثه أن محمدًا صلى الله عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من صلاته.

قال الجامع: وأخرج الحاكم فى باب الدعاء بعد الصلوٰة عن معاذ بن جبل أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيدى يومًا ثم قال: ''يا معاذ! والله إنى لأحبك''. فقال معاذ: بأبى أنت وأمي يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وأنا والله أحبك.

اورامام نسائی (اصل رسالہ میں چونکہ نسائی کی حدیث ناتمام لکھی تھی، جس کو تلخیص میں بعنوان فائدہ مکمل لکھا گیا ہے؛ اس لیے ترجمہ میں مکمل حدیث کا ترجمہ لے لیا گیا ہے، پھر اصل رسالہ میں جس قدر جز ولیا گیا ہے، اس کے ترجمہ کی حاجت نہ رہی۔منہ) نے حضرت کعب (احبار) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''قسم ہے اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو شق کر دیا تھا، کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے ''اے اللہ! میرے دین کو درست فرمادے، جس کو آپ نے میرے لیے پناہ بنایا ہے اور میری دنیا کو درست کر دیجئے، جس میں آپ نے میرا گزارہ کیا ہے، یا اللہ میں آپ کے غصہ سے آپ کی رضا کے ساتھ پناہ لیتا ہوں اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور میں آپ سے آپ ہی کے ساتھ پناہ لیتا ہوں جو کچھ آپ عطا فرماویں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روکیں اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور آپ کے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نہیں چلتی''۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور تلخیص رسالہ میں بضمن فائدہ مستدرک حاکم باب الدعاء بعد الصلوٰۃ سے اس روایت کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ خدا کی قسم میں تم سے محبت رکھتا ہوں، معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔

فقال: ''أوصيك يا معاذ لاتدعن فی دبر كل صلاة أن تقول ''اللّٰهم أعنّی علٰی ذكرک وشكرک وحسن عبادتک''. قال: وأوصٰی بذلک معاذ الصنابحی وأوصٰی الصنابحی أبا عبد الرحمٰن الحبلی وأوصٰی أبوعبد الرحمن عقبة بن مسلم هذا حديث صحيح علٰی شرط الشيخين ولم يخرجاه. (وقال الذهبی فی التلخيص علٰی شرطهما) (مستدرک: ۲۷۳/۱)

الجزء الثالث: اعلم أنه لا خلاف بأن المذاهب الأربعة فی ندب الدعاء سرًا للإمام وأجاز المالكية والشافعية جهر الإمام به لتعليم المأمومين أوتأمينهم علٰی دعائه.

فأما نصوص المالكية ففی المعيار: قال ابن عرفة: مضی عمل من يقتدی به فی العلم والدين من الأئمة علی الدعاء بأثر لذكر الوارد أثرتمام الصلٰوة وما سمعت من ينكره إلا جاهل غيرمقتدی به ورحم اللّٰه بعض الأندلسيين فإنه لما انتهٰی إليه ذلک ألف جزء ردًا علٰی منكره، آه.

وفی نوازل الصلاة منه أيضًا: من الأمورالتی هی كالمعلوم بالضرورة استمرارعمل الأئمة فی جميع الأقطارعلی الدعاء أدبارالصلوات فی مساجد الجماعات واستصحاب الحال حجة واجتماع الناس عليه فی المشارق والمغارب منذ الأزمنة المتقادمة من غيرنكيرإلٰی هذه المدة من الأدلة علٰی جوازه واستحسان الأخذ به وتأكده عند علماء الملة، آه باختصار.

پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہرنماز کے بعد اس دعا کو کبھی نہ چھوڑنا''۔ (دعا یہ ہے) ''یا اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد فرما''۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاذؓ نے یہی وصیت صنابحی کو فرمائی اور صنابحی نے ابوعبدالرحمٰن کو اور ابوعبدالرحمٰن نے عقبہ بن مسلم کو، حاکم نے اس حدیث کو علی شرط البخاری ومسلم صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو تسلیم کیا ہے (تمت الفائدۃ) اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہوتو سات مرتبہ یہ دعا پڑھو، یا اللہ مجھے آگ سے نجات دیجئے'' اگر تم نے یہ دعا پڑھ لی اور پھر اسی رات میں تمہیں موت آ گئی، تو تمہارے لیے جہنم کی آگ سے نجات لکھ دی جاوے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ چکو، جب بھی یہی دعا اسی طرح پڑھو اگر اس دن میں تمہیں موت آ گئی، تو تمہارے لیے جہنم سے نجات لکھ دی جاوے گی۔

تیسرا جزء: خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لیے مستحب ہے اور مالکیہ اور شافعیہ امام کے لیے اس کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ دعا جہرا پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو، یا وہ اس کی دعا پر آمین کہہ سکیں، مالکیہ کی روایات فقہیہ اس بارہ میں یہ ہیں، معیار میں ہے کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ علم اور دین میں جن ائمہ کی اقتدا کی جاتی ہے ان کا عمل اس پر رہا ہے کہ نماز ختم کرنے کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے اور میں نے کسی کو نہیں سنا جو اس سے انکار کرتا ہو بجز اس جاہل کے جس کا اتباع نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض علمائے اندلس پر کہ جب انہوں نے یہ سنا کہ بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو ایک رسالہ اس کی تردید میں تصنیف فرمایا، اھ۔

اور (کتاب معیار کے) نوازل الصلوٰۃ میں مرقوم ہے: ان امور میں سے جن کا ثبوت مثل ضروریات وبدیہات کے ہے تمام اطراف دنیا میں ائمہ کرام کا یہ عمل بھی ہے کہ نمازوں کے بعد مساجد اور جماعات میں دعا مانگتے تھے اور استصحاب حال ایک حجۃ شرعیہ ہے اور مشرق ومغرب میں تمام مسلمانوں کا اس پر قدیم زمانہ سے مجتمع اور متفق ہوجانا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس عمل کے جائز اور اس کو اختیار کرنے کے مستحب ومستحسن ہونے اور علماء مذہب کے نزدیک اس کے موکد ہونے کے دلائل میں سے ہے، انتہا باختصار

وقال القاضی محمد بن العربی: والدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة.

وفی الإکمال: ذکرعبد الحق أماکن قبول الدعاء وأن منها الدعاء أثرالصلوٰة وأنکرالإمام ابن عرفة وجود الخلاف فی ذلک وقال لا أعرف فیه کراهة.

قلت: إن عنی بقوله لا أعرف فیه کراهة أی لمتقدم فصحیح وإن عنی به مطلقًا ففیه شیء لأن الشیخ شهاب الدین القرافی رحمه اللّٰه تعالٰی ذکره فی اٰخرقواعده وعللها بما یقع بذلک فی نفس الإمام من التعاظم، آه.

وأقول: مقتضاه أن القرافی کرهه مطلقًا سرًا أوجهرًا أولیس کذلک. ففی حاشیة أبی الحسن علی الرسالة ما نصه: قال القرافی: کره مالک رضی اللّٰه عنه وجماعة من العلماء لأئمة المساجد والجماعات الدعاء عقیب الصلوات المکتوبة جهرًا للحاضرین فیجتمع لهذا الإمام التقدم وشرف کونه نصب نفسه واسطة بین اللّٰه تعالٰی وعباده فی تحصیل مصالحهم علٰی یدیه فی الدعاء فیوشک أن تعظم نفسه ویفسد قلبه ویعصی ربه فی هذه الحالة أکثرممایطیعه.

ف: قال الجامع: الکراهة لوجود العارض الغیرالغالب لاینفی الإباحة إذا انعدم العارض.

الجزء الرابع: وقد أکثرالناس فی هذه المسئلة أعنی دعاء الإمام عقب الصلوٰة وتأمین الحاضرین علٰی دعائه.

اور قاضی محمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ دعا بعد نماز فرض کے افضل ہے دعا بعد النفل سے، اور اکمال میں ہے کہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ان مواضع کو جمع کیا ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے، ان میں سے ایک دعا بعد نماز بھی ہے اور امام ابن عرفہ نے اس بارہ میں کسی کا خلاف ہونے کا انکار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتا میں کہتا ہوں کہ امام ابن عرفہ نے اگر اپنے قول میں کسی قسم کی کراہت نہ سمجھنے سے یہ مراد لی ہے کہ کسی متقدم بزرگ نے اس کو مکروہ نہیں کہا تو صحیح ہے اور اگر مطلقا مکروہ نہ کہنا مراد ہے تو اس میں ایک تردد ہے وہ یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قواعد کے آخر میں کراہت ذکر کی ہے اور علت کراہت کی یہ بیان کی ہے کہ امام کے نفس میں اس کی وجہ سے تعاظم وتکبر پیدا ہوتا ہے، انتہیٰ اور میں کہتا ہوں کہ مقتضا اس کا یہ ہے کہ قرآفی نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ سرا ہو یا جہرا، حالاں کہ واقعہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ ابوالحسن کے حاشیہ رسالہ میں ایہ الفاظ ہیں قرافی کہتے ہیں کہ امام مالک اور علما کی ایک جماعت نے ائمہ مساجد وجماعات کے لیے فرض نمازوں کے بعد حاضرین کو سنانے کے لیے جہرا دعا مانگنا مکروہ سمجھا ہے کیوں کہ اس صورت میں اس کے لیے دو چیزیں بڑائی اور سیادت کی جمع ہو جائیں گی بوجہ امامت کے سب کے آگے ہونا دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دعا میں ایک واسطہ بنا کر قائم کر دیا ہے تو عجب نہیں کہ اس کے نفس میں تکبر پیدا ہو جاوے اور اس کا قلب فاسد ہو جاوے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی جتنی عبادت کر رہا ہے، اس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جائے، (ف) حضرت جامع (رسالہ استحباب الدعوات) میں فرماتے ہیں کہ جو کراہت کسی ایسے عارض کی وجہ سے ہو کہ اس کا وجود اکثر اور غالب نہ ہو، وہ کراہت عارض کے معدوم ہونے کے وقت اباحۃ فی نفسہ کی معارض ومخالف نہیں۔

چوتھا جزو: لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت بحث وگفتگو کی ہے یعنی نماز کے بعد امام کا دعا کرنا اور حاضرین کا اس دعا پر آمین کہتے رہنا۔

وحاصل ما انفصل عنه الإمام ابن عرفة والغبريني أن ذلک إن كان علٰى نية أنه من سنن الصلاة وفضائلها فهو غير جائز وإن كان مع السلامة من ذلک فهو باقٍ علٰى حكم أصل الدعاء والدعاء عبادة شرعية فضلها من الشريعة معلوم عظمه.

الجزء الخامس: وأما نصوص الشافعية ففي فتح المعين مع المتن: وسن ذكر ودعاء سرًا عقبها أي الصلٰاة أي يسن الإسرار بهما لمنفرد ومأموم وإمام لم يرد تعليم الحاضرين ولا تأمينهم لدعائه بسماعه، آه.

وفي شرح العباب لابن حجر وفتاويه الكبرى: ويسن للمصلي إذا كان منفردًا أو مأمومًا، كما في المجموع عن النص بعد السلام عن الصلاة إكثار ذكر اللّٰه تعالٰى والدعاء سرًا للاخبار الصحيحة؛ لكن قال الأسنوي: الحق أنه يسن للإمام أن يختصر في الذكر والدعاء بحضرة المأمومين فإذا انصرفوا طول.

الجزء السادس: بعد قوله أما نص الحنابلة بأسطر:

فيؤخذ من مجموع ذلک أن الدعاء أثر الصلوات مسنون عند الحنابلة لأنه من ساعات الإجابة كما دلت عليه الأحاديث المارة؛ بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في شرح الإقناع مع المتن:

اور خلاصہ اس تحقیق کا جو امام ابن عرفہ اور غبرینی نے فرمائی ہے یہ ہے کہ ایسی دعا اگر اس نیت سے ہو کہ یہ نماز کی سنتوں اور مستحبات میں سے ایک سنت و مستحب ہے تب تو ناجائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے سلامتی کے ساتھ (محض ایک دعا مستجاب ہونے کی حیثیت سے ہے) تو وہ اصل دعا کے حکم میں ہے اور دعاء ایک عبادت شرعیہ ہے جس کی فضیلت نصوص شریعت سے معروف و مشہور ہے، آہ، یہاں تک عدوی کا کلام ختم ہوا کسی قدر تصرف و زیادت کے ساتھ۔

پانچواں جزو:۔ اور مذہب شافعیہ کی روایات فقہیہ (اس مسئلہ میں) یہ ہیں فتح المعین اور اس کے متن میں ہے اور مسنون ہے ذکر اور دعا بعد نماز کے آہستہ یعنی دعا کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے منفرد کے لیے بھی اور امام اور مقتدی کے لیے بھی اور اس امام کے لیے بھی جو اس کا ارادہ نہ رکھے کہ حاضرین کو تعلیم ہو یا حاضرین اس کی دعا سن کر پھر آمین کہیں اھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح عباب میں اور ان کے فتاویٰ کبریٰ میں ہے: مسنون ہے نمازی کے لیے، جب کہ وہ منفرد یا مقتدی ہو (جیسا کہ کتاب مجموع میں بحوالہ نص مذکور ہے) یہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کثرت سے ذکر اللہ کرے اور پست آواز سے دعا مانگے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے؛ لیکن امام اسنوی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ مقتدیوں کے ساتھ ذکر و دعا میں اختصار کرے جب وہ چلے جائیں (یا منتشر ہو جائیں) پھر طویل ذکر دعا کر سکتا ہے۔

چھٹا جزو:۔ اور مذہب حنابلہ کی روایات فقہیہ کے متعلق کچھ عبارات صاحب رسالہ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان عبارات کے مجموعہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دعا بعد تمام نمازوں کے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے اس لیے کہ یہ وقت ساعات اجابت میں سے ہے، جیسا کہ احادیث مذکورہ اس پر دلالت کرتی ہیں؛ بلکہ شیخ منصور ابن ادریس حنبلی نے شرح اقناع میں فرمایا کہ!

یسن ذكر الله والدعاء والاستغفار عقب الصلاة المكتوبة (إلٰى أن قال:) ويدعو الإمام بعد فجر وعصر لحضور الملٰئكة فيهما فيؤمنون على الدعاء فيكون أقرب إلى الإجابة وكذا يدعو بعد غيرهما من الصلوٰة لأن من أوقات الإجابة أدبار المكتوبات ويبدأ الدعاء بالحمد لله والثناء عليه ويختم به ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم أوله وآخره ووسطه ويستقبل الداعي غير الإمام هنا القبلة لأن خير المجالس ما استقبل به القبلة ويكره للإمام استقبال القبلة بل يستقبل المأمومين لما تقدم أنه ينحرف إليهم إذا سلم ويلح الداعي في الدعاء ويكرره ثلاثاً لأنه نوع من الإلحاح و الدعاء سرًا أفضل منه جهرًا لقوله تعالىٰ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ لأنه أقرب إلى الإخلاص.

قال: ويكره رفع الصوت به في الصلوٰة وغيرها إلا لحاج فإن رفع الصوت له أفضل لحديث: "أفضل الحج العج والثج" آه.

المراد والظاهر أنهم لايكرهون الجهر بالدعاء لقصد التعليم والتأمين فتدبر.

الجزء السابع: وأما نص الأحناف ففي شرح نور الإيضاح للشيخ حسن الشرنبلالي الحنفي مع المتن: يستحب للإمام بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة أن يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابله مصلٍ. لما في الصحيحين: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلّى أقبل علينا بوجهه".

مسنون ہے ذکر اللہ اور دعا و استغفار بعد نماز فرض کے (یہاں تک فرمایا ہے اور) دعا کرے امام بعد نماز فجر وعصر؛ کیوں کہ ان دونوں نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تو وہ اس کی دعا پر آمین کہیں گے، جس سے وہ اقرب الی القبول ہوجاوے گی اور اسی طرح ان دونوں نمازوں کے علاوہ اور نمازوں میں دعا کرے کیوں کہ اوقات اجابت میں سے ایک وقت فرض نمازوں کے بعد ہے اور چاہیے کہ دعا کو حمد وثنا سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے دعا کے اول وآخر میں بھی اور وسط میں بھی اور سب دعا کرنے والے اس وقت قبلہ کی طرف کو منہ کریں، علاوہ امام کے کیوں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں استقبال قبلہ ہو؛ لیکن امام کے لیے استقبال قبلہ (بعد ختم نماز کے) مکروہ ہے بلکہ وہ مقتدیوں کی طرف توجہ کرکے بیٹھے کیوں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام کو بعد سلام کے مقتدیوں کی طرف پھر جانا چاہیے اور چاہیے کہ دعا کرنے والا دعا میں الحاح واصرار کرے اور دعا کو تین مرتبہ مکرر کرے؛ کیوں کہ مکرر کرنا بھی صورت الحاح کی ہے اور دعا پست آواز سے بہ نسبت جہر کے افضل ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ یعنی اپنے رب کو پکارو الحاح وزاری کے ساتھ، خفی آواز سے؛ کیوں کہ خفیہ اور سرا دعا کرنا اخلاص کی طرف اقرب ہے فرمایا (یعنی شیخ منصور نے) اور دعا میں جہر اور بلند آوازی نماز اور غیر نماز میں مکروہ ہے؛ مگر حج کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کے لیے آواز بلند کرنا ہی افضل ہے بوجہ اس حدیث کے کہ افضل حج وہ ہے، جس میں آوازیں (دعا تلبیہ کی) بلند ہوں اور خون (قربانیوں کے) بہائے جائیں، اھ، مراد بظاہر یہ ہے کہ اگر دعاء کا جہر تعلیم حاضرین اور ان کے آمین کہنے کے قصد سے ہو تو علما اس کو مکروہ نہیں کہتے۔

ساتواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہیہ یہ ہیں علامہ شرنبلالی کی شرح نور الایضاح اور اس کے متن میں ہے مستحب ہے امام کے لیے بعد نفل کے اور بعد فرض کے اگر بعد اس فرض کے کوئی نفل نہ ہو، یہ اگر چاہے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جائے، بشرطیکہ اس کے مواجہہ میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو؛ کیوں کہ صحیحین (بخاری مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔

وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولٰى.

لما في مسلم: ''كنا إذا صلينا خلف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه''.

وإن شاء ذهب لحوائجه. قال تعالٰى: ''فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ''. والأمر به الإباحة (إلٰى قوله) رافعي أيديهم حذاء الصدور وبطونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون، إلخ.

الجزء الثامن: فتحصل من هذا كله أن الدعاء دبر الصلوات مسنون ومشروع في المذاهب الأربعة لم ينكره إلا ناعق مجنون قد ضل في سبيل هواه ووسوس له الشيطان فأغواه ۔

ظن الجهول بأن مطلق عقله يهديه يومًا للسبيل المستوى
فاضله حتى الشريعة ردها بمجرد البهتان والسفه القوى
يارب سلمنا وسلم ديننا واهد العباد لمنهج الحق السوى

اور اگر چاہے تو امام یہ بھی کرسکتا ہے کہ اپنی بائیں جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی داہنی جانب کرے اور اگر چاہے تو اپنی داہنی جانب کی طرف پھر جائے اور قبلہ کو اپنی بائیں جانب کرے اور یہ اخیر صورت اولیٰ و بہتر ہے؛ اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ چاہتے تھے کہ ہم آپ کی داہنی جانب میں کھڑے ہوں؛ تاکہ آپ کا چہرۂ مبارک ہماری طرف ہو۔

اور امام کو یہ بھی اختیار ہے کہ بعد نماز کے نہ بیٹھے بلکہ اپنی حاجات کے لیے اٹھ کھڑا ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب نماز پوری ہوجائے تو اطراف زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رزق وروزی کو طلب کرو اور یہ حکم (منتشر ہوجانے کا) اباحت وجواز کے لیے ہے (الی قولہ) دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں اپنے سینوں کے برابر اور ہاتھ کی اندرونی جانب یعنی ہتھیلی کی طرف اپنے چہرہ کی جانب ہو اور یہ تمام افعال خشوع وسکون کے ساتھ ہونا چاہیے۔

آٹھواں جزء: پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں میں مسنون ومشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستہ میں گمراہ ہوگیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔

(ترجمہ نظم) جاہل نے یہ سمجھ لیا کہ محض اس کی عقل کسی وقت اس کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردے گی، اس کے اس گمان نے اسے گمراہ کردیا یہاں تک کہ شریعت کو محض بہتان اور اپنی انتہائی بیوقوفی سے رد کرنے لگا، اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے دین کو سلامت رکھ اور اپنے بندوں کو صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔

الجزء التاسع فيما يتعلق برفع اليدين عند الدعاء:قال السيد محمد بن عبد الرحمن الأهدل:اعلم وفقني الله وإياك لمرضاته أن رفع اليدين في الدعاء أي دعاء كان في أي وقت كان بعد الصلوات الخمس وغيرها دلت عليه الأحاديث خصوصًا وعمومًا.فمن العموم ما أخرجه أبوداؤد والترمذي وحسنه وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم وقال: صحيح علٰى شرط الشيخين من حديث سلمان قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إن الله حيّ كريم يستحيي إذا رفع الرجل إليه يديه أن يردهما صفرًا خائبتين".

وأخرج الحاكم وقال صحيح الإسناد من حديث أنس رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إن الله رحيم كريم يستحيي من عبد أن يرفع إليه يديه ثم لايضع فيهما خيرًا".

وأخرج أحمد وأبوداؤد من حديث مالك بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم ولاتسألوه بظهورها".

وأخرج أيضًا من حديث ابن عباس نحوه وزاد فيه:" فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم".

وأخرج الترمذي من حديث عمربن الخطاب رضي الله عنه قال:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه".

نواں جزء: دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق سید محمد بن عبدالرحمٰن اہدل فرماتے ہیں: سمجھ لو حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے کہ دعا کے وقت خواہ کوئی دعا ہو اور کسی وقت ہو نمازوں کے بعد ہو، یا ان کے سوا دوسرے اوقات میں ہاتھ اٹھانے پر احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں، خاص خاص اوقات کے لیے بھی اور عام اوقات کے لیے بھی الفاظ عموم کی روایات تو یہ ہیں، ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

اور حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح علی شرط الشیخین لکھا ہے، وہ حدیث یہ ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بہت حیا کرنے والے اور کریم ہیں، وہ اس سے حیا کرتے ہیں کہ کوئی شخص اس کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی اور محروم لوٹا دے اور حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے اس بندے سے حیا کرتا ہے، جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے کہ اس کے ہاتھوں پر کوئی خیر وعطا نہ رکھے۔

اور امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت مالک بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری طرف سے نہ کرو (یعنی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف ہوں اور پشت نیچے دست کی طرف)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ زیادہ کیا ہے کہ جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لو۔

اور ترمذی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو ان کو نہ ڈالتے تھے، جب تک کہ ان سے چہرۂ مبارک پر مسح نہ فرمالیں۔

وقال فی فتح الباری فی کتاب الدعوات فی باب رفع الیدین فی الدعاء:وقد وردت الأخبارفی مشروعية الرفع وقد أخرج أبوداؤد والترمذی وحسنه وغيرهما من حديث سلمان رفعه:"إن ربكم حيّ كريم يستحيى من عبده إذا رفع يديه أن يردهما صفرًا". بكسرالمهملة وسكون الفاء آه خالية.وسنده جيد،آه.ومن الخصوص ما مرفی الفصل الأول.

ف:١۔ قال الجامع:أی من أصل الكتاب وهوما سبق فی الجزء الأول من هذا الانتخاب.

ف:٢۔ قال الجامع:أما استحباب رفع الأيدی للدعاء علٰی كل حال فمراده إذا قرأ ألفاظ الدعاء وبنية الدعاء وطلب الحاجة كما هودأب الداعی وأما إذا ذكربعض الأدعية المأثورة بنية الذكر والاستنان بسنة النبی صلی الله عليه وسلم ،كما فی أدعية الصباح والمساء والنوم واليقظة ودخول الخلاء والخروج عنه ودخول المسجد والخروج عنه والدعاء عند الوضوء والقيام من المجلس ودخول السوق وأمثال ذلک علٰی ما بسطه علماء هذا الفن،كما فی عمل اليوم والليلة لابن السنی والأذكارللنووی والحصن الحصين وغيرها.فلم يسمع بمن قال بسنية رفع اليدين فی هٰذه المواضع ولم يسمع فی السلف والخلف بمن يفعل ذلک.كيف ولوكان كذلک لرأيت الناس فی عامة أحيانهم وأحوالهم رافعی أيديهم وهذا الفرق فی ذكرألفاظ الأدعية قد رعاه الفقهاء حق الرعاية حيث قالوا فی الجنب:إنه لايجوز له قراء ة الأدعية إذاكان بنية التلاوة وأما إذا ذكرها بنية الدعاء فيجوز، كما فی عامة كتب الحنفية ،انتهٰی.

اورفتح الباری کتاب الدعوات باب رفع الیدین فی الدعاء میں ہے کہ وارد ہوئی ہیں،بہت سی احادیث ہاتھ اٹھانے کی مشروعیۃ میں اور حضرت ابوداؤد نے حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا رب حیا کرنے والا کریم ہے اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے ان کو خالی لوٹا دے اور سند اس حدیث کی عمدہ ہے اور وہ روایات جن میں خاص خاص اوقات کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا ارشاد ہے،وہ اس رسالہ کی فصل اول میں گزرگئی ہیں۔

فائدہ نمبرا۔اس رسالہ کی تلخیص کرنے والے حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ فصل اول سے اصل رسالہ مسلک السادات کی فصل اول مراد ہے اور اس تلخیص رسالہ میں یہ روایات جزءاول کے زیرعنوان گزری ہیں۔

فائدہ نمبر۲۔حضرت جامع فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ فرمانا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہرحال اور ہر وقت میں بعد نماز ہو یا دوسرے اوقات میں بہر حال مستحب ہے یہ اس وقت ہے جب کہ الفاظ دعا کو طلب حاجت کے قصد ونیت سے پڑھے لیکن جب یہ قصد نہ ہو؛ بلکہ بطور ذکر مسنون کے پڑھنا ہو جیسے صبح وشام اور خواب وبیداری کے اوقات کی دعائیں یا بیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کی اور مسجد میں جانے اور نکلنے کی اور وضو کی دعائیں اور مجلس سے اٹھنے اور بازار میں داخل ہونے وغیرہ کی دعائیں جیسا کہ کتاب عمل الیوم واللیلۃ اوراذکارنووی اور حصن حصین میں دعائیں مفصل مذکور ہیں تو ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں اور سلف وخلف میں کسی عالم یا فقیہ کو نہیں سنا گیا کہ وہ ان میں ہاتھ اٹھانے کے مستحب، یا مسنون ہونے کا قائل ہو اور کیسے ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو مسلمان کا کوئی وقت بھی ہاتھ اٹھانے سے خالی نہ رہتا؛ کیوں کہ یہ دعائیں تو انسان کی ہر نقل وحرکت پر مسنون ہیں اور یہ فرق جو مذکور ہوا حضرات فقہا نے اس کی رعایت دوسرے موقعہ پر بھی فرمائی ہے، مثلا: جنبی کے لیے حکم ہے کہ اگر تلاوت قرآن بہ نیت تلاوت کرے تو جائز نہیں اور اگر بہ نیت ذکر ماثور، یا طلب حاجت کرے تو جائز ہے،جیسا کہ عام کتب فقہ میں موجود ہے۔

الجزء العاشر فی حکم رفع الیدین علی المذاهب الأربعة: أما عند المالکیة: ففی عتبیة قال مالک: رأیت عامر بن عبد اللّٰہ یرفع یدیه وهو جالس بعد الصلاة یدعو، فقیل لمالک: أ تری بهذا بأسًا؟ قال: لا أریٰ به بأسًا ولا یرفعهما جدًا، وقال أیضًا: رفع الیدین إلی اللّٰہ تعالیٰ عند الرغبة علیٰ وجه الاستکانة والطلب محمود وقال القاضی أبومحمد بن العربی: اختلفوا فی الرفع إلیٰ أین یکون فقیل: إلی الصدر وقیل: إلیٰ الوجه وجاء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان یرفع یدیه فی الدعاء حتی یبدو بیاض إبطیه.

الجزء الحادی عشر: وأما عند الشافعیة ففی فتح المبین علی الأربعین لابن حجر: ورفع الیدین فی الدعاء سنة فی غیر الصلاة وفیها فی القنوت اتباعًا له صلی اللّٰہ علیه وسلم.

الجزء الثانی عشر: وأما عند الأحناف فقد مر عن الشرنبلالی: طلب رفعهما فی الدعاء دبر الصلاة حذاء الصدور وبطونهما مما یلی الوجه بخشوع وسکون.

ف: قال الجامع: وسبق ما عن الشرنبلالی فی الجزء السابع.

الجزء الثالث عشر: وأما عند الحنابلة فمقتضیٰ قول الشیخ البهوتی شرح المقنع، باب الاستسقاء: ویرفع یدیه استحبابًا فی الدعاء لقول أنس کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یرفع یدیه فی شیء من دعائه إلا فی الاستسقاء وکان یرفع حتی یری بیاض إبطیه"، متفق علیه. وظهورهما نحو السماء لحدیث رواه مسلم. ومقتضاه أن رفعهما مکروه فی غیر الاستسقاء لکن مر عنه رفعهما فی القنوت.

دسواں جزء: (رفع یدین فی الدعا کے متعلق مذاہب اربعہ کی تصریحات) حضرات مالکیہ کی روایات تو یہ ہیں، عتبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبداللہؓ کو دیکھا کہ نماز کے بعد بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس میں کچھ کراہت سمجھتے ہیں فرمایا کہ میں اس میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا البتہ ہاتھوں کو بہت زیادہ نہ اٹھائے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف ہاتھ اٹھانا بوقت رغبت کے اظہار عاجزی وطلب کے طور پر محمود ومستحسن ہے اور قاضی ابومحمد ابن العربی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ رفع یدین کس حدتک ہونا چاہئے بعض نے فرمایا ہے کہ سینہ تک اور بعض نے چہرہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دعا میں اس حدتک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوجاتی تھی۔

گیارھواں جزء: اور مذہب شوافع کی روایت فقہی یہ ہے کہ فتح المبین حاشیہ اربعین ابن حجر میں ہے اور اٹھانا ہاتھوں کا دعا میں سنت ہے غیر نماز میں اور نماز میں صرف قنوت کے وقت حسب اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بارھواں جزء: اور مذہب حنفیہ کی روایات فقہی بحوالہ شرح نور الایضاح شرنبلالی اوپر گزر چکی ہے جس میں تمام نمازوں کے بعد خشوع وخضوع کے ساتھ سینہ تک ہاتھ اٹھانے اور ان کے اندرونی حصہ کو چہرہ کی طرف کرنے کا مطلوب ومستحب ہونا مذکور ہے۔

ف: حضرت جامع مدظلہم فرماتے ہیں کہ شرنبلالی کی یہ عبارت ساتویں جزء میں مذکور ہوئی ہے۔

تیرھواں جزء: اور حنابلہ کی روایات مذہب یہ ہیں شرح مقنع باب الاستسقاء میں شیخ بہوتی کا قول ہے کہ اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ دعا میں استحبابا بوجہ ارشاد حضرت انسؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ بغل کسی دعا میں سوائے استسقاء کے اور آپ (استسقاء میں) اس حدتک ہاتھ اٹھاتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوجاتی تھی، یہ روایت بخاری ومسلم میں ہے اور (استسقاء میں) پشت ہاتھوں کی آسمان کی طرف رہنا چاہئے روایت کیا اس کو مسلم نے اور مقتضی اس قول کا یہ ہے کہ اٹھانا ہاتھوں کا نماز استسقاء کے سوا سرے مواقع میں مکروہ ہے؛ لیکن خود شیخ بہوتی کا قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ قنوت میں بھی ہاتھ اٹھائے جاویں۔

بل قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في شرح الإقناع مع المتن: ومن آداب الدعاء بسط يديه ورفعهما إلىٰ صدره، لحديث مالك بن يسار مرفوعًا: إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم ولا تسألوه بظهورها". رواه أبو داؤد بإسناد حسن، وتكون يده (هكذا في الأصل والظاهر يداه) مضمومتين، لما روى الطبراني في الكبير عن ابن عباس: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا دعا ضم كفيه وجعل بطونهما مما يلي وجهه". وضعفه في المواهب.

الجزء الرابع عشر فيما يتعلق بمسح الوجه باليدين بعد الدعاء:

قد مر ما يدل علىٰ طلبه من الأحاديث وأما حكمه على المذاهب الأربعة فعند المالكية:

قال في المعيار: قال ابن زرقون: ورد الخبر بمسح الوجه باليدين عند انقضاء الدعاء واتصل به عمل الناس والعلماء. وقال ابن رشد: أنكر مالك مسح الوجه بالكفين لكونه لم يرد به أثر وإنما أخذ من فعله عليه الصلوٰة والسلام للحديث الذي جاء عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه.

قلت: قال بجواز مسح الوجه باليدين عند ختم الدعاء الإمام الأستاذ أبو سعيد بن لب وأبو عبد الله ابن علاق وأبو القاسم بن سراج من متأخري أئمة غرناطة وابن عرفة والبرزلي والغبريني من أئمة تونس والسيد أبو يحيىٰ الشريف وأبو الفضل العقباني من أئمة تلمسان وعليه مضى عمل أئمة فاس، آه.

بلکہ شیخ منصور بن ادریس حنبلی شرح اقناع میں فرماتے ہیں کہ آداب دعا میں سے ہے پھیلانا ہاتھوں کا اور اٹھانا ان کا اپنے سینہ تک بوجہ حدیث حضرت مالک بن یسارؓ کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی باطنی جانب سے سوال کرو ظاہری جانب سے نہ کرو، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اسناد حسن سے۔

اور ہاتھ ملے ہوئے ہونے چاہئیں اس لیے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تھے تو دونوں ہتھلیوں کو ملاتے تھے اور ہاتھوں کی اندرونی جانب اپنے چہرہ کی طرف کرتے تھے اور مواہب میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

چودھواں جزو: دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کے متعلق وہ احادیث اور روایات اوپر گزر چکی ہیں، جن سے دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، اب رہا چاروں مذاہب میں اس کا حکم، سو مالکیہ کے مذہب کی روایت تو یہ ہے کہ معیار میں ابن زرقون کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے مسح کرنا اپنے چہرہ کا دونوں ہاتھوں سے بوقت اختتام دعا کے اور اس کے ساتھ تمام عوام وخواص اور علما کا عمل مل گیا اور ابن رشد فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے دونوں ہاتھوں کے چہرہ پر پھیرنے کا بایں وجہ انکار کیا ہے کہ اس کے لیے کوئی حدیث نہیں آئی، البتہ اس حدیث سے اس کو لیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام استاد ابوسعید بن لب اور ابوعبداللہ ابن علاق ابوالقاسم بن سراج جو متاخرین علماء غرناطہ میں سے ہیں اور ابن عرفہ اور برزلی اور غبرینی جو ائمہ تونس میں سے ہیں اور سید ابویحییٰ شریف اور ابوالفضل عقبانی جو ائمہ تلمسان میں سے ہیں، یہ سب حضرات دعا کے بعد چہرہ پر دونوں ہاتھ پھیرنے کے جواز کے قائل ہیں اور اسی پر ائمہ فاس کا عمل رہا ہے۔

والمراد بالحديث الذى جاء عن عمر رضى الله عنه ما أخرجه الترمذى عنه قال:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه آه.

نقل ذلک المازرى وغيره كذا فى شرح الشيخ محمد بن أبى القاسم المالكى علىٰ نظمه للمسائل التى جرى بها عمل الأئمة. قال الشيخ أبو القاسم البرزلى: وهذا يرد إنكار عزالدين بن عبد السلام المسح، آه.

وعند الشافعية والأحناف: أنه سنة فى كل دعاء إلا فى القنوت، كما فى كتبهم.

ومر عن الحنابلة أنه سنة فى كل دعاء حتى فى القنوت.

وقد عده ابن حجر فى شرح العباب، كما مر من آداب الدعاء، وقال: قال الحليمى: والمعنى فيه التفاؤل بأن كفيه قد ملئتا خيرًا فيفيض منه علىٰ وجهه. والله أعلم

ف: قال الجامع: وهذا القول من مسح الوجه فى القنوت مذكور فى أصل الكتاب فى آخر المطلب الثانى من الفصل الأول تحت عنوان نص الحنابلة بهذه العبارة.

وفيه أيضًا فى مبحث صلاة الوتر: ويقنت فيها أى فى الثالثة (إلىٰ قوله) ويمسح وجهه بيديه إذا فرغ من دعائه هنا خارج الصلاة، آه. (تمت الرسالة)

(النور-۹/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ/تا/النور-۴/شعبان ۱۳۵۵ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۹۵-۸۱۶)

اور مراد اس حدیث سے جو حضرت عمر سے منقول ہوئی ہے، وہ ہے، جو ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو دعا میں تو نہ ڈالتے تھے جب تک کہ نہ پھیر لیتے تھے ان کو اپنے چہرۂ مبارک پر اھ، اس کو مازری وغیرہ نے نقل کیا ہے، ذکر کیا اس کو شیخ محمد بن ابوالقاسم مالکی نے شرح نظم میں جس میں وہ مسائل جمع کئے ہیں، جن پر ائمہ امت کا عمل رہا ہے، شیخ ابوالقاسم برزلی فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عزالدین ابن عبدالسلام کے انکار مسح وجہ کی تردید ہوتی ہے۔

اور مذہب شافعیہؒ کا اس میں یہ ہے کہ وہ سنت ہے ہر دعا میں سوائے دعا قنوت کے، جیسا کہ شوافع کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔

اور مذہب حنابلہ کی نقل گزر چکی ہے کہ وہ سنت ہر دعا میں حتیٰ کہ دعا قنوت میں۔

اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو آداب دعا میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ حلیمی فرماتے ہیں کہ راز اس فعل کے مستحب ہونے میں نیک فال لینا ہے کہ گویا اس کے ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں، اس کو اپنے چہرہ پر ڈالتا ہے، اھ۔ واللہ اعلم

ف: حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ قول مسح وجہ فی القنوت کا اصل کتاب میں مطلب ثانی فصل اول میں زیر عنوان نص الحنابلہ اسی عبارت مذکورہ کے ساتھ منقول ہے اور اس میں صلوٰۃ وتر کی بحث میں بھی یہ مذکور ہے کہ تیسری رکعت میں دعا قنوت کرے (الی قولہ) اور مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر جب کہ اپنی دعاء سے فارغ ہو اس موقعہ (قنوت) میں بھی اور خارج نماز بھی۔

تمام ہوا ترجمہ "رسالة استحباب الدعوات عقيب الصلوات" کا، والحمد لله الذى لعزته وجلاله تتم الصالحات

رسالة غنية الطالب

فی الدعاء بعد المکتوبات والرواتب

دعا کی فضیلت:

دعا کرنا عبادت ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**الدعاء هو العبادة**". (رواه الترمذی)(۱)

اوراللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾(سورة المؤمن)(۲)

دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے، پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**الدعاء مخ العبادة**". (رواه الترمذی)(۳)

دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے؛ کیوں کہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں، جو کسی ذات کی تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی؛ اس لیے دعا کرنا بے فائدہ ہے؛ لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے؛(۴) کیوں کہ جب کوئی شئ عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیا علیہ السلام کا معمول ہو، وہ عبث نہیں ہوسکتی اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب وذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں، اسی طرح دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

---

(۱) جامع الترمذی، أبواب الدعاء، باب ماجاء فی فضل الدعاء: ۱۷۳/۲ (رقم الحديث: ۳۳۷۱، انیس)

(۲) سورة المؤمن: ۶۰۔

(۳) جامع الترمذی، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، أبواب الدعوات: ۱۷۳/۲) (ح: ۳۳۷۱، انیس)

(۴) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول اللہ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايرد القضاء إلا الدعاء ولايزيد فی العمر إلا البر". (رواه الترمذی) (كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء (رقم الحديث: ۲۱۳۹، ص: ۳۵۶، بيت الأفكار، انیس) (مشكاة المصابيح، الفصل الثانی، كتاب الدعوات: ۱۹۵/۱) (رقم الحديث: ۲۲۳۳، انیس)

آداب دعا:

دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں، جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے۔

(الف) دونوں ہاتھ اٹھانا، کما في البيهقي: "يرفع يديه في الدعاء". (۱)

لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، كما في مصنف ابن أبي شيبة: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتىٰ يفرغ من صلاته. (۲)

(ب) دعا سے پہلے حمد و صلاۃ پڑھنا، لحديث أبي داؤد: "إذا صليت فقعدت فاحمد الله بما هو أهله وصل عليّ ثم ادعه". (۳)

(ج) ناجائز سوال نہ کرنا، لحديث مسلم: "يستجاب لعبد ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم". (۴)

(د) حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحديث الترمذي: " ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلبٍ غافلٍ لاهٍ". (۵)

(ھ) عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحديث البخاري: "إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة"... وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يقولن أحدكم: اللّٰهم اغفرلي إن شئت، اللّٰهم ارحمني إن شئت، ليعزم المسئلة، فإنه لا مكره له". (۶)

---

(۱) عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في الدعاء حتىٰ يرى بياض إبطيه. (مشكاة المصابيح، الفصل الثالث، أبواب الدعوات: ۱۹۶/۱) (رقم الحديث: ۲۲۵۳، انيس)

(۲) المعجم الكبير للطبراني، محمد بن أبي يحى الأسلمي عن ابن الزبير (ح: ۳۲۴) انيس

(۳) عن فضالة بن عبيد الله قال: بينما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قاعدًا إذا دخل رجل فصلىٰ، فقال اللّٰهم اغفرلي وارحمني. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عجلت أيها المصلي! إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصلّ عليّ، ثم ادعه" قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله وصلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " أيها المصلي! ادع تجب". (رواه الترمذي) (جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات عن النبي صلى الله عليه وسلمكيبعد باب بلا ترجمه، رقم الحديث: ۳۴۷۵، ص: ۵۴۸، بيت الأفكار، انيس) / وروى أبوداؤد والنسائي نحوه. (سنن الترمذي، باب ماجاء في جامع الدعوات: ۱۸۶/۲) (كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۹۳۱، انيس)

(۴) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يستجاب لعبد مالم يدع بإثم أو قطيعة رحم "إلخ. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، الفصل الأول، كتاب الدعوات: ۱۹۴/۱) (رقم الحديث: ۲۲۲۷، انيس)

(۵) سنن الترمذي، أبواب الدعوات، باب بعد باب ماجاء في جامع الدعوات: ۱۸۶/۲ (رقم الحديث: ۳۴۷۹، انيس)

(۶) صحيح البخاري، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له، كتاب الدعوات: ۹۳۸/۲) (رقم الحديث: ۶۳۳۹، انيس)

(و) الفاظ دعا تین بار مکرر کہنا، لحديث مسلم وأبي داؤد: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه أن يدعو ثلاثًا". (۱)

(ز) قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحديث البخاري: "يستجاب للعبد ما لم يعجل". (۲)

(ح) آخر میں آمین کہنا، لحديث أبي داؤد: "إن ختم بآمين فقد أوجب". (۳)

(ط) چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحديث أبي داؤد قال عليه الصلاة والسلام: "فإذا فرغتم، فامسحوا بها وجوهكم". (۴)

(ی) حرام سے بچنا، لحديث مسلم: "مطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنّٰى يستجاب لذلك؟". (رواه مسلم)(۵)

(ک) ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ وفي تفسير القرطبي: ۸/۳۷۵: "عن أبي العالية كان موسى عليه السلام يدعو وهارون عليه السلام يؤمّن". (۶)

اور نبی علیہ السلام ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، كما رواه الحاكم وذكر في كنز العمال قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لايجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم إلا أجابهم الله تعالىٰ، (۷) وكما رواه الدارمي وذكره الحافظ في الفتح: ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على الله أن لا يرد أيديهم". (۸)

---

(۱) سنن أبي داؤد، باب في الاستغفار، كتاب الصلاة: ۱/۲۲۰ (رقم الحديث: ۱۵۲۴، انيس)

(۲) صحيح البخاري، باب يستجاب للعبد ما لم يعجل، كتاب الدعوات: ۲/۹۳۸ (بخاری میں "يستجاب لأحكم مالم يعمل" ہے، حدیث نمبر: ۶۳۴۰، انیس)

(۳) سنن أبي داؤد، باب التأمين وراء الإمام: ۱/۱۴۲ (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۸، انيس)

(۴) سنن أبي داؤد، باب الدعاء، كتاب الصلاة: ۱/۲۱۶ (رقم الحديث: ۱۴۸۵، انيس)

(۵) مشكاة المصابيح، الفصل الأول، باب الكسب وطلب الحلال: ۱/۲۴۱) (رقم الحديث: ۲۷۶۰) / الصحيح لمسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (رقم الحديث: ۱۰۱۵) انيس)

(۶) تفسير القرطبي: ۸/ ۳۷۵، سورة يونس: ۸۹۔

(۷) المستدرك للحاكم، ذكر مناقب حبيب بن مسلمة الفهري (ح: ۵۴۷۸) انيس

(۸) فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التأمين: ۱۴/ ۳۰۸۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، زيد بن أسلم عن أنس بن مالك: ۳/۲۲۶، دار الكتاب العربي، انيس)

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ، کتاب الحج میں لکھا ہے:

والإجابة فی الجمع أرجٰی.(۱)

(ل) اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں، یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول: اذان کے وقت، دوم: مقدس جنگ کے وقت، سوم: بارش کے وقت، **کما فی حدیث أبی داؤد: "ثنتان لاتردان أو قلما تردان: الدعاء عند النداء وعند البأس وحین یلحم بعضهم بعضًا" وفی روایة: وتحت المطر.**(۲)

چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، **کما فی حدیث الترمذی: "قیل: یارسول اللّٰہ! أی الدعاء أسمع؟ قال: "جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات".**(۳)

ذکر وغیرہ کے لیے احداث جماعات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، **کمارواہ الحاکم بإسنادہ.**(۴)

تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

کما فی حدیث الترمذی: إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا وماریاض الجنة قال حلق الذکر.(۵) **وکما فی حدیث مسلم، إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم خرج علٰی حلقة من أصحابه فقال: ماأجلسکم هٰهُنا قالوا، جلسنا بذکر اللّٰہ ونحمدہ فی آخرہ أتانی جبرئیل علیه السلام فأخبرنی أن اللّٰہ تعالٰی یباهی بکم الملائکة.**(۶) **وکما فی حدیث ملائکة سیاحین هم أی الذاکرون قوم لایشقٰی بهم جلیسهم.**(۷)

---

(۱) الهدایة علٰی صدر فتح القدیر، کتاب الحج، باب الإحرام: ۳۶۹/۲۔

(۲) "وفی روایة تحت المطر" رواہ أبوداؤد والدارمی إلا أنه لم یذکر وتحت المطر (کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحدیث: ۲۵۴۰، ص: ۲۸۸، بیت الأفکار، انیس)

(۳) سنن الترمذی: ۱۸۸/۲ (کتاب الدعوات، باب بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۴) مسند الدارمی، باب کراهة أخذ الرأی: ۶۸/۱۔

(۵) سنن الترمذی، باب ماجاء فیعقد التسبیح بالید: ۱۸۹/۲ (کتاب الدعوات، باب بلا ترجمة بعدباب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۵۱۰، انیس)

(۶) مشکاة المصابیح، الفصل الثالث، باب ذکر اللّٰہ والتقرب إلیه: ۱۹۸/۱ (رقم الحدیث: ۲۲۷۸، انیس)

(۷) عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم إن للّٰہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون أهل الذکر فإذا وجدوا قومًا یذکرون اللّٰہ تنادوا ... قال هم الجلساء لایشقٰی جلیسهم". (رواہ البخاری) ==

حدیث عبد اللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہونا ہے،(۱) اور یا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے، نہ کہ احداث جماعات پر، **كما في سنن الدارمي: ٦١/١ :فقال عبد الله بن مسعود ماهذا الذى أراكم تصنعون؟ قالوا: ياأباعبدالرحمٰن ! حصًا نعد به التكبير والتهليل والتسبيح قال:فعدوا سيأتيكم، فأنا ضامن أن لايضيع من حسناتكم شيء.** (۲)

اور یہ ممکن ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل کو اپنی حیثیت کے فوق پر اہتمام پر انکار کیا ہو۔

لفظ دبر کی تشریح:

دبر الصلاة کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے؛ کیوں کہ ''دبر شئ'' کسی چیز کے پچھلے چیز کو کہتے ہیں اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے:

''معقبات لايخيب قائلهن دبر كل صلاة ثلاث وثلا ثون تسبيحة، وثلاث وثلاثون تحميدة، وأربع وثلاثون تكبيرة''. (۳)

اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

فائدہ:

دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں، خواہ متصل ہو، یا منفصل، متصل؛ سے خاص نہیں ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض

== وفي رواية مسلم:''قال إن لله ملا ئكة سيارة فضلاً يبتغون مجالس الذكر فإذا وجدوامجلسًا فيه ذكرقعدوا معهم ...فيقول وله...غفرت،هم القوم لايشقٰى بهم جليسهم.(مشكاة المصابيح،الفصل الأول ، باب ذكر الله والتقرب إليه: ١٩٧/١)(رقم الحديث: ٢٢٦٧،انيس)

(۱) قال العلامة السيد شريف على الجرجاني:المرفوع هو ما أضيف إلٰى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم خاصة من قول أوفعل أوتقرير سواء كان متصلاً أومنقطعًا ... والموقوف وهومطلقًا ماروى عن الصحابى من قول أوفعل متصلاً كان أو منقطعًا وهوليس بحجة على الأصح، الخ.(الرسالة فى فن أصول الحديث للسيد شريف على الجرجانى،ص: ٢-٣ الملحقة بالترمذى)

(۲) باب فى كراهية أخذالرائ،رقم الحديث: ٢١٠ ، انيس

(۳) عن كعب بن عجرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''معقبات لايخيب قائلهن أوفاعلهن دبر كل صلاة مكتوبة ، ثلاث وثلا ثون تسبيحة ، وثلاث وثلا ثون تحميدة ، وأربع وثلا ثون تكبيرة ''.(رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، باب الذكربعد الصلاة: ٨٩/١)(الفصل الأول،رقم الحديث: ٩٦٦،انيس)

کے متصل کئے جائیں، اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوگی، اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائے گی، حالاں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں، یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کے لیے مضر نہیں؛ کیوں کہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رساں نہ ہوگی؛ بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رساں نہ ہوگی؛ کیوں کہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر و غیرہ سنن مؤکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

وأما ماورد من الأحاديث فی الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالته فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة، انتهىٰ. (۱/۴۹۴)(۱)

اور محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

وما ورد أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول دبر كل صلاة لا إلٰه إلا الله وحده... (إلىٰ أن قال)... لايقتضى وصل هذه الأذكار بل كونها عقيب السنة من غير اشتغال بما ليس هو من توابع الصلاة يصحح كونه دبر الصلاة، انتهىٰ. (۱/۳۱۳)(۲)

دعا بہ ہیئت اجتماعیہ:

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص: ۱۴۰، جلد: ۱) میں روایت ہے:

فرفع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه يدعو، ورفع الناس أيديهم معه يدعون. (۳)

---

(۱) رد المحتار على هامش الدر المختار، قبيل مطلب: فيما لوزاد على العدد فی التسبيح عقب الصلاة: ۱/۳۹۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)

(۲) فتح القدير، باب النوافل: ۱/۳۸۳-۳۸۴-

(۳) صحيح البخارى، باب: رفع الناس أيديهم مع الإمام فی الاستسقاء: ۱/۱۴۰ (كتاب الأستسقاء، رقم الحديث: ۱۰۲۹، انيس)

اور بعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، **كما روى الحاكم وابن أبي شيبة أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: "اللّٰهم اخلص الوليد" إلىٰ آخره.** (۱)

اور یا منہ قوم کی طرف ہوتا، **كما روى ابن أبي شيبة في مصنفه قال أبو الأسود: "صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا".** (۲)

بعد الفرائض، یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے، اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افترا کیا اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افترا ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا، جیسا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوئی اور یہ نہ ہونا مروی ہے، **كما في رواية أبي داؤد: ۱۶۹، وغيره.** (۳)

بہر حال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح "**اللّٰهم أنت السلام**" کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت، یا غوایت ہے۔ (۳)

---

(۱) وفي منهاج السنن: وأما رفع الأيدي عند الدعوات خارج الصلاة فقد ثبت بأحاديث كثيرة قولية وفعلية في الأمهات الست وغيرها منها ما أخرجه ابن أبي حاتم وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره: ۱۷۲/۳)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبله فقال اللّٰهم اخلص الوليد (إلىٰ آخر الدعاء) وفي سنده علي بن زيد بن جدعان وهو متكلم فيه والراجح أنه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث حسن صحيح وقال الجعلي وابن عدي يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، علي بن زيد وإن ضعف فقد ذكر بالصدق... وأما ما أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه من حديث الأسود العامري عن أبيه هو عبد الله بن حاجب بن عامر قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب ما يقول إذا سلم: ۱۷۲/۲)

(۲) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى العيد بلا أذان ولا إقامة وأبابكر وعمر أوعثمان شك يحيىٰ. (سنن أبي داؤد، باب ترك الأذان في العيد: ۱۷۰/۱) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۱۱۴۷، انيس)

(۳) قال العلامة مفتي اعظم كفايت الله الدهلوي: شيخ (عبد الحق محدث دهلوی) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فإن عدم الثبوت لايستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جدًا، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی رووایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (کفایت المفتی: ۳۴۸/۳، سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

قول، فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت امر بدعت نہیں:

پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں،(۱) تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے؛ کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے، غباوت یا غوایت ہے۔

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا:

نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساکت ہے، البتہ قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ حدیث دبر المکتوبات ہے۔ (رواہ الترمذی)(۲)

اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد و صلاۃ کا ذکر ہے، نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے اور نہ انفراد، یا اجتماع کا ذکر ہے؛ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ ''إذا ثبت الشیء ثبت بآدابه و لوازمه''، بہرحال اس دعا میں ان آداب کی رعایت کی جائے گی، خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو، یا سنن کے بعد۔

دعاء بعد السنّت کے بارے میں فقہا کے اقوال:

شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے:

ویغتنم بعد المکتوبة قبل السنة علٰی ماروی عن البقالی(۳) من أنه قال الأفضل أن یشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والأوراد علٰی ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فإنه مستجاب بالحدیث.(۴) قلت: ومثل قول البقالی مروی عن الإمام جعفر الصادق فی الطبرانی.(۵)

---

(۱) قال الشیخ عبد الحق الدهلوی: اعلم أن الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وفعله وتقریره و معنی التقریر أنه فعل أحد أوقال شیئًا فی حضرته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ولم ینکرولم ینهه عن ذلک بل سکت وقر.(مصطلحات علم الحدیث الملحقة بالمشکاة المصابیح، ص:۳)

(۲) قیل یارسول اللّٰه!'' أی الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات''.(سنن الترمذی، باب ماجاء فی جامع الدعوات: ۱۸۸/۲) (کتاب الدعوات، باب بعدباب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: ۳۴۹۹، انیس)

(۳) المعتزلی فی الأصول، الحنفی فی الفروع، مثل صاحب الکشاف.

(۴) تعلیق الکوکب الدری: ۲۹۱/۲۔

(۵) وفی السعایة نقلاً عن المواهب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن الحجر أخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال: الدعاء بعد المکتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة.(السعایة، باب صفة الصلاة: ۲۵۸/۲)

پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اوراس کو اکثر اکابر کا میلان ہے اور جمہور کے نزدیک بعدالسنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کہا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں:

"لكن عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذى هوعقب الفراغ".(۳۰۴/۸)(۱)

اورصاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شرنبلالی فرماتے ہیں:

"ويستحب للإمام بعد سلامه أن يتحول إلٰى جهة يساره لتطوع بعد الفرض ويستحب أن يستقبل بعده أى بعد التطوع،وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة ، يستقبل الناس...ثم يدعون لأنفسهم و للمسلمين رافعى أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم" انتهٰى بحذف.(۲)

اورالاشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں:

"الاشتغال بالسنة عقب الفرض أفضل من الدعاء".(ص:۱۲۷-۱۲۸)(۳)

صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں:

"بعد الفريضة الاشتغال بالسنة أولٰى من الاشتغال بالدعاء".(۹۵/۱)(۴)

اورعلامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"وعند الحنفية:يكره له المكث قاعدًا يشتغل بالدعاء؛لأن القيام إلى السنة بعد أداء الفريضة أفضل من الدعاء والتسبيح والصلاة".(۱۴۴/۲)(۵)

التزام اوردوام میں فرق:

التزام مالا یلزم اورکسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پرانکار کیا ہے، جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام کیا اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وليس البربأن تأتوا البيوت من ظهورها ولكن البرمن اتقٰى وأتوا البيوت من أبوابها﴾ (سورة البقرة)(۵)

اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں پرانکار کیا تھا، جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا

---

(۱) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،سنن الصلاة،انيس

(۲) الطحطاوى،ص: ۲۵۳-۲۵۷ (كتاب الصلاة،فصل فى صفة الأذكار،انيس)

(۳) غمزعيون البصائر،كتاب الصلاة: ۲۷/۲،دارالكتب العلمية بيروت.انيس

(۴) إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى،باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۱۴۴/۲،بولاق مصر.انيس

(۵) سورة البقرة: ۱۸۹۔

لازم سمجھتا تھا، حیث قال: "لایجعل أحدکم للشیطان شیئًا من صلاته یری أن حقاً علیه أن لاینصرف إلا عن یمینه". (صحیح البخاری: ۱۱۸/۱)(۱)

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"أن من أصر علٰی أمرمندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال". (المرقاۃ: ۳۵۳/۲)(۲)

التزام دو قسم کے ہیں: ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم و وجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو؛ لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابتلا آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ﴾ (البقرۃ)(۳)

اور اسی طرح انصار کی ابتلا کہ ﴿وَلَیْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَأْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (سورۃ البقرۃ)(۴) کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے، التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: "خیر العمل مادیم علیه" وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "أحب الأعمال إلی اللّٰہ أدومها وإن قل". (رواہ البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها)(۵)

التزام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے، جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں اور جو شخص فرض، یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے؛ لیکن

---

(۱) صحیح البخاری، باب الانتقال والانصراف عن الیمین والشمال: ۱۱۸/۱ (رقم الحدیث: ۸۵۲، انیس)

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳۵۳/۲۔

(۳) قال العلامة حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللّٰہ تعالٰی آمرًا عبادہ المؤمنین به المصدقین برسوله، أن یأخذوا بجمیع عرٰی الإسلام وشرائعه والعمل بجمیع أوامرہ، وترک جمیع زواجرہ ما استطاعوا من ذلک ...وزعم عکرمة أنها نزلت فی نفر ممن أسلم من الیهود وغیرهم، کعبد اللّٰہ بن سلام وأسد بن عبید وثعلبة و طائفة استأذنوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی أن یسبتوا وأن یقوموا بالتوراۃ لیلاً، فأمرهم اللّٰہ بإقامة شعائر الإسلام، والاشتغال بها عما عداها، وفی ذکر عبد اللّٰہ بن سلام مع هؤلاء نظر، إذ یبعد أن یستأذن فی إقامة السبت، وهو مع تمام إیمانه یتحقق نسخه ورفعه وبطلانه والتعویض عنه بأعیاد الإسلام. (تفسیر ابن کثیر: ۳۲۴/۱، سورۃ البقرۃ: ۲۰۸)

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۸۹۔

(۵) مشکاۃ المصابیح، الفصل الأول، باب القصد فی العمل: ۱۱۰/۱ (رقم الحدیث: ۱۲۴۲، انیس)

نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کے لیے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے؛ تا کہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تین بار دعا بعد السنن مباح ہے:

پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، **کما فی مسلم** (۳۱۲/۱): ”**جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم البقیع فقام فأطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف**“.(۱)

اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، امر مباح ہے اور ہر وہ امر مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنیت پیدا ہو جائے، وہ مکروہ بن جاتا ہے، **کما فی شرح الکبیر**: ”**کل مباح یؤدی إلیہ أی إلی اعتقاد الجھالۃ سنیتھا فمکروہ**“.(۵۷۳)(۲)

نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقہی مسائل:

جس نماز کے بعد سنن نہ ہو تو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے، یا بیٹھتا ہے؛ لیکن قبلہ کی طرف ”**اللّٰھم أنت السلام**“ (إلی آخرہ) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے، (بدائع) اور بنا بر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار ”**أشھد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ إلخ**“ دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں؛ لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو، بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہو تو امام ”**اللّٰھم أنت السلام**“ کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں، (۴) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی، جہاں فرض ادا کیا ہو، (بدائع: ۱۶۱/۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ (حدیث ابوداؤد) (۵) (**تمت المقالۃ فی الدعاء**)

(فتاویٰ فریدیہ: ۲۶۸/۲-۲۸۰)

---

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی أھل القبور والدعاء لھم: ۳۱۳/۱ (یہ حدیث مسلم میں ”باب: ما یقال عند دخول القبور والدعاء لأھلھا“ کے تحت ملی ہے، حدیث نمبر: ۹۷۴، بیت الأفکار، انیس)

(۲) غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری، فصل مسائل شتی، ص: ۵۶۹۔

(۳-۴) مراقی الفلاح والطحطاوی، ص: ۲۵۲-۲۵۳

(۵) عن الأزرق بن قیس... فقام الرجل الذی أدرک معہ التکبیرۃ الأولی من الصلاۃ یشفع فوثب إلیہ عمر فأخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فإنہ لم یھلک أھل الکتاب إلا أنہ لم یکن بین صلواتھم فصل فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ فقال أصاب اللہ بک یاابن الخطاب. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ: ۱۵۱۱) (کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: ۱۰۰۷، انیس)

امامت کی فضیلت، استحقاق اور افضلیت

امامت کی فضیلت کا ثبوت:

سوال: زید کہتا ہے کہ امامت کا ثواب کہیں قرآن وحدیث، یا فقہ کی کتابوں سے ثابت نہیں، اسی وجہ سے میں امامت نہیں کرتا تو کیا واقعی کسی حدیث میں امامت کے ثواب کا کوئی درجہ ہے، اگر ہو تو استدلالاً حدیث صحیح سے جواب عطا فرمایا جائے؟

الجواب

فضیلت امامت میں حسب ذیل احادیث وارد ہیں، جو اس وقت میری نظر سے گذری ہیں۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ”من أم قومًا فلیتق اللّٰہ ولیعلم أنہ ضامن مسؤول لما ضمن وإن أحسن کان لہ من الأجر مثل أجر من صلّٰی خلفہ، من غیر أن ینقص من أجورہم شیئًا وما کان من نقص فہو علیہ“. (رواہ الطبرانی فی الأوسط من روایة معارک بن عباد) (قلت: وہو حسن علٰی قاعدة المنذری کما لایخفی)

وعن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما، أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ” ثلثة علٰی کثبان المسک، أراہ قال: یوم القیامة، عبد أدی حق اللّٰہ وحق موالیہ، ورجل أم قومًا وہم بہ راضون ورجل ینادی بالصلوات الخمس فی کل یوم ولیلة “. (رواہ أحمد والترمذی وقال: حدیث حسن)

ورواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط بإسناد لا بأس بہ ولفظہ: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ” ثلاثة لایہولہم الفزع الأکبر ولاینالہم الحساب وہم علٰی کثیب من مسک، حتٰی یفرغ من حساب الخلائق: رجل قرأ القرآن ابتغاء وجہ اللّٰہ وأم بہ قومًا وہم بہ راضون. (الحدیث)(۱)

ان احادیث سے امامت کی حسب ذیل فضیلتیں ثابت ہوئیں، بشرطیکہ امام شرائط صلوٰة کی پوری رعایت کرے۔

(۱) جتنے آدمی اس کے پیچھے ہوتے ہیں، ان سب کی نمازوں کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کی نماز کا ثواب علاحدہ ہے۔

---

(۱) کذا فی الترغیب للمنذری: ۷۸/۱ (الترغیب فی الإمامة والاحسان، والترہیب منہا عدمہا، رقم الحدیث: ٦٦٠-٦٦٢، انیس)

(۲) قیامت کی گھبراہٹ سے مامون رہے گا۔

(۳) حساب کتاب سے محفوظ رہے گا۔

(۴) مشک کے ٹیلوں پر قیامت میں بے فکر بیٹھا رہے گا، یہاں تک کہ مخلوق حساب سے فارغ ہو اور فقہا نے لکھا ہے کہ امامت اذان سے افضل ہے؛ کیوں کہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتا ہے۔(۱)

۷رشوال ۱۳۴۰ھ۔ (امدادالاحکام: ۱۱۶/۲-۱۱۷)

امام کا مرتبہ:

سوال: اسلام میں امام کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟

هو المصوب

اسلام میں امام کا مقام بہت اہمیت کا حامل ہے، امامت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت جبرئیل کے بعد سے تاحیات امامت فرماتے رہے، آپ کے عذر کی حالت میں اور آپ کے مابعد تمام خلفاء راشدین اور مسلم سلاطین اس منصب کو اپنے لیے شرف کا باعث سمجھتے ہوئے امامت کرتے رہے ہیں۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۵۹/۲)

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة ينطحون علىٰ كثبان المسك يوم القيامة فى الجنة، رجل دعا إلىٰ الصلوات الخمس فى اليوم والليلة يبتغي بذلك وجه الله، ورجل تعلم كتاب الله فأم به قوم وهم به راضون، وعبد مملوك يشغله رق الدنيا عن طاعة الله. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب الإمامة وفيها (رقم الحديث: ۱۸۷۶) ۱/ ۴۸۸، انيس)

(۲) الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم أرشد الأئمة واغفر للمؤذنين. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت، رقم الحديث: ۵۱۷ (وكذا فى سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، رقم الحديث: ۲۰۷)

... ولذلك نقل عن الصحابة رضى الله عنهم أجمعين أنهم كانوا يتدافعون الإمامة والصحيح أن الإمامة أفضل، إذ واظب عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر رضى الله عنهما والأئمة بعدهم ... فقد قال صلى الله عليه وسلم: أئمتكم شفعاؤكم، أوقال: وفدكم إلىٰ الله فإن أردتم أن تزكوا صلاتكم فقدموا خياركم. وقال بعض السلف: ليس بعد الأنبياء أفضل من العلماء، ولا بعد العلماء أفضل من الأئمة المصلين؛ لأن هؤلاء قاموا بين يدى الله عزوجل وبين خلقه: هذا بالنبوة وهذا بالعلم وهذا بعماد الدين وهو الصلاة. (احياء علوم الدين: ۲۳۵/۱) (كتاب أسرار الصلاة، الباب الرابع فى الإمامة والقدرة، وفى أركان الصلاة وبعد السلام، إلخ، انيس)

نفل حج کرنا افضل ہے، یا امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، اسی مسجد میں ۳۴/سال سے امامت کرتا ہے، زید امام وخطیب قاضی ومدرس ہے، ۳۴/سال سے اس مسجد میں خدمت انجام دے رہا ہے، اسی دوران زید نے ۹/حج کئے اور ان شاء اللہ امسال بھی حج پر جانے کا موقع ہے؛ لیکن ٹرسٹیان، مسجد کے ذمہ داران کی جانب سے رکاوٹ آگئی ہے، یہ حضرات حج کو جانے سے منع کرتے ہیں، حج کرو، یا امامت کرو۔ امامت کرنا ہو تو حج کو مت جانا، میری خواہش ہے کہ ہر سال حج کروں: لیکن حج کرنے میں امامت چھوٹ جائے گی، جو ہمیشہ کا کام ہے، آپ مجھے بتائیں کہ حج کو جانا بہتر ہے، یا امامت کا کرنا؟

(۲) امام صاحب اگر فرض نماز میں جہری دعا کرے تو کیا حکم ہے، گناہ ہے، یا بدعت؟

هو المصوب

حج فرض آپ ادا کر چکے ہیں، جبکہ امامت آپ کی ذمہ داری ہے، اگر آپ کے ذمہ دار اس کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اور آپ کے لیے امامت کرنا ضروری ہے تو امامت مقدم ہوگی، اگر امامت کرنا ضروری نہیں ہے اور آپ حج بغیر ریا کے کرنے کے خواہش مند ہیں تو آپ کے اختیار میں ہے، آپ جس کو چاہیں منتخب کرلیں۔

(۲) دعا جہری جائز ہے؛ لیکن سری دعا افضل ہے۔(۱)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۶۱-۲۶۲)

کیا امام، امامت سے استاذ بن جاتا ہے:

سوال: چند مسائل درپیش ہیں، جن کا جواب درکار ہے۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ کسی شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے وہ استاذ بنتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ استاذ بن جاتا ہے تو کیا اس کا احترام بھی اسی طرح ضروری ہے، جیسا کہ عام مروجہ استاذوں کا احترام کیا جاتا ہے؟

(۲) عام عرف میں امام کو استاذ کہا جاتا ہے، کیا یہ استاذیت، امامت کی خصوصیت ہے، یا مطلق نماز پڑھنے کی؟

(۳) کیا ایک حافظِ قرآن دوسرے حافظِ قرآن کی منزل سنتا ہے، کیا یہ منزل سننا تعلیم میں شمار ہوتا ہے، یا کہ تذکرہ میں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ استاذ کب اور کیسے بنتا، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں؟

الجواب

(۱) محض امامت سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر امام کی بھی تعظیم کرنی چاہیے۔

---

(۱) ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾. (سورة الأعراف: ٥٥)

(۲) یہ عرف صحیح نہیں ہے، ہاں اگر امام سے کوئی دین کی بات سیکھی ہو تو وہ استاذ ہو گیا۔

(۳) شرعاً اس سے استاذ نہیں بنتا؛ مگر چوں کہ قرآن یاد کرنے میں ایک دوسرے کی مدد ہوئی؛ اس لیے ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴۱۲/۱/۸ھ (فتویٰ نمبر ۵۶/۱۳۸) (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۶/۱)

نماز اور شرائط امامت سے متعلق مختلف سوالات:

سوال (۱) شرائط امامت کیا کیا ہیں؟

(۲) کیا جو امام پنجوقتہ نماز نہ پڑھائے، صرف ایک، دو وقت پڑھائے، اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

(۳) کیا جو قصداً انیس جمعہ قضا کرے، بیسواں جمعہ پڑھا سکتا ہے؟

(۴) امام اور مقتدیوں میں رنجش و کدورت دلی ہو تو امامت واقتدا جائز ہوگی؟

(۵) مفسدات نماز کیا کیا ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) امامت کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، ہوش وحواس درست ہوں، بقدر ضرورت مسائل نماز وطہارت جانتا ہو۔(۱)

(۲) درست ہے۔(۲)

(۳) جائز ہے۔(۳)

(۴) جائز ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ مصالحت وصفائی قلب کے لیے دونوں طرف کوشش کریں۔(۴)

(۵) مفسدات نماز بہت ہیں، فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیجئے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۲/۲-۳۲۳)

---

(۱) يشترط لصحة الجماعة شروط، منها الإسلام، والبلوغ والذكورة والعقل وأن يكون الإمام قاريًا إذا كان المأموم قاريًا وأن يكون سليمًا من الأعذار وأن يكون الإمام طاهرًا من الحدث والخبث وأن يكون الإمام سليمًا لايتحول فى النطق من حرف إلى حرف وأن يكون الإمام مقتديًا بإمام غيره وأن تكون صلاة الإمام صحيحة فى مذهب المأموم. (الفقه على المذاهب الأربعة، باب مباحث الإمام فى الصلاة)

(۲-۳) ایسا شخص صاحب ترتیب نہیں ہے اور امامت کے لیے صاحب ترتیب ہونا شرط نہیں ہے؛ اس لیے ایسے شخص کی امامت جائز و درست ہے۔ [مجاہد]

(۴) ولو أم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبى داؤد لايقبل الله صلوة من تقدم قومًا وهم له كارهون، (وأن هو أحق لا) والكراهة عليهم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲/ ۲۹۷-۲۹۸) (باب الإمامة: انيس)

(۵) دیکھئے: الدرالمختار: ۲/ ۳۷۰، ۴۰۴۔

اہلیت امامت کی شرطیں:

سوال: نماز پڑھانے والے کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ نماز پڑھانے والے شخص کو کن کن چیزوں سے پاک ہونا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

امام بننے کے لیے چھ چیزیں شرط ہیں: اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو کوئی شخص امام نہیں بن سکتا ہے، (۱) مسلمان ہو، (۲) عاقل، بالغ ہو، (۳) مرد ہو، (۴) بقدر ضرورت قرآن پڑھنا جانتا ہو، (۵) ان بیماریوں سے صحیح وسالم ہو، جن سے نماز میں خلل ہوتا ہے، جیسے نکسیر یا اس طرح کی دوسری بیماریاں، (۶) صحت نماز کی کوئی شرط مفقود نہ ہو، جیسے طہارت، ستر عورت وغیرہ۔

وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفافأة والتمتمة واللثغ وفقد شرط كطهارة وستر عورة، آه.(۱)

اور امام کو تمام ظاہری گناہوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ ویجتنب الفواحش الظاهرة.(۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۸رمحرم ۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۲۲)

جو ارکان اسلام نہیں جانتا، وہ لائق امامت ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور سوداگری کا پیشہ کرتا ہے؛ لیکن ارکانِ نماز نہیں جانتا، ایسا شخص امامت کے لائق ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

امام بننے کے لیے کیا شرائط ہیں:

(۲) امام کے لیے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے، جس سے وہ امامت کے لائق ہو سکے؟

الجواب ــــــــــــــــــ

(۱-۲) بہتر ہے کہ امام مسائلِ نماز جانتا ہو، قرآن شریف صحیح اور عمدہ پڑھتا ہو، صالح و پرہیزگار ہو، اگر ان امور کے ساتھ حافظ قرآن بھی ہو تو بہت اچھا ہے؛ مگر مقدم یہ ہے کہ مسائل نماز جانتا ہو؛ تاکہ نماز میں کوئی ایسی غلطی نہ کرے، جس سے نماز فاسد، یا مکروہ ہو جائے۔ فقط (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۹۴)

---

(۱) رد المحتار، باب الإمامة: ۲/۲۸۴ (مطلب: شروط الإمامة الكبرىٰ، انیس)

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۸۳ (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انیس)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوةً للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً، إلخ. (تنوير الأبصار: ۵۲۰) ((كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

امامت کی شرائط:

سوال: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑہ کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے، وہ شخص امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

امام صحیح العقیدہ، قرآن پاک صحیح پڑھانے والا، مسائلِ نماز وطہارت سے واقف، متبع سنت ہونا چاہیے،(۱) مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے،(۲) ایسے کاروبار کرنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے،(۳) دباغت کے بعد بیع وشرا درست ہے،(۴) دباغت کے لیے کھال کو باقاعدہ پکانا بھی ضروری نہیں؛ بلکہ دھوپ میں، یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر، ایسا بنالینا بھی کافی ہے کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہوجائے،(۵) جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے، اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے،(۶) خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی، وہ نجس العین ہے۔(۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۶/۶-۳۷)

امامت کے لیے سند کی ضرورت ہے:

سوال: دو شخص ایک ہی جگہ مقیم ہیں، ایک سند یافتہ عالم، دوسرا بے سند؛ لیکن مسائل سے واقف ہے اور اس کی قرأت بھی اچھی ہے اور وہ حد درجہ پرہیز گار بھی ہے، اگر بے سند نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کرے تو سند

---

(۱) الأولیٰ بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة...هذا إذا علم من القراء ة قدرما تقوم به سنة القراء ة ... ولم يطعن فی دينه ... و يجتنب الفواحش،آه".(الفتاویٰ الهندية،الباب الخامس فی الإمامة،الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة: ۸۳/۱ ،رشيدية)

(۲) "(وجلد ميتة قبل الدبغ) لو بعوض، ولو بالثمن فباطل".(الدرالمختار، كتاب البيوع،باب البيع الفاسد:۷۳/۵،سعيد)

(۳) ويكره امامة عبد أعرابی وفاسق،آه".(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة : ۵۶۰/۱ ، سعيد)

(۴) "(وبعده)أی بعد الدبغ (يباع)".(الدرالمختار، كتاب البيوع،باب بيع الفاسد : ۷۳/۵،سعيد)

(۵) (قوله:دبغ) الدباغ ما يمنع النتن و الفساد،والذی يمنع علیٰ نوعين:حقيقی كالقرظ والشب والعفص ونحوه، وحكمی: كالتتريب والتشميس والقاء فی الريح،آه.(الدرالمحتار،مطلب فی أحكام الدباغة: ۲۰۳/۱،سعيد)

(۶) "الحاصل أن زكاة الحيوان مطهرة لجده ، ولحمه إن كان الحيوان مأكولاً".(ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فی أحكام الدباغة: ۲۰۵/۱،سعيد)

(۷) "(خلا) جلد (خنزير) فلا يطهر".(الدرالمختار، كتاب الطهارة،مطلب فی أحكام الدباغة : ۲۰۴/۱،سعيد)

یافتہ عالم کے پیچھے جو ثواب ملے گا، اس کے پیچھے بھی وہی ثواب ملے گا، یا نہیں؟ یا امامت میں دونوں برابر حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟ اگر متولی بے سند امام کو بلا جرم شرعی جواب دے دے تو متولی کی خدا کے یہاں پکڑ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا ومصلیًا، الجواب وباللہ التوفیق:

بے سند شخص جو مسائل سے خوب واقف ہے اور قرأت اچھی پڑھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور نمازیوں کی کثرت رائے سے امامت کر رہا ہے تو ایسے معین امام کی موجودگی میں دوسرے سند یافتہ عالم صاحب کو بغیر اجازت امام کے نماز پڑھانا مکروہ ہے، (۱) معین ودیندار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو ثواب ہے وہ ثواب بغیر اجازت کے نماز پڑھانے والے عالم امام کے پیچھے نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ متولیان مسجد کو بغیر قصور امام کو جواب دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت میں امام سے بددلی وناراضگی ہو تو جماعت کے حسب منشاء مصلیوں کی کثرت رائے سے امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز ہے اور جب کہ متولیان مسجد اور مصلیان مسجد امام کو چار ماہ کی تنخواہ پیشگی دے کر رخصت کرنا چاہتے ہوں تو امام کو لائق ہے کہ عزت سے علیحدہ ہو جائے، زبردستی مسجد میں جماعت کی ناراضگی دیکھتے ہوئے امامت پر اڑے رہنا ناجائز ومعیوب ہے اور عزت کے بھی خلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدا ایسے امام کی نماز قبول نہیں کرتا، جو قوم کی کراہت وناراضگی دیکھتے ہوئے بھی امامت کرتا رہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۵۵-۲۵۶)

امام کس کو بنایا جائے:

سوال (۱) ہمارے یہاں دو مولوی صاحب ہیں، ایک نے تو کسی لڑکی کو بھگا کر شادی کی ہے، پھر طلاق دے دی اور ثانی نکاح بھی کر لیا، ایسی لڑکی سے جس کو حد جاری ہو سکتی ہے اور دوسرے مولوی صاحب ہیں، جن کے حق میں کسی قسم کی بدنامی نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں میں کس کی امامت افضل ہے؛ یعنی نماز پڑھنا پیچھے اول کو ثانی کے سلف پر اور ثانی کو اول کے سلف پر جائز ہے، دونوں مولوی صاحب کی موجودگی میں مطلقاً لڑکی بھگا کر شادی کرنے والی سلف پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اکثر فقہا کس طرف گئے ہیں؟ جواب قرآن واحادیث وفقہ سے دیں اور خدا بزرگ سے نعمت دارین حاصل کریں۔

---

(۱) ... ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقًا. (الدر المختار: ۲/۲۹۷، باب الإمامة)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما: عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبراً رجل أم قوماً وهم له كارهون وامرأة باتت زوجها عليها ساخط وأخوان متصارمان. (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب من أم قوماً وهم له كارهون، رقم الحديث: ۹۷۱، ص: ۱۲۲، بيت الأفكار، انيس)

مسجد میں امامت کا حق کس کو ہے:

(۲) ہمارے یہاں ایک مسجد وقف کی ہوئی ہے، وقف کرنے والے کے اولاد میں سے ایک مولوی صاحب ہیں، جو امام کے قابل بھی نہیں ہیں، برابر ایک اور مولوی صاحب کا اعتبار ہے؛ لیکن وقف کرنے والے کے لڑکے مولوی صاحب یوں کہتے ہیں کہ چونکہ مسجد میرے باپ دادا کی وقف کی ہوئی ہے؛ اس لیے امامت کا حق مجھے ہے، کسی کی ملکیت میں مسجد بنایا تو اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز، یا ناجائز؟ (احقر المعاصی بشیر احمد)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱) دوسرا مولوی جس کے بارے میں کوئی بدنامی نہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۱)

(۲) وقف کرنے کے بعد چیز وقف کرنے والے کی ملک سے نکل جاتی ہے اور خاص اللہ کی ملک شمار ہوتی ہے، پھر اللہ کے حکم کے مطابق جو شخص امامت کا زیادہ مستحق ہوگا اور اس کو امامت کا حق زیادہ ہوگا، واقف کی اولاد اگر ایسی نہ ہو تو اس کے بجائے دوسرا شخص جو امامت کا اہل ہو، اس کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۲/۱۲/۱۴۰۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۷۸/۱-۲۷۹)

امام راتب احق بالامامت ہے:

سوال: مسجد میں ایک امام مقرر ہے، اتفاقاً اگر اس سے زیادہ اعلم کوئی شخص آجائے تو امامت کا حقدار کون ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

امام راتب احق ہے۔

لما فی شرح التنویر: واعلم أن صاحب البیت ومثله امام المسجد الرواتب أولٰی بالإمامة من غیره مطلقا.

وفی الشامیة: (قوله مطلقًا) أی وإن كان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه (رد المحتار، المجلد الأول) (۲) فقط واللّٰه تعالٰی أعلم (احسن الفتاویٰ: ۲۶۴/۳)

امامت کا مستحق کون:

سوال (۱) مستحق امامت کون ہے؟

---

(۱) "قلت: وسیذکر الشارح عند المؤید بالجواز لوغیره أصلح". (رد المحتار علی الدر ٦٨٤/٦، مکتبة زکریا)

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، دارالفکر بیروت. انیس

مقتدی کے ناپسند کرنے کے باوجود جبراً امامت کا حکم:

(۲) جو پنج وقتی کا پابند نہیں ہے وہ زبردستی امامت کرتا ہے، مقتدیوں کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیا زانی بالاعلان اور نشہ خوار کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) امامت کے لیے مستحق عالم، قاری، متقی ہے۔(۱)

(۲) مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے؛ مگر غیر متقی سے متقی کی امامت اولیٰ ہے؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ مسلمان اس غیر متقی امام کو ایسے طریقہ سے علیحدہ کریں، جس سے فتنہ وفساد وافتراق کی نوبت نہ آئے، ورنہ فتنہ وفساد اور مسلمانوں میں پھوٹ یہ خود بڑا گناہ ہے اور پہلے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس امام سے مقتدیوں کو کراہت ہو، اس امام کی نماز مقبول نہیں ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

"عن عبد اللّٰہ بن عمرو أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یقول: ثلثة لایقبل اللّٰہ منهم صلاة: من تقدم قومًا وهم له کارهون" إلخ. (رواہ أبوداؤد وابن ماجة)(۲)

"عن أبي أمامة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ثلاثة لاتجاوز صلاتهم أذانهم: العبد الآبق حتیٰ یرجع وامرأة باتت وزوجها علیها ساخط وإمام قوم و هم له کارهون". (رواہ الترمذی)(۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۲/۶/۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۶۴)

امامت میں ترجیح:

سوال: زید مولوی، طبیب اور حافظ ہے اور عمر حافظ، قاری، سبعہ قرأت کا جاننے والا، مشکوٰۃ، ہدایہ، جلالین پڑھا ہوا ہے، امامت تراویح کے لیے کون افضل ہے؟

---

(۱) (والأحق بالإمامة) ... (الأعلم بأحکام الصلوٰة) ... (ثم الأحسن تلاوةً) تجویدًا (للقراءة، ثم الأورع). (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار: ۲/۴۹۲)

(۲) سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون (ح: ۵۹۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له کارهون (ح: ۹۷۰) انیس

(۳) جامع الترمذی، باب ما جاء من أمّ قوماً وهم له کارهون: ۱/۶۴ (رقم الحدیث: ۳۶۰)/جامع معمر بن راشد (ح: ۲۰۴۴۹)/مصنف ابن أبی شیبة (ح: ۱۷۱۲۸) انیس

الجواب

ان دونوں میں عمر امامت تراویح وغیرہ کے لیے زیادہ مستحق ہے اور افضل ہے کہ وہ علم دین کے حصول کے ساتھ قاری بھی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۹۷-۹۸)

افضل کو امام بنایا جائے:

سوال: زید حاجی ہے اور بہت پابند پنجگانہ ہے اور زید کے تین لڑکے ہیں، ایک داڑھی نہیں منڈاتا؛ بلکہ لمبی داڑھی ہے، شرعی لباس میں مثل زید کے ہے اور دو داڑھی منڈاتے ہیں، زید اور تینوں لڑکے دوکانداری میں جھوٹ بول کر سودا بیچتے ہیں تو ایسی حالت میں زید اور اس کے لڑکے امامت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زید اور زید کے لڑکوں میں سے، جو متشرع پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور ظاہراً کوئی علامت فسق کی اس میں نہیں ہے، اس کی امامت بلا کراہت درست ہے اور جو کوئی امر فسق کا ان میں ہے تو امامت اس کی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۸۹)

زیادہ علم والے اور کم علم والے میں سے افضل کون ہے:

سوال: ایک شخص مسائل سے اچھا واقف ہے، دوسرا شخص کم علم ہے، ان دونوں میں مستحق امامت کون ہے اور کم علم والے کے پیچھے زیادہ علم والا اگر نماز پڑھ لیوے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

احق بالامامت وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کو زیادہ جانتا ہو؛ لیکن اگر زیادہ علم والا کم علم والے کے پیچھے نماز پڑھ لے، نماز ہو جاتی ہے۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۸۲)

---

(۱) (والأحق بالإمامة)تقديماً بل نصباً،الأعلم بأحكام الصلوٰة،إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا.(الدر المختار) أفادبذلک أن معنى قولهم أقرأ:أی أجود،لاأكثرهم حفظًا... ومعنى الحسن فی التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها،قهستانی.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۱،ظفير)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد ، إلخ، وفاسق.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۳،ظفير)

(۳) الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة هٰكذافی المضمرات،وهوالظاهر، هٰكذا فی البحر الرائق، هٰذا إذا علم من القراء ة قدرما تقوم به سنة القراء ة،هٰكذا فی التبيين،ولم يطعن فی دينه،إلخ،ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه ... ==

جس کا علم زیادہ ہو، اسے امام بنانا افضل ہے:

سوال: ایک مسجد میں دو استاد بچوں اور بچیوں کو پڑھاتے ہیں، ایک استاذ مقامی ہیں، جو کہ صرف عالم ہی ہیں، دوسرے غیر مقامی ہیں، جو کہ عالم، قاری اور حافظ بھی ہیں۔

(۲) مقامی استاذ صرف بچیوں کو پڑھاتے ہیں، دوسرے استاذ بچوں کو سارا دن صبح شام پڑھاتے ہیں، جبکہ نمازیں اور جمعہ کی نماز مقامی استاذ پڑھاتے ہیں، ان دونوں میں سے نماز اور جمعہ پڑھانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے؟

الجواب

ان دونوں میں سے جن کا علم زیادہ ہو، خاص طور سے نماز کے مسائل سے جو صاحب زیادہ واقف ہوں اور جن کے علم وتقوی پر لوگ زیادہ اعتماد کرتے ہوں، ان کو امام بنانا زیادہ بہتر ہے، (۱) ویسے جائز دونوں کی امامت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۶/۱۳۹۸ھ (فتویٰ نمبر ۲۹/۷۹۱ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۴۱۵/۱)

نمازیوں میں جس کی قرأت بہتر ہو، اس کو امام بنانا اولیٰ ہے:

سوال: ایک آدمی ہے جو کچھ علم تجوید قرأت سے واقف ہے اور اس نے کچھ مشق بھی کی ہے، اس کی نماز دوسرے لوگوں کے پیچھے، جن کی یہ حالت نہیں جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب

نماز جائز ہے؛ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس صورت میں یہی شخص امام بنے، جو اوروں سے اچھا قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

کما هو مصرح في عامة كتب الفقه وقال في الدرالمختار: ولو قدموا غير الأولىٰ أساؤوا. (۲) والله أعلم (امداد المفتین: ۳۰۸/۲)

== وإن كان متبحراً في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو أولىٰ، إلخ، دخل المسجد من هو أولىٰ بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولىٰ، كذا في القنية. (الفتاوىٰ الهندية مصرى، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني: ۷۰/۱، ظفير) (بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

(۱) وفي الدر المختار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱: (و الأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة... ثم الأورع... إلخ.

وفي الهندية: (الباب الخامس في الإمامة الفصل الثاني: ۸۳/۱ (بيان من هو أحق بالإمامة، انيس): الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هٰكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هٰكذا في البحر الرائق، هٰذا إذا علم من القرأة ... قدر ماتقوم به سنة القرء ة ولم يطعن في دينه)

(۲) الدرالمختار على صدر الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۹۷/۲. انيس

جماعت کے وقت کوئی بزرگ آ جائیں تو کون نماز پڑھائے:

سوال: ہماری مسجد کے امام وخطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کوئی اور عالم یا بزرگ آ جاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں، شرعاً یہ وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ حقدار ہیں، یا نو وارد امام نماز پڑھائیں؟ بینوا توجروا۔ (نفیس الرحمٰن، ساہیوال)

الجواب

پہلے سے مقرر امام (پنج وقتہ) ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نو وارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

”(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولٰى بالإمامة من غيره) مطلقًا، آه. (الدر المختار)

قوله: (مطلقًا) أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، وفى التاترخانية: جماعة أضياف فى دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغى أن يتقدم المالك فإن قدم واحداً منهم لعلمه وكبره فهو أفضل، آه. (ردالمحتار: ۱/۴۱۳)(۱) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۱۴۱۰/۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۸۱)

چند امام کی صورت میں زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

(۱) ایک شخص جو کہ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے اور پرہیز گار بھی ہے؛ مگر قرآن مجید تجوید سے نہیں ادا کر سکتا ہے۔

(۲) وہ شخص جو پرہیز گار ہے اور نماز کے مسائل سے کچھ واقف بھی ہے اور قرآن صحیح ادا کرتا ہے، اندیشہ ہے کہ اکثر قرأت میں غلطی کرتا ہے، معروف مجہول کی کوئی خبر نہیں ہے۔

(۳) وہ شخص جو پرہیز گار ہے اور اس کی نماز قضا نہیں ہوتی اور نماز کے مسئلوں سے واقف بھی ہے؛ مگر قرآن کی قرأت یا تجوید سے ادا نہیں کر سکتا ہے، زیر زبر کی غلطی ہوتی ہے، معروف مجہول میں، زیر زبر میں کچھ پیش نہیں کرتا ہے۔

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نمبر سوم: اگر بقدر مسنون قرأت غلطی کئے پڑھ لیتا ہے تو وہ امام بننے کا زیادہ حقدار ہے، صرف غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہونے سے کوئی قباحت نہیں ہے؛ ہاں اگر بقدر مسنون صحیح قرأت نہیں کرسکتا تو پھر نمبر چہارم کو امام بنانا چاہیے، بشرطیکہ وہ قضا شدہ کی قضا کر لیتا ہے، ورنہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔

(والأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا، مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقيل سنة. (الدر المختار)

قوله: (وقيل سنة) قائله الزيلعي وهو ظاهر المبسوط، كما في النهر، ومشٰى عليه في الفتح، قال ط: وهو الأظهر؛ لأن هٰذا التقديم علٰى سبيل الأولوية، فالأنسب له مراعاة السنة. (ردالمحتار: ۱/۵۷-۵۸)(۱)

نوٹ: یہ خوب یاد رہے کہ یہ ترتیب افضلیت اور اولیت میں ہے، اگر کوئی بھی ان میں سے امامت کرے گا اور نماز صحیح ہونے کی مقدار بھی اس طرح قرأت کرے گا، جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو امامت درست ہو جائے گی، یہ چیزیں لڑنے کی نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۵ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۱۳۸۸/۳/۶ھ۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۱۹۷-۱۹۸)

امامت کا حق کس شخص کو ہے:

سوال (۱) زید و بکر معمولی سی بات پر ضد میں آ کر امام مسجد کو بلا قصور بلا اجازت تمام مصلیان و اہل محلّہ ہٹا کر ایک ایسے لڑکے کو امام مقرر کرتے ہیں، جو احکام دین سے بالکل ناواقف اور بدرویہ ہے، نصف مردمان محلّہ اس کی امامت سے ناراض ہیں، جس کی وجہ سے وہ لوگ زید و بکر کے ظلم و جابرانہ افعال سے رنجیدہ ہو کر دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں، بروئے شریعت زید و بکر کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) تمام نمازیوں میں کس صفت اور کس قابلیت کا امام ہونا چاہیے؟

(المستفتی: ۲۲۹۵، عبدالحکیم (نارنول) ۶/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۶/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب ــــــــــــــــ

یہ فعل زید و بکر کا صحیح نہیں اور احکام دین سے ناواقف شخص کو امام بنانا، جب کہ اس سے زیادہ مستحق شخص موجود ہو، غلط کاری ہے، جس سے زید و بکر کو توبہ کرنا اور باز آنا چاہیے۔

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس

(۲)　احکامِ نماز سے واقف قرآن مجید صحیح پڑھنے والا صالح شخص امامت کا مستحق ہے۔ فقط (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۱۵/۳-۱۱۶)

احق بالامامت کو مقدم کرنا سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور غیر احق کو مقدم کرنے کا حکم:

سوال: باب الامامۃ میں جو احق الامامت الاعلم باحکام الصلوٰۃ مذکور ہے، تو باب اول کتب فقہ کی ترکیب کا ملحوظ رکھنا از قبیلہ مندوبات ہے، یا سنت مؤکدہ ہے؟ بہشتی زیور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت ہے:

مسئلہ: اجارہ علی الطاعات متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ متأخرین بعض طاعات میں بضرورت اس کے جواز کے قائل ہیں۔

پس امامت کے لیے کسی کو اجورہ پر مقررہ کرنا بےضرورت جائز ہے، یا نہیں؟ یعنی فی زمانہ جو متولیان ومنتظمان کی مساجد کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ وہ کسی حافظ وغیرہ کو اجرت پر امام مقرر کرتے ہیں اور قوم میں بعضھم فوق بعض عالم، فاضل، قاری موجود ہوتے ہیں، ان سے اس بارے میں کچھ مشورہ نہیں کیا جاتا اور مقتدیوں میں سے جو پنج گانہ نماز میں حاضر رہتے ہیں اور بہت سے ان میں احق بالامامۃ ہوتے ہیں، ان سے نہیں کہا جاتا کہ تم میں جو احق بالامامۃ ہو، وہ کارِ امامت اپنے ذمہ لے؛ بلکہ محض اپنی رائے سے جو مناسب اجورہ پر کوئی معمولی شخص دستیاب ہوگیا کہ نہ وہ ذی علم ہوتا ہے، نہ صحت کے ساتھ مثل قاریوں کے قرآن شریف پڑھ سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ محض حافظ ہوتا ہے اور اس کو امام مقرر کردیتے ہیں، پھر بسا اوقات ان لوگوں کو جو احق بالامامت ہوتے ہیں، ان کو اس شخص کی اقتدا میں گوناگوں وجوہ سے ضیق واقع ہوتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھانا ہمارے متعلق ہوجاوے تو ہم اس کو بہ طیب خاطر گوارہ کرلیں اور ہمیں تنخواہ وغیرہ سے کچھ غرض نہیں؛ لیکن متولیان ومنتظمان مساجد اس طرف توجہ نہیں کرتے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر قوم میں عالم فاضل وافضل لوگ موجود ہوں تو ان کی موجودگی میں متولیان مساجد کو بلا مرضی ان کی کسی غیر احق کو امام مقرر کرنا جائز ہے اور موافق سنت ہے یا نہیں؟ اور متولیان مساجد کو اور قوم کو ایسا حق حاصل ہے یا نہیں کہ وہ بموجودگی احق بالامامۃ کے غیر کو بلا مرضی واستمزاج احق بالامامۃ امام مقرر کرسکیں اور اگر قوم، یا متولیانِ مساجد کسی غیر احق کو مقدم کریں تو احق اور افضل کو حقِ منع حاصل ہے، یا نہیں؟

باب الجنائز درمختار میں مذکور ہے: **ثم الولی بترتیب عصوبة الانکاح إلا الأب فیقدم علی الإبن**

---

(۱)　أو الخیار إلی القوم فإن اختلفوا اعتبر أکثرهم ولو قدموا غیر الأولٰی أساؤا بلا إثم. (الدر المختار)

قال الشامی: قوله: اعتبر أکثرهم لا یظهر هٰذا إلا فی المنصب وإلا فکل یصلی خلف من یختاره، لکن فیه تکرار الجماعة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۸/۱-۵۵۹)

إتفاقًا،قال الشامی: قوله فیقدم علی الإبن إتفاقًا،إلخ،هو الأصح؛لأن لأب فضیلة علیه وزیادة سن والفضیلة والزیادة تعتبر ترجیحًا فی استحقاق الإمامة،کما فی سائر الصلاة،بحرعن البدائع.

بعدازاں درمختار میں یہ مذکور ہے:

وله أی للولی و مثله کل من یقدم من باب أولٰی الإذن لغیره فیها لأنه حقه فیملک إبطاله إلا أنه إن کان هناک من یساویه فله أی لذلک المساوی ولو أصغر سنًاالمنع لمشارکته فی الحق.

شامی لکھتے ہیں:

فلو کان شقیقین فالأسن أولٰی لکنه لو قدم أحدًا فللأصغرمنعه ولو قدم کل منهما واحداً فمن قدمه الأسن .(البحر الرائق)

پس جب کہ ان عبارات سے یہ معلوم ہو گیا کہ باب اولیٰ کا حکم باب الامامۃ اور باب الجنائز میں برابر ہے، از روئے استحقاق کے تو اس سے ظاہر تر یہی معلوم ہوتا ہے کہ متولیانِ مساجد اور قوم اگر کسی غیر اولیٰ کو بموجودگی اولیٰ امام بناویں تو اَولیٰ شخص کو حقِ منعِ حاصل ہے اور کتبِ فقہ میں جو اجورہ علی الطاعات متأخرین کے نزدیک مجوز ہے، وہ بشرطِ ضرورت ہے، چناں چہ یہ امر مصرح ہے کہ اهداءِ ثواب کے لیے قرأت قرآن اجورہ پر ناجائز قرار دیا گیا ہے، بوجہ اس کے کہ اس کو ایک امر غیر ضروری مانا ہے، نیز کتاب الفرائض باب الرد میں یہ امر مصرّح ہے کہ رد علی الزوجین بموجودگی دیگر ورثا ناجائز ہے، البتہ اگر ماسوا زوجین کے کوئی اور وارث نہ ہو تو ان پر رد صحیح ہے، پس یہ صورتیں مقتضی اس امر کی ہیں کہ بےضرورت اجورہ پر امام مقرر کرنا بھی ناجائز ہے، بالخصوص ایسی صورت میں کہ بموجودگی اَولیٰ وافضل غیر اَولیٰ کو ہمیشہ کے لیے امام مقرر کیا جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الدر:(والأحق بالإمامة)تقدیماً بل نصباً، مجمع الأنهر(الأعلم بأحکام الصلاة)،آه.

قال الشامی:(قوله:تقدیماً)أی علٰی من حضرمعه، (قوله:بل نصبًا)أی للإمام الراتب،وفی الدر أیضًاولوقدموا غیر الأولٰی أساؤوا بلا إثم.

وفی ردالمحتار؛ قال فی التاتر خانیة:ولوأن رجلین فی الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الأخر فقد أساؤوا وترکوا السنة ولکن لایأثمون؛لأنهم قدموا رجلًا صالحًا،وکذا الحکم فی الإمارة والحکومة،أماالخلافة وهی الإمامة الکبرٰی فلایجوزأن یترکوا الأفضل وعلیه إجماع الأمة.آه،فافهم.

وفی الدر أیضًا(و)اعلم أن (صاحب البیت)ومثله إمام المسجد الراتب(أولٰی بالإمامة من غیره) مطلقًا.

وقال الشامی تحته: أی وإن کان غیره من الحاضرین هوأعلم وأقرأ منه،إلخ.(۵۸۳/۱)(۱)

(۱) کتاب الصلاة،باب الإمامة ،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد.انیس

وفی الدر أیضًا: وکذا تکره خلف أمرد (إلٰی إن قال) ومن أم بأجرة.

قال الشامی: بأن استؤجر لیصلی إمامًا سنة أو شهرا بکذ، ولیس منه ماشرطه الواقف علیه فإنه صدقة ومعونة له، رحمتی: أی یشبه الصدقة، ویشبه الأجرة کما سیاتی إنشاء اللّٰه تعالیٰ فی الوقف علٰی أن المفتٰی به مذهبًا لمتاخرین من جوازالاستئجار علٰی تعلیم القراٰن والإمامة والأذان للضرورة، آه. (۵۸۷/۱)(۱)

وفی الدر أیضًا: طالب التولیة لایولی إلاالمشروط له النظر؛ لأنه مولٰی فیرید التنفیذ.

وفیه أیضًا: ثم إذامات المشروط له بعد موت الواقف ولم یوص لأحد فولایة النصب للقاضی إذالا ولایة لمستحق إلا بتولیة، آه. (۶۳۵/۳-۶۳۶)(۲)

وفی ردالمحتار: وفی البیری عن حاوی الحصیری عن وقف الأنصاری: فإن لم یکن من یتولٰی من جیران الواقف وقرابته إلابرزق ویفعل واحد من غیرهم بلارزق فذلک إلٰی القاضی ینظرفیما هوالأصلح لأهل الوقف. آه.

فیه أیضًا: ... من الأشباه: إذا ولی السلطان مدرسًالیس بأهل لم تصح تولیتة؛ لأن فعله مقید بالمصلحة، خصوصًاإن کان المقررعن مدرس أهل، فإن الأهل لم ینعزل، وصرّح البزاری فی الصلح، بأن السلطان إذاأعطٰی غیرالمستحق فقد ظلم مرتین: بمنع المستحق، وإعطاء غیرالمستحق، آه. (۵۹۷/۳)(۳)

ان عبارتوں سے امورِ ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) سنت یہ ہے کہ احق بالامامۃ کو امام مقرر کیا جاوے۔

(۲) اگر متولیانِ مسجد غیر احق کو مقرر کریں تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ امامت کا اہل بھی نہیں، مثلاً مسائلِ صلوٰۃ سے جاہل ہے، یا قرآنِ قدرِ صلوٰۃ جواز پڑھنے سے عاجز ہے، یا فاسق ہے، تب تو متولیوں کے امام بنانے سے وہ امام ہی نہ ہوگا اور اگر متولی اس کو تنخواہ مسجد کی آمدنی سے دیں گے تو ظالم و گنہگار رہوں گے اور اگر اہل ہے، گو احق نہ ہو تو اس کا امام مقرر کرنا خلاف سنت ہے، مگر متوّلیان کو گناہ نہ ہوگا۔

(۳) جب کوئی شخص امام راتب مقرر ہو جائے، بشرطیکہ وہ نااہل نہ ہو تو پھر وہی احق بالامامت ہے، گو اس کے پیچھے اس سے افضل واکمل موجود ہوں۔

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. انیس

(۲) کتاب الوقف، فرع طالب التولیة، انیس

(۳) کتاب الوقف، مطلب فی عزل الناظر ومطلب: لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحةٍ أو عدم أهلیة، انیس

(۴)　مستحقِ امامت کو قبل از تقرر بوجہ اپنے علم وفضل وغیرہ کے کسی امام کو امامت سے روکنے کا حق نہیں۔

(۵)　جو شخص خود امام بننا چاہتا ہو وہ امامت کا مستحق نہیں، گو کیسا ہی افضل ہو، ہاں اگر اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو تو وہی مستحق ہے، یا وہ بلا تنخواہ امامت پر راضی ہو اور دوسرے تنخواہ کے بغیر راضی نہیں تو متولیان کو وقف کی مصلحت پر نظر کرنا چاہیے اور جو مناسب ہو، اس کو امام مقرر کرنا چاہیے، اگر بلا تنخواہ امامت کرنے والا ویسے ہی پابندی کر سکے، جتنی تنخواہ والا کرتا ہے اور وہ احق بالامامت بھی ہو اور اکثر نمازی اس کو پسند بھی کرتے ہوں تو تنخواہ دار کا ایسی حالت میں رکھنا وقف کی مصلحت کے خلاف ہے۔

(۶)　اگر واقف نے وقفِ مسجد میں امام کی تنخواہ مشروط کر دی ہو تو وہ اجرت نہیں بلکہ وہ اعانت و امداد ہے، جو اتفاقاً جائز ہے، اور مشروط نہ کی ہو تو وہ اجرت ہے جو متأخرین کے نزدیک جائز ہے۔ واللہ اعلم

۲۲؍صفر ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۱۱۹/۲-۱۲۱)

جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت:

سوال: [ایک شخص] قرآن خوانی میں یہ کہتا ہے کہ میرے برابر دوسرا کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اور میری نماز کسی مولوی کے پیچھے نہیں ہوتی۔

الجواب

اگرچہ وہ شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے، مگر اس کے پیچھے کہ قرآن قدر ما یجوز پڑھے، نماز اس کی درست ہے، اور عالم جو قرآن بقدر ما یجوز پڑھتا ہو، اس کا امام ہونا حق ہے۔ اور یہ قول اس کا کہ میری نماز کسی کے ساتھ نہیں ہوتی محض جہل، ناشی تکبر اور عجب سے ہے، دین کی بات نہیں۔

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۷)

قاری خوش آواز کی امامت:

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ قاری خوش آواز کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے اور دھیان اس کی قرأت ہی میں رہتا ہے اور کسی کی طرف دھیان نہیں جاتا کہ خدا اور رسول کا بھی خیال نہیں رہتا، یہ کہنا اس کا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ کہنا اس کا غلط ہے، نماز قاری کے پیچھے پڑھنا افضل ہے اور خوش آوازی دوسری خوبی ہے کہ اس کی بھی تعریف حدیثوں میں آئی ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۸/۳)

(۱)　عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "زینوا القرآن بأصواتکم. (سنن أبی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القرآءة، رقم الحدیث: ۱۴۶۷، ص: ۱۷۶، بیت الأفکار، انیس) ==

اگر امام قرأت بہتر نہ کر سکے تو قاری کا انتظار مناسب ہے:

سوال: اگر جماعت تیار ہے اور امام مقررہ قرأت سے ناواقف ہے، ایک قاری وضو کر رہا تھا تو اس کا انتظار کیا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں انتظار قاری صاحب کا مناسب و بہتر ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۸/۳)

استاذ کی موجودگی میں امامت:

سوال: ایک شخص امام، حافظ، قاری، مشروع وضع قطع میں نہایت نیک صالح، استاذ و والد و جملہ نمازی بہت خوش، ایک دن باصرار امام صاحب نے اپنے استاذ بزرگ بعمر ۷۰ر سال سے نماز مغرب پڑھوادی، دو تین مقتدیوں نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، (بسبب باطنی)، کہیں اور جا کر مغرب کی نماز ادا کی، بعد میں امام صاحب سے کہا کہ اپنے استاذ سے نماز نہ پڑھوایا کریں، اس کے بعد امام صاحب نے استعفاد دے دیا اور کہا کہ میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ استاذ محترم شہر کی کسی بھی مسجد میں ہوتے ہیں، ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ نماز یہی پڑھائیں، تمام شہر عزت کرتا ہے اور میں ان سے نماز کے لیے نہ کہوں میں برابر کہوں گا، اگر یہ شرط منظور ہو تو نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں۔

امام صاحب نہیں چاہتے تھے کہ بغیر میری شرط منظور کئے نماز پڑھاؤں، برادری کے لوگوں نے امام کے والد پر دباؤ ڈالا اور والد نے اپنی برادری کی لاج رکھتے ہوئے نہ بیٹے کی شرط کی پرواہ کی، نہ استاذ کی بے عزتی کی، اور بیٹے کو مسجد میں لے جا کر خود مصلیٰ پر کھڑا کر کے نماز پڑھوادی اور بعد میں والد نے نمازیوں سے معافی مانگی کہ بھائیو! امام صاحب سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے، اس کی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، امام صاحب والد کے آگے کچھ نہ کہہ سکے، ایسی حالت میں جب کہ استاذ کی بے عزتی کی گئی اور والد نے بھی برداشت کر لی تو ایسی حالت میں امام کو والد کی اطاعت واجب ہے، یا استاذ کی بے عزتی گوارہ کرے اور استاذ کا ادب واحترام ختم کر دے؟

== رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم يقول: ليس منا من لم يتغن بالقراءة، قال: فقلت لإبن أبي مليكة: يا أبا محمد! أرأيت إذا لم يكن حسن الصوت قال يحسنه ما استطاع. (سنن أبي داؤد، كتاب الوتر، باب استحباب الترتيل في القراءة، رقم الحديث: ۱۴۷۱، ص: ۱۷۷، بيت الأفكار، انيس)

(۱) اگر امام قرأت میں کوئی ایسی غلطی نہیں کرتا ہے جو مفسد صلوٰۃ وغیرہ ہے تو حکماً یہ امام مقرر دوسرے سے افضل ہے۔

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولىٰ بالإمامة من غيره) مطلقاً. (الدر المختار) أي وإن كان غيره من الحاضرين من أعلم وأقرأ منه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

البتہ امام بخوشی اس قاری کو امامت کی اجازت دے تو اس کے لیے اس کی اجازت ہے اور انتظار بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

یہ تصور ہی غلط ہے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد نماز پڑھادے تو استاذ کی بے عزتی ہوگئی، خاص کر جب کہ شاگرد کی درخواست پر بھی استاذ امام ہونا پسند نہ کرے، البتہ بلا وجہِ شرعی دل میں رنجش رکھنا بہت بُرا ہے، (۱) امام صاحب اگر فتنہ کو ختم کرنے کے لیے والد صاحب کا کہنا مانیں اور نماز پڑھادیا کریں تو اس میں نہ استاذ کی بے عزتی ہے اور نہ اور کوئی گناہ ہے، جو لوگ استاذ سے رنجش رکھتے ہیں ان کو دل صاف کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۹/۶-۳۵۰)

کم علم امام بڑے عالم کے باوجود امامت کرے گا:

سوال: جو امام کسی جگہ امامت پر متعین ہے اور اس جگہ دوسرا شخص اس سے علم میں زائد ہو تو بلا اجازت اس کے وہ امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کرسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

احادیث اور روایات فقہ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جو شخص امام کسی مسجد و محلّہ کا ہو، اس کی موجودگی میں اس کی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو، (۲) اور نکاح خوانی کے لیے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح کو معین اور مقرر نہیں کیا؛ بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، (۳) پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸۱/۳-۸۲)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: "لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلٰث فمات دخل النار". (رواه احمد وابوا دؤد) (مسند الإمام أحمد، مسند أبی هريرة (ح:۹۰۹۲)/سنن أبی داؤد، باب فيمن يهجر أخاه المسلم (ح:۴۹۱۴) انيس)

عن أبی خراش السلمی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم يقول: "من هجر أخاه سنة، فهو كسفك دمه". (رواه أبوداؤد) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهٰی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات:۴۲۷/۲، قديمی)/(سنن أبی داؤد، باب باب فيمن هجر أخاه المسلم (ح:۴۹۱۵) انيس)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولٰی بالإمامة من غيره) مطلقاً (الدر المختار) مطلقًا أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإماماة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۲۹۷/۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۳) قال أصحابنا: يجوز للمرأة أن تعقد النكاح لنفسها وتكون وكيلة للرجل فتعقد له وللولی فتزوج وليته وتزوج أمتها. (التجريد للقدوری، تولی المرأة عقد النكاح: ۴۳۵۲/۹، دارالسلام القاهرة. انيس)

وللولی نكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيباً فإن كان أباً أو جداً لزم وإن كان غيرهما ==

عالم اور معمولی خواندہ میں سے کس کو امام بنانا افضل ہے:

سوال: جماعت میں ایک عالم کے ہوتے ہوئے جس کے ساتھ کثیر جماعت راضی ہو، ایسے معمولی خواندہ آدمی کو امامت کی اجازت دینا، جس کے ساتھ قلیل جماعت راضی نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۱۳۰- محمد عنایت حسین صاحب کھنور۔ ۲۶/رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶/نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

اتفاقیہ طور پر ایسا معاملہ پیش آجائے، تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ مستقل طور پر افضل آدمی کو امام بنانا چاہیے، اس کا خلاف مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۸۱/۳)

مفت یا مشاہرہ لے کر نماز پڑھانے والوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے:

سوال: ایک شخص سند یافتہ تمام علوم کا ہے اور حافظ و قاری ہے، ایک مسجد میں لوجہ اللہ نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا شخص صرف حافظ و قاری ہے؛ لیکن تیس روپے ماہوار اجرت پر نماز پڑھاتا ہے، ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے؟

الجواب

پہلے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے، اول اس لیے کہ وہ اعلم و اقرا ہے، دوسرے اس لیے بھی کہ اس میں مسجد کا نفع ہے کہ تنخواہ دینی نہیں پڑتی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲۷۹/۲)

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱) امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہ؟ اور جو امام تنخواہ لے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا مکروہ؟

مقررہ امام اور عالم مقتدی میں کون مستحق امامت ہے:

(۲) ایک مسجد میں امام مقرر ہے اور ایک عالم بھی موجود ہے تو نماز کس کے پیچھے پڑھنی چاہیے؟ اور عالم کی نماز اس امام مقرر شدہ کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں؟

== فلهما الخيار إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ خلافاً لأبي يوسف، الخ. (ملتقى الأبحر، باب الأولياء والأكفياء: ٤٩٤/١، دار الكتب لبنان. انيس)

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٨٣/١، انيس

ایسے امام کی اقتدا، جس نے دو ماہ تک باوجود علم نجس جائے نماز پر نماز پڑھی اور لوگوں کو پڑھائی، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے، (۱) پس تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیے۔

(۲) امام مقرر کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہیے یہی افضل ہے اور عالم کی نماز امام مقرر کے پیچھے صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

ومثله إمام المسجد الراتب أولٰى بالإمامة من غيره مطلقاً أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (ردالمحتار: ۵۲۲/۱) (۲)

جانماز اگر نجس ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر موضع سجود وقدمین پاک ہے تو نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں اور موضع یدین ورکبتین میں خلاف ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے، پس اگر ماسوا ان موضع کے کوئی جگہ جانماز کی نجس ہے تو نماز ہو جاتی ہے، اس صورت میں اعتراض کچھ نہیں ہے۔

درمختار باب شروط الصلوٰۃ میں ہے:

و(طهارة) مكانه أى موضع قدميه أوإحداهما أن رفع الأخرىٰ، وموضع سجوده اتفاقاً فى الأصح، لاموضع يديه وركبتيه على الظاهر، إلخ.

شامی میں ہے:

وفى البحر: واختارأبوالليث أن صلاته تفسد وصححه فى العيون. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۱۹/۳-۳۲۰)

جو پرہیزگار نہ امامت کرے، نہ اقتدا کرے، وہ گناہ گار ہے:

سوال: اگر کسی محلہ یا گاؤں میں مسجد کا پیش امام کسی وجہ سے نماز پڑھانے نہیں آسکا اور اس کی جگہ کوئی بزرگ نماز پڑھا دیں اور پورے گاؤں میں ایک ہی آدمی ایسا ہو جو خود بھی متقی اور پرہیزگار ہو اور وہ نہ خود امامت کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو شرعی نقطۂ نگاہ سے وہ آدمی اسلام میں کیسا ہے؟

---

(۱) ولالأجل الطاعات (إلٰى قوله) ويفتٰى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، مطلب فى الاستيجار على الطاعات ، ظفير) (كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۷۶/۷، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۳) ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۳۷۴/۱، ظفير

الجواب

وہ شخص گناہگار رہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴۲۸/۳)

نو وارد عالم کی امامت اور دوہرے فرش پر نماز کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ شرع متین ان مسئلوں میں کہ!

(۱) مسجد میں اگر دوہرا فرش مع مقتدیوں وامام کے ہوتو درست ہے، یا نہیں؟

(۲) ایک امام جامع مسجد ہے اور وہ نماز کے فرائض اور واجبات وسنن وشکنندہ (نماز توڑنے والی چیزیں) وغیرہ بخوبی جانتا ہے اور قرآن شریف صحیح خواں ہے، مگر عالم نہیں، ایک عالم وارد ہوا تو نماز وہ امام حی جو ہمیشہ قدیم سے موجود ہے، پڑھاوے، یا وہ عالم نو وارد پڑھاوے؟ اور وہ عالم بلا اجازت امام حی کے نماز پڑھا دے درست ہے، یا نہیں؟ اور نماز بغیر اجازت امام حی کے موجود ہوتے عالم کو پڑھانی درست ہے، یا نہیں؟ یا امام حی کو بلا اجازت عالم کے نماز پڑھانی درست ہے یا نہیں؟ اور اس صورت خاص میں نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) دوہرے فرش پر نماز درست ہے۔

"وأن يجد حجم الأرض". (۲)

"تفسيره أن الساجد لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصح على طنفسة وحصير وحنطة وشعير وسرير". (۳)

(۲) صورت مذکورہ میں استحقاق امامت کا امام حی کو ہے، وہی نماز پڑھاوے، اس کو عالم کی اجازت کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں اور اس عالم کو بغیر اجازت امام حی کے نماز پڑھانا نہ چاہیے اور اگر پڑھاوے تو نماز ہوجاوے گی، (۴) باقی استحقاق امام حی کو ہے۔

(۱) قال: الجماعة سنة مؤكدة لا يرخص لأحد التخليف عنها بغير عذر... إلخ. (الفتاوى السراجية، ص: ۱۵) (باب في الصلاة بالجماعة، انيس)

أيضاً: ليس في المحلة إلا واحد يصلح للإمامة لاتلزمه ولا يأثم بتركها، كما في القنية. (الفتاوىٰ الهندية: ۸٤/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل صفة الصلاة: ۵۰۰/۱۔

(۳) الطحطاوي ۲۲۲/۱ (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب صفة الصلاة، انيس)

(۴) یعنی مع الکراہۃ، البتہ اگر یہ امام حی قرآن غلط پڑھتا ہو اور عالم صحیح پڑھتا ہو تو امام حی کی امامت درست نہیں اور وہ عالم پڑھاوے، بشرطیکہ جواز کی حد تک قرآن نہ پڑھ پایا ہو۔

في سنن أبي داؤد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولايؤم الرجل في بيته ولافي سلطانه ولايجلس على تكرمته إلا بأذنه. (ص:۸۷)(۱)

وفيه أيضاً قال عليه السلام: من زار قومًا فلايؤمهم وليؤمهم رجل منهم. (ص:۸۹)(۲)

"دخل المسجد من هو أولٰى بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولٰى، كذا في القنية". (۳)

والله أعلم

(امداد،ص:۱۷۰،ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۴۷-۳۴۸)

جماعت میں عالم کی موجودگی کے باوجود متولی کی امامت:

سوال: ہماری جامع مسجد میں عصر کی نماز امام صاحب کی غیر حاضری کے سبب غیر عالم متولی نے پڑھائی، جبکہ اس کے علم میں یہ بات تھی، ایک عالم دین محلے کا باقاعدہ نمازی جماعت کی پہلی صف میں موجود ہے، کیا متولی کے لیے یہ افضل نہ تھا کہ عالم دین سے امامت کو کہتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جی ہاں! یہی افضل تھا۔ (۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۲۷)

مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی:

سوال: امامت مقیم کی اولیٰ ہے، یا مسافر کی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

مقیم کی امامت اولیٰ ہے۔

"الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ... ثم المقيم على المسافر". (۵)فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۳۸-۳۹)

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۸۲، انيس

(۲) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب إمامة الزائر، رقم الحديث: ۵۹۶، انيس

(۳) الفتاویٰ الهندية: ۸۲/۱ (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

(۴) (والأحق بالإمامة) تقديمًا ... الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (قوله تقديمًا) أي على من حضر معه ... إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱)

(۵) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، سعيد

عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامۃ کون ہے:

سوال: فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے، یا جاہل غیر فاسق، فاسق کے پیچھے ادائیگی کا حکم کیا ہے؟ مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

(المستفتی: محمد عبداللہ مدرسہ روضۃ العلوم، پھولپور اعظم گڈھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

عالم فاسق احق بالامامۃ ہے، ھکذا فی الشامی، فی باب الاذان، جلد اول۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۵۴/۲-۵۵)

متقی جس کی قرأت صحیح نہیں اور غیر متقی جس کی قرأت صحیح ہے؛ ان میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں ایک بوڑھا شخص نماز پڑھاتا ہے، جس کا لباس بھی شرعی ہے اور وہ روزہ، نماز کا بھی پابند ہے اور اس کی داڑھی بھی شرعی ہے؛ لیکن قرأت صحیح نہیں ہے اور وہاں کے مقتدی بھی اس کو پسند نہیں کرتے؛ لیکن وہ خود بخود آگے بڑھ جاتا ہے اور ایک دوسرے صاحب ہیں، جو نماز، روزہ کے پابند تو ہیں؛ لیکن نہ تو لباس شرعی ہے اور نہ داڑھی؛ بلکہ داڑھی پر ہمہ وقت استرہ چلواتے رہتے ہیں، پینٹ، شرٹ پہنتے ہیں؛ لیکن جب نماز پڑھنے جاتے ہیں تو اس کو بدل کر لنگی اور کرتہ پہن لیتے ہیں، قرأت صحیح ہے۔ اس صورت میں نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا: فی الدر: وفاسق وأعمى إلا أن يكون غير الفاسق اعلم القوم فهو أولٰى.

وفی الرد: مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار: ۴۱۴/۱)(۲)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں امامت کا حق پابند شرع بوڑھے کو ہے، البتہ اگر بوڑھا قرأت بہت غلط پڑھتا ہے کہ ایسی غلطی لحن جلی میں داخل ہے تو امامت کا حقدار بوڑھا نہیں ہے، دوسرا شخص ہے، جس کی قرأت درست ہے۔

اور لحن جلی کی چار صورتیں ہیں:

(۱) تبدیل حرف بہ حرف یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا۔

(۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا۔

---

(۱) جاہل سے مراد وہ شخص ہے، جو قرأت نہ کر سکتا ہو، نماز کے ابتدائی مسائل سے واقف نہ ہو۔

الأعلم بأحكام الصلاة صحةً وفساداً. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، انيس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ۳۷۶/۱، نعمانية، ديوبند

(۳)　حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا

(۴)　حرکات اور سکنات میں غلطی کرنا۔

لحن جلی کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں بوڑھا امام بننے و بنائے جانے کا حقدار اس لیے نہیں ہے کہ لحن جلی حرام ہے اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ (جمال القرآن: ۷)

اور یہ ظاہر ہے کہ صحیح خواں فاسق کی امامت کی بہ نسبت نماز کے اندر قرأت میں لحن جلی زیادہ اشد ہے، نیز لحن جلی بالکل مشروع نہیں اور فاسق کی امامت مع الکراہۃ مشروع ہے۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: صلوا خلف کل بر وفاجر. (۱) **واللّٰہ أعلم بالصواب**

کتبہ: عبداللہ غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۰۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۴۴۰-۴۴۲)

زیادہ عمر والے متقی عالم کو امام بنانا افضل ہے:

سوال (۱) شہر کی ایسی جامع مسجد کہ جس میں ہر طبقہ کے لوگ علماء کرام وصوفیاء عظام وغیرہ نماز پڑھتے ہوں، ایسی مسجد میں امام کس طرح کا مقرر کرنا چاہیے؟

(۲)　زید مولوی حافظ، متقی ۳۵-۳۶/ برس کا ہے، بکر صرف حافظ ۱۸-۱۹/ برس کا، مسائل ضروریہ وضو ونماز سے ناواقف، ان دونوں میں از روئے شرع مستحق امامت کون ہے؟

(۳)　اگر ممبران یا مصلیان مسجد زید موصوف کے رہتے ہوئے بلا عذر شرعی بکر موصوف کو امام مقرر کریں تو ممبران کا یہ فعل مذموم مکروہ ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں مسائل ضروریہ سے ناواقف بکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۷۳ محمد عبدالحامد صاحب (آگرہ) ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۶/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

ظاہر ہے کہ عالم متقی اور زیادہ عمر والا زیادہ مستحق ہے؛ لیکن اگر بکر کا کوئی اور استحقاق ہے، مثلاً ائمہ سابق کا وہ بیٹا ہے تو اس کو امامت کے لیے مقرر کرنا اور اس کا نائب نماز پڑھانے کے لیے متعین کر کے بکر کی تعلیم کا انتظام کر دینا جائز ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۹۸-۹۹)

---

(۱)　عن أبی ہریرة رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الجہاد واجب علیکم مع کل أمیر برًا کان أو فاجراً والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم برًا کان أو کان فاجرًا، وإن عمل الکبائر، إلخ. (أبو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الغزو مع أیمة الجور: ۳۴۳، قدیمی)

(۲)　(والأحق بالإمامة) تقدیمًا بل نصبًا (مجمع الأنہر) الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرة وحفظہ قدر فرض، وقیل واجب، وقیل سنة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۷)

پابند اور غیر پابند شریعت میں سے کس کی امامت افضل ہے:

سوال: جبکہ جامع مسجد میں ایک موروثی اور شریعت کی پابندی نہ کرنے والا اور دوسری مسجد میں پابند شریعت حافظ اور مسائل نماز سے بخوبی واقف آزاد امام نماز پڑھاوے تو کس جگہ نماز اکمل وافضل ہوتی ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہے اور حافظ وصالح ہے۔(۱)

لیکن جن لوگوں کے محلّہ میں جو مسجد واقع ہے ان پر اپنے محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے اور ان اہل محلّہ کے لیے مسجد محلّہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ان کو اسی مسجد میں ثواب جماعت کا حاصل ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۸/۳)

امامت کے لیے بہتر کون شخص ہے:

سوال: متعلقہ صحت امامت۔

الجواب

اگر امام سود خوار کے ہاں روزہ افطار کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اس سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں، بیوی ہونا تو اچھی بات ہے؛ لیکن جس کے بیوی نہیں، اگر وہ اور باتوں کے لحاظ سے بیوی والے امام سے بہتر ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً متقی پرہیز گار ہو، قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو، وغیرہ۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۲/۳-۱۲۳)

پابند شریعت عالم کو امام بنانا افضل ہے:

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: زید پابند شریعت ہے اور مسائل سے واقف ہے، دیندار اور متقی ہے، امامت اور درس وتدریس کا مشغلہ

---

(۱) والأحق بالإمامة تقديمًا بل نصبًا، إلخ ، الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب ، وقيل سنة. (الدرالمختار)

وهو الأظهر؛ لأن هٰذا التقديم علىٰ سبيل الأولوية. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۸/۱)

(۲) مسجد المحلة أفضل من الجامع إلا إذا كان إمامه عالماً (الأشباه) لعل الأفضلية بالنسبة إلىٰ أهل المحلة دون غيرهم لئلا يؤدى إلىٰ تعطيل مسجد المحلة. (شرح حموى، الفصل الثانى، كتاب الصلاة، ص: ۱۹۵، ظفير)

(۳) والأحق بالإمامة تقديمًا، بل نصبًا الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدرالمختار: باب الإمامة ۵۵۷/۱)

ہے اور عمرو صاحب اکثر نماز نہیں پڑھتے، عمر میں بڑے ہیں؛ لیکن محصل مدرسہ ہیں اور اس بستی میں جتنا مسلمانوں کو قرض سودی دیا جاتا ہے، اس کے محرر اور منیب ہیں، امامت کے لیے ان دونوں میں کون بہتر ہے؟

الجواب

صورت مسئلہ میں (زید امامت کا مستحق ہے اور عمرو جو نماز کا پابند بھی نہیں) اس کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۵/۳-۱۲٦)

مسائل سے ناواقف اور غیر حاضر رہنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پیش امام صاحب ہیں، وہ صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں، ان کو مسائل کا علم بھی نہیں ہے، اب کچھ عرصے سے انہوں نے لکڑیوں کا بیوپار شروع کر دیا ہے، بعض وقت وہ نماز میں غیر حاضر بھی رہتے ہیں۔

(المستفتی: نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

الجواب

تجارت کرنا تو ایسا فعل نہیں ہے، جس کی وجہ سے امامت مکروہ ہو، مگر ان کا نمازوں کے وقت میں غیر حاضر رہنا اور مسائل سے واقف نہ ہونا، یہ ایسی باتیں ہیں، جن کی وجہ سے دوسرا عالم حافظ امام مقرر کرنا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۱/۳-۱۲۲)

ریش دراز اور خشخشی داڑھی والے میں سے امامت کے لیے کون بہتر ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں دو امام ہیں: ''ف''، ''م''۔ ''ف'' بعمر ۵۰ سالہ سفید پوش ریش دار، حافظ قرآن پابند جماعت۔ ''م'' بعمر ۳۰-۴۰ سالہ، خشخشی داڑھی، ناظرہ قرآن خواں۔ مسجد سے تقریباً ہر وقت غائب اور ایک دفعہ بے وضو جماعت کرائی۔ تو اس حالت میں امامت کس کی بہتر ہے اور کون امام ہونا چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں ''ف'' احق بالامامت ہے اور نماز ''م'' کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر جبکہ وہ دین کے بارہ میں

(۱-۲) والأحق بالإمامة تقديمًا، بل نصبًا الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

وكذا تكره خلف أمرد وشارب الخمر وأكل الربا، إلخ. (الدر المختار: باب الإمامة: ۵٦۲/۱)

محتاط نہیں ہے اور داڑھی اس کی موافق شرع کے نہیں ہے اور کبھی اس نے بے وضو نماز پڑھائی ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۲۷/۳-۱۲۸)

ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور دوسرے نے حدث کا تو ان میں کس کی امامت افضل ہے:

سوال: ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور دوسرے نے حدث کا اور دونوں علم اور ورع میں برابر ہیں تو امامت کس کی افضل ہوگی؟

الجواب

دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷۶/۳)

☆☆☆

(۱) ویکره إمامة عبد إلخ و فاسق. (الدر المختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، (ردالمحتار، باب ا لإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

(ایک قبضہ (مٹھی) ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، اس سے چھوٹی کرانا ڈاڑھی کٹانے کے حکم میں ہے، اور یہ حرام ہے۔

(لا) یکره (دهن شارب و) لا (کحل) إذا لم یقصد الزینة أو تطویل اللحیة إذا کانت بقدر المسنون وهو القبضة، وأما الأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد، وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، مطلب فی الأخذ من اللحیة: ۱۵۵/۲، ظفیر)

(۲) لہٰذا قرعہ کے ذریعہ فیصلہ ہو، یا قوم کی اکثریت جس کی طرف ہو۔

"(فإن استووا یقرع) بین المستویین (أو الخیار إلی القوم) فإن اختلفوا اعتبر أکثرهم. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

حافظ اور غیر حافظ کی امامت

مولوی احق بالامامت ہے، یا حافظ قرآن:

سوال: عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا، بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ سے پڑھاتے ہیں، پڑھاویں گے اور بعض کہتے تھے کہ عید کی نماز حافظ صاحب پڑھاویں گے، جنہوں نے رمضان شریف میں قرآن تراویح میں سنایا ہے اور کہتے ہیں کہ حافظ کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، آخر کار امام صاحب نے نماز پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

تفرقہ مسلمانوں میں بُرا ہے، (۱) نماز حافظ صاحب کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے پیچھے بھی، نفسانیت بری ہے، جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیحدہ ہوا اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا، اس نے بُرا کیا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہیے اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۳-۹۲)

---

(۱) ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم اياته لعلكم تهتدون﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

(ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو، جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس کو یاد کرو، جب کہ تم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی، سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔ انیس)

(۲) بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے؛ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سبھوں کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔

(فإن استووا يقرع) بين المستويين (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أساؤوا بلا إثم۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير)

قاعدہ میں عالم احق بالامامت ہے۔

(و الأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار، ظفير) (باب الإمامة، انيس)

حافظ قرآن اور عالم دین میں امامت کس کی زیادہ بہتر:

سوال (۱) زید صرف حافظ قرآن شریف و نوعمر ہے، مگر مسائل سے بالکل ناواقف ہے، یہاں تک کہ ارکان و شرائط و مفسدات نماز و نواقض وضو تک کا بھی علم نہیں ہے اور بکر مولوی قاری متقی، واعظ، خوش الحان سن رسیدہ ہے، اب شاہی مسجد کے لیے جہاں کے مقتدی علما و صوفیا و حفاظ و عوام مسئلہ داں ہوں، کس کو امام مقرر کرنا چاہیے؟

(۲)　علما و صوفیا و حفاظ وغیرہم کی نماز زید مذکور کے پیچھے ہوگی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۵۶۵، معین الدین احمد صاحب (آرہ شاہ آباد) ۲۵/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۵/مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

ظاہر ہے کہ امامت کے لیے مقرر کرنے کے لائق بکر ہے، جو مولوی حافظ قاری متقی ہے، زید سے وہ احق واقدم ہے، زید کے پیچھے نماز تو عالم، حافظ، صوفی سب کی صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو، جو نماز کو فاسد کر دیتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی نماز بھی نہ ہوگی۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۹۸/۳)

نیک صالح حافظ قرآن امامت کا زیادہ حقدار ہے:

سوال: زید، عمر، بکر تینوں ایک جگہ ملازم ہیں، زید سواروں میں، عمر سپاہیوں میں، بکر ستار بجانے میں، زید حافظ ہے اور طوائف سے پیدا ہوا ہے، پابند صوم وصلوٰۃ ہے، ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا ہے، اخلاق اچھا ہے، عمر کا تلفظ درست نہیں ہے، چھوٹی چھوٹی سورتیں بھی صحیح نہیں پڑھتا، پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور بکر بھی پابند صوم وصلوٰۃ ہے، مگر پیشہ ستار بجانے کا کرتا ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، ان تینوں میں مستحق امامت کون ہے؟

الجواب

ان تینوں میں زید احق بالامامت ہے اور اگر زید نہ ہو اور عمر و بکر موجود ہوں تو بکر اگر چہ فاسق ہے بوجہ پیشہ حرام کے؛ لیکن عمر اگر قرآن پڑھنے میں ایسی غلطی کرتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے تو بکر کو امام ہونا چاہیے کہ وہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اگر چہ امامت فاسق کی مکروہ ہے، مگر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، بخلاف عمر کے کہ اس کے پیچھے نماز فاسد ہونے کا خوف ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۴/۳)

(۱-۲)　(و الأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انيس)

حافظ دیندار اور نیم ملا فاسق میں سے احق بالامامۃ کون ہے:

سوال: زید نے بچپن میں کلام مجید حفظ کیا، ہمیشہ تلاوت کرتا ہے اور ماتجوز به الصلوٰة کو خوب جانتا ہے اور قواعدِ تجوید سے بھی واقف ہے اور نیک صالح ہے، اس کی امامت سے سب نمازی خوش ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ اور عمر مشکوٰۃ، ہدایہ پڑھ کر بھول گیا اور نمازی اس کی امامت سے خوش نہیں اور شطرنج کھیلتا ہے اور اکثر جمعہ کے دن جمعہ چھوڑ کر شکار کو چلا جاتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان دونوں میں اول شخص کی امامت افضل ہے اور دوسرے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ھکذا فی کتب الفقہ)(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۹۳)

حافظ مسائل نماز سے ناواقف اور ناظرہ خواں واقف مسائل میں سے لائق امامت کون ہے:

سوال: زید حافظ ہے اور اس کی عورتیں بے پردہ ہیں اور مسائل ضروری سے اچھی طرح واقف نہیں، عمر ناظرہ خواں ہے، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور مسائل ضروری سے بہ نسبت زید کے زیادہ واقف ہے اور اس کی عورتیں پردہ نشین ہیں، اس حالت میں احق امامت کون ہے؟

الجواب

اس حالت میں عمر زیادہ تر لائق امامت کے ہے، اگرچہ زید کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے، مگر عمر کے پیچھے (نماز پڑھنا) افضل ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۹۷)

جو مسائل سے ناواقف ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

سوال: اگر امام ایسا شخص ہے جو احکام نماز سے پوری طرح واقف نہیں؛ بلکہ مفسدات صلوٰۃ کو بھی نہیں جانتا، اگر اس کی موجودگی میں دوسرا شخص نماز پڑھائے تو امام موصوف کا نمازیوں سے یہ کہنا کہ میری بلا اجازت نماز نہیں ہوئی، کیا حکم رکھتا ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)
(وكره إمامة العبد)... (والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن في تقدمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الأحق بالإمامة: ۱/۱۳۴، بولاق القاهرة. انيس)

(۲) (والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۰، ظفير)

الجواب

یہ قول اس کا کہ "میری اجازت نہیں تھی، لہٰذا نماز نہیں ہوئی" غلط ہے،(۱) اور نماز کی امامت کے لیے اعلم بمسائل الصلوٰۃ اولیٰ واحق ہے؛ لیکن نماز غیر عالم کے پیچھے بھی صحیح ہے، بشرطیکہ اس سے کوئی امر مفسد صلوٰۃ سرزد نہ ہو۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۴۳)

مسائل سے ناواقف غیر دیندار کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص ہماری مسجد میں امام مقرر ہے؛ لیکن کچھ دیندار آدمی نہیں اور نہ مسائل وضو، نماز و امامت سے پورا واقف اور نہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے اور نماز میں امیر وغریب میں فرق کرتا ہے؛ یعنی امیروں کے انتظار میں دیر کر دیتا ہے اور غریبوں کو حقیر جانتا ہے اور تمبا کو کی دوکان بھی کرتا ہے؛ اس لیے کپڑے بھی خراب رہتے ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

" صلوا خلف كل بر وفاجر". (الحديث)(۳) (یعنی! ہر ایک نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھو۔)

اور نیز تصریحات فقہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نیک وبد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل امامت کے لیے وہ شخص ہے، جو مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، منہیات شرعیہ سے باز رہتا ہو، متقی و پرہیزگار ہو۔(۴)

---

(۱) (و)اعلم أن(صاحب البيت)ومثله إمام المسجد الراتب(أولىٰ بالإمامة من غيره)مطلقاً(إلا أن يكون معه سلطان أوقاض فيقدم عليه)لعموم ولايتهما،وصرح الحدادى بتقديم الوالى على الراتب.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة:۱/۵۲۲،ظفير)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً(الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة،إلخ.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة:۱/۵۲۰،ظفير)

(۳) غنية المستملى،ص: ۳۵۱،ظفير (فصل فى الإمامة وفيها مباحث،الرابع فى الأولىٰ بالإمامة/والحديث أخرجه الدارقطنى فى سننه،باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح:۱۷۶۸)انيس)

عن أبى هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر.(سنن أبى داؤد،باب إمامة البر والفاجر (ح:۵۹۴)انيس)

(۴) (والأحق بالإمامة)تقديماً بل نصباً(الأعلم بأحكام الصلاة)فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة،وحفظه قدرفرض.(الدرالمختارعلىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۲۰،ظفير)

پس حتی الوسع ایسے امام کو مقرر کریں اور جب تک ایسا نہ ملے، اسی موجودہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں کہ نماز اس کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور جو اقوال وافعال اس سے خلاف شریعت صادر ہوئے ہوں، اس سے توبہ کرالیں۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۳۵/۳)

مسائل سے ناواقف اور جھوٹ بولنے والے حافظ کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ ہے؛ لیکن نماز کے مسائل ضروریہ سے اچھی طرح واقف نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں، آمدنی میں حلال وحرام، جائز وناجائز کا خیال نہیں، ایسے شخص کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(المستفتی: ۲۰۲۹، شیخ حاجی مینگو محمد مصطفیٰ سلطانپور (اودھ) ۱۱/رمضان ۱۳۵۶ھ، م ۱۶/نومبر ۳۷ء)

الجواب

دوسرا اچھا امام جو مسائل سے واقف ہو اور متقی پرہیزگار ہو، پیدا (تلاش) کر کے اس کو مقرر کرنا چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳)

امام کو قرآن کم یاد ہو:

سوال: امام تین سال سے ایک مسجد میں امامت کر رہا ہے اور قرآن مجید کی یادداشت کمزور ہونے کی وجہ سے تراویح نہ سناتا ہے تو کیا ایسے امام کا امامت کرنا درست ہے، یا نہیں؟

ھو المصوب

اگر بقدر قرأت نماز قرآن یاد ہے تو اس کی امامت درست ہے۔(۲) امامت درست ہونے کے لیے پورا قرآن یاد رہنا شرط نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۷/۲)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديمًا، بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

(۲) الأولٰى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة... هٰذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة. (الفتاویٰ الهندية: ۸۳/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

عن مرثد بن أبي مرثد الغنوي وكان بدريا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم، الخ. (المعجم الكبير للطبراني، ما أسند مرثد بن أبي مرثد الغنوي (ح: ۷۷۷) انيس)

نماز کے مسائل سے ناواقف حافظ کی امامت کا شرعی حکم:

سوال: ایک صرف حافظ قرآن ہے اور وہ نماز کے مسائل سے بالکل کورا ہے، نہ واجبات کا علم ہے، نہ فرائض کا علم، تو اس کو امام بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ اس حافظ سے آدھے نمازی (مقتدی) مسائل کے نہ جاننے کی وجہ سے کافی متنفر ہیں، مگر مسجد کمیٹی والے یہ کہتے ہیں کہ کام چلتا رہے، ہم کو کسی عالم کی ضرورت نہیں، برائے کرم قرآن اور سنت اور فقہ حنفی کی رو سے دلائل دے کر جوابات عنایت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جو شخص نماز کے ضروری مسائل سے بھی ناواقف ہو، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس کا وبال انتظامیہ پر ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۲۴۷)

حافظ وقاری میں سے امامت کے لیے قاری کو ترجیح دیجائے:

سوال: ایک امام صاحب کا لڑکا حافظِ قرآن مع قرأت سندیافتہ ہے، دوسرے حافظ صاحب سادہ لوح بچوں کے درس وتدریس کے لیے متعین ہیں، نیز دوکاندار ہیں اور گناہ بے لذت کا شکار ہیں، دونوں میں سے کس کو تراویح کا امام مقرر کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو سندیافتہ قاری قابل ترجیح ہے، حافظ محض سے، نیز حافظ محض کا مبتلائے معصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

"(والأحق بالإمامة) تقديمًا بل نصبًا (الأعلم بأحكام الصلاة) إلخ. ثم الأحسن تلاوة) وتجويدًا أفاد بذلك أن معنىٰ قولهم أقرأ: أي أجود، لا أكثرهم حفظًا، إلخ، ومعنى الحسن فى التلاوة أن يكون عالمًا بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، آه. (ردالمحتار: ۵۲۱/۱) (۲) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۸/۱۰/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، صدر مفتی۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۸۳-۳۸۴)

---

(۱) ويكره تقديم العبد؛ لأنه لايتفرغ للتعلم والأعرابى؛ لأن الغالب فيهم الجهل. (فتح القدير شرح الهداية: ۲۴۷/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس

صاحب علم کے ہوتے ہوئے چند پاروں کے حافظ کی اقتدا:

سوال: ایک شخص چند پاروں کا حافظ ہے، صاحب علم کے ہوتے ہوئے وہ امامت کا حقدار ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

امامت کے لیے مستقبل علوم دینیہ سے فراغت ضروری نہیں، جب قرأت پر قدرت رکھنے کے بعد نماز کے مسائل سے واقف ہو تو عالم دین کے ہوتے ہوئے اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ عالم دین امامت کرائیں، بشرطیکہ موصوف حافظ مسجد کا مستقل امام نہ ہو۔

قال ابن عابدين: وشروط الإمام للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ. (رد المحتار على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۰)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۱۵۲)

مشکوٰۃ کے طالب علم کے ہوتے ہوئے ایک حافظ غیر نمازی کا امامت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں!

(۱) ایک صاحب حافظ ہیں، جو کہ درزی کا کام کرتے ہیں اور تارک جماعت بالکل ہیں؛ یعنی ہفتے کے ہفتے بھی جماعت سے نماز ادا نہیں کرتے ہیں اور وہ سنیما بینی کے بھی شکار ہیں؛ لیکن کثرت سے نہیں؛ بلکہ مہینے مہینے کے بعد اور دوسرا شخص ایک دارالعلوم کا طالب علم موجود ہے تو ان دونوں شخصوں میں سے نماز جمعہ پڑھانے؛ یعنی حق الامامت کس کو پہنچتا ہے، اگر حافظ نے نماز پڑھا، یا تو نماز ادا ہوگی کہ یا نہیں؟ اور طالب علم دارالعلوم کیا کہنے کا حق رکھتا ہے، یا کہ نہیں؟ یا دارالعلوم کا وہ طالب علم موجود نہیں ہے؛ بلکہ حافظ صاحب کے مقابلہ میں دوسرا شخص موجود ہے اور جو کہ نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور نماز وغیرہ کا بہت ہی پابند ہے اور وہ امام صاحب کے نماز اور ان کے فرائض وغیرہ سے واقف ہے اور یہ نماز کا بھی بہت پابند ہے اور وہ امام کے نہ رہنے پر نماز بھی عام طور پر پڑھاتا ہے اور کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے؟

---

(۱) قال الشرنبلالي: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضى الله تعالىٰ عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوٰة الصبى نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراءة) بحفظ اٰية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۵٦)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایسے شخص کے مقابلہ میں جو سنیما دیکھتا ہو نماز قضا تک کرتا ہو؛ بلکہ محض کبھی کبھی پڑھ لیتا ہو، وہ شخص جو مشکوٰۃ شریف وغیرہ تک پڑھ چکا ہو، مسائل نماز وامامت سے واقف ہو اور اہلیت امامت کی رکھتا ہو، امامت کا زیادہ مستحق ہے، خواہ دارالعلوم میں پڑھتا ہو، یا کسی اور جگہ، لہٰذا ایسے موقعہ میں جمعہ کا امام بھی اسی کو بنانا چاہیے جو موقوف علیہ دورۂ کا طالب علم ہو اور شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں؛ لیکن اس کے باوجود اگر اول الذکر شخص نماز پڑھاوے گا اور ما یجوز بالصلاۃ پورا ہو جائے گا تو نماز بکراہت ادا ہو جاوے گی، لہٰذا طالب علم مذکور کو یہ تو نہ کہنا چاہیے کہ تم نماز نہیں پڑھا سکتے؛ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ کی امامت ایسے وقت میں مسنون نہیں ہے اور عند الشرع مذموم ہے اور خاص کر اپنی امامت کی خاطر تو ایسا کہنا کہ تم نہیں پڑھا سکتے اور بھی زیبا نہیں ہے، اس گفتگو سے سوال کا جواب بالکل واضح ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۹۹/۵-۲۰۰)

ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز:

سوال: امام مسجد جو ناظرہ خواں اور نہایت نمازی ہے، بوقت مغرب نماز پڑھا رہا تھا، ایک رکعت ہو گئی تھی، اتنے میں ایک عالم آ گئے، انہوں نے امام سے زبردستی نیت تڑوا کر خود نماز پڑھائی، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

یہ فعل اس مولوی کا نہایت قبیح اور معصیت ہے، وہ سخت گنہگار ہوا، کوئی وجہ بظاہر ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ فرض نماز امام اور مقتدیوں کی تڑوائی جاوے، شاید اس کو یہ خیال ہو کہ ناظرہ خواں کے پیچھے عالم کی نماز نہیں ہوتی، حالاں کہ یہ غلط ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۳)

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کئے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

ایک شخص جو پرہیزگار ہو، قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو، تقریبا دو پارے کا حافظ بھی ہو، عالم نہ

---

(۱) (و) اعلم أن (صاحب البیت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولیٰ بالإمامة من غیره) مطلقاً. (الدر المختار)
أی وإن کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

ہو، نہ بہترین خطیب ہو اور نہ ہی حافظ؛ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا امام رکھنا چاہتے ہوں تو کیا وہ امام مسجد بننے، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام صاحب متقی و پرہیز گار ہیں، نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں، قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۳۶/۲ و ۱۳۷)

تراویح میں پختہ حفظ والے کو امام بنایا جائے:

سوال: دو حافظ ہیں اور دونوں متقی ہیں، ان میں سے ایک صاحب کو تو رمضان میں محراب سناتے وقت بہت زیادہ متشابہ لگتے ہیں اور دوسرے صاحب کو کم بہت کم، جن صاحب کو متشابہ زیادہ لگتے ہیں، وہ بقدر ضرورت علم صرف ونحو وفارسی اور مسائل دینیہ سے اچھے واقف ہیں اور پیشہ سلائی کا کرتے ہیں اور جن صاحب کو متشابہ کم لگتے ہیں، وہ حافظہ کے علاوہ مسائل دینیہ سے ناواقف ہیں اور قوم کے مراثی ہیں؛ مگر اپنے حرام پیشے سے تائب ہیں، ان دونوں میں سے جامع مسجد کی پنجگانہ امامت کے لیے کس کو مقرر کیا جائے؟

(المستفتی: ۹۵، حافظ رحیم بخش صاحب متھرا، ۹/رجب ۱۳۵۲ھ، ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

پنجگانہ نماز کی امامت کے لیے جو صاحب مسائل سے زیادہ واقف ہیں، ان کو مقرر کرنا بہتر ہے، البتہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے ایسے حافظ کو ترجیح دی جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو قرآن مجید خوب یاد ہے اور بقدر ضرورت مسائل سے بھی واقف ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۸۱/۳)

---

(۱) قال أبو جعفر: (أحق القوم بالإمامة أقرؤهم لكتاب الله عزوجل وأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى ذلك سواء فأورعهم فإن كانوا فى ذلك سواء فأكبرهم سنا) قال أبوبكر: وذلك لما روى أوس بن ضمعج عن أبى مسعود الأنصارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله عزوجل فإن كانوا فى القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فأقدمهم سنا وإنمالم يشترط أصحابنا الهجرة لأن المهاجرين انقرضوا قبل عصرهم وقال النبى صلى الله عليه وسلم: لا هجرة بعدالفتح. (شرح مختصر الطحاوى، باب الإمامة: ۶۲/۲-۶۳، دار البشائر الإسلامية. انيس)

(۲) (والأحق بالامامة)... (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۴/۲)

تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ عوامی چندہ کر کے ہو:

سوال (۱) قصبہ کلیانہ میں مدرسہ اشاعت العلوم عرصہ ۲۰-۲۲/سال سے جاری ہے اور طلبائے عربی تعلیم پاتے ہیں، طلبا کی تعلیم کے لیے ایک مولوی صاحب بشرح ۲۰/روپے ماہوار اور دوسرے قاری صاحب جو حافظ بھی ہیں، بشرح ۲۰/روپے ماہوار اور تیسرے حافظ صاحب بشرح پندرہ روپے ماہوار ملازم ہیں، ہمیشہ رمضان المبارک میں یہ صاحب قرآن مجید تراویح میں سناتے ہیں اور اہل محلّہ سے چندہ بااثر آدمی وصول کر کے اجرت دیتے ہیں، شرعاً چندہ دینا ان اشخاص کو اور اجرت لینا ان صاحبوں کو جائز ہے، یا نہیں؟

تنخواہ دار کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں:

(۲) اور مسجدوں میں امام مقرر ہیں، ایک مسجد میں امام صاحب رحم علی شاہ مقرر ہیں اور وہی مدرسہ میں بہ زمرۂ چپراسیاں ملازم ہیں اور پانچ روپے ماہوار مدرسہ سے اور دو روپے ماہوار اہل محلّہ دیتے ہیں، ان کو بھی چندہ بموجب فقرہ (۱) دیا جاتا ہے، وہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۳) ایک مسجد میں امام صاحب عبدالرحیم شاہ مقرر ہیں، ان کو اہل محلّہ تین روپے ماہوار دیتے ہیں اور وہ ملازم نہیں ہیں، ایک اور دوکان بساط خانہ وغیرہ کی ہے، اس میں ان کا بھی حصہ حق یعنی چہارم حصہ ہے، ان کو بھی (فقرہ:۱) کے بموجب دینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۶۰، سربلند خاں کلیانہ (ریاست جیند) ۱۶/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۱/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے، (۱) مگر تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، اگر امام مطالبہ نہ کرے اور لوگ خود کچھ رقم جمع کر کے اسے دے دیں تو یہ مباح ہے، بشرطیکہ اس کی طرف سے مطالبہ اور خواہش نہ ہو اور نہ ملے تو ناراض بھی نہ ہو۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۰۷-۱۰۸)

---

(۱) قال فی الهداية : وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علیٰ تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الأمور الدينية ففی الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتویٰ ... وزاد فی مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد فی متن المجمع الإمامة ومثله فی متن الملتقی ودرر البحار. (ردالمحتار، كتاب الإجارة: ۵/۵۵)

(۲) ويفتیٰ اليوم بصحتها ليعلم القرآن والفقه والإمامة والأذان، إلخ. (الدر المختار، كتاب الإجارة، مطلب فی الاستيجات علی الطاعات: ۶/۵۵)

علم تجوید سے ناواقف حافظ کو امام مقرر کرنے کا حکم:

سوال: مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق ہے اور قرأت جو پڑھتا ہے تو وہ الف، عین، ھمزہ، ان تینوں حرفوں کی ادائیگی میں صرف الف ظاہر کرتا ہے اور ت، ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے اور ث، س، ش، ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا اور آگے خ، ذ ز، ظ ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک، ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا اور ض، د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے، برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؛ یعنی مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسے شخص کو لازم ہے کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے، حاصل کرے۔(۱) کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے، جب تک وہ ایسا نہ کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۱۸۵/۲)

حافظ قرآن ناظرہ خواں امام سے افضل ہے:

سوال: پیش امام حافظ قیامت کے دن مقتدیوں کی خدا سے بخشش کرائے گا۔ ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ اور ناظرہ پیش امام سے حافظ پیش امام کی بزرگی ہے، یا نہیں؟

(نظیر الدین امیر الدین (املیز ضلع مشرقی خاندیس)

الجواب

حافظ قرآن ناظرہ خواں سے افضل ہے،(۲) بشرطیکہ اعمال صالحہ دونوں کے یکساں ہوں، نیک لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کرسکیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۲۲/۳)

(۱) ﴿ورتل القرآن ترتيلا﴾(سورةالمزمل:٤)(والأخذ بالتجويد حتم لازم)... ثم هذا العلم لاخلاف فى أنه فرض كفاية والعمل به فرض عين فى الجملة على صاحب كل قراءة ورواية ولو كانت القراءة سنة وأما دقائق التجويد على ما سيأتي بيانه فإنما هو من مستحسناته فالأظهر أن المراد بالحتم هنا أيضا الوجوب الإصطلاحى المشتمل على بعض أفراد من الوجوب الشرعى لا الجمع بين الحقيقة والمجاز واستعمال المعنيين بالاشتراك كما ذهب إليه الشراح من الشافعية.(المنح الفكرية،حد التجويد وحكمه:١١٢،دارالغوثانى للدراسات الإسلامية دمشق.انيس)

(۲) عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله عنه يقول: ==

ناظرہ خواں یا ناخواندہ کی حافظ قرآن کا امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶؍فروری ۱۹۲۸ء)

سوال: ناظرہ خوان، یا ناخواندہ امام کے پیچھے حافظ قرآن کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ناظرہ خواں یا ناخواندہ امام جب کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اور مفسدات نماز کا ارتکاب نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے حافظ اور عالم کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۷/۳)

☆☆☆

== قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراء ة فإن كانت قراء تهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فليوم أكبرهم سنا. (الصحيح لمسلم ، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ۲۳٦/۱)(انيس)

(عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراء كم . (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

(قال في التاتارخانية:"ولو أن رجلين في الفقه والصلاح سواءٌ إلا أن أحدهما أقرأ فقدم القوم الآخر فقد اساء و ا وتركوا السنة" . (الدر المختار: باب الامامة: ۵۵۹/۱)(دارالفكر بيروت. انيس)

(۱) عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمح يقول: سمعت أبامسعود رضى الله عنه يقول: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراء ة...(الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۲۳٦/۱. كذا في ردالمحتار : باب الإمامة: ۵۵۹/۱)

مؤذن کی امامت

اذان اور تکبیر کہنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: جو شخص اذان وتکبیر کہے، اگر وہی جماعت کرادے تو آیا نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۵/۳-۴۳۶)

مؤذن کی امامت:

سوال: مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ تو مؤذن کا امام ہونا افضل لکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے: "الأفضل كون الإمام هو المؤذن". (۲)

دوسری جگہ باب الامامت میں ہے:

"وقول عمر رضی الله عنه: "لو لا الخلافة لأذنت: أى مع الإمامة، إذ الجمع أفضل". (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۱۰/۳)

اذان وامامت ایک شخص انجام دے سکتا ہے:

سوال: اذان اور امامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) وجاء أنس بن مالك إلى مسجد قد صُلِّيَ فيه، فأذن وأقام، وصلى جماعة. (صحيح البخاری: ۸۹/۱، باب: فضل صلاة الجماعة) (كتاب الأذان، رقم الحديث: ٦٤٥، انیس)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير

(۳) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۱۵/۱، ظفير (عن قيس بن أبی حازم قال: قال عمر: لو كنت أطيق الأذان مع الخلافة لأذنت. (السنن الكبرىٰ للبيهقی، باب الترغيب فی الأذان (ح: ۲۰۴۱) انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

ایک ہی شخص اذان کہے اور امامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے؛ بلکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۳)

شخص واحد کا اذان وامامت انجام دینا کیسا ہے:

سوال: شخص واحد کا اذان واقامت علی الدوام کرانا مشروع ہے، یا مکروہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اس کو فقہا نے افضل لکھا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

"الأفضل كون الإمام هو المؤذن" إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۷/۳-۱۹۸)

خادم مسجد اور مؤذن کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مستقل ہیں، وہی صفائی کی خدمت اور مؤذن کی خدمت بھی انجام دیتا ہے، مسجد کی صفائی غسل خانہ وغیرہ کی صفائی کی اجرت الگ لیتے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جو مؤذن بھی ہو، نماز درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

جائز ہے۔

"الأفضل كون الإمام هو المؤذن" إلخ. (الدر المختار: ۲٦٨/۱) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۹/۶)

---

(۱) والأفضل كون الإمام هو المؤذن، وفي الضياء أنه عليه الصلاة والسلام أذّن في سفر بنفسه وأقام وصلى الظهر، وقد حققناه في الخزائن. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير)

(عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراء كم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ٥٩٠، ص: ٨٧، بيت الأفكار، انيس)

(فأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته وأقام أو أقام فتقدم على راحلته فصلى بهم يؤمي إيماءً يجعل السجود أخفض من الركوع. (جامع الترمذي، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة على الدابة في الطين والمطر، رقم الحديث: ٤١١، ص: ٨٩، بيت الأفكار، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱ ، ظفير

(۳) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٤٠١/١، سعيد

أن الأفضل كون الإمام هو المؤذن، وهذا مذهبنا، وعليه كان أبو حنيفة رحمه الله تعالى عليه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٤٤٣/١، رشيدية)

امام کے انتخاب کا حق

امام کے انتخاب کا حق:

سوال: مسجد کا انتظام وانصرام اس کے متولیان کرتے ہیں، مثلاً: پیش امام کا تقرر کرنا، اس کو معزول کرنا، کیا یہ حق متولیان کو حاصل ہے؟

هو المصوب

مسجد کی انتظامیہ اور اس کے متولیاں کو امام کے عزل ونصب کا اختیار ہے،(۱) البتہ انہیں تقرر کا اختیار اس صورت میں ہے، جبکہ امام واقعی امامت کے شرائط پر پورا اترے اور معزول کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہے، جبکہ امام کے اندر شرائط امام مفقود ہوں۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۲۷۶-۲۷۷)

مسجد کمیٹی کو امامت کے انتخاب کا حق:

سوال: ائمہ کے انتخاب کے لیے قابلیت وصلاحیت دیکھ کر کمیٹی ان کا انتخاب کرتی ہے، ایک صاحب کئی سال سے ایک مسجد میں تراویح پڑھاتے رہے؛ لیکن اس بار اس مسجد کے لیے امام جن کا جلد ہی تقرر ہوا ہے، وہ تراویح پڑھانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کیا طریقہ ہے، کیا قرعہ اندازی سے مسئلہ حل کیا جائے؟

---

(۱) رجل بنى مسجدًا وجعله لله تعالىٰ فهو أحق الناس بمرمته وعمارته وبسط البوارى والحصير والقناديل والأذان والإقامة إن كان أهلاً لذٰلک فإن لم يكن فالرأى فى ذلک إليه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۱۰) (الباب السامع فيما يفسد الصلاة، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة، فصل كره غلق باب المسجد، انيس)

(۲) (البانى) للمسجد (أولى) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فى المختار إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه) البانى. (الدر المختار وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۷۵٤، دار إحياء التراث العربى)

(قوله: البانى أولى) وكذا ولده وعشيرته أولىٰ من غيره، أشباه (قوله: بنصب الإمام والمؤذن) أما فى العمارة فنقل فى أنفع الوسائل أن البانى أولىٰ (قوله: إذا عين القوم أصلح ممن عينه) لأن منفعة ذلک ترجع إليهم، أؤنفع الوسائل. (ردالمحتار، كتاب الوقف: ٤/ ٤٣٠، دار الفكر بيروت. انيس)

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں کمیٹی کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید سے دونوں ائمہ میں سے جن کو چاہیں منتخب کریں،(۱) اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۷۷)

امام کا انتخاب نمازیوں کے ذریعہ:

سوال: ایک مسجد جولاہوں کے نام سے مشہور ہے، جولاہوں نے امام کو نکال دیا اور حافظ ہم قوم کو بلا کر رکھ لیا۔ کیا دوسرے مسلمانوں کا حق اس مسجد میں ہے؟

الجواب

جن مقتدیوں کی جماعت زیادہ ہے، ان کی رائے سے امام مقرر ہو سکتا ہے؛ مگر بہر حال امام لائق امامت کے ہونا چاہیے، خواہ کسی قوم کا ہو۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۴۹)

قوم کی مرضی کے خلاف امام بنانا:

سوال: کیا عدالت کو کوئی حق شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا امام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو امام بنانے پر رضامند نہیں ہے؟

الجواب

عدالت کو یہ حق نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا نفع ونقصان قوم کو ہے، لہٰذا بلا رضامندی قوم کے ان کے لیے عدالت کوئی امام مقرر نہ کرے اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے، **كما مر من أن منفعة ذلک ترجع إليهم.** (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۹۵)

---

(۱) قوله: "كنصب الإمام" يعني إذا لم يكن الباني موجودًا أما إذا كان فنصب الإمام إليه وهو مختار الإسكاف رحمه الله قال أبو الليث رحمه الله تعالىٰ: وبه نأخذ إلا أن ينصب شخصاً والقوم يريدون من هو أصلح منه. (العناية علىٰ هامش فتح القدير: ۱۰/۳۴۵، كتاب الديات)

(۲) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولىٰ أساءوا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفير)

(۳) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، الخ، وأم قوماً وهم له كارهون، لفساد فيه، إلخ، كره له ذلک تحريماً لحديث أبي داؤد: "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون". (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفير)

امام کی تعیین کا مسئلہ:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں امام متعین نہیں، اگرچہ جماعت سے نماز ہوتی ہے؛ لیکن جو بھی حاضرین میں سے پڑھا دے، فرق مراتب بھی نہیں، غرض سوال یہ ہے کہ کسی امام کا متعین کر لینا مسنون اور زیادتی ثواب کا باعث ہے، یا جس طرح جماعت غیر متعین امام کے پیچھے ہوئی ہے، وہ مسنون ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

مقصد مشروعیت جماعت اور تعامل اہل مدینہ و مکہ کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی امام مقرر کر لیا جائے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں امام و مؤذن مقرر کیا ہے، اس کے بغیر مسجد کا نظم و انتظام صحیح رہ نہیں سکتا، دو صحابی سفر میں جا رہے تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ سلم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اذان دیدے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ امام بن جائے، (۱) جب سفر میں آپ نے اتنا اہتمام فرمایا تو حضر میں بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ اہتمام فرماتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ:۴/۷۸-۷۹)

کیا نائب امام ضروری ہے:

سوال (۱) کیا کسی مسجد میں نائب امام کا ہونا ضروری ہے، جبکہ مسجد کے متولی رکھنے سے قاصر ہوں؟ کیا صحیح العقیدہ عالم فاضل امام کی مرضی کے خلاف امام موصوف کا نائب مقرر کر سکتے ہیں؟

(۲) امام کا نائب مقرر کرنے کا حق امام کو ہے، یا اراکین کمیٹی کو؟

ھو المصوب ــــــــــــــــــ

(۱-۲) نائب امام مقرر کرنا از روئے شرع ضروری و لازمی نہیں ہے؛ بلکہ یہ کام اہل حل و عقد اور ذمہ داران مسجد کا ہے کہ جیسی ضرورت ہو، اسی کے مطابق مسجد کا کام انجام دیا جائے، اگر امام اپنا نائب خود مقرر کر لے تو وہ زیادہ بہتر ہے، ورنہ ذمہ داران مسجد مقرر کر سکتے ہیں۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۸۰-۳۸۱)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "یؤم القوم أقرؤهم لکتاب اللّٰہ وأقدمهم قراءة فإن کانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرة فإن کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم أکبر سناً. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحدیث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بیت الأفکار، انیس)

(۲) موجودہ دور میں یہ انتشار کا سبب ہو سکتا ہے؛ اس لیے اہل محلہ یا انتظامیہ کمیٹی ہی مقرر کرے۔ انیس

زبردستی امام نہیں بننا چاہیے:

سوال: ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے، اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں، اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زبردستی امام بننا درست نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۶/رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ، الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۶۳-۳۶۴)

جو متعین امام کو زبردستی ہٹاوے اور خود دعویٰ امامت کرے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں:

سوال: ایک مولوی صاحب بیس سال سے قرآن شریف سنانے آیا کرتے تھے، تین سال سے بالکل آنا موقوف کردیا تھا، گویا لاپتہ تھے، ہم لوگوں نے رمضان شریف سے چھ مہینے پہلے ایک مولوی صاحب کو ملازم رکھ لیا تھا، شروع رمضان میں پہلے مولوی صاحب نے آکر دوسرے مولوی صاحب کو مصلے سے اتادیا اور ان کو مارا اور ان کا حق خود لے لیا، ان کو کچھ نہیں دیا، اس بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جو مولوی صاحب تین برس سے نہ آئے تھے اور دوسرے صاحب کو مقرر کرلیا تھا، ان کو یہ جائز نہ تھا کہ امامِ جدید کو جس کو نمازیوں نے اور اہل محلّہ نے مقرر کرلیا تھا، امامت سے منع کریں اور مصلے سے ہٹادیں، یہ فعل ان کا حرام اور ناجائز تھا اور مارنا ظلم صریح ہے، وہ فاسق ہوگیا اور اس کا کچھ حق اس میں نہیں ہے جو کہ امام ثانی کے لیے جمع کیا گیا، یہ اس امام سابق کا ظلم صریح ہے کہ اس کو اپنا حق سمجھتا ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۹۷)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال: "رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاثةٌ لا تقبل منهم صلوٰتهم: من تقدم قوماً وهم له کارهون، ورجل أتی الصلاة دباراً والدبار أن یأتیها بعد أن تفوته ورجل اعتبد محرّرةً". (رواه أبو داؤد، وابن ماجة) (مشکوٰة المصابیح: ۱/۱۰۰) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۱۲۳)/ سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون (ح: ۵۹۳)/ سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له کارهون (ح: ۹۷۰)/ السنن الصغیر للبیهقی، باب من کره الإمامة واستحب الأذان (ح: ۵۳٤)/ السنن الکبریٰ، باب ماجاء فیمن أم قوما وهم له کارهون (ح: ۵۳۳۹) انیس)

(۲) (والخیار إلی القوم) فإن اختلفوا اعتبر أکثرهم، إلخ ، وإمام الراتب أولٰی. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۲، ظفیر)

ثم هذا الإطلاق مقید بقیود أن لا یکون ثمة راتب فإن کان قدم مطلقاً کمافی السراج. (النهر الفائق، باب الإمامة: ۱/۲٤۰، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)

باقاعدہ امام مقرر نہ ہونے والی مسجد میں استحقاق نہ رکھنے والے کو امام مقرر کرنے کی باز پرس کس سے ہوگی:

سوال: جس مسجد میں امام مقرر نہ ہو یا موجود نہ ہو، امامت کا استحقاق کسے حاصل ہے؟ آج کل خشخشی داڑھی والے امام بہت ہیں۔

الجواب

خشخشی داڑھی والے کی نماز مکروہ ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴۵۰/۳)

اہل کے ہوتے ہوئے غیر اہل کو امام بنانا:

سوال: زید وعمر دونوں ایک مسجد میں رہتے ہیں، زید امام مقرر ہے جو عالم، حافظ قاری ہے؛ لیکن خوشامد یا ڈر کی وجہ سے عمر کو نماز کے لیے کھڑا کر دیتا ہے، جو نہ حافظ ہے، نہ قاری اور نہ مولوی ہے اور قرآن پاک بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تو کیا زید کے ہوتے ہوئے عمر کی اقتدا میں سب کی نماز درست ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس مسئلے میں دو باتیں قابل غور ہیں، اول یہ کہ زید جب امام مقرر ہے تو عمر کو امامت نہیں کرنی چاہیے، اگر زید کی اجازت کے بغیر امامت کرتا ہے تو پھر تو مکروہ تحریمی ہے اور زید کی اجازت سے پڑھاتا ہے، پھر بھی خلاف اولیٰ ہے؛(۲) کیوں کہ وہ زید سے کمتر ہے۔(۳)

---

(۱) وأخذ أطراف اللحية،والسنة فيها القبضة ... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته إلخ قوله:(والسنة فيها القبضة)وهو أن يقبض الرجل لحيته،فما زاد منها علىٰ قبضة قطعه.كذا ذكرمحمد فی كتاب الآثارعن الإمام.قال:وبه نأخذ ،محيط،اهـ.(ردالمحتار: ٤٠٧/٦) (كتاب الحظرو الاباحة،باب الاستبراء و غيره ، انيس)

(۲) دخل المسجد من هوأولىٰ بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولىٰ،كذا فی القنية. (الفتاویٰ الهندية: ٨٣/١،الباب الخامس فی الإمامة(الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة،انيس)

أيضاً. ويكره للرجل:أن يؤم الرجل فی بيته إلا بإذنه،لما روينا من حديث أبی سعيدمولیٰ بنی أسيد،ولقول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم:لا يؤم الرجل فی سلطانه،ولا يجلس علىٰ تكرمة أخيه إلابإذنه ولأن فی التقدم عليه ازدراء به بين عشائره وأقاربه،وذا لا يليق بمكارم الأخلاق،ولو أذن له لا بأس به؛لأن الكراهة كانت لحقة،إلخ .(بدائع الصنائع: ١٥٨/١،كتاب الصلاة،فصل فی بيان من هوأحق بالإمامة)(والحديث أخرجه أبو داؤد،كتاب الصلاة،باب من أحق بالإمامة،رقم الحديث: ٥٨٢،ص: ٨٦، بيت الأفكار،انيس)

(۳) الأولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة.(الفتاویٰ الهندية: ٨٣/١،الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالإمامة)

دوسری بات یہ ہے کہ زید عالم، حافظ وقاری ہے اس کے برعکس عمر قرأت صحیح نہیں پڑھتا، حافظ عالم، قاری بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں دو حالتیں ہیں کہ عمر کی قرأت مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کی ادائیگی کے ساتھ ہے، یا نہیں؟

نمبر:۱۔ اگر مخارج حروف اور صفات ذاتیہ کو ادا نہیں کرتا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔(۱)

اور نمبر:۲۔ اگر مخارج وصفات ذاتیہ کو ادا کرتا ہے؛ لیکن صفات محسنہ ممیّزہ سے بے خبر ہے تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی؛ لیکن زید کے مقابلہ میں اس کی امامت خلاف افضل اور مکروہ تنزیہی ہے۔

رہا یہ کہ قرأت صحیح پڑھتا ہے، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ مستند قراء کر سکتے ہیں، عامۃ الناس نہیں کر سکتے؛ اس لیے زید اگر اس مسئلے میں نرمی کرتا ہے، عمر کی قرأت کسی دوسرے مستند قاری جس پر اعتماد ہو، سنا کر فیصلہ لے لیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۲۶)

جس کا استحقاق نہ ہو امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے امام، منتظمین یا مقتدی:

سوال: جس کا استحقاق نہ ہو، امامت کروانے کا ذمہ دار کون ہے: امام، منتظمین، یا مقتدی؟

الجواب

دونوں سے باز پرس ہوگی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۵۰)

امام کے علاوہ دوسرا شخص امامت کرے:

سوال: کیا امام کا دوسرے شخص کو امامت کے لیے آگے بڑھانا درست ہے؟ اور کیا جماعت میں وقت کی پابندی لازمی ہے؟ اگر کچھ لوگ یہ کہیں کہ کچھ لوگ وضو کر رہے ہیں تو تاخیر کرنا درست ہے؟

هو المصوب

مقررہ امام نماز پڑھائے، یا اس کی اجازت سے دوسرا امامت کرسکتا ہے،(۲) نماز کے اوقات کی پابندی کا لحاظ کیا جائے گا، اگر عام طور سے لوگ تاخیر سے آتے ہوں تو ان کا خیال کر کے کبھی کچھ تاخیر کی جا سکتی ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۸۱)

---

(۱) ومنها القراءة بالالحان إن غير المعنى وإلا لا. (الدر المختار: ۱/۶۳۰، طبع ایچ ایم سعید)

(۲) (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقًا. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۹۷) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

وقيد في السراج الوهاج تقديم الأعلم بغير الإمام الراتب وأما الإمام الراتب فهو أحق من غيره وإن كان غيره أفقه منه. (البحر الرائق، الأحق بالإمامة في الصلاة: ۱/۳۶۸، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

متولی کی اجازت سے امامت کی جائے:

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک مسجد ہے، جس میں ایک امام مقرر ہے، جو نماز پڑھاتا ہے، ایک صاحب ہیں، جو باہر رہتے ہیں، وہ علم میں اس امام سے بڑھے ہوئے ہیں، وہ کبھی آکر بغیر امام کی اجازت کے نماز پڑھا دیتے ہیں، جب کہ امام موجود ہوتا ہے، خاص طور سے جمعہ کے دن، جب کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے، وہ آتے ہی تقریر کرتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے بعد نماز پڑھا دیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

هو المصوب

متولی مسجد سے اجازت حاصل کئے بغیر ان کو امامت نہ کرنا چاہیے؛(۱) کیوں کہ بلا اجازت مسلمانوں میں اختلاف کا اندیشہ ہے، اگر متولی یا مصلیان مسجد کی جانب سے اجازت ہے اور کسی طرح کے انتشار کا اندیشہ نہیں ہے تو مقرر امام ان کے اعلم ہونے کی وجہ سے ان کو امامت کے لیے بڑھا دے؛(۲) تاکہ مسلمانوں میں انتشار کا اندیشہ نہ پایا جائے، بہر حال امامت کے مسئلہ کو اختلاف کا باعث نہ بنایا جائے، ان کے بلا اجازت امامت کرنے سے مقتدیوں کی نماز میں کسی طرح کی کراہت نہیں ہوگی۔

تحریر: ساجد علی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۸۲-۳۸۳)

اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لیے آگے بڑھتا ہے، اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھیں، یا نہیں:

سوال: وہ شخص جو تقریباً پچیس برسوں سے امامت کرتا چلا آرہا ہے، اس کی موجودگی میں دوسرا ایک لڑکا گاؤں کا

---

(۱) (و) اعلم أن صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقًا (الدر المختار مع الرد: ۲/۲۹۷) قوله: (مطلقًا) أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وإقرأ منه. (ردالحتار: ۲/۲۹۷) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) (وإذا حدث ممانع الإقتداء أو كان بحيث يصح فالسنة أن يقدموا) أي القوم (أعلمهم والمراد به أعلمهم بمسائل الصلاة) أي بما يصلحها ويفسدها (وإن كان غير متبحر في بقية العلوم وهو الولي من المتبحر في البقية) ولم يكن أعلم بمسائل الصلاة (ذكر معناه في شرح الإرشاد) ولا بد مع ذلك أن يكون حافظا لمقدار ما تجوز به الصلاة لأنه إذا خلى عن ذلك لا يكون عالماً بما يصلحها وشرط الزيلعي كونه حافظا لمقدار المسنون وشرط في النهر أن يكون حافظا لمقدار الواجب وعزاه إلى الدراية وهو معيز بالمبسوط ،الخ. (إسعاف المولىٰ القدير شرح زاد الفقير: ۸۶، مخطوطة جامعة الملك سعود. انيس)

جو ابھی نیا حافظ قرآن ہوا ہے، ۱۵/ یا ۱۶/ سال کی عمر ہوگی ناکتخدا داڑھی پر ہے اور اکثر بیشتر فجر کی نماز قضا کر دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (بقلم شمس الدین انصاری، پوسٹ شاہ گنج، ضلع جونپور)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سابق امام اگر دیندار، صوم وصلاۃ کا پابند ہے، متقی پرہیزگار ہے، نیز لوگوں نے اس کو امام بھی بنایا ہے تو ایسی صورت میں نوجوان لڑکے کو مصلیٰ پر جاکر نماز پڑھانے کا کوئی حق نہیں، جب کہ سابق امام موجود ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اپنی حرکت سے باز آجائے، امام سابق کی موجودگی میں امامت کر کے فتنہ کا دروازہ نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۸/۴)

☆☆☆

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولىٰ أساء وا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، انيس)

عن أبي مسعود البدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة، فإن كانوا في القراءة سواء فليؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة سواء فليؤمهم أكبر سناً. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۸۲، ص: ۸۶، بيت الأفكار، انيس)

(و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولىٰ بالإمامة من غيره) مطلقًا. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۹۷/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

قاضی نکاح اور سید کے لیے استحقاق امامت

قاضی نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: قاضی کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو امامت کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس زمانہ میں قاضی شرعی نہیں ہیں،(۱) ان قاضیوں کو جو اَب موجود ہیں، امامت وغیرہ کا کوئی حق نہیں ہے، امام ومؤذن کا مقرر کرنا اولاً بانی مسجد اور واقف کا حق ہے، اس کے بعد اس کی اولاد میں جو اہل ہے، اس کا حق ہے، ان کے بعد اہل محلّہ یا اہل شہر جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوگا۔ (کذا فی الدر المختار والشامی)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۰/۳)

قاضی نکاح کو امامت کا کوئی شرعی استحقاق نہیں:

سوال: قاضی کی امامت سے چند لوگ منکر اور چند مقتضی ہوں اور قاضی مصر ہو تو قاضی حق پر ہے، یا نہیں؟

الجواب

قاضی عرفی کو اس بارے میں کچھ استحقاق خاص نہیں ہے؛ بلکہ موافق تفصیل اول بانی، یا اس کے ورثہ، یا اہل محلّہ کو اس کا استحقاق ہے کہ وہ جس کو چاہیں، مقرر کریں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۰/۳)

---

(۱) یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب ہندوستان میں انگریزی حکومت برسر اقتدار تھی، کئی جگہوں پر انگریزی حکومت کی جانب سے ہی قاضی سابقہ روایات کے مطابق قاضی کا تقرر ہوتا تھا، انگریزی حکومت کے دوران ہی مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کو قائم کرنے اور دین کے عائلی مسائل کے حل کے لیے ہندوستان میں صوبائی اعتبار سے امارت شرعیہ کا نظام قائم ہونے لگا، امارت شرعیہ شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس کے تحت متفقہ طور پر امیر شریعت کا انتخاب عمل میں آتا ہے، ساتھ ہی ساتھ دار القضاء کا قیام ایک شرعی ضرورت ہے، قاضی شرعی کی تقرری امیر شریعت کی قانونی ذمہ داری ہے۔ موجودہ دور کے قاضی شرعی کو وہ قوت حاصل نہیں ہے کہ وہ امام کا انتخاب کرے۔ انیس

(۲-۳) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

وفي الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولىٰ من غيرهم آه، وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولىٰ، وذكره في الفتح عن النوازل وأقره، آه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير)

پہلی سند قضا اس وقت کارآمد نہیں ہے:

سوال: قاضی کی سند میں اقامت جمعہ وعیدین و جماعت و ترغیب و تحریص مرد ماں بطاعات وعبادات مذکور ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب

جب کبھی سلاطین اسلام کی طرف سے قضاۃ مقرر ہوتے تھے، یہ اس وقت لکھا جاتا تھا، اب ان کو کوئی خاص حق اس بارے میں نہیں ہے اور تحریص و ترغیب بسوئے طاعات واعظان اسلام کرتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۱)

شیخ اور سید کی موجودگی میں دوسرا امام بن سکتا ہے یا نہیں اور تاجر کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: شیخ سید کی موجودگی میں بڈھے کو امام بنانا کیسا ہے اور دوکاندار جو شریف اور متقی ہے، وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے، شیخ و سید کی تخصیص نہیں ہے، شیخ و سید کی نماز غیر شیخ و سید کے پیچھے ہو جاتی ہے، امام کو لائق امامت ہونا چاہیے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے، جو شخص مسائل نماز سے واقف ہو اور متقی ہو، وہی احق بالامامت ہے، سید ہو، یا دوکاندار ہو، یا پیشہ والا ہو، بڈھا ہو، یا جوان ہو۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۹)

یہ غلط ہے کہ سادات ہی مستحق امامت ہیں:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوائے سادات اور کوئی مستحق امامت نہیں ہے، یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ غلط ہے کہ سوائے سادات کے اور کوئی شخص مستحق امامت نہ ہوگا، امامت کا استحقاق علم وفضل وتقویٰ پر ہے اور جو شخص مسائل سے واقف ہو، وہ اگر چہ سید نہ ہو، بہ نسبت سید کے جو مسائل سے ناواقف ہو، احق واولیٰ بالامامت ہے۔ (کمافی کتب الفقہ)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۹۳)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۰، ظفير)

(۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۸، ظفير)

فقیر وسید میں سے احق بالامامت کون ہے:

سوال: ایک مسجد میں امام قوم کا فقیر ہے، اس کے گھر میں پردہ نہیں ہے، دوسری مسجد میں امام سید ہے اور اس کے گھر میں پردہ ہے؛ لیکن وہ نابینا ہے، نمازِ جمعہ میں کس امام کو ترجیح ہے؟

الجواب

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے، جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح و متقی ہو، اندھے ہونے سے امامت میں کچھ حرج نہیں، جب کہ وہ نیک اور محتاط ہو اور مسائل سے واقف ہو، پس اگر وہ امام اندھا مسائل داں ہے اور نیک ہے تو جمعہ کی امامت کے لیے بھی وہی افضل ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۷/۳)

جولاہے کا سید کی امامت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم اگست ۱۹۲۸ء)

فی زمانہ سید لوگ کہتے ہیں کہ جولاہے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ خود پنجوقتہ نماز ادا نہیں کرتے اور جاہل و ناخواندہ ہیں اور قوم جولاہان میں حافظ عالم ہیں، ان کے پیچھے جاہل سید نماز نہیں پڑھتے؟

الجواب

جولاہے کی امامت جائز ہے اور جب کہ وہ علم وصلاح میں باقی لوگوں سے اچھا ہو تو اسی کو امام مقرر کرنا افضل ہے، یہ خیال کہ سید کی نماز جولاہے کے پیچھے نہیں ہوتی، غلط ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۸/۳)

سید اگر وعدہ خلافی کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

جواب دیگر: خدا اور رسول کے احکام میں سید اور امتی دونوں داخل اور مکلّف ہیں اگر کوئی سید کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس پر بھی اسی طرح مواخذہ ہوگا، جس طرح کسی غیر سید پر ہوتا ہے، اگر سید نے کسی جائز معاہدے پر رضامندی دیدی اور اس کے بعد اس سے بلا وجہ انحراف کیا تو عہد شکنی اور وعدہ خلافی کا ان پر بھی گناہ عائد ہوگا، سید

(۱-۲) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱)

... قيد كراهة إمامة الأعمٰى فى المحيط وغيره بأن لايكون أفضل القوم، فإن أفضلهم فهو أولٰى، آه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير)

ہونے کی وجہ سے وہ اس مواخذہ سے بری نہ ہو جائیں گے، چار آدمیوں کے سامنے اقرار کر کے پھر جانا بھی ایسی ہی عہد شکنی ہے، جیسی کہ پوری پنچایت کے سامنے وعدہ کر کے پھر جانے کی صورت میں ہوتی؛ بلکہ سیدوں پر اتباع شریعت کی ذمہ داری ان کے منصب کے لحاظ سے زیادتی ہوتی ہے، اگر سید صاحب اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو کر توبہ نہ کریں تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور دوسرا امام مقرر کر لیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۴/۳-۱۲۵)

حق نکاح خوانی اور امامت عیدین:

سوال: قاضی شہر مظفر نگر قاضی محمد ضیاء الدین تھے اور وہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے، بحیثیت قاضی شہر ہونے کے ان کے کچھ حقوق مقررہ تھے اور دو کام سپرد تھے:

ایک نکاح خوانی، دوسرے امامت عیدین۔

جس سے نسلاً بعد نسلٍ چھ سات پشت تک مستفید ہوتے رہے ہیں؛ کیوں کہ چھ سات پشت سے قضیات براہِ راست ان کے بزرگوں میں رہی ہے، ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

اب تین شخص دعویدار ہیں، قاضی ضیاء الدین کے صاحبزادہ جو پابند صوم وصلوٰۃ اور ارکان ومسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی وخطبہ خوانی کو انجام دے سکتے ہیں۔ ایک اور صاحب ہیں، جن کے آباؤ اجداد سے کوئی قاضی نہیں ہوا اور خود سود لیتے ہیں۔ تیسرے صاحب، صاحب متذکرہ کے بڑے بھائی ہیں، پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، عربی داں ہیں؛ لیکن غیر مقلد ہیں اور کل باشندگان مظفر نگر حنفی ہیں، ان تینوں صاحبان میں سے کس کا تقرر ہونا مناسب ہے؟

الجواب

شریعت اسلام میں دونوں امور میں (جو کہ قاضی ضیاء الدین مرحوم کے سپرد تھے؛ یعنی امامت عیدین اور نکاح خوانی) وراثت نہیں ہے؛(۲) بلکہ جو شخص اہل ان امور کا ہو اور اس میں اوصاف امامت وقضاء پائے جاویں، وہ امام وقاضی بنایا جاوے۔

اوصاف امامت یہ ہیں کہ امام مسائل نماز سے واقف ہو، صالح ومتدین ہو، قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، فاسق

(۱) ﴿أوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (بنی اسرائیل: ٣٤)

(۲) البتہ بانی مسجد اگر امام ہو تو وراثت میں اس کے بعد امامت کا مستحق اس کے خاندان کا فرد ہوگا، اگر وہ اس عہدہ کے لائق ہو۔

البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عینه البانی. (رد المحتار، کتاب الوقف: ٦/ ٦٤٥، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس)

ومبتدع نہ ہو، عام اہل اسلام کو بوجہ اس کے بداعمال ہونے اور فسادِ عقائد کے اس سے نفرت نہ ہو؛ کیوں کہ یہ امر بھی باعث کراہت امامت ہوتا ہے۔(۱)

اور چوں کہ عام اہل شہر حنفی مقلد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں؛ اس لیے غیر مقلد اور بدعتی کو ان کا امام نہ بنایا جاوے کہ اولاً بوجہ عدم تقلید، یا بدعات کے، وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔ ثانیاً عام اہل اسلام کو اس سے نفرت ہوگی، پس ہر سہ صاحبان مذکورین میں سے ہی اگر کسی کو امام وقاضی بنانا مناسب ہے تو قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے (نمبر۱) جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ اور مسائل نماز سے واقف ہیں اور نکاح خوانی کو انجام دے سکتے ہیں، امام وقاضی بنانے کے لیے لائق تر ہیں؛ کیوں کہ (نمبر۲) بوجہ سود خوری کے (۲) اور (نمبر۳) بوجہ غیر مقلدی ... کے امام حنفیان اہل سنت بنانے کے لائق نہیں ہیں۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۱۴/۳-۱۱۵)

---

(۱) (والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض، إلخ (ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: ''لايقبل اللّٰه صلوٰة من تقدم قوماً وهم له كارهون''، (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفير) (عن عبداللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كا يقول: ثلاثة لا يقبل اللّٰه منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافرى عن عبداللّٰه بن عمرو (ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً)

عن إسماعيل بن رجاء قال سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى اللّٰه عنه يقول: قال لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراء ة فإن كانت قراء تهم سواء فليؤم أقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فليوم أكبرهم سنا. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱)

(عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: " ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراء كم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟ رقم الحديث: ۵۹۰، ص: ۸۷، بيت الأفكار، انيس)

قال الشرنبلالي: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلك من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوٰة الصبى نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلا ته بعدمه كا لسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثى امرأة فلا يقتدى به غيرها (والقراء ة) بحفظ اية تصح بها الصلاة على الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقى الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱۵۶)

(۲) وكذا تكره خلف أمرد، إلخ، وشارب الخمر وآكل الربوا، (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفير)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أى صاحب بدعة، الخ، وزاد ابن ملك: ومخالف كشافعي، إلخ. (أيضاً: ۵۲۵/۱، ظفير) (باب الإمامة، انيس)

عیدگاہ کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عیدگاہ بنائی اور خود اس کا امام ہوا، چند برس کے بعد اس نے کسی دوسرے کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھی، اب امام اول مرگیا، اس کا ایک لڑکا ہے، اس صورت میں حق امامت کس کو ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

حق امامت اس صورت میں بانی عیدگاہ کو ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۳)

☆☆☆

(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷٤/۱، ظفير)

امامت میں وراثت

امامت میں وراثت نہیں:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور مسجد ایک بزرگ کی خانقاہ کے متصل ہے، اس مسجد کے اخراجات تیل و چراغ اس مسجد کے متولیان بالاشتراک کیا کرتے ہیں، زید اس خانقاہ کا سجادہ مقرر ہے، باقی متولیان اب تک اس کو اپنا امام مجوز کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں، اب چوں کہ اس میں بلحاظ شرعی و برادری بہت نقص پیدا ہو گئے ہیں، بدعتی بھی ہے اور وہ اپنی برادری سے بالکل بگاڑ کر چکا ہے، جس کی وجہ سے بہت مقتدیان اس سے برگشتہ اور ناراض ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے اور اپنی برادری سے ایک اور شخص کو جو کہ اس سے علم میں برتر ہے اور بدعتی بھی نہیں ہے، امام بنانا چاہتے ہیں تو اب وہ سجادہ امامت کو اپنی وراثت سمجھ کر علاحدہ نہیں ہوتا اور سجادگی اور قدامت حقوق کو اپنا ثبوت امامت پیش کرتا ہے، کیا اب وہ متولیان ومقتدیان امام کو بدل سکتے ہیں، یا نہ؟ امام سابق کا عذر مسموع ہے، یا نہ؟

الجواب

امامت میں وراثت نہیں ہے؛ بلکہ امام کے مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو اور اس کی اولاد وا قارب کو ہے، اس کے بعد نمازیان واہل محلّہ کو حق ہے کہ وہ امام مقرر کریں؛ بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی شخص کو امام بنا دیا اور وہ صلاحیت امامت کی نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کیا تو وہی امام مقرر ہوگا، جس کو نمازیوں نے مقرر کیا۔

قال فی الدر المختار: (البانی) للمسجد (أولٰی) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عیّنه) البانی.

وفی ردالمحتار: (قوله: البانی أولیٰ) وکذا ولده وعشیرته أولٰی من غیرهم، أشباه.(۱)

الحاصل: جبکہ وہ امام سابق بدعتی ہو گیا اور نمازیان مسجد اس سے ناخوش ہیں، بسبب اس کی خرابی کے تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور عالم مسائل صلوٰۃ کو امام مقرر کرنا چاہیے۔(۲) امام سابق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ امام مقرر کردۂ قوم کے اپنے کو مستحق امامت سمجھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۸۴-۸۵)

---

(۱) الدرالمختار لی هامش ردالمحتار، کتاب الوقف: ۳/ ۵۷۳، ظفیر (٦/٦٤٥، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس)

(۲) ویکره إمامة، الخ، مبتدع. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

کیا عید کی نماز جامع مسجد کے امام کے علاوہ دوسرا شخص نہیں پڑھا سکتا، یا کسی شخص کی وصیت، یا سابقہ کے ساتھ دستور کے ماتحت عید کی نماز پڑھانے کے لیے جامع مسجد کے امام کو مخصوص کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جس کے خلاف شرع افعال جیسے مزار کے ساتھ گانا سننا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا فرض عرس کرنا، نیز وہاں پر شیرینی اور پھول وغیرہ چڑھانے کی وجہ سے پہلی بار بستی ہذا میں دو فریق ہو گئے ہیں، دو جگہ عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے؛ بلکہ امام موصوف کی امامت کے باعث فریقین کے مابین نفاق کی آگ بھڑک رہی ہے، مگر امام صاحب اپنے ان افعال غیر شرعیہ کو چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں اور متولیان جامع مسجد وعیدگاہ بھی متقدمین کی حیثیت سے مسلمانوں کے نفاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام موصوف کو امامت پر قائم رکھنے کے لیے مصر ہیں، لہٰذا ایسے متولیان اور امام صاحب کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

امام خواہ نماز عید کا ہو یا جمعہ کا یا فرائض پنجگانہ کا دیندار پرہیزگار اعلم بالسنہ ہونا چاہیے، امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں اور یہ مذکورہ افعال معصیت وبدعت ہیں اور اس کی حمایت بھی معصیت وبدعت کی حمایت ہے، جو ناجائز اور اللہ رب العزت کی ناراضی کا سبب ہے،(۱) لوگوں کو چاہیے کہ ایسے امام کو جو بدعت اور معصیت میں مبتلا ہو، اولاً تو نرمی وبہی خواہی سے اس کی اصلاح کریں، اگر اصلاح پذیر نہ ہو تو اس کو بدل دیں، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے صبر کریں اور ان لوگوں کی درستگی کے لیے دعا کریں اور ان لوگوں میں صحیح دین مطابق سنت پہچانے کی اور سب سے زیادہ خود اپنے کو متبع بنانے کی کوشش کرتے رہیں، یہ سب کرشمہ جہالت اور غلط علم کے ہیں، جوں جوں لوگوں میں صحیح علم اور دین پہنچے گا، یہ خرابیاں خود بخود دور ہوتی جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۱۷۴/۵-۱۷۵)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ۶۷۷۲)/حلية الأولياء وطبقات الأصفياء عن عبدالله بن بسر: ۲۱۸/۵، دارالكتاب العربي/وكذا في البدع لابن وضاح، النهي عن الجلوس مع أهل البدع (ح: ۱۱۹)/القدر للفريابي (ح: ۳۸۱)/معجم ابن العربي، حديث الترقفي (ح: ۱۹۵۸) موقوفا ومرسلاً. انيس)

منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم:

سوال: ایک شخص جو کسی مسجد کا باقاعدہ امام ہے، وفات کے بعد وہ اپنی جگہ منصب امامت کے لیے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک شخص کو مقرر کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر اس نے کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کی ہو تو اس کی رعایت کہاں تک کی جائے گی اور بغیر وصیت کے بھی اگر کوئی شخص اس میں ارث کا دعویٰ کرے تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب

منصب امامت کوئی جائیداد اور مال نہیں کہ جس میں وراثت جاری ہوسکے، یا مورث کی وصیت کی رعایت کی جائے، منصب امامت کی تقرری امام کی اہلیت، ذاتی کردار اور علم وعمل کے علاوہ اہل محلّہ کی رضامندی پر ہے، امام کے مرنے کے بعد اہل محلّہ جس کو بھی امامت تفویض کریں، وہی محلّہ کی مسجد کا امام متصور ہوگا۔

قال الحصكفي رحمه الله: (والأحق بالإمة) تقديمًابل نصبًا. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاةفقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقبل سنة ثم الأحسن تلاوة للقرءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهًاثم الأشرف نسبًا. (الدرالمختار علىٰ صدرردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۳۴/۳-۱۳۵)

امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے یا جس کو لوگوں نے مقرر کردیا:

سوال: ایک امام مسجد نے وفات پائی، اس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں ایک بالغ تھا، بقیہ تمام نابالغ تھے۔ اہل قریہ نے باتفاق بڑے بھائی کو امام بنادیا، وہ پندرہ سولہ سال سے امامت کرتا ہے، اب چھوٹے بھائی بھی بالغ قابل امامت ہوگئے اور بڑے بھائی پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امامت میں شریک ہیں، اہل قریہ برادران خورد کو بلا رضامندی برادر کلاں امامت میں شریک کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ اور برادران خورد اگر بلا رضامندی برادر کلاں نماز پڑھادیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفي الهندية: أولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هٰكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هٰكذا في البحر الرائق، هٰذا إذاعلم من القراء ة قدرماتقوم به سنة القراء ة، هٰكذا في التبيين، ولم يطعن في دينه، كذافي الكفاية، وهكذا في النهاية، و يجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه، كذا في المحيط وهٰكذا في الزاهدي وإن كان متبحرًا في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غير ه من العلوم فهو أولىٰ ، كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية: ۸۳/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــ

فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ نصب امام کا حق بانی یا اہل محلّہ کو ہے، پس جملہ اہل قریہ نے جس کو امام مقرر کر دیا، وہ امام ہوگیا، چھوٹے بھائیوں کو بعد بلوغ کے دعویٰ امامت کا حق اس بنا پر کہ ان کا باپ امام تھا نہیں پہنچتا، البتہ اہل قریہ اگر ان کو بھی لائق امامت دیکھ کر شریک امامت کر دیویں تو درست ہے، برادر کلاں کی رضامندی ضروری نہیں ہے اور نماز ان سب کے پیچھے صحیح ہے، بلا کراہت، جن کو اہل قریہ نے مقرر کر دیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۳/۳)

کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے:

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو کہ صوم وصلاۃ کا پابند نہیں، اس شخص کے دادا مرحوم صوم وصلاۃ کے پابند تھے اور گورنمنٹ سے منظور شدہ قاضی تھے، اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کے اندر ان کاموں کو انجام دینے کی لیاقت تھی، اب قاضی صاحب تو مرحوم ہو چکے بہت مدت ہوئی؛ بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب ان مرحوم کے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہمارا خاندانی کام ہے ،لہٰذا کسی کو اس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں اور نکاح میری غیر موجودگی میں پڑھائے، یہ دعویٰ انہوں نے کورٹ کے اندر کیا ہے، چوں کہ ہمارے یہاں اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے؛ اس لیے گاؤں کے لوگوں نے مل کر ایک حافظ عالم کو بلا لیا، لہٰذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پر قاضی صاحب کے پوتے نے دعویٰ کر دیا، حالاں کہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں تو کیا امامت اور اس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

امامت کا مستحق وہ ہے جو طہارت اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو متبع سنت پابند شریعت ہو، اگر مرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے، ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہو جاتی ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے، اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو محض

---

(۱) وفي الأشباه: ولد الباني ... أولیٰ من غيرهم ،آه. وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أوإماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولیٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير) (مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

وولد الباني وعشيرته أولیٰ من غيرهم. (الأشباه والنظائر لابن نجيم، شرط الواقف: ۱٦٤، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی؛ بلکہ اہلیت سے ملتی ہے،(۱) ایسی حالت میں ان کے لیے زیبا ہے کہ وہ مصلی چھوڑ کر دوسرے اہل شخص کی امامت کے لیے تجویز پیش کریں، نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے، آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہیے۔(۲)

نکاح مرد عورت خود بھی کر سکتے ہیں، کسی اور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں، کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں؛(۳) لیکن جو شخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو، اس کے پاس رجسٹر ہو، جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقتِ ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو، اس کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے، مفاہمت کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوا لیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر کر لیں کہ جو شخص قانونی تحفظ وپیش بندی کے لیے درج کرانا چاہے، وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دے دے، اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۴/۶-۳۸۵)

کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے:

(الجمعیۃ مؤرخہ ۲۹/اپریل ۱۹۲۷ء)

الجواب

جو شخص نماز روزے کا پابند اور نماز روزے کے احکام سے واقف ہے وہ امامت کا مستحق ہے۔ امامت کے لیے ذاتی صلاحیت ولیاقت چاہیے، باپ دادا سے امامت آنے سے لازمی استحقاق حاصل نہیں ہوتا، ہاں اگر خود بھی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو تو خاندانی امامت وجہ ترجیح ہو سکتی ہے۔(۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۶/۳)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "یؤم القوم أقرأھم لکتاب اللّٰہ وأقدمھم قراءۃ، فإن کانوا فی القراءۃ سواءٌ فلیؤمھم أقدمھم ھجرۃ، فإن کانوا فی الھجرۃ سواءٌ، فلیؤمھم أکبرھم سنًا، ولا یؤم الرجل فی بیتہ، ولا فی سلطانہ، ولا یجلس علٰی تکرمتہ، إلا بإذنہ". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالإمامۃ: ۹۳/۱، إمدادیۃ، ملتا) (رقم الحدیث: ۵۸۲، انیس)

(والأحق بالإمامۃ الأعلم بأحکام الصلاۃ) فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ... (ثم الأحسن تلاوۃً) وتجویداً للقراءۃ، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، إلخ". (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۵۵۷/۱، سعید)

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

(۳) (وینعقد) متلبسًا (بإیجاب) من أحدھما وقبول من الآخر، آہ. (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

والأحق بالإمامۃ تقدیمًا ونصبًا الأعلم بأحکام الصلاۃ فقط صحۃً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاھرۃ، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۷/۱)

کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں:

سوال: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو کسی وقت فتویٰ دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ فتویٰ ایک شخص کے پاس ہے، کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے، کیا یہ فاسق ہے تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں، نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے، یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا ہے تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، (۱) حضرت تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے گنہگار رہے، اس کو توبہ لازم ہے، جماعت ترک نہ کرے، (۲) بعض احادیث میں ترک جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۸۱-۲۸۲)

---

(۱) عن أبي مسعود البدري رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "یؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰہ وأقدمهم قراءة، فإن كانوا فی القراءة سواءً فليؤمهم أقدمهم هجرة، فإن كانوا فی الهجرة سواء، فليؤمهم أكبر سناً، ولا يؤم الرجل فی بيته ولا فی سلطانه، ولا يجلس علىٰ تكرمته إلا بإذنه". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب من هو الأحق بالإمامة: ۱/ ۹۳، إمدادية، ملتان)

"(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا، ثم الأحسن قراءةً، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل فی بيان من أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) الجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، وعليه العامة. فتسن أو تجب، تظهر ثمرته فی الإثم بتركها مرة علىٰ الرجال العقلاء البالغين الأحرار، إلخ.

قال ابن عابدين رحمه اللّٰہ تعالیٰ: ولذا قال فی الأجناس: لا تقبل شهادته إذا تركها استخفافاً ومجانة ... (قوله: بتركها مرة) بلا عذر وهٰذا عند العراقيين، وعند الخراسانيين إنما يأثم إذا اعتاده، كما فی القنية. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲-۵۵۴، سعيد)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة إلا منافق قد عُلم نفاقه، ==

حق امامت کسے حاصل ہے:

سوال: اگر کوئی شخص کسی مسجد پر اپنا حق ثابت کرے اور کہے کہ سات برس سے یہ مسجد میرے قبضہ میں ہے، میرے والد اور بھائی اس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، بعد ان کے میں پڑھاتا ہوں، لہٰذا میرے سوا کسی کو اس مسجد میں حق نہیں۔ سو اس مسجد میں واقعی اس امام کا حق ہے اور اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

امام کا مقرر کرنا بانی مسجد کے اختیار میں ہے، یا اہل محلّہ کے اختیار میں، وراثت کسی امام کا کچھ حق نہیں اور امامت میں وراثت نہیں ہے اور اگر وہ بانی نہیں تو یہ دعویٰ اس کا غلط ہے کہ میرا والد، یا بھائی اس مسجد میں امام رہا ہے، البتہ اگر اہل محلّہ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ لائق امامت ہو تو اس کی امامت صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۳-۳۲۴)

== أو مريض، إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتىٰ يأتي الصلاة. وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدىٰ، وإن من سنن الهدىٰ الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه" آه. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول: ۹٦/۱، قديمي)

الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ (ح: ٦٥٤)/مسند ابن أبي شيبة، ما رواه عبدالله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ٤٢٩)/مسند أبي يعلىٰ الموصلي، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٥٠٢٣)/صحيح ابن خزيمة، باب تخويف النفاق على تارك شهود الجماعة (ح: ١٤٨٣)/مستخرج أبي عوانة، بيان إيجاب إتيان الجماعة (ح: ١٢٦٣)/صحيح ابن حبان، ذكر وصف الشيء الذي من إجله كانوا، الخ (ح: ٢١٠٠)/ المعجم الكبير للطبراني (ح: ٨٦٠٨)/المسند المستخرج على صحيح مسلم لابن أبي نعيم (ح: ١٤٦١) انيس)

(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

و في الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولىٰ من غيرهم آه، وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولىٰ. (ردالمحتار، باب الأذان: ٣٧٢/١، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب في كراهة الجماعة في المسجد، انيس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأه المحلة ولا يكون للباني منهم ذلك وقال أبو بكر الإسكاف: الباني أحق بتنصيبها من غيره كما في العمارة كالقاضي، وقال أبو الليث: وبه ناخذ إلا أن يريد الثاني إماماً ومؤذناً والقوم يريدون أصلح فلهم أن يفعلوا ذلك، كذا في النوازل. (البناية شرح الهداية، شرط الواقف أن يستبدل بالوقف أرضا أخرىٰ: ٤٥١/٧، دار الكتب العلمية بيروت/وكذا في البحر الرائق، الناظر بالشرط في الوقف: ٢٥١/٥، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

والباني أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولىٰ بذلك من غيرهم. (البحر الرائق: ٢٧٠/٥، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار:

سوال: ایک خانقاہ کا سجادہ بحثیت سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثا جو کہ اس کے اہل برادری اور مقتدی ہیں، اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعویٰ امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب

کتب فقہ میں ہے کہ بانی وواقف مسجد احق ہے، ساتھ مقرر کرنے امام وغیرہ کے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد واقارب احق ہیں۔ اس کے بعد اہل محلّہ واہل مسجد جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوتا ہے۔

پس سجادہ نشین خانقاہ اگر اولاد واقف سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے، امام وغیرہ مقرر کرنے کا؛ لیکن دیگر اہل قرابت واقف کو بھی یہ حق ہے، سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۳)

☆☆☆

---

(۱) ولاية الأذان والإقامة لبانی المسجد مطلقا، وكذا الإمامة لو عدلاً (الدر المختار) وفی الأشباه: ولد البانی وعشيرته أولٰى من غيرهم، وفی الوقف: أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً و كان أصلح مما نصبه البانی فهو أولٰى. (ردالمحتار، باب الأذان، فروع: ۳۷۲/۱، ظفير)

امامت میں اختلاف

حکم نزاع در امامت:

سوال: جناب کو ماجرائے ذیل میں ثالث ہم لوگوں نے مانا ہے، جیسا فرمان ہو، عمل میں لاویں گے، ایک محلّہ کے قدیمی دائمی امام قاری صاحب نے دوسرے ضلع میں بضرورت جانا چاہا، مصلی لوگوں نے جواب دیا کہ منشی لطف الرحمٰن غیر ملکی کو جیسا کہ آگے اور ایک سال چندروز جمعہ (یعنی اٹکین) دے کر گئے تھے، اب بھی دے کے جایئے، امام قدیم نے موافق اجازت مصلی نئے خطیب سے جا کر کہہ کر دوسری ضلع کو چلے گئے، نئے خطیب نے بعد دو جمعہ آ کر مصلیوں سے کہا کہ میں کئی جمعہ کے لیے قبول نہیں کرتا، امام کو آئندہ نہیں رکھیں گے اور قسم بھی اس پر کھائی، اب قدیمی امام آ کر دعویدار ہوئے اور فساد یہاں تک بڑھا کہ اب (اب سب مصلی اور قدیم وجدید دونوں امام جناب سے دست بستہ عرض گذار ہیں کہ اس درمانی قول وقرار وقسم کرنے سے نئے امام کو حق امامت کرنا ہے، یا قدیم امام کا، موافق حکم واجازت مصلی جو کہ نئے امام کو کہہ کر اور امامت کا حکم دے کر دوسرے ضلع گیا تھا، ابھی اسی کا دعویٰ اور حق امامت بحال رہے گا، کس کا خطیبی بحال رہے گا۔

الحاصل مصلی لوگ اور دونوں امام قدیم محلّہ وامام وخطیب غیر محلّہ سب مل کر دستخط کر کے جناب سے مسئلہ طلب کرتے ہیں اور ثالث مانتے ہیں کہ کون دائمی خطیب موافق شرع محمدی کے ہے، موافق اس کے عمل کریں گے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں چوں کہ امام قدیم رخصت لے کر گیا تھا، مستعفی ہو کر نہیں گیا تھا اور اہل محلّہ؛ یعنی مصلیوں نے امام جدید کو مقرر کرتے ہوئے امام قدیم کو اطلاع نہیں دی کہ تم کو معزول کر دیا گیا؛ اس لیے امام قدیم منصب امامت پر بدستور باقی ہے۔

فإن الإجارة لايصح فسخًا إلا بحضرة المتعاقدين حقيقة أو حكما ولو يو جد. (۱)

(۱) ثم إذا فسخ أحدهما الإجارة من غير محضر الأخير هل يصح؟قال بعض المشائخ على قول أبی یوسف، وعلى قولهما لا يصح وقال بعضهم: لا يصح إلا بحضرة صاحبه بالإتفاق ،كذا في الذخيرة. (البناية شرح الهداية، حكم من استاجر داراً كل شهر، الخ: ۲۷۲/۱۰، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

اوراس کا دعویٰ حق بجانب ہے؛ کیوں کہ نہ اس نے استعفیٰ دیا، نہ اس کو عزل کی اطلاع دی گئی اور امام جدید کا دعویٰ بھی حق بجانب ہے؛ کیوں کہ جس وقت اس نے امامت سے انکار کیا تو اہلہ محلّہ نے اس کو ہمیشہ کے واسطے امام بنالیا اور اس سے عہد بھی کرلیا تھا، پس امام قدیم اور امام جدید دونوں امامت کے عہدے پر قائم ہیں اور ان ایام کی تنخواہ دونوں کو دینی پڑے گی اور اب اہل محلّہ کو اختیار ہے کہ اگر دونوں کو امام نہ رکھ سکیں تو ان میں سے ایک کو جواب دیکر الگ کردیں، خواہ قدیم کو خواہ جدید کو اور وسعت ہو تو دونوں کو امام بنالیں، یہ تو صورت مسئولہ کا جواب تھا۔ اب بطور نصیحت کے لکھا جاتا ہے کہ اہل محلّہ نے اس معاملہ میں یہ سخت کوتاہی کی کہ جس وقت امام جدید کو مستقل امام دائمی بنایا تھا، اس وقت امام قدیم کو اطلاع کیوں نہیں دی کہ تم کو آج سے معزول کردیا گیا اور امام جدید نے یہ سخت بے مروتی کی کہ امام قدیم کے منصب کی طمع کی اور اس کی جگہ پر قبضہ جمانا چاہا اور امام قدیم نے یہ غلطی کی کہ جب اس کی جگہ اہل محلّہ نے دوسرے کو رکھ لیا تھا تو اس میں آکر جھگڑا اور منازعت کی یہ امور علم واسلام کی شان سے بہت بعید تھے۔ واللہ اعلم

امامت میں اختلاف ہو تو ترجیح کس کو دی جائے:

سوال: مسجد محلّہ میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کیا ہوا امام رہے گا اور جماعت کے جو زیادہ شخص ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم جو امام مقرر کریں گے، وہ امام رہے گا؟

الجواب

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص امام مقرر کریں، وہی امام رہے گا؛ **لأن الاعتبار للأكثر**. (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹/۳)

مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: کسی جگہ ایک مسجد ہے اور ایک امام ہے، لوگ کسی وجہ سے اٹھانوے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونے کا اندیشہ ہے، ایسے نازک دور میں امام کا اپنا کیا فرض ہے؟ اس کو اس مسجد میں رہنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اس فساد کو جو کہ خود اس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے، کس طرح روک سکتا ہے؟

---

(۱) (أو الخيار إلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (دالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير)

فإن استووا يقرع بينهما أو الخيار إلى القوم وإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (اللباب في شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۷۹/۱، المكتبة العلمية بيروت. انيس)

الجواب ـــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں، اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو اس کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علاحدہ ہو جائے، یا اس شرعی قباحت کو دور کرے، اگر اغراض نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کی وجہ سے خلاف ہیں، یا وہ اہل باطل ہیں اور امام اہل حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں، بہر حال جس شخص کی غلطی ہو، اس کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۵/۶)

متعین امام کو دوسروں پر مقدم کرنے کا حکم:

سوال: ایک مقام پر شاہی زمانہ کی تعمیر جامع مسجد ہے، جس کو بادشاہی صوبہ حاکم وقت نے شہر کے آباد کرنے کے ساتھ تعمیر کرایا تھا اور بعد ختم تعمیر جامع مسجد منصب امامت کو ایک مرد صالح کے سپرد فرمایا تھا، چناں چہ اس زمانہ سے آج تک اسی امام کی اولاد میں پشت در پشت امامت منتقل ہو کر آئی ہے، مگر عرصہ پانچ سات سال کا تخمینہ گزرتا ہے کہ امام وقت نے کسی اخبار میں کچھ مضامین بہ نسبت انتظامی قواعد طاعون شکایتی چھپوائے تھے، جس کو بعض افسران سرکاری نے دریافت کر کے بعض رؤساء شہر کو ہدایت فرمائی کہ امام مسجد کو بہتر ہوگا کہ علاحدہ کر دیا جاوے، چناں چہ حسب مصلحت وقت ان کی جگہ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی کو منصب امامت پر مقرر کر دیا، چند سال انہوں نے بھی کام کیا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کو اپنے حوائج ضروریہ کی وجہ سے اتفاقاً سفر درپیش ہوا، جس کی وجہ سے اپنی جگہ ایک مولوی صاحب کو قائم مقام کر دیا، لہٰذا اب چند سال سے مولوی صاحب موصوف امامت کرتے ہیں، اب کچھ عرصہ بعد امام صاحب جامع مسجد نے

---

(۱) ”ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره ذلك تحريماً، لحديث أبي داؤد: ” لا يقبل الله تعالى صلاة من تقدم قوماً ، وهم له كارهون وإن هو أحق ، لا ، والكراهة عليهم“ .
(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعيد)

(عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافري عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة، باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸) عن عطار بن دينار الهذلي مرسلاً. انيس)

جنھوں نے مولوی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا، کسی جمعہ کو قصد امامت کیا تو یہ امر مولوی صاحب کو سخت ناگوار ہوا، جس پر انہوں نے اپنے چند معتقدین کے ذریعہ سے اس امر کی کوشش کی اور اب تک کر رہے ہے کہ یہ امامت ہم سے نہ نکلے اور ہمارے لیے ہمیشہ کو قائم رہے؛ لیکن اکثر اہل شہر اپنے امام قدیم کو چھوڑنے اور مولوی صاحب کی امامت قبول کرنے سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے گو مولوی صاحب کو بمقابلہ امام قدیم کے علم میں زیادتی ضرور ہے؛ لیکن ان کے نزدیک سوائے اپنے چند ہم خیالوں کے سلف سے اب تک جتنے عالم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے والے گزرے ہیں اور فی الحال موجود ہیں اور نیز ان کے پیرو عام مسلمان سب وہابی بے دین ہیں، خاص کر آخر زمانہ کے عالم مثل مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور علمائے دیوبند اور ندوہ کی شرکت کرنے والے عالموں کو ناجائز الفاظ سے یاد کرنا وظیفہ ہے اور باوجود ان سب باتوں کے بعض صاحبوں نے بنظر رفع شر مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک جمعہ کی نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیجئے اور آئندہ حسب دستور امام قدیمی کی جانب سے پڑھاتے رہیے، اس کو پسند نہیں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم کو یزیدی بیعت نہیں ہے، حالاں کہ امام صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں، پس ایسی صورت میں استحقاق امامت امام قدیم کا ہے، یا امامت کے طالب مولوی صاحب کا حق ہے، چوں کہ اس بارہ میں دونوں طرف سے کوشش ہو رہی ہے کون فرقہ خطا پر ہے اور کون حق پر؟

الجواب

اول تو جب امام اول کے حقیقی چچازاد بھائی کو شہر کے اہل حل وعقد نے منصب امامت پر مقرر کر دیا تھا؛ تاوقتے کہ وہ معزول نہ کئے جاویں اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں، اس وقت تک اگر یہ امام ثانی بہ مقابلہ ان عالم صاحب؛ یعنی امام ثالث کے باعتبار صفات کے اولیٰ بالامامت بھی نہ ہوتے، تب بھی بوجہ اسبق فی النصب ہونے کے مستحق للامامۃ یہی تھے؛ کیوں کہ اعتبار ان صفات کا وقت نصب کے ہے، نہ بعد نصب کے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

"قوله: (اعتبر أكثرهم) لايظهر هٰذا إلا في المنصب". (ردالمحتار : ۵۲۲/۱)(۱)

اور کسی کو نائب بنانے سے اصل معزول نہیں ہوتا۔

---

(۱) وإلا فكل يصلي خلف من يختاره، ط، لكن فيه تكرار الجماعة وقد مر مافيه. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الامامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۵۵۹/۱، بيروت، انيس)

دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث بہت سے علمائے حقانی متبعین سنت کو برا کہتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ثالث عقائد میں سنت کے خلاف ہیں؛ یعنی مبتدع ہیں اور برا کہنا خود عمل فسق ہے اور فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔

فی الدرالمختار: (وفاسق وأعمٰی) ونحوه الأعشٰی. نهر، إلاأن يكون أى غير الفاسق (أعلم القوم) فهو أولٰى (ومبتدع) أى صاحب بدعة، وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة. (۱)

تیسرے سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل شہر مولوی صاحب کی امامت سے ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے اور وجہ دوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب میں ناراضی کے وجوہ بھی شرعی ہیں تو خود ایسی صورت میں امامت کرنا مکروہ ہے۔

فی الدرالمختار: (ولوأم قومًا وهم له كارهون، أن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) ذلک تحريمًا لحديث أبى داؤد لايقبل اللّٰه صلٰوة من تقدم وهم له كارهون (وإن هو أحق) لاوالكراهة عليهم. (۲)

چوتھے اگر امام ثالث میں کوئی خرابی نہ ہو، تب بھی چوں کہ اکثر لوگ امام سابق کی طرف ہیں، ایسی صورت میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

فی الدرالمختار: (فإن استووا يقرع) بين المستويين (والخيارإلى القوم) فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم. (۳)

رہا امام ثالث کا عالم ہونا، سو محض عالم ہونا، موجب احقیت امامیت نہیں؛ بلکہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵۶۰-۵۶۱، بيروت، انيس

وفى المحيط: ولو صلى خلف فاسق أو مبتدع فقد أحرز فضل الجماعة. (النهر الفائق شرح كنزالدقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلمية. انيس)

ومن صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزاً ثواب الجماعة. (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، كتاب الصلاة: ۱/۴۰۷، دارالفكر بيروت. انيس)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۱/۵۵۹، بيروت/سنن أبى داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸/ وكذا فى اللباب فى شرح الكتاب، باب صفة الصلاة: ۱/۷۹، المكتبة العلمية بيروت. انيس

مطعون فی الدین نہ ہو، ورنہ وہ احق للامامت نہیں۔

فی الدر المختار: و (الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة).

فی رد المحتار. الأعلم بالسنة أولٰی إلا أن يطعن عليه فی دينه؛ لأن الناس لايرغبون فی الاقتداء به. (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں استحقاق امامت کا امام قدیم کو حاصل ہے۔ ان مولوی صاحب طالب امامت کا کچھ حق نہیں۔ واللہ اعلم

۲/ شعبان ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/ ۵۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۳۵۵-۳۵۸)

☆☆☆

---

(۱) **الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷ (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)**

قال الشرنبلالی: شروط صحة الإمامة للرجال الاصحاء ستة أشياء: الإسلام وهو شرط عام فلا تصح إمامة منكر البعث أو خلافة الصديق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أو صحبته أو يسبّ الشيخين أو ينكر الشفاعة أو نحو ذلک من يظهر الإسلام مع ظهور صفته المكفرة له (والبلوغ)؛ لأن صلوٰة الصبی نفل ونفله لايلزمه (والعقل) لعدم صحة صلاته بعدمه كالسكران (والذكورة) خرج به المرأة للأمر بتأخيرهن والخنثی امرأة فلا يقتدی به غيرها (والقراءة) بحفظ اٰية تصح بها الصلاة علی الخلاف (و) السادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به. (مراقی الفلاح علیٰ حاشية الطحطاوی، باب الإمامة: ۱۵۶)

امام کے لباس

کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام اگر کوٹ پہن کر امامت کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت اس کی بلا کراہت درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۸/)

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا:

سوال: ایک امام صاحب پینٹ شرٹ وٹائی لگا کر نماز پڑھاتے ہیں، کیا یہ لباس پہن کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں: کافر سے سود لینا جائز ہے اور بینک سے جو روپئے زیادہ ملتے ہیں، وہ جائز نہیں ہے؟

ھو المصوب

پینٹ وشرٹ ہمارے یہاں اہل تدین وصلحا کا لباس نہیں ہے، لہٰذا پینٹ وشرٹ پہن کر نماز پڑھانا مناسب نہیں ہے،(۲) خصوصاً جب کہ پینٹ تنگ اور شرٹ ساتر نہ ہو، تاہم نماز ادا ہو جائے گی، کافر سے بھی سودی کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے،(۳) اسی طرح بینک سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال جائز نہیں ہے۔(۴)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۸/۲)

---

(۱) یجب علی المصلی أن یقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس إلخ ویستر عورته، لقوله تعالیٰ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ إلخ. (الهداية، باب شروط الصلاة التی تتقدمها: ۸۷/۱، ظفیر)

(۲) (قوله: "ثم الأورع": أی الأکثر اجتنابا بالشبهات. (البحر الرائق: ۶۰۸/۱)

(۳) عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی الراشی والمرتشی. (مسند أبی داؤد الطیالسی، الأفراد عن عبداللّٰه بن عمرو (ح: ۲۳۹۰)/ مصنف عبدالرزاق الصنعانی، الهدية للأمراء والزی یشفع له (ح: ۱۴۶۶۹)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم (ح: ۱۳۳۷) انیس)

عن ثوبان قال: لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الراشی والمرتشی والرائش، یعنی الذی یمشی بینهما. (مصنف ابن أبی شیبة، فی الوالی والقاضی یهدی إلیه (ح: ۲۱۹۶۵) انیس)

(۴) وقد ذکرنا أن الإنتفاع بالفوائد المصرفية لا یجوز فی الشریعة بحال. (بحوث فی قضایا فقهية معاصرة: ۲۲۳/۱، دارالقلم دمشق، انیس)

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا ونماز پڑھانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں، ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعتِ محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو، معیوب سمجھتا ہو، اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے۔

"(وصلا ته فی ثیاب بذلةٍ)یلبسها فی بیته".

"**وفی الشامی: قال فی البحر: و فسرها فی شرح الوقایة بمایلبسه فی بیته ولایذهب به إلٰی الأکابر، والظاهرأن الکراهة تنزیهیة" آه.** (الدرالمختارورد المحتار: ۱/۵۹۹)(۱)**فقط واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب** (فتاویٰ رحیمیہ: ۴/۳۷۴-۳۷۵)

شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم:

سوال: کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائنٹ اور شرٹ پہن کر کے امامت کرے، جب کہ امام صاحب کو کئی بار؛ یعنی دو بار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جب کہ کرتا پائے جامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہٰذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں، فجر چار رکعت نماز میں پرھتے ہیں، ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں، عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشا نو رکعتیں ہیں۔ اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضا پڑھتے ہیں، سنت بالکل ہی نہیں، کبھی بھی نہیں پڑھتے، اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت، ورنہ دس، جب جماعت سے پڑھتے ہیں، تب عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہیں کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں، نہ حافظ؛ بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے، جب بیمار پڑے تو ان کو بنادیا، لہٰذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے؛ لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

(۱) ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها. (فروع) متٰی مستقبل القبلة، مطلب: فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة، انیس

(نوٹ) کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقرعید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؛ یعنی نماز ہو جائے گی، ہاں امام صاحب کے لیے مناسب یہ ہے کہ لباس شرعی اختیار کریں؛ تاکہ منصب امامت کی توہین نہ ہو اور امام صاحب کے لیے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کردیں؛ تاکہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمان داری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں کرتے، فجر کی نماز میں دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور دو رکعت فرض، ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں، ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے، اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے، واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ، باقی نفل ہے، عشا کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنتِ غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے؛ لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں۔(۱)

فجر کی نماز اگر قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضا کرنی چاہیے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضا ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت؛ یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، (۲) لہٰذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہوگئی، تب صرف چار رکعت کی قضا ہے۔ سنت کی قضا نہیں، کسی بھی نماز کی قضا ہو جانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ اس لیے

---

(۱) (وهی)أی السنن الرواتب (ركعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر وركعتان بعدها وركعتان بعدالغرب وركعتان بعدالعشاء) فهذه اثنتا عشرة ركعة... (وأربع قبل العصر) وهذا غير مؤكدة ...(أو ركعتان)...(وأربع قبل العشاء)وهذه أيضا غير مؤكدة،الخ.(منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل فی السنن الرواتب وغيرها: ۱/۱۴۴،قطر.انيس)

(۲) (قوله:والسنة لا تقضى إلا سنة الفجر إذا فاتت مع الفجر)لأن الأصل فی السنن أن لاتقضى،لأن القضاء تسليم مثل الواجب فيختص به إلا أن النص ورد فی قضاء سنة الفجر تبعا للفرض فبقی ماوراءه على الأصل،وأما إذا فاتت بغير الفجر هل تقضى؟فعندهما لا تقضى،وعند محمد تقضى بعد طلوع الشمس إلى الزوال...(قوله:وسنة الظهر أيضا يقضيها فی وقته)يعنی إذا فاتت الأربع قبل الظهربسبب شروعه مع الإمام يقضيها فی وقته عندالجمهور وقيل لايقضيها والأول أصح.(منحة السلوك شرح تحفة الملوك،فصل فی السنن الرواتب وغيرها: ۱/۱۴۵-۱۴۶،قطر.انيس)

وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہیے۔

امامت کے لیے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہو جائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہیے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں، ان کو آپ تبدیل کردیں، بے وجہ فتنہ وفساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہو جائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں، (۱) تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہیے اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی، بغض وعناد اور عداوت ودشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے اور نماز جنازہ اس کا حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”**صلوا علیٰ کل بر وفاجر**“ (۲) (ہر نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھو)، لہٰذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اُتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۷۳-۷۶)

پتلون والے کی امامت:

سوال: ایک شخص پتلون میں نماز پڑھاتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز ہو جائے گی؛ (۳) مگر ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۱۸)

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون، الخ. (سنن أبى داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ٥٩٣)/المعجم الكبير للطبرانى، عمران بن عبدالمغافرى عن عبدالله بن عمرو (ح: ١٧٦)/مسند ابن أبى شيبة، حديث سلمان الفارسى (ح: ٤٥٣)/سنن ابن ماجة، باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ٩٧٠) انيس)

(۲) رواه الدارقطنى فى سننه، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ١٧٦٨) انيس

(۳) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر. (سنن أبى داؤد، باب إمامة البر والفاجر (ح: ٥٩٤) انيس)

شلوار قمیص پہن کر امامت:

سوال: امام کو شلوار جو کہ ۱/۲۴ - گز، یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے، پہننا منع ہے، یا نہیں؟ (محمد ادریس)

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں، مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے، قمیص پہننا جائز ہے؛ لیکن کرتہ افضل ہے، ہر جگہ جو صلحا کا لباس ہے، وہ اختیار کرنا چاہیے، خصوصاً نماز و امامت کے وقت۔

"ولو ستر قدميه فى السجدة يكره". (الهندية، ص: ۱۱٤)(۱) فقط والله سبحانه تعالیٰ أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳/٦)

کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے، جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے؟ اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے، نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں داخل نہیں، سدل میں چادر لمبا اچکن کی صورتیں آتی ہیں؛ لیکن کرتا کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہ مزید برآں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب وصفحہ بیان فرمایئے اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے، یا نہیں؟ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید حسن از امولہ، ضلع بریلی معرفت ابوالخیر، متعلم مدرسہ مظاہر العلوم، حجرہ نمبر: ۵/سہارنپور)

(۱) الفتاوىٰ الهندية، الكتاب الصلاة، الباب السابع فيمايفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة ومالايكره: ۱۰۸/۱، رشيدية

الجواب ـــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

گریبان کی گھنڈی کا تکمہ لگانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

”قال:أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رهط من مزينة،فبايعناه وإن قميصه لمطلق الإزار:أى مفتوحها يعنى كان جيب قميصه غيرمشدود وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعة،فربما يشدونها،وربما يتركونها مفتوحة“.(۱)

لیکن یہی آپ کی دائمی عادت نہیں،پس زید کا یہ کہنا کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے،البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کرلی تھی۔

”قال عروة فما رأيت معاوية رضى الله تعالىٰ عنه ولا إبنه قط إلامطلقى إزارهما قط فى شتاء ولا حر،ولا يزران ازرارهما“.(۲)

نماز میں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے،گوسدل میں داخل نہیں۔سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں،جن کو زید نے بیان کیا ہے،فقہاء کرام نے کرتہ کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کوسدل میں ذکر نہیں کیا۔

”(قوله:فما رأيت معاوية ـــ رضى الله تعالىٰ عنه ــ إلىٰ آخره)ولهٰذا وإن كان اختيارما هوخلاف الأولىٰ خصوصاً فى الصلاة،لكنهما أحبا أن يكون علىٰ مارأيا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإن كان إطلاق ازراره إذ ذاك لعارض،ولم يكن هٰذا من عامة أحواله صلى الله عليه وسلم،وذلك لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلاة إلاأن الكراهة لعلها لا تبقىٰ فى حق معاوية ـ رضى الله عنه ـ و ابنه،لكون الباعث لهما حب النبى صلى الله عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية“.(بذل المجهود فى حل أبى داؤد:٥/٥٢)(۳)

قبا کی جوصورت سدل ہے،وہ یہ ہے کہ!

”عن الفقيه أبى جعفر الهندوانى أنه كان يقول:إذا صلىٰ مع القباء وهوغيرمشدود الوسط فهو مسئ،يعنى ولو أدخل يديه فى كميه،وينبغى أن يقيد بماإذالم يذرإزراره،لايشبه السدل حينئذٍ،أما إذا زرالإزار،فقد التحق بغيره من الثياب فى اللبس،فلا سدل فيه،فلا يكره وأماالأقبية الرومية التى يجعل لأكمامهما خروق عند أعلىٰ العضد إذاأخرج المصلى يديه من الخرق وأرسل الكم،فإنه يكره أيضاً لصدق السدل عليه“.(الكبيرى،ص:٣٣٦)(۴)

(۱-۳) بذل المجهود فى حل أبى داؤد،كتاب اللباس،باب فى حل الازار:٥/٥٢-٥٣،المعهد الخليل الإسلامى بهادرآباد،كراچى
(۴) الحلبى الكبير،كراهية الصلاة،ص:٣٤٨،سهيل اكيڈمى،لاهور

”وقد أخرج البیہقی فی شعبه هٰذا الحدیث ... من طریق آخر: فرأیته مطلق القمیص. وهٰذا یؤید أن یکون روایة الأزرار بِرَائَیْنِ، لا یلزم أن یکون له زراً وعروة، بل المراد أن جیب قمیصه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کان مفتوحاً، بحیث یمکن أن یدخل فیه الید من غیر کلفة، ویؤید هٰذا، ما ذکره ابن الجوزی فی الوفاء عن ابن عمر - رضی اللّٰه عنهما - أنه قال: ما اتخذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قمیصاً له زراً، انتهٰی. قال ابن حجر - رحمه اللّٰه تعالیٰ - تبعاً للعصام فیه حل لبس القمیص وحل الزرفیه وحل اطلاقه“. (جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی، قلمی، ص: ۸۰)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے۔ پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہو گیا اور ایسی حالت میں نماز خلاف اولیٰ بھی نہیں اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳/۶-۵۶)

چھ گرہ چوڑا پائجامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: اگر پائجامہ ۶/ گرہ چوڑا اور ٹخنوں سے اونچا ہو، امام اس کو پہن کر نماز پڑھاوے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۳۰/۳)

دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے:

سوال: دھوتی اور دو پلی ٹوپی اور اونچا کرتہ پہن کر امامت کرنا مسجد میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ستر عورت پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ ولباس شرعی کے ساتھ نماز پڑھاوے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۶۶/۳)

---

(۱) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ۱۳۶/۱، إدارة تالیفات أشرفیة، ملتان

(۲) اس لیے کہ چوڑے پائنچوں کے پائجامے پہننا درست ہے۔ ظفیر

(۳) والرابع ستر عورته، إلخ، وهی للرجل ماتحت سرته إلیٰ ماتحت رکبته. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۳۷۴/۱) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلٰثة أثواب إزار وقمیص وعمامة ولو صلیٰ فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنه کما یفعله القصّار فی المقصرة جاز من غیر کراهة مع تیسر وجود الزائد ولکن فیه ترک الاستحباب. (غنیة المستملی: ۳۳۷، ظفیر) (کراهیة الصلاة، فصل فی بیان الذی یکره فی الصلاة، انیس)

صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام کو ایک تہبند اور ایک رومال اوڑھ کر امامت کرانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲۰۶/۳)

چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سر پر چھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے، یا نہیں؟ یہاں کے علما اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں؟

الجواب

چھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے، لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان، ۱۳۷۶/۴/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ:۳۴۸/۲)

سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتداء کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سرخ کپڑوں کا استعمال کرتا ہے اور انہی کپڑوں میں نماز بھی پڑھاتا ہے تو کیا ان کپڑوں میں اس امام کی اقتدا صحیح ہے؟

الجواب

سرخ کپڑوں کے پہننے میں علما کا اختلاف ہے، بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف میں بھی یہی اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن راجح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، لہٰذا اس بنیاد پر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی؛ اس لیے ایسے شخص کی اقتدا جائز ہے، ہاں اگر سرخ کپڑے پہننے میں کسی لادین جماعت سے اپنے وابستگی کا اظہار مقصود ہو تو اللہ کے دربار میں ایسی امتیازی حیثیت رکھنے والے شخص کی اقتدا سے اجتناب کرنا چاہیے۔

---

(۱) ”والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب إزار وقميص وعمامة ولو صلى في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصّار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب“. (غنية المتملی، فصل الذی يكره فی الصلاة، ص:۳۳۷، ظفير غفرله ذنوبه)

عن براء قال: مارأيت من ذى لمة فى حلة حمراء أحسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم له شعر، يضرب منكبيه بعيد مابين المنكبين لم يكن بالقصير ولا بالطويل. (سنن الترمذى: ۳۰۲/۱)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۰/۳)

امامت کے لیے عمامہ باندھنا:

سوال: آیا عمامہ باندھنا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمیشہ یا گاہ بگاہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھاتے تھے، یا کبھی بلا عمامہ بھی نماز پڑھایا ہے، اگر کوئی پیش امام کبھی بلا عمامہ نماز پڑھاوے تو وہ تارک سنت کہا جائے گا، یا اس کا ثواب کم ہوجائے گا بحوالۂ کتب احادیث صحیحہ ارشاد فرمائیے گا اور شرح سفر السعادت بمقابلہ کتب احادیث صحیحہ کیا مرتبہ رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ باندھنا نماز اور غیر حالت نماز دونوں میں سنت ہے، امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی؛ لیکن بدون عمامہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے، اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی؛ بلکہ جہاں عمامہ کو نماز کے لیے لوگ ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو اصلاح عقیدۂ عوام کے لیے گاہے گاہے عمامہ کا ترک کردینا افضل ہوگا۔

قال العلامة المحدث عبدالرؤف المناوى فى شرح الشمائل للترمذى مانصه: والعمامة سنة لا سيما للصلاة وبقصد التجمل لأخبار كثيرة منها واشتداد ضعف كثير فيهايجبره كثرة طرقها وزعم وضع أكثرها تساهل وتحصل السنة بكونها على الرأس أوالقلنسوة تحتها-إلٰى أن قال- ولابأس بلبس القلنسوة اللا ئطة بالرأس والمرتفعة المضربة وغيرها تحت العمامة وبلا عمامة ؛ لأن ذلك كله جاء عن المصطفى صلى الله عليه وسلم وبذلك أيد بعضهم ما اعتيد فى بعض الأقطارمن ترك العمامة من أصلهاوتمييزعلمائهم بطيلسان علٰى قلنسوة بيضاء ولكن الأفضل العمامة،آه. (۲)

وقال العلامة القارى فى شرح الشمائل أيضا: ولأبى داؤد والمصنف فرق مابيننا وبين

(۱) سنن الترمذى، أبواب اللباس،باب ماجاء فى الرخصة فى الثوب الأحمر،رقم الحديث: ۱۷۲٤.

قال شمس الأئمة السرخسى: وفيه دليل أنه لا بأس بلبس الثوب الأحمر. (شرح السيرالكبير،باب السلاح والفروسية: ۱۱۵/۱،انيس)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله: (ولابأس بسائر الألوان)وفى المجتبٰى والقهستانى وشرح النقاية لأبى المكارم لابأس بلبس الثوب الأحمرومفاده أن الكراهية تنزيهة،لكن صرح فى التحفة بالحرمة فأفادأنها تحريمية وهى المحمل عند الاطلاق. (الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة،فصل فى اللبس: ۳۵۸/٦،انيس)

(۲) باب ماجاء فى صفة عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم،انيس

المشركين العمائم على القلانس. قال المصنف: غريب وليس إسناده بالقائم، آه. (١٦٥/١-١٦٦)

وفى زاد المعاد لابن القيم: وكانت له (صلى الله عليه وسلم) عمامة تسمى: السهاب، كساها عليًا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة، وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة، وكان إذا اعتم أرخٰى عمامته بين كتفيه، آه. (٣٤/١)(١)

قلت: وهٰذا عام للصلٰوة ولغيرها. والله أعلم

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۲۲/۲-۱۲۳)

عمامہ کے رہتے ہوئے بغیر عمامہ امامت کرنا کیسا ہے:

سوال: مشہور ہے کہ فقہا لکھتے ہیں کہ عمامہ موجود ہوتے ہوئے بدون عمامہ کے نماز مکروہ ہے، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بدون عمامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لیے خود نماز ہی بلا عمامہ مکروہ ہے، خواہ امام ہو، یا نہ ہو۔ فى الدر المختار مع رد المحتار مكروهات الصلاة: ٦٤٠/١:

"وصلاته فى ثياب بذلة يلبسها فى بيته".

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۱/۱)

عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا:

سوال: اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ نماز میں عمامہ کو ضروری خیال کر لیا گیا ہے اور ایسا ضروری نہیں ہے اور وہ اسی وجہ سے عمامہ موجود ہوتے ہوئے نہیں باندھتا ہو تو اس کا یہ فعل بُرا ہے، یا نہیں؟

الجواب

گاہ گاہ ہو تو برا نہیں۔

نظيره فى رد المحتار فى تعيين السور:

فإن لزوم إيهام ينتفي بالترك أحياناً. (رد المحتار: ٥٦٨/١)(٢)

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ۶۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۱/۱-۳۹۲)

---

(۱) فصل فى ملابسه صلى الله عليه و سلم، انيس

(۲) (باب صفة الصلاة، فصل فى القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس)

بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنے امامت کرنا:

سوال: ایک خط مشتمل بر سوال و جواب ذیل آیا:

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ نماز بکلاہ بدون عمامہ مکروہ است یا نہ؟

الجواب

مکروہ است در فتاویٰ غرائب می آرد۔

”ورجل صلیٰ مع قلنسوة وليس فوقها عمامة أوشئى آخر يكره“.

وعمامہ برسر بستن مسنون است خصوصا در نماز، ملا علی قاری در مقالہ عذبہ روایت می کند:

”انه صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم“.

ودر فردوس دیلمی از جابر مرویست:

”ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة“.(۱)

وابن عمر آوردہ:

”صلاة تطوع أوفريضة بعمامة تعدله خمسًا وعشرين درجةً بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلاعمامة“.

ونیز در مقالہ مذکورہ می گوید:

أما ماأحدثه فقهاء زماننا من أنهم يأتون المسجد بعمامة كبيرة ثم يضعونها ويلفونهابلفافة صغيرة ويصلون بغير عمامة فمكروهة غاية الكراهة،انتهٰى والله الموافق (فتاویٰ سعدیہ،ص:۱۵)

بلاعمامہ امامت کا حکم:

تتمہ سوال: جناب عالی گزارش آنکہ مذکورہ جواب سوال مذکورہ کے لیے فتاویٰ سعدیہ میں مسطورۂ بالا کے موافق ہے؛ لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور مسئلہ کی نسبت مولانا گنگوہی جائز فرماتے ہیں، اس میں کیا بات ہے؟ دیگر عرض یہ ہے کہ جن کپڑوں سے باہر جانا معیوب سمجھتا ہے، اگر اسی سے وہ شخص نماز پڑھاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے، علامہ مناوی نے فیض القدیر:۴/۲۷ میں لکھا ہے کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا الحديث لا يثبت، یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے، سخاوی رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے ہے، ملا علی قاریؒ نے بھی موضوعات کبری اور صغری دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے اور الموضوعات الکبری میں تو سیوطیؒ پر جامع صغیر میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (سعید احمد پالنپوری)

الجواب

یہاں سے اس کا یہ جواب لکھا گیا، دونوں میں تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ کراہت اس کے لیے ہے، جو بلاعمامہ مجامع میں نہ جاتا ہو اور عدم کراہت اس کے لیے جو مجامع میں بلاعمامہ جاسکتا ہو، اسی سے اخیر سوال کا جواب معلوم ہوگیا کہ مکروہ ہے۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔ (تتمہ خامسہ ۸۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۲-۳۹۳)

بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی و فتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ:

سوال: اگر امام کے سر پر عمامہ نہ ہو اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہو تو نماز میں کراہت ہے، یا نہیں؟

الجواب

کراہت نہیں۔

(تتمہ اول صفحہ: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱)

بلاٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟

سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عمامہ بلاٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے۔(۱) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۵)

بلاعمامہ امامت کرنا:

سوال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رسالہ الامامۃ بعمامہ کی تحریر سے ٹوپی رکھ کر نماز پڑھانا یا پڑھنا مکروہِ تحریمی معلوم ہوتا ہے اور کتاب نفع المفتی، صفحہ: ۸۸ سے مکروہ معلوم نہیں ہوتا، ایسا ہی فتاویٰ اشرفیہ تتمہ جلد اول صفحہ: ۱۷ جو جناب کا تصنیف کردہ ہے میں بھی مکروہ نہیں بتایا، مذکورہ ہر دو اول رسائل پیش خدمت کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرما کر جواب باصواب سے مشرف فرماویں؛ تاکہ تسلی ہوجاوے اور جناب اجر پاویں؟

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء. (المعجم الكبير، مسند عبدالله بن عمربن الخطاب (ح: ۱۳۹۲۰) / شعب الإيمان، فصل فی العمائم (ح: ۵۸٤۸)

مولای یزید بن بلال قال: رأيت عليا يتوضأ فخلل لحيته، قال: ورأيت عليه قلنسوة بيضاء مضربة. (الكنى والأسماء للدولابى: ۷٦۹/۲، رقم الحديث: ۱۳۲۸، دارحزم بيروت. انيس)

الجواب

میں نے پورا رسالہ پڑھا، کسی دلیل سے کراہت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ بعض استدلالات کا جواب مولانا عبدالحی صاحب کے کلام میں مصرح ہے اور بعض کا جواب ظاہر ہے، میں ہر استدلال کا جواب کہاں تک لکھوں، ایک رسالہ بن جاوے گا، آپ کو جو دلیل موجب مدعا معلوم ہوتی ہے، اس کو پوچھ لیجئے، جس کا جواب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر میں نہ ہو، ان سطور کے لکھنے کے بعد درمختار میں یہ روایات مکروہات صلوٰۃ میں نظر پڑی۔

(وصلاته حاسرًا) أی کاشفا (رأسه للتكاسل) ولأباس به للتذلل، وأماللإهانة بها فكفر، ولوسقطت قلنسوته فإعادتها أفضل، إلخ. (الدرالمختار) و فی ردالمحتار عن الدررعن التاتر خانية: والظاهر أن أفضلية إعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل علٰی مامر. (۱)

اس سے کئی امر مستفاد ہوئے!

ایک یہ کہ بالکل برہنہ سر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، جب براہ تکاسل نہ ہو تو ٹوپی پر اکتفا کرنے کو جب کہ براہ تکاسل نہ ہو، محض بر سبیل عادت ہو، کیسے مکروہ ہوگا؟ البتہ اگر کوئی شخص صرف ٹوپی سے اسواق (بازار) و مجمع احباب میں نہ جاتا ہو تو اس کے لیے صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا نماز میں مکروہ ہوگا، جس میں انفراد اور اقتداء اور امامت سب برابر ہیں، امام کی تخصیص نہیں؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لیے ٹوپی ثیاب بذلہ و مہنہ سے ہے، جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر عمامہ کی وسعت نہ ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے مکروہ نہیں۔

دوسرا امر اس سے یہ مستفاد ہوا کہ ٹوپی کے گر جانے پر اعادہ افضل ہے؛ لیکن اگر قصد تذلل ہو تو اعادہ نہ کرنا افضل ہے، یہ جزئیہ اس شخص کے حق میں ہو سکتا ہے، جو صرف قلنسوۃ؛ یعنی کلاہ سے نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس جزئیہ کو ذکر کر کے اس کے ساتھ یہ کہنا ''إلا أنه يكره بقاعدة والسكوت عن البيان فی موضع الضرورة بيان'' دلیل واضح ہے عدم کراہت کی۔

۱۱؍رجب ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ: ۲۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۹۳/۱-۳۹۴)

حکم نماز امام بلا عمامہ:

سوال: امام اگر بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ یہ مسئلہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر پیش امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے تو جو مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز نہ ہوگی؟

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فی الخشوع: ٦٤١/١ (٦٧٠/١، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

اگر امام بلاعمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے، کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ امام مالک کے نزدیک امام مسجد کو بغیر چادر اوڑھے امامت کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس کے ترک سے کسی کی نماز فاسد ان کے نزدیک بھی نہیں ہوتی۔

قال مالک: وأكره للامام أن يصلّي بغير رداء إلا أن يكون إمام قوم في سفر أو رجلاً أم قومًا في موضع اجتمعوا فيه أو في داره فأما... مسجد جماعة أو مساجد القبائل... فأكره له ذلك واحب إلى أن لو جعل عمامة على عاتقه إذا كان مسافرًا أو صلّى في داره، آه. (المدونة الکبریٰ: ۸۵/۱)(۱)

قلت: والخروج من الخلاف مستحب عندنا أيضا والله أعلم

۳ر محرم ۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۱۳۶/۲)

ٹوپی سے امامت اور اس میں بحث:

سوال: ایک کتاب " الإمامة بالعمامة والصلاة بالمروحة " میں ایک بزرگ نے بہت زور سے ثابت کیا ہے کہ ٹوپی سے نماز نہیں ہوتی اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے ٹوپی سے نماز نہیں پڑھی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں تحریر ہے کہ اگر جماعت بھی ٹوپی سے کرائی جائے تو مکروہ نہیں۔ آیا واقعی نماز ٹوپی سے پڑھنا خلاف سنت ہے؟

الجواب

امامت ساتھ عمامہ کے افضل واحسن ومستحب ہے؛ لیکن صرف ٹوپی سے بلاعمامہ کے مکروہ نہیں ہے۔ (کمافی شرح المنية الكبير) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۹/۳-۱۷۰)

عمامہ کی مقدار:

سوال: نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والے کے

(۱) المدونة الكبرىٰ، الصلاة بالإمامة بالرجل الواحد: ۱۷۸/۱، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

(۲) "والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب: إزار وقميص وعمامة، ولو صلى في ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الطاهر الزائد"، إلخ. (غنية المتملي: ۳۳۷، ظفير) (كراهية الصلاة، فصل بيان الذى يكره فى الصلاة، انيس)

اس عبارت سے واضح ہے کہ بلاعمامہ وغیرہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور امامت کرانا مکروہ نہیں ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ ظفیر

ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہیے، یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہیے، کیا اس کے لیے کوئی قید ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں، جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(ملا امیر علی، معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈہ، محلّہ املی پورہ)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے،(۱) تو پھر طعن وتشنیع کرنا بُرا ہے بلکہ اگر فعلِ مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھنا ضروری ہے،(۲) اور اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔

"وقد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم والمقتدون متعممين، فصلاتهم مكروهة، وهٰذا أيضاً زخرف القول لادليل عليه". (نفع المفتی والسائل: ۳۷-۳۸)(۳)

اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو، اس کی مقدار سات ہاتھ اور بعض اوقات بارہ (۱۲) ہاتھ کا عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

"كان له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة، وأن القصيرة كانت سبعة أذرع والطويلة كانت اثنى عشرة ذراعاً، انتهىٰ. وظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أذرع مطلقاً من غير تقييد بالقصير والطويل والله أعلم". (۴) **فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطف عفا اللہ عنہ، ۲۰ر جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۴۳-۴۵)

---

(۱) وقد ذكروا: أن المتسحب أن يصلي في قميص وإزار وعمامة ولايكره الاكتفاء بالقلنسوة، ولاعبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان متعمماً بعمامة والإمام مكتفياً علىٰ قلنسوة يكره". (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۱۶۹، سعيد)

"والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب: قميص، وإزار، وعمامة وأمالو صلى في ثوب واحد متوشحاً به، تجوز صلاته من غير كراهة". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۹، رشيدية)

(۲) قال الطيبي في حاشية المشكوة: أن من أصر علىٰ مندوب و جعله عزماً ولم يجعل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة ومنكر". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكر أم لا: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، ذكر المكروهات المتفرقة: ۴/۱۱۳، إدارة القرآن كراچی)

(۴) جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/۲۰۷، إدارة تأليف أشرفية، ملتان

بلاٹوپی وعمامہ امامت:

سوال: ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف ایک چادر تھی، جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی، ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے، اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ میں اسی طرح پڑھاؤں گا، جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو، نہ پڑھو، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہیے، تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۴۶)

ٹوپی اور عمامہ سے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین مسئلہ ذیل کے درمیان!

ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

(العارض: خلیل الرحمٰن مظاہری)

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

یہاں دو امر غور طلب ہیں:

اول: صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا۔

---

(۱) وصلاته حاسراً: أي كاشفاً رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها، فكفر". (الدر المختار، كتاب الصلاة مكروهات الصلاة: ۱/۶٤۱، سعيد)

"تكره الصلاة حاسراً رأسه إذا كان يجد العمامة، وقد فعل ذلك تكاسلاً وتهاوناً بالصلاة، ولا بأس به إذا فعله تذللاً وخشوعاً بل هو حسن كذا في الذخيرة". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ۱/۱۰٦، رشيدية)

دوم: صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا، یا امامت کے لیے عمامہ کا ضروری ہونا۔

سوامر اول کے متعلق عرض ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ!

"فرق مابيننا وبين المشركين العمائم على القلانس". (۱)

گو اس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا کہ!

"هٰذاحديث غريب وإسناده ليس بقائم". (۲)

بخاری نے کہا:

"هو واهٍ". (۳)

تاہم بذل المجہود: ۵۲/۵، میں لکھا ہے:

"مرادالحديث أن المشركين كانوا يعممون علىٰ رؤوسهم من غيرأن يكون تحت العمامة قلنسوة، ونحن نعمم على القلنسوة، ولأبى الشيخ عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما: كان لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثلاث قلا نس. (الحديث) (۴)

ملاعلی قاریؒ نے شرح شمائل میں لکھا ہے:

"قال: وروى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهماأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم. ويلبس العمائم بغير القلانس. قال الجزرى رحمه اللّٰه: قال بعض العلماء : السنة أن يلبس القلنسوة والعمائم، فأمالبس القلنسوة بلا عمامة فهوزى المشركين". (۵)

اور صاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے:

"أى أنهم يكتفون بالقلانس، وبه صرح القاضى أبوبكر فى شرح الترمذى، ويحتمل عكسه". (۶)

---

(۱) وتمام الحديث: "عن أبى جعفربن محمد بن على بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فصرعه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم. قال ركانة: وسمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "فرق مابيننا وبين المشركين العمائم علىٰ القلانس". (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۲۰۹/۲، إمدادية، ملتان)

(۲) وتمام العبارة: "هٰذاحديث غريب إسناده ليس بقائم، ولانعرف أبا الحسن العسقلانى ولاابن ركانة "(جامع الترمذى، أبواب اللباس ، باب: ۳۰۸/۱، سعيد)

(۳) محمد بن ركانة القرشى إسناده مجهول لا يعرف سماع بعضه من بعض. (التاريخ الكبيرللبخارى: ۸۲/۱، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد، انيس)

(۴) بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۵۲/۵، معهدالخليل الإسلامى، كراچى

(۵) جمع الوسائل فى شرح الشمائل، باب ماجاء فى عمامة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة تاليفات أشرفية، ملتان

(۶) عون المعبود، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۱۰۲/۱۱، رقم الحديث: ۴۰۷۴، دار الفكر، بيروت

زرقانیؒ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے:

”قال ابن العربی: أی أن المسلمین یلبسون القلنسوة وفوقها العمامة، أما لبس القلنسوة فزی المشرکین“. (۱)

اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہؒ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا اثر نقل کیا ہے۔

”أن العمامة حاجز: أی ممیز بین المسلمین؛ لأنهم یتعممون والمشرکین؛ لأنهم لاعمائم لهم“. (۲)

کوکب میں ہے:

”إنا نعمم علی القلانس، وهم یکتفون بالعمائم، طیبی. ویحتمل عکس ذلک، بل رجحه القاری فی المرقاة، والأول الشیخ عبد الحق“ آه. (۳)

امردوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی، مزید توضیح کے لیے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں:

”کانت عمامته علیه السلام فی أکثر الأحیان ثلاثة أذرع شرعیة، وفی الصلوات الخمس سبعة أذرع، وفی الجمع والأعیاد إثنا عشر ذراعاً“. (العرف الشذی)(۴)

عن عمرو بن حریث عن أبیه عمرو بن حریث رضی اللّٰه عنه قال: رأیت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علی المنبر یخطب وعلیه عمامة سوداء“. فیه الاستحباب لمن أراد الجمعة أن یعتم و یرتدی، والإمام آکد“. (بذل المجهود)(۵)

”عن محمد بن المنکدر قال: رأیت جابر بن عبد اللّٰه یصلی فی ثوب واحد، وقال: رأیتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی فی ثوب واحد“. (صحیح البخاری)(۶)

---

(۱) شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، النوع الثانی فی لباسه و فراشه: ۶/ ۲۷۸، دارالکتب العلمیة، بیروت

(۲) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، النوع الثانی فی لباسه وفراشه: ۶/۲۷۵-۲۷۶، دارالکتب العلمیة، بیروت

(۳) الکوکب الدری، أبواب اللباس، فرق مابیننا وبین المسلمین: ۱/ ۴۳۶، المکتبة الیحیویة سهارنفور، الهند

(۴) العرف الشذی علیٰ هامش جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی العمامة السوداء: ۱/ ۳۰۴، سعید

(۵) بذل المجهود فی حل أبی داؤد، بروایة جعفر بن عمرو بن حریث عن أبیه عمرو بن حریث، أیضًا حدیث آخر، آه“. کتاب اللباس، باب فی العمائم: ۵/ ۵۱، معهد الخلیل الإسلامی، کراچی

(۶) صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاة: ۱/ ۵۱، قدیمی (ولیس فی المتن لفظ: ”واحد“ من آخر لفظ الحدیث بل هو من ألفاظ هامش البخاری. انیس)

”کان الخلاف فی منع جواز الصلاۃ فی الثوب الواحد قدیماً ، ثم استقر الأمر علی الجواز“.(فتح الباری مختصراً)(۱)

”والغرض بیان جواز الصلاۃ فی الثوب الواحد،ولو کانت الصلاۃ فی الثوبین أفضل“.(۲)

”والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثۃ أثواب:قمیص وإزار وعمامۃ،أما لو صلٰی فی ثوب واحد متوشحاً بہ جمیع بدنہ کإزار المیت،تجوز صلاتہ من غیر کراھۃ“.(الکبیری)(۳)

”سئلت مرۃ عن الصلاۃ بغیر عمامۃ ھل تکرہ ،کما ھو المشھور بین العوام ؟ فتجسستہ فی کتب الفقہ، فلم أجد سوا قولھم:والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثۃ أثواب:قمیص وإزار و عمامۃ ، و ھولا یدل علٰی کراھۃ الصحۃ بدونھا،کما حررہ بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترک المستحب مکروہ،وذلک لأنہ قد صرح فی البحر وغیرہ أن ترک المستحب لا تلزم منہ الکراھۃ مالم یقم دلیل خارجی علیہ.وقد یستدل علی الکراھۃ فیما نحن فیہ بأن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واظب علی الصلاۃ مع العمامۃ.

فإنہ یعلم من الأخبار أنہ کان یضع العمامۃ علٰی رأسہ دائماً لاسیماً فی الصلاۃ،نعم!کان یضعھا بین یدیہ فی بیتہ،والمواظبۃ دلیل السنیۃ،وخلاف السنۃ مکروہ،وفیہ أن المواظبۃ النبویۃ التی ھی دلیل السنیۃ إنما ھی المواظبۃ فی باب العبادات دون العادات،کما فی شرح الوقایۃ و غیرہ. ومواظبتہ علی العمامۃ من قبیل الثانی،فلا یکون ترکہ مکروھاً،نعم!یکون الأولٰی الإقتداء بہ.وأفاد الوالد العلام فی بعض تحریراتہ:أنہ تکرہ الصلاۃ بدونھا فی البلاد التی عادۃ سکانھا أنھم لایذھبون إلی الکبراء بدون العمامۃ“.(نفع المفتی والسائل للعلامۃ اللکنوی،ص:۷۰)(۴)

ومن أصر علٰی مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ،فقد أصاب منہ الشیطان عن الإضلال ، فکیف من أصر علٰی بدعۃ أومنکر،وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ :”إن اللّٰہ یحب أن یؤتٰی رخصہ کما یحب أن تؤتٰی عزائمہ“ آہ.(السعایۃ)(۵)

---

(۱) فتح الباری،کتاب الصلاۃ،باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاۃ: ۶۱۷/۱،قدیمی

(۲) فتح الباری ،کتاب الصلاۃ،باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاۃ: ۶۱۶/۱،قدیمی

(۳) الحلبی کبیر،کتاب الصلاۃ ، فروع فی الستر،ص:۲۱۶۔

(۴) نفع المفتی و السائل من مجموعۃ رسائل اللکنوی،ذکر المکروھات المتفرقۃ: ۱۱۲/۴۔۱۱۳،إدارۃ القرآن،کراچی

(۵) السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ ،کتاب الصلاۃ ، باب صفۃ الصلاۃ ھل یجھر بالذکر أم لا: ۲۶۳/۲،سھیل اکیڈمی لاھور

"الإصرار علیٰ أمر مندوب یبلغه إلیٰ حد الکراهة". (سباحة الفکر)(۱)

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) یہ امر من حیث العادۃ ہے، من حیث العبادۃ نہیں۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت؛ یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہیے، خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادۂ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۷/۷/۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/رجب/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۴۷-۵۲)

---

(۱) هٰذه القاعدة لم أجدها في سباحة الفکر بلفظها، بل المذکور هناک هٰکذا: "أو التزم کالتزام الملتزمات، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً". (سباحة الفکر في الجهر بالذکر في مجموعة رسائل اللکنوي: ۳/۳٤، إدارة القرآن کراچي)

قال الطیبي: ...ومن أصر علیٰ أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان عن الاضلال، فکیف من أصر علیٰ بدعة أو منکر. (السعایة في کشف ما في شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل یجهر بالذکر أم لا: ۲/۲٦۳، سهیل اکیڈمی، لاهور/شرح المشکاة للطیبي الکاشف عن حقائق السنن، باب الدعاء في التشهد: ۳/۱۰۵۱، مکتبة نزار مصطفی الباز/مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة للسیوطي، باب الترجیع: ۱/٦٦، قدیمي کتب خانه کراتشي/مرقاة المصابیح شرح مشکوٰة المصابیح، باب الدعاء في التشهد: ۲/۷۵۵، دار الفکر بیروت/مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۰۱، الجامعة السلفیة بنارس، انیس)

رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) عمامہ تو سات یا گیارہ گز کا ہوتا ہے۔ آج کل امام جو کوئی رومال وغیرہ امامت کے وقت لپیٹ لیتے ہیں اس کو عمامہ کیسے کہیں گے؟

(۲)　امام کی بیوی ساڑی لہنگا یعنی جو ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اس امام کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے؟

الجواب

(۱) سات یا گیارہ گز کی تحدید شارع علیہ السلام نے نہیں لگائی، عرف میں جس کو عمامہ کہتے ہیں، اسی پر عمامہ کا اطلاق کیا جاوے گا۔

(۲)　پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ فقط

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۳/۳)

امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں:

سوال:　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا علما سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

"أو کلکم یجد ثوبین" (۱) وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ، یا امامت سے نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۸/۲)

امامت بغیر عمامہ:

سوال:　مشہور ہے کہ بلا عمامہ امام نماز پڑھاوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے، یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

بلا عمامہ نماز مکروہ نہیں ہوتی؛ لیکن عمامہ کے ساتھ بہتر وافضل ہے، ثواب زیادہ ہوجاتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۵/۳)

---

(۱)　دیکھئے: الدار قطنی، باب الصلاة فی الثوب الواحد: ۱۰۵/۱، ظفیر (عن أبی هريرة قال: قام رجل فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيصلي الرجل في الثوب الواحد؟ قال: أو كلكم يجد ثوبين؟ الخ. (سنن الدارقطني، باب الصلاة في الثوب الواحد (ح: ۱۰۹۱) انیس)

(۲)　والمستحب أن يصلي الرجل في ثلٰثة أثواب: إزار وقميص وعمامة، ولو صلّٰى في ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه إلخ جاز من غير كراهة (غنية المتملي، ص: ۳۳۷، ظفير)

عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مقتدیان ہمہ، یا بعض بعمامہ وامام بے عمامہ، یا بالعکس نماز گزارند دروی چہ نقص افتد؟ **بینوا بالأحادیث الصحیحة توجروا بالنعماء العظیمة.** (۱)

الجواب

دراں نماز ہیچ نقص نیست در ہر دو صورت ۔ (۲)

لحدیث: ''أو کلکم یجد ثوبین''.

وفی شرح المنیة: والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلٰثة أثواب إزار وقمیص و عمامة، ولو صلیٰ فی ثوب واحدٍ متوشحاً به جمیع بدنه کما یفعله القصار فی المقصرة جاز من غیر کراهة مع تیسیر وجود الطاهر الزائد ولکن فیه ترک الاستحباب إلخ. (ص: ۳۳۷) **فقط واللّٰه أعلم**

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/۲۴۴)

سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اماموں کو سبز یا نارنجی عمامہ باندھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سبز اور نارنجی رنگ کی شرعاً ممانعت نہیں ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، البتہ نارنجی رنگ کا عمامہ اچھا نہیں ہے ۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/)

(۱) اگر تمام مقتدی یا بعض عمامہ باندھ کر اور امام بلا عمامہ، یا اس کے برعکس نماز پڑھیں تو کیا اس میں کوئی شرعی خرابی ہے؟ برائے کرم صحیح احادیث سے جواب دے کر اجر جزیل کے مستحق ہوں ۔ انیس

(۲) دونوں صورتوں میں نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی ۔ انیس

(۳) وکره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال، مفاده أنه لایکره للنساء ولابأس بسائر الألوان. (الدر المختار) ففی جامع الفتاویٰ: قال أبو حنیفة والشافعی ومالک رحمهم اللّٰه تعالیٰ یجوز لبس المعصفر، وقال جماعة من العلماء مکروه بکراهة التنزیهیة. (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۵ / ۳۱٤، ظفیر)

لباس سے متعلق چند مسائل:

پائجامہ:

لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور شریعت میں کسی خاص لباس پہننے کی تاکید نہیں ہے، البتہ جو لباس بدن کے حصہ کو اچھی طرح چھپائے وہ شریعت کی نظر میں اسی قدر بہتر ہے، پائجامہ بدن کے حصے کو زیادہ چھپاتا ہے؛ اس لیے اگرچہ تہبند کا استعمال صحیح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زیب تن فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کا استعمال بہتر ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا ہے۔ ==

== حضرت مالک بن عمیرہ اسدیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پائجامہ خریدا، اور قیمت زیادہ کر کے دی۔ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خریدنا بلاضرورت تو نہ ہوگا، ہاں زیادہ استعمال ازار (تہبند) کا کرتے تھے۔(فتح الباری:۲۷۳/۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار آیا۔آپ ایک پارچہ فروش کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں پائجامہ خریدا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ پائجامہ پہنتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیوں نہیں؟ سفر وحضر اور شب وروز پہنتا ہوں۔اس لیے کہ مجھے بھی تو جسم پوشی کا حکم دیا گیا ہے‘‘۔(فتح الباری:۲۷۳/۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ زیب تن فرمایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال ہی کے لیے خرید کیا ہوگا اور ایک سے زیادہ روایتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پائجامہ پہنا ہے اور دوسرے حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پائجامے استعمال کرتے تھے۔(زادالمعاد:۵۱/۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو تہبند نہ پائے تو وہ پائجامہ پہن لے اور جو شخص جوتا نہ پائے تو خفین (چمڑے کا موزہ) پہن لے‘‘۔(صحیح البخاری:۸۶۳/۲)

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائجامہ پہننے کی اجازت دے رہے ہیں۔

لنگی:

پرانے زمانے میں پائجامہ کا استعمال بہت کم ہوا کرتا تھا، اکثر لوگ تہبند اور لنگی پہنا کرتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول تہبند اور لنگی پہننے کا تھا۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی تیار کردہ موٹی لنگی اور وہ کپڑا جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے نکالا اور فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔(ابوداؤد:۵۵۹/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔(جمع الوسائل فی شرح الشمائل/۱۷۰)

دھوتی:

دھوتی کو اگر لنگی کی طرح پہنا جائے تو شرعی اعتبار سے درست ہے،لیکن اس طرح پہنا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں لوگوں کے پہننے کا رواج ہے کہ ران اور گھٹنہ کھلا ہے،تو درست نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے اور احتباء کے ممانعت کی وجہ ستر کا کھلنا ہے اور یہ دھوتی میں موجود ہے۔(ابوداؤد:۵۶۴/۲)

کپڑے کا ٹخنہ سے نیچے ہونا :

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ہر عمل بندگی کا مظہر اور تواضع کا حامل ہو اس لیے کہ اللہ تعالی کے نزدیک تواضع سے بڑھ کر کوئی وصف محبوب وپسندیدہ نہیں ہے۔کبر اور شہرت اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ’’جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اس کو اللہ تعالی جہنم میں ایسا لباس پہنائیں گے،جس سے آگ کے انگارے پھوٹ رہے ہوں گے‘‘۔(ابوداؤد:۵۵۸/۲) ==

== اسلام سے پہلے شاہان مملکت اپنا لباس ٹخنہ سے نیچے لٹکاتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نصف پنڈلی تک تہبند پہننے کا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''**ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار**''. (صحیح البخاری: ۸۶۱/۲)

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے وہ حصہ جہنم میں ہے؛ اس لیے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ، یا لنگی پہننا مکروہ ہے؛ لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا تہبند زیب تن کریں، جو حکم پائجامہ اور لنگی کا ہے وہی حکم قمیص اور کرتا کا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم ازار (لنگی) کے سلسلے میں دیا ہے، وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۶/۲)

کرتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا زیب تن کیا ہے اور کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب و پسندیدہ کپڑا تھا، جس کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''**كان أحب الثياب إلى النبي صلى الله عليه وسلم القميص**''. (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھا۔

دوسری روایت میں ہے:

''**كانت يدكم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ**''. (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

ٹوپی:

اسلامی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ سر ڈھکا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر عمامہ استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔ حضرت رکانہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہے''۔ (ابوداؤد: ۵۶۴/۲)

لیکن بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف عمامہ باندھتے تھے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے، بعض دفعہ صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے''۔ (زاد المعاد: ۱۳۵/۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''**لابأس بلبس القلانس وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبسها**''. (فتاویٰ ہندیہ: ۳۳۰/۵)==

== ٹوپی پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پہننا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

رومال:

سر کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ڈال لینا جو پیشانی تک آ جاتا ہو، اس کو رومال کہتے ہیں، اس کا سر پر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس میں یہ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا ڈال کر سر جھکائے آ رہے تھے''۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۴)

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اوپر بھی رومال کی شکل کا کپڑا باندھتے تھے جس کو عصابہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں:

''عصب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ رأسه حاشیة برد''. (صحیح البخاری: ۲/۸۶۴)

مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک پر اونی، سوتی رومال رکھے ہوئے تھے، جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنا چہرہ کھولتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۵)

عمامہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول عمامہ باندھنے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باندھا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ کبھی صرف عمامہ باندھتے اور کبھی ٹوپی پہن کر اس کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/۱۳۵)

عرب میں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا مشرکین اور مسلمان سب باندھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیاز قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے: ''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور وہ لوگ ٹوپی کے اوپر نہیں؛ بلکہ صرف عمامہ باندھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۴)

سن ۸/ ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۳)

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کالا عمامہ باندھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ یہ بتلایا ہے کہ عمامہ کے چھور کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پیٹھ کے بیچ تک چھوڑ دیا جائے۔

''وندب لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بين الكتفين إلى وسط الظهر''. (فتاوی ہندیہ: ۵/۳۳۰)

موزہ:

موجودہ دور میں مختلف قسم کے موزے عام طور پر استعمال ہو رہے ہیں، چمڑے کے موزہ کا استعمال قدیم زمانے سے ہے۔ آج کل سوتی اور اونی کپڑے کا موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ اونی، سوتی موزے پر اگرچہ عمومی طور پر مسح جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ موٹا ہو اور بغیر باندھے پاؤں پر ٹکا ہوا ہو تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ باریک سوتی، اونی موزہ پر مسح نہیں کر سکتے ہیں؛ لیکن اس کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بہرحال موزہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (مسلم: ۱/۱۳۲) ==

== **سوئیٹر، جیکٹ ، گون:**

سرد علاقوں میں ٹھنڈک سے محفوظ رکھنے میں سوئیٹر، جیکٹ، گون وغیرہ کا اہم کردار ہے موجودہ دور میں لوگوں نے چادر کو چھوڑ کر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے ان ہی اشیاء کو اپنالیا ہے اور چادر کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جا رہا ہے۔ان لباسوں کو پہننا از روئے شرع جائز ہے اور اگر حسن نیت ہو تو اجر بھی ملے گا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مابین ''قبا'' تقسیم فرمایا مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک بھی قبا نہیں دیا۔حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا، پھر کہا کہ اندر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی قبا میں سے ایک قبا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا تھا، حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور خوش ہوئے۔(صحیح البخاری:۲/۸۶۳)

جبہ:

ہندوستان و پاکستان کے سرد علاقوں میں جبہ کا رواج عام ہے، اس کو کرتے کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کرتے کے اوپر بھی پہنتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن کیا ہے۔غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبہ پہنے ہوئے تھے، عمومی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے۔(زاد المعاد:۱/۱۴۳)

چادر:

انسان سردی گرمی ہر موسم میں کپڑا استعمال کرتا ہے، بعض کپڑے ایسے ہیں جن کو صرف گرمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض کو صرف سردی میں، لیکن چادر ایک ایسا لباس ہے جس کو انسان سردی گرمی ہر موسم میں استعمال کرتا ہے۔

حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ منی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھچر پر بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لال رنگ کی چادر زیب تن کر رکھی تھی اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کر رہے تھے۔(ابوداؤد:۲/۵۶۳)

یہ لال چادر بالکل سرخ نہیں تھی؛ بلکہ اس کے اندر سرخ رنگوں کی دھاری تھی۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چادر کا استعمال سنت ہے۔(زاد المعاد:۱/۱۴۳)

بستر:

انسان اپنی خواہش کے مطابق نفیس سے نفیس بستر رکھ سکتا ہے، شرعا درست ہے　اسی طرح عمدہ سے عمدہ بستر کی چادر بھی رکھ سکتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قالین ہے۔میں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس قالین کی حیثیت کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مستقبل میں تم لوگوں کو بھی قالین حاصل ہوگی''۔(ابوداؤد:۲/۵۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستر کے بارے میں بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔(ابوداؤد:۲/۵۷۱) ==

== **تکیہ:**

تکیہ کا استعمال درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استعمال ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"**وكان وسادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى ينام عليه بالليل من أدم حشوها ليف**". (ابوداؤد:۲/۵۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھ کر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔

کمبل:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے کپڑوں کو زیب تن فرمایا ہے وہیں کمبل بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالے کمبل کو رنگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ کی بدبو محسوس کی، چنانچہ اس کو رکھ دیا"۔ (ابوداؤد:۲/۵۶۳)

نبوت کے ابتدائی دور میں جب وحی کا آغاز ہوا تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دہشت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے کہا تھا: "**زملونی زملونی**" (میرے جسم پر چادر ڈالو) اس کے بعد دو سورتیں نازل ہوئیں:

"**یا ایها المزمل - یا أیها المدثر**"، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کپڑے میں لپٹنے والے اور کمبل میں لپٹنے والے کا نام دے کر پکارا۔ (صحیح البخاری:۲/۷۳۳)

کپڑے میں تشبہ:

لباس اور وضع قطع کے بارے میں شریعت کا اہم قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیے، بلکہ ان کا الگ شعار ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"**من تشبه بقوم فهو منهم**". (ابوداؤد:۲/۵۵۹)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد:۲/۵۶۶)

ان روایات سے تشبہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم سے ہر چھوٹی بڑی چیز میں ممتاز ہونا اور تشبہ سے مکمل طور پر اجتناب کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ایسی حدیں مقرر کرنا ضروری ہے، جن کے ذریعہ احکام متعین کئے جاسکیں کہ کن امور میں کس درجہ کا تشبہ ناجائز ہے۔

(۱)　ظاہر ہے کہ تشبہ کی بدترین قسم وہ ہے جو دینی و مذہبی شعائر میں ہو، مثلاً ہندوؤں کی طرح قشقہ لگانا، سکھوں کی طرح ہاتھ میں بالے پہننا اور مخصوص انداز میں بال کو گوندکر پگڑی باندھنا، عیسائیوں کی طرح صلیب لٹکانا، برہمنوں کی طرح زنار پہننا وغیرہ یہ بہرحال حرام ہوں گے۔

(۲)　جہاں تک معاشرتی اور سماجی زندگی اور باہمی تعلقات کی بات ہے اس میں بھی اسلام کی منشاء یہ ہے کہ مسلمان اپنے طور و طریق میں ممتاز رہیں مثلاً سلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے تشبہ سے روکا گیا۔ پس ایسی چیزیں جن کے لیے شریعت نے اصول مقرر کردیئے ہیں جیسے کھانا پینا، داڑھی، مونچھ، آداب ملاقات، ان امور میں اسلامی طریقے کو نظر انداز کر کے کسی خاص قوم کی وضع کو اختیار کر لینا مکروہ ہوگا۔==

== (۳) لباس کے احکام میں چند خاص قیود وحدود کے ساتھ شریعت نے فراخی رکھی ہے۔ان حدود میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ایسا نہ ہو کہ دوسری قوموں سے تشبہ میں نمایاں ہو اور دیکھتے ہی یہ خیال ہو کہ فلاں قوم کا یہ شخص ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے''۔ (کفایۃ المفتی: ۹/۱۶۰، جواب/۲۰۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندستان میں، وہاں اس کا پہننا ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں پہننا کچھ حرج نہیں''۔ (امداد الفتاوی: ۴/۲۶۸)

(۴) اسی طرح مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسی چیز کا استعمال کرنا جس کو دیکھ کر مرد کے عورت اور عورت کے مرد ہونے کا گمان ہو جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ پہننا یہ درست نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۲/۴۱)

البتہ اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کی وضع میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لباس میں یہ تشبہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔ (فتح الباری: ۱۰/۴۰۸)

جیسے فرن جو کشمیر و دیگر سرد علاقوں میں رائج ہے اور عورت، مرد دونوں پہنتے ہیں۔

فساق کا لباس:

مسلمانوں کو اپنے لباس میں ممکن حد تک غیر مسلموں اور فساق وفجار کی مخصوص وضع اور لباس سے احتراز کرنا چاہیے، نیز مرد وعورت کے لباس اور ان کی وضع قطع میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہیے اور دیندار و صالحین کی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے۔

کوٹ، پینٹ، ساڑی اور بلاؤز:

کوٹ، پینٹ کا پہننا کسی زمانے میں گرچہ مکروہ تھا اور حدیث ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' میں داخل تھا؛ لیکن موجودہ دور میں بلا کراہت ان کا استعمال درست ہے؛ اس لیے کہ اب یہ کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں ہے اور ان کپڑوں کے استعمال سے ذہن پہننے والوں کو دوسری قوم کا تصور بھی نہیں کرتا ہے اور یہ ہر قوم و مذہب میں مروج ہے، اب یہ کوئی مذہبی وقومی لباس نہیں رہا، مگر لباس پینٹ ہو یا کوئی دیگر اس قدر تنگ وچست ہو جس سے اعضا ظاہر ہوتے ہوں تو جائز نہیں ہے، اسی طرح بلاؤز میں اگر قابل ستر حصہ کھلتا ہے تو بہر صورت ناجائز و حرام ہوگا اور یہ حرمت تشبہ کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عورت کا قابل ستر حصے کا کھلے رہنے کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ساڑی جن علاقوں میں تمام عورتیں پہنتی ہیں، اس کا پہننا جائز ہے اور اب یہ کسی خاص مذہب کا شعار نہیں ہے؛ اس لیے اگر بے ستری نہ ہو تو اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جانگیہ پہننا:

مرد کا ستر جس کا چھپانا ضروری ہے ناف سے گھٹنے تک ہے؛ اس لیے ایسا کوئی بھی جانگیہ، یا نصف پائجامہ پہننا جس سے گھٹنے کھلے رہیں، اس کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ اس میں ستر کھلا رہ جاتا ہے، البتہ پائجامہ، یا لنگی کے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (لباس کے احکام ومسائل، ص: ۲۸-۴۱) (انیس الرحمٰن قاسمی)

فاسق کی امامت

فاسق وفاجر کی تعریف اوراس کی امامت:

سوال (۱) فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یانہیں؟

(۲) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

(۳) امامت کے لیے ذات کالحاظ ہے، یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اوامر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے، (۱) امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے، نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے؛ مگر مکروہ ہوتی ہے۔ (۲) فقط

(۲) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہوجاتی ہے، اگر چہ امام کا اعلم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

(۳) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد، الأجوبۃ صحیحۃ۔ (دستخط، مہر فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹۸/۳-۲۹۹ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ) (۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۰)

---

(۱) الفاسق: من شهد واعتقد ولم يعمل قاله السيد يعني يرتكب الكبائر ويصر على الصغائر. (التعريفات الفقهية، حرف الفاء: ۱۶۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت/ وكذا في معجم لغة الفقهاء، حرف الفاء: ۳۳۸/۱، دار النفائس. انيس)

الفسق: العصيان والترك لأمر الله عزوجل والخروج عن طريق الحق، الخ. (لسان العرب، حرف الفاء: ۳۰۸/۱۰، دار صادر بيروت. انيس)

فاسق لخروجه من طاعة ربه فالفسق هو الخروج يقال: فسقت الرطبة إذا خرجت من قشرها وسميت الفارة فويسقة لخروجها من حجرها ولهذا كان الفاسق مؤمنا لأنه غير خارج من أصل الدين وأركانه اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملاً، الخ. (أصول السرخسي، فصل في بيان المشروعات من العبادات: ۱۱۱/۱، دار المعرفة بيروت. انيس)

(۲) وعند الحنفية ليست العدالة شرطا للصحة فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة، الخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۴۹/۱، دار الفكر بيروت. انيس)

(۳) مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، باب امامت و جماعت ==

فاسق کی تعریف اور اس کی امامت کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص باوجود عقیدہ صحیح رکھنے کے تارک ارکان اسلام ہو تو کیا بروئے شریعت اس کو کافر، فاسق، فاجر، یا منافق کہنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو جو شخص ایسے آدمی کو کافر کہے تو عندالشرع اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۴۳، مظفر خان صاحب (لاہور) ۱۳؍رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۸؍نومبر ۱۹۳۷ء)

== **فاسق وفاجر کی تعریف اور اس کی امامت:**

سوال (۱) فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

متعین امام کے علاوہ امام بنکر جماعت شروع کردے اور امام آجائے تو وہ کیا کرے:

(۲) محلّہ کا امام کسی عذر کے سبب سے نماز کے وقت مسجد میں نہ ہو اور نمازی کسی کو امام کر کے نماز شروع کردیں پھر امام آجائے تو وہ شریک جماعت ہو یا نہ ہو اور ان لوگوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے:

(۳) کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

امامت میں علم کا اعتبار ہے، یا ذات پات کا:

(۴) امامت کے لیے ذات کا لحاظ ہے یا علم کا؟

الجواب

(۱) فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اوامر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا یا اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے۔ امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ (کره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهومعنٰى قولهم خروج الشيء عن الشيء علٰى وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة اللّٰه تعالٰى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أي أو إصراره علٰى صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية. (الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح (باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، انيس) قال في الدر المختار: (والأحق بالإمامة) تقديماًبل نصباً (الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱) فقط

(۲) صورت مسئولہ میں نماز مقتدیوں کی دوسرے امام صاحب کے پیچھے درست ہوگئی اور امام مذکور کو بھی جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔

(۳) نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہو جاتی ہے اگرچہ امام کا اعلم اور متقی ہونا بھی ضروری وبہتر ہے۔

(۴) امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔ فقط

رشید احمد: الأجوبة صحيحة، دستخط۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۹/۳-۳۰۰)

الجواب

اگر عقیدہ صحیح ہو، مگر ارکان اسلام مثلاً نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تارک ہو، یا محرمات؛ مثلاً: شراب نوشی کذب وغیرہ کا مرتکب ہو، اس کو اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے، کافر کہنا تو درست نہیں؛ مگر ایسے شخص کو فاسق کہنا صحیح ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۱۰۵/۳۔۱۰۶)

فاسق کی امامت:

سوال: ایک دو شخص یا چار شخص ہیں اور وہ آپس میں دونوں یا چاروں شخص فاسق، بدکار، عیاش ہیں اور نماز و روزہ کے بھی پابند ہیں اور عیاشی میں بھی مستعد ہیں، چاروں کی بات ہر ایک کو معلوم ہے، اب اگر انہیں چاروں میں ایک شخص امام ہو جائے اور تینوں مقتدی ہو جائیں اور بعد کو ایک مقتدی اور شامل جماعت ہو جائے، مگر وہ ناواقف ہے، اس کو ان چاروں کے فعل کی کچھ خبر نہیں ہے، اس نے بھی ان کے پیچھے نماز جماعت سے ادا کی تو اس کی نماز درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

ان چاروں کی نماز اس طرح بلاشبہ درست ہے اور اگر یہ لوگ مسجد محلّہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور زیادہ اچھا اور ثابت ہوگا اور جس شخص نے بے خبری میں ان لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لی، اس کی نماز ہوگئی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲۸۱/۲)

فاسق کی امامت اور دیوث کی تعریف:

سوال: عالم اور کامل شرع شخص کا اپنی عورت کو بے پردہ رکھنا و نیز بازار وغیرہ میں خرید و فروخت کے لیے پوری آزادی دینا اور غیر محرم سے بے غیرت مکالمہ کرنا، ایسے عالم کو دیوث کہنا کیسا ہے؟

---

(۱) وتاركها عمدًا مجانةً أي تكاسلاً فاسق،إلخ.(الدر المختار: كتاب الصلاة: ۳۵۲/۱)

... ولهذا كان الفاسق مؤمنا لأنه غير خارج من أصل الدين وأركانه اعتقاداً ولكنه خارج من الطاعة عملًا والكافر رأس الفساق في الحقيقة إلا أنه اختص باسم هو أعظم في الذم فاسم الفاسق عندالطلاق يتنازل المؤمن العاصي باعتبار اعماله،الخ.(أصول السرخسي،فصل في بيان المشروعات من العبادات: ۱۱۱/۱،دارالمعرفة بيروت.انيس)

(۲) ويكره تقديم العبد ... والأعرابي ... والفاسق،وإن تقدموا اجازلقوله عليه السلام:صلوا خلف كل بروفاجر.(الهداية،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱۲۲/۱.انيس)

الإقتداء بالفاسق أولى من الإنفراد.(درر الحكام شرح غرر الحكام،قبيل جماعة النساء وحدهن: ۸۶/۱، دارإحياء الكتب العربية.انيس)

(۲) کسی عالم کا غیر محرم اور فاحشہ عورت کے روبرو بیٹھنا، عمدا بدن پر ہاتھ لگانا اور شہوت انگیز باتیں کرنا، یا دوام جھوٹی باتیں بولنا، ایسے عالم کو فاسق کہنا جائز ہے؟

(۳) اگر امام دیوث وفاسق ہو، ایسے امام کے پیچھے ان مصلیوں کی نماز جائز ہوگی، جن کو امام کی بدافعالیاں معلوم ہوں، علاوہ ازیں ان مصلیوں کا امام کی بدافعالیوں کو ظاہر کئے بغیر اقتدا ترک کردیں تو تارک اقتدا پر حد جاری ہوسکتی ہے؟

۴ چند اشخاص امام کے برے افعال پر رضامند ہوتے ہوئے بطور جانبداری امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ان ضدی مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا ومصليًا الجواب وبالله التوفيق:

مجمع البحار: ۱/۴۳۰ میں ہے:

"الديوث: هو من لايغار علىٰ أهله وهو من يرى فى أهله مايسوئه ولايغار عليه ولايمنعها". (۱)

وفى الحديث: قيل يارسول الله ماالديوث؟ قال: (الذى تزنى امرأته وهو يعلم بها). (۲)

مسئولہ صورت میں اس عالم پر دیوث کی تعریف صادق نہیں آتی، لہذا دیوث کہنا جائز نہیں۔

(۲) فاسق کہنا جائز ہے۔ (۲)

(۳) فاسق امام کے پیچھے مع الکراہت نماز صحیح ہے، تارک اقتدا پر حد نہیں تعزیر شرعی کے لیے حاکم اسلام کا ہونا شرط ہے؛ (۴) اس لیے حد جاری کرنے کا سوال لغو وجہالت ہے۔

۴ برے افعال پر رضامند ہونا فسق ہے اور اس کی جانب داری کرنا تعاون علی الاثم؛ یعنی گناہ کی مدد کرنا ہے، جو نصاً ممنوع ہے اور اقتدا صحیح ہے۔ (مرغوب الفتاوی: ۲/۲۵۹-۲۶۱)

---

(۱) مجمع بحار الأنوار: ۲/۲۱۹ (حرف ديف، دائرة المعارف العثمانية، انيس)

(۲) ... "لايدخل الجنة ديوث". وفى رواية: "ثلاثة لايدخلون الجنة" إلخ، وفيه الديوث، وفى رواية: "ثلاثة حرم الله عليهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق لوالديه، والذى يقر فى أهله الخبث". (تفسير ابن كثير: ۳/۲۰۵، سورة النور تحت ﴿الزانى لا ينكح﴾ الآية: ۳)

(۳) شامی میں فاسق کی تعریف یہ کی ہے: ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربا ونحو ذلك. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۲۹۸)

(۴) "... قالوا: لكل مسلم إقامة التعزير حال مباشرة المعصية وأما بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم". (الفتاویٰ الهندية: ۲/۱۶۷، فصل فى التعزير، كتاب الحدود، الباب السابع)

امام کی نماز کی کراہت سے مقتدی کی نماز کی کراہت:

سوال: امام کی اگر نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اس کراہت سے بچیں گے، یا نہیں؟

الجواب

اس باب میں کوئی روایت نہیں ملی؛(۱) لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوٰۃ سے ہے، مثلاً ترک واجب یا فعل زائد، تب تو وہ کراہت صلوٰۃ مقتدی تک متعدی ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں اس کی نماز ہی مکروہ ہوئی، و صلاتہ متضمنة لصلاة المقتدی اور اگر کسی امر خارج عن الصلوٰۃ سے ہے، جیسے کسی ہیئت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی، ایک جداگانہ فعل مکروہ ہے، گوایسے شخص کا امام بنانا مکروہ ہو۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ، ص:۶۴) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۴۰۱)

فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے:

سوال: کیا فاسق کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے:

الجواب

فاسق کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے،(۲) قاعدے کے لحاظ سے تو واجب الاعادہ ہونی چاہیے، مگر بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔(۳) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۲۴۴)

---

(۱) علامہ شامی نے قاعدہ" کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها" کی شرح میں لکھا ہے:...الظاهر...أن النقص إذا دخل فی صلاة الإمام ولم یجبر وجبت الإعادة علی المقتدی، أیضًا، آه. (ردالمحتار : ۱/۴۲۵، واجبات الصلاة (مطلب: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها، انیس)

اس سے حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ مقتدی پر اعادہ کا واجب ہونا دلیل ہے تعدیۂ کراہت کی اور یہ اس صورت میں ہے کہ کراہت امام کی نماز میں داخل ہوئی ہو، پس اگر کراہت کسی امر خارج عن الصلوٰۃ کی وجہ سے ہے تو تعدیہ کراہت نہ ہوگا۔ (سعید احمد پالنپوری)

(۲) ویکره إمامة فاسق. (الدر المختار : ۱/۵۶۰، طبع ایچ ایم سعید) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۳) وفی المحیط لو صلّٰی خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة. (فتح القدیر : ۱/۲۴۷، باب الإمامة، طبع دار صادر بیروت)

وفی الحاشیة: والفاسق لأنه لایهتم بأمر دینه وقال مالک لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لماظهر منه الخیانة فی الأمور الدینیة لایؤتمن فی أهم الأمور، وقلنا عبد اللّٰه بن عمر وأنس بن مالک و غیرهما من الصحابة والتابعین صلوا خلف الحجاج وکان أفسق أهل زمانه. (فتح القدیر: ۱/۲۴۷)

اقتداءِ فاسق مکروہ تحریمی یا تنزیہی:

نحمد اللّٰہ وحدہ ونصلی علیٰ من لانبی بعدہ!

سوال: اقتداءِ فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

"إذا کان إمام الحی زانیاً أو آکل الرباء له أن یتحول" آه.

اور طحطاوی میں ہے:

"وفی السراج هل الأفضل أن یصلی خلف هؤلاء أم الإنفراد قیل: أمافی الفاسق فالصلاة خلفه أولیٰ وهٰذا إنمایظهر علیٰ أن إمامته مکروهة تنزیهاً". (ص: ١٦٥)

اور شرح عقائد میں ہے:

"ویجوز الصلوة خلف کل بروفأجر لأن علماء الأمة کانوا یصلون خلف الفسقة وأهل الأهواء والبدع من غیر نکیر". (ص: ١٠٠)

اور درمختار میں ہے:

"صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة".

اور نیز درمختار میں ہے:

"أن الصلاة خلفه أولیٰ من الإنفراد ولکن لاینال کماینال خلف تقی".

اور فرماتا ہے کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے اور فسق میں عموم بلویٰ ہے، لہٰذا بوجہ لاچاری کے اقتداء فاسق مکروہِ تنزیہی ہے۔
اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق ماننا خلافِ واقعہ ہے، امت میں لاکھوں متقی موجود ہیں اور لاکھوں ائمہ پرہیزگار ہیں، علاوہ ازیں امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"واستظهرنا هناک عدم الکراهة الاقتداء مالم یعلم منه مفسدًا کما مال إلیه الخیر الرملی. (١/٦٦٥)

اور مغنی فقہ حنبلی میں ہے:

"وإن لم یعلم حاله ولم یظهر منه مایمنع الائتمام به فصلاة المأموم صحیحة نص علیه أحمد؛ لأن الأصل فی المسلمین السلامة". (٢/٢١)

اور ظاہر الفسق شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"أما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه

وقد وجب عليهم إهانته شرعًا ولايخفى أنه إذاكان أعلم من غيرہٖ لاتزول العلّة فإنه لايؤمن أن يصلّٰى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه تحريم لما ذكرنا ". (۵۲۳/۱)

اورشرح عقائد میں جوسلفِ صالح کا اقتداء ائمہ جور سے کرنانقل ہے مجبوراًضابطہ " الضرورات تبيح المحظورات" کے تحت تھا۔حاصل یہ کہ اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے، دلائل اور بھی تھے؛مگرسب کولکھانہیں۔فقط

(نذیراحمد،مسجد قبہ والی،احمد پورشرقیہ)

الجواب

وفى الدرالمختارعلى ردالمحتار : ۵۲۳/۱: "(ويكره) تنزيهاً (إمامة عبد) ولومعتقاً - إلٰى قولہٖ- وفاسق وأعمٰى)".

وفى ردالمحتار:"لقوله فى الأصل:إمامة غيرهم أحب إلىّ بحرعن المجتبٰى والمعراج. ثم قال:فكره لهم التقدم،ويكره الاقتداء بهم تنزيهاً،فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهوأفضل، وإلافالاقتداء أولٰى من الانفراد". (۱)

وفى البحرالرائق: ۳۷۰/۱: "تحت قوله (وكره إمامة الأعرابى والعبد والفاسق والمبتدع والأعمٰى و ولد الزناء) ... فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية". (۲)

وفى منحة الخالق: "(فالحاصل أنه يكره)قال الرملى:ذكرالحلبى فى شرح منية المصلى أن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم". (۳)

البحرالرائق کے حاشیہ پرعلامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ بکراہت تحریمی ہےاورعبد، اعمٰی اورولدالزنا کی امامت مکروہ بکراہتِ تنزیہہ ہے، لہٰذا ہردو قائلین میں سے دوسرے کا قول صحیح ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمدعبداللہ غفرلہ،خادم الافتاءخیرالمدارس ملتان

الجواب صحیح: خیرمحمدعفااللہ عنہ،۱۳۷۶/۶/۱۴ھ۔(خیرالفتاویٰ:۳۲۵/۲۔۳۲۶)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد،انيس

(۲) البحرالرائق، كتاب الجهاد،باب الإمامة،انيس

(۳) منحة الخالق على البحر الرائق،إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا: ۳۷۰/۱، دارالكتاب الإسلامى بيروت.انيس

فاسق امام اوراس کے حمایتی متولی کا حکم:

سوال: جوامام پانچ وقت نماز پڑھائے، خطیب ہواور عیدین کی نماز بھی پڑھاتا ہواور داڑھی صرف سوا انچ کے قریب ہواور باوجود مقتدیوں کے اصرار کے پوری داڑھی نہ رکھتا ہواور یہ کہے کہ شادی کے بعد پوری داڑھی رکھوں گا، کیا ایسے امام کی امامت درست ہے؟ کیا نماز باجماعت ہوجاتی ہے؟ مسجد کے متولی بضد ہیں کہ اسی کو امام رکھوں گا، یہ کم تنخواہ لیتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

یہ امام، حرام اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس لائق نہیں کہ اس کو امام رکھا جائے اوراس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل محلّہ کا فرض ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور امام رکھیں اور اگر متولی ایسے امام کے رکھنے پر بضد ہے تو وہ بھی معزول کئے جانے کے لائق ہے، لوگوں کی نمازیں غارت کرنے والے کو مسجد کا متولی بنانا جائز نہیں۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۴۸)

فاسق معلن کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں اور دوسرے حضرات بھی موجود ہیں، جو کہ فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں ہیں، ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کی ملامت کرتے ہیں؛ لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کرلیتا ہے، حالاں کہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا تو ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے، یا نہیں، کیا حکم ہے؟ اوران حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، یا نہیں؟ اعادہ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

"كراهة تقديمه كراهة تحريم".(۲)

---

(۱) وفى المحيط: لوصلّى خلف فاسق أومبتدع أحرزثواب الجماعة.(فتح القدير :۱/ ۲٤۷،باب الإمامة،دارصادر)
وفى الحاشية: والفاسق لأنه لايهتم بأمردينه وقال مالك لا تجوز الصلاة خلفه لأنه لماظهرمنه الخيانة فى الأمورالدينية لايؤتمن فى أهم الأموروقلنا عبد الله بن عمروأنس بن مالك و غيرهما من الصحابة والتابعين صلوا خلف الحجاج وكان أفسق أهل زمانه.(فتح القدير:۱/ ۲٤۷)

(۲) ردالمحتار(كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد ،انيس) وطحطاوى: ٦٥ (كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

لہٰذا متقی پرہیز گار کو امام بنایا جائے؛ لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا کی تو واجب الاعادہ نہیں، نماز ہو جائے گی۔

"لقوله عليه الصلاة والسلام:"صلوا خلف كل بر وفاجر". (۱)

لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے، وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا۔

كذا في الدرالمختار وفي النهرعن المحيط: "صلّى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة (قوله: نال فضل الجماعة)أفاد أن الصلاة خلفهاأولٰى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع" إلخ. (ردالمحتار: ۳۷۷/۱) **فقط والله تعالٰى أعلم**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۸۰/۴-۸۱)

ظلم وفسق کا مرتکب لائق امامت نہیں ہے:

سوال: ایک نابینا حافظ راجپوت مسلمان قاضی صاحب کی بہن کو قرآن شریف پڑھانے جایا کرتے تھے، حافظ صاحب کو لوگوں نے منع کیا، حافظ جی پڑھانے سے منع نہ ہوئے، حافظ جی صاحب نے قاضی کی بہن کا نکاح اس کے تایازاد بھائی سے کردیا، ایک دن گھر میں خوشدامن کے ساتھ لڑائی ہوئی، طعنہ وتشنیع ہونے لگی، غرض قاضی کی بہن کو نکال دیا اور پھر طلاق نامہ لکھ کر اس کو دیدیا، پھر عدت طلاق ختم کے بعد حافظ صاحب نے اپنی شاگردن سے نکاح پڑھوالیا، قاضی صاحب کی بہن کی اولاد حافظ صاحب کے تخم سے ہوئی، حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا، اب حافظ صاحب کے لڑکے مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ میں پڑھنے کے واسطے گئے تو قاضی صاحب نے اپنے بھانجوں کو نکلوادیا اور یہ کہا: یہاں پڑھنے مت آنا، جو پڑھنے آئے تو ماردیں گے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس قاضی امام کا ان بچوں کو؛ یعنی بھانجوں کو مدرسہ سے نکالنا ظلم ہے، جو محض عصبیت اور جاہلیت پر مبنی ہے اور ظلم وفسق ہے، لہٰذا جب تک یہ امام اپنے بھانجوں سے اس ظلم کو رفع نہ کرے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کرے، امامت سے الگ کردیا جائے۔ (۲) فقط واللہ اعلم (امداد الاحکام: ۱۵۴/۲)

---

(۱) رواه الدار قطني (كتاب العيدين،باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه،رقم الحديث: ۱۷۶۸: ۴۰۴/۲،مؤسسة الرسالة،انيس) وأبوداؤد: ۳۴۳ (امام ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أوفاجرًاوإن عمل الكبائر. (كتاب الصلاة،باب إمامة البر والفاجر،رقم الحديث: ۵۹۴،انيس) والإمام الزيلعي في نصب الرأية: ۲۶/۲ (كتاب الصلاة،باب الإمامة الحديث الثالث و الستون،رقم الحديث: ۱۹۷۹،انيس)

(۲) عن واثلة بن الأشقع يقول:قلت يا رسول الله:ماالعصبية ؟ قال:أن تعين قومك على الظلم.(سنن أبي داؤد، باب في العصبية (ح: ۵۱۱۹)انيس)

ظالم کی امامت:

سوال: زید وعمر ایک خاندان کے ہیں، دونوں میں دنیاوی دشمنی بڑھی ہوئی ہے، عمر کمزور ہے اور زید جماعت بند ہے؛ اس لیے جو چاہتا ہے کرالیتا ہے۔ ایک روز عمر مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، زید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دروازہ گھیر لیا، جب عمر فارغ ہوکر فرش پر آیا تو عمر کو زید نے گالی دینا شروع کیا، عمر دیوار کود کر بھاگا، زید نے ساتھیوں کو دوڑا کر پکڑلیا، مار پیٹ ہونے لگی، زید نے عمر کی داڑھی اکھاڑ لی، اسی روز سے عمر خوف کی وجہ سے اس مسجد میں نماز کو نہیں جاتا، گھر میں نماز پڑھتا ہے، یا دوسری مسجد میں کہیں جا کر پڑھتا ہے۔ عمر کی نماز زید کے پیچھے درست ہے، یا نہیں؟ زید کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

زید کی تعدی اور ظلم ظاہر ہے، اس وجہ سے وہ فاسق ہے، (۱) لائق امام بنانے کے نہیں ہے، بایں ہمہ عمر کی نماز زید کے پیچھے صحیح ہے؛ مگر امام فاسق کے پیچھے نماز سب مقتدیوں کی مکروہ ہوتی ہے، عمر کی نماز بھی مکروہ ہوگی، (۲) اور عمر کو بخوف مذکور اس مسجد میں نہ آنا اور اس مسجد کی جماعت ترک کر دینا درست ہے؛ لیکن حتی الوسع دوسری مسجد میں شریک جماعت ہونا چاہیے، یہ عذر مطلقاً ترک جماعت کا نہیں ہوسکتا، البتہ اگر گھر سے باہر نکلنے میں بھی خوف ضرب وشتم وغیرہ ہو اور اندیشہ فساد ہو تو عمر کو گھر میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۷۱-۲۷۲)

جس کے فسق کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے:

سوال: جس پیش امام سے اکثر قوم بسبب فساد وچغل خوری اور حاسد اور مغرور اور غیبتی ہونے کے ناراض ہوں، اس کے سبب بعض تارک جماعت، بعض تارک مسجد ہوئے، اس کو امام ہمیشہ کا بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن الحسن بن أبی الحسین قال: جف القلم ومضی القضاء وتم القدر بتحقیق الکتاب وتصدیق الرسل وبسعادة من عمل واتقی وبشقاوة من ظلم واعتدی وبالولایة بالمؤمنین وبالتبرئة من اللہ عزوجل للمشرکین. (القدر للفریابی، باب ماروی فی الأھواء: ۱/۹٤، أضواء السلف السعودیة. انیس)

"وأن الظلم حرام". (الفتاویٰ الھندیة، مطلب فی موجبات الکفر، الخ: ۲/۲۵۷، دارالفکر بیروت. انیس)

"الأدب ھو التخلق بأخلاق الجمیلة والخصال الحمیدة فی معاشرة الناس ومعاملتھم وأدب القضاء التزامه لماندب إلیه الشرع من بسط العدل ودفع الظلم وترک المیل والمحافظة علی حدود الشرع والجری علی سنن السنة. (الفتاویٰ الھندیة، الباب الأول فی تفسیر معنی الأدب: ۳/۳۰۶. انیس)

(۲) "ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق". (الدرالمختار) "أما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه، إلخ، بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر) ((مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب ______________________

ایسے شخص کو جس کے فسق ومعصیت اور بے دینی کی وجہ سے اس سے لوگ ناراض ہوں، اس کو امام دائمی نہ کیا جاوے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، ایسا شخص واجب العزل ہے، اس کو معزول کیا جاوے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۳۰۴)

امام کے فاسق ہونے کی صورت میں جماعت علاحدہ کی جائے، یا نہیں:

سوال: جس شہر میں ایک ہی مسجد ہو اور اس کا امام فاسق ہو تو حنفی لوگ اپنی جماعت علیحدہ قائم کر لیویں یا اسی کے پیچھے نماز پڑھیں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ______________________

تفریق جماعت سے یہ بہتر ہے کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے، جیسا کہ درمختار میں نہر سے نقل کیا ہے:

"وفی النهرعن المحیط: صلّی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة". (۲)

اور دوسری جماعت کرنا برا ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/۲۸۴)

فاسق پیر کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: یک پیر امام مسجد است روزے یک مقتدی از و پرسید کہ امروز بکدام کار رفتہ بودید؟ جواب داد کہ امروز یک خوک را ختم قرآن بود درانخانہ ختم قرآن خواندہ ام وآن خوک دیگر خوکان جمع نمود آں نیز ختم قرآن خواندند آں صاحب ختم عین خوک است وصاحبان ختم بغیر من خوکان اند، این چنیں پیر چہ حکم دادو نماز خلف او جائز است یا چہ؟ (۳)

(۱) رجل أم قوماً وهم له كارهون إن كانت الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلك. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۸۶، بيان الإمامة)(الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بيان من يصلح إماماً لغيره، انیس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۵۔

"ومن صلی خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزا ثواب الجماعة. (المحيط البرهانی، كتاب الصلاة: ۱/۴۰۷، دار الفكر/النهر الفائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۴۲، دار الكتب العلمية بيروت. انیس)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقی ورع، لحديث: "من صلیٰ خلف عالم تقی فكأنما صلیٰ خلف نبی". (رد المحتار: ۱/۵۲۵، ظفیر)((مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد) (الدراية فی تخريج أحاديث الهداية، ومن الأحاديث الدالة علیٰ صحة صلاة المنفرد: ۱/۱۶۸، رقم الحديث: ۲۰۱، دار المعرفة، بيروت، انیس)

(۳) خلاصۂ سوال: ایک پیر ایک مسجد کا امام ہے، ایک روز ایک مقتدی نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کس کام سے گئے ہوئے تھے؟ اس امام نے جواب دیا کہ آج ایک سور کی قرآن خوانی تھی، اس کے گھر پر قرآن ختم پڑھا ہوں اور وہ سور دوسرے سوروں کے ساتھ جمع ہو کر قرآن ختم کئے ہیں اور ختم والا ہی سور ہے اور میرے علاوہ سب سور ہیں، ایسے پیر کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کیا؟ (انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

این چنیں پیر یاوہ گولائق مقتدا بودن وامام شدن نیست نماز خلف چنیں کس مکروہ است وحسب تصریح فقہا آں کراہت تحریمی است: ” لأن فی جعله إماماً تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام“. پس باید کہ آں امام رامعزول کنند وکسے دیگر صالح واقف مسائل نماز راامام مقرر کنند۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۷/۳-۲۸۸)

حافظ فاسق کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ لیکن وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے اور یہ حافظ صاحب رمضان المبارک میں قرآن شریف بھی سناتا ہے اور جس مسجد میں یہ حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں، اس میں حافظ صاحب معین ہیں، جو کہ تمام سال اس مسجد میں امامت کرتے ہیں یہ امام صاحب اس کے پیچھے تراویح کی نماز اور عشا کے فرض وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور اہل محلّہ میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے ہماری تو نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے ہم تو نہیں پڑھتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب مکمل اور مدلل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

(محمد الیاس، مدرس مدرسہ بدرالعلوم قصبہ جسپور، ضلع نینی تال، ۱۹/ جمادیٰ الأولیٰ ۱۳۶۹ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سائل نے اس حافظ صاحب کے فسق کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی؛ بلکہ مجمل سوال کیا، لہٰذا جواب بھی مطلق فاسق کی امامت کا دیا جاتا ہے، اب اس کی تحقیق خود سائل کے ذمہ ہے کہ صورت مسئولہ میں فاسق کی تعریف صادق آتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) خلاصۂ جواب: ایسا پیر مقتدا اور امام ہونے کے لائق نہیں ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور فقہا کی تصریح کے مطابق مکروہ تحریمی ہے؛ اس لیے کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم حرام ہے، لہٰذا ایسے امام کو معزول کردیں اور کسی دوسرے نیک صالح مسائل نماز سے واقف شخص کو امام مقرر کریں۔ (انیس)

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱. ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (تبيين الحقائق، الأحق بالإمامة: ۱۳۴/۱، بولاق القاهرة. انيس)

فاسق کوامام بنانا مطلقاً نماز میں خواہ نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ ہو، مکروہ تحریمی ہے، جب کہ اس سے بہتر متبعِ سنت مسائل نماز سے واقف امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔

”لوقدموا فاسقًا یأثمون بناءً علیٰ أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بأمور دینه و تساهله فی الإتیان بلوازمه فلا یبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر إلیٰ فسقه آه“. (کبیری: ٤٧٩)(۱) **فقط والله سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۲۳ر جمادیٰ الاُ ولیٰ ۱۳۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۹۷-۹۸)

مرتکب کبائر کی امامت:

سوال: ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے، اکثر اوقات محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں، بہت باتوں میں جھوٹ کہنا بھی ثابت ہوا، عفیفہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی، ”کسبی“ وغیرہ ناشائستہ الفاظ کہے، چنانچہ ایسی بے گناہ پر تہمتِ زنا لگانے کی وجہ سے ایک دفعہ سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر ہوکر ماخوذ ہوکر قانوناً جرم ثابت ہونے کے بعد تیس روپیہ جرمانہ بھی دیا ہے اور بھی بعض بعض باتیں، مثلاً: بیگانہ عورتوں کے سینہ پر ہاتھ پھیرنا، چوتڑ پر تھپڑ مارنا، کپڑا پکڑ کر کھینچنا، وغیرہ افواہ ان کی بابت سنی جارہی ہے۔

اب شرعاً ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر یہ شرعاً فاسق ٹھہرا تو اس کے پیچھے جمعہ جماعت مکروہ ہے، یا بلاکراہت جائز ہے؟ اگر مکروہ ہے تو کیا مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ واضح رہے کہ محلّہ کے اکثر مصلیوں کو ان کے عیوب پر واقفیت ہونے کی وجہ سے رغبت اٹھ گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔

اگر وہ شخص مذکورہ بزور امام رہے تو جمعہ جماعت میں انتشار پیدا ہوکر سوائے چندان کے قریبی رشتہ داروں کے سارے مصلیان دوسری مسجد میں منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اب کیا اس شخص کو شرعاً امام رکھنا ضروری ہوگا، یا ان کو معزول کرکے کسی نیک چلن آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

غیبت کرنا، کسی پاکدامن پر تہمت لگانا وغیرہ، گناہِ کبیرہ ہے،(۲) اور ایسے امور کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی

(۱) الحلبي الکبیر، کتاب الصلاة، الأولیٰ بالإمامة: ٥١٣، سهیل اکیڈمی، لاهور

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولایغتب بعضکم بعضاً﴾ (سورة الحجرات: ١٢)

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”کل المسلم علی المسلم حرام: ماله وعرضه ودمه، حسب امرئ من الشر أن یحقر أخاه المسلم“. ==

امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیے؛ بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیٰحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کردیا جائے، اگر اس کی علاحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شخص مذکورہ کے پیچھے بھی نماز مکروہ نہ ہوگی۔(۱)

"اعلم أن الغيبة حرام بنص الكتاب العزيز،وشبه المغتاب يأكل لحم أخيه ميتاً إذ هو أقبح من الأجنبى و من الحى". (ردالمحتار:۲۶۰/۵)(۲)

"هو (القذف) من الكبائر بإجماع الأمة". (فتح)(۳)

"ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق" تنوير. "(قوله:فاسق) من الفسق:وهو الخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر،والزانى وأكل الربا ونحو ذلك،

== عن البراء ابن عازب رضى الله عنها قال:خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتىٰ أسمع العواتق فى بيوتها.أو قال:فى خدورها.فقال:"يا معشر من آمن بلسانه،لا تغتابوا المسلمين ولاتتبعوا عوراتهم،فإنه من يتبع عورة أخيه،يتبع الله عورته،يفضحه فى جوف بيته".(تفسير ابن كثير:۲۷۳/۴،دارالفيحاء،دمشق.(سورة الحجرات:۱۲)

قال الله تعالىٰ:﴿ولايأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن﴾(سورة الممتحنة:۱۲)

"وأخرج أحمد:"خمس ليس لهن كفارة:الشرك بالله،وقتل النفس بغير حق،أوبهت مؤمن،أوالفرار من الزحف، أويمين صابرة يقتطع بها مالاً بغير حق".(مسند الإمام أحمدبن حنبل، تتمة مسند أبى هريرة رضى الله عنه:۳۴۰/۱۴-۸۷۳۷،مؤسسة الرسالة،انيس)

وأخرج الطبرانى:"من ذكر أمراً بشئ ليس فيه ليعيبه به حبسه الله فى نار جهنم حتىٰ يأتى بنفاذ ما قال فيه.(الزواجر عن اقتراف الكبائر،الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المأتين البهت:۴۱/۲،دار الفكر(كتاب النكاح،انيس)

(۱) وفى المواقف وشرحه:إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه،مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين و انتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لإنتظامها وإعلائها وإن أدىٰ خلعه إلىٰ فتنة احتمل أدنىٰ الضررتين".(رد المحتار،كتاب الجهاد،باب البغاة:۲۶۴/۴ (مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل،انيس)

"ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ".(الدرالمختار)

وقال الشامى"فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل،وإلا فالاقتداء أولىٰ من الإنفراد".(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة:۵۵۹/۱،سعيد.)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

(۲) ردالمحتار،كتاب الحظر والإباحة،فصل فى البيع:۴۰۸/۶-۴۰۹،سعيد

(۳) فتح القدير،كتاب الحدود،باب حد القذف : ۳۱۶/۵ ،مصطفىٰ البابى الحلبى،بمصر

كذا في البرجندي، إسماعيل وفي المعراج: قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدىٰ بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يجد إماماً غيره، آه. قال في الفتح: وعليه فيكره في الجمعة إذا تعددت إقامتها في المصر علىٰ قول محمد المفتىٰ به؛ لأنه لاسبيل إلى التحول، آه". (ردالمحتار: ٥٨٤)(۱)

"لوقدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه". (كبيري، ص: ٤٧٩)(۲)**فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۸/۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۹۸-۱۰۰)

مرتکب کبائر شخص کی امامت:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(۱) اگر ایک مسلمان حافظ قرآن باوجود دین کے ضروری احکام سے واقفیت رکھنے کے، غیر مسلم اقوام کے پاس بغرض جھٹکا؛ یعنی گردن مارنے کے لیے جانور (بکرا وغیرہ) بیچتا ہو، جب کہ اس کو علم ہے کہ وہ جھٹکا کریں گے اور پھر صاف ہونے کے بعد ان کے پاس تول (یعنی چمڑا وغیرہ صاف کر کے گوشت) فروخت کرتا ہو، یا زندہ بکرا ہی قیمت مقرر کر کے دے دیتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) قصائی کا پیشہ اسلام میں کیسا ہے؟ نیز ایک قصاب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، جو خود ہی کھال اتارے، خود ہی بوٹی کر کے بیچے اور اس کو اپنا پیشہ بنائے، کیا وہ جماعت کروا سکتا ہے؟

(۳) کچے چمڑے کی تجارت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اگر کسی شخص کی عورت گانے والی ہو، یا برائے نام پردہ کرتی ہو، اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۵) ایک شخص جو بدکلام ہے (گالی گلوچ دیتا ہے) اور مدھک، چنڈو، گانجہ، افیون وغیرہ میں سے کسی چیز کا نشہ کرتا ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ یا ایک شخص گناہ کبیرہ اعلانیہ کرتا ہے، مثلا: چوری کرنا، سود خوری، یا فوٹو کھینچوا تا ہے، اس کی امامت کا حکم بھی لکھیں، نیز ایک خانساماں جو خنزیر پکا کر انگریزوں کو کھلاتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا آدمی ایک مسلم جماعت، یا انجمن کا صدر ہو سکتا ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٩/١-٥٦٠، سعيد (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٣، سهيل اكيڈمي، لاهور

(۶) ایسا شخص جس میں مذکورہ عیوب ہیں اور مقتدی اس کی امامت نہیں چاہتے؛ لیکن ایک صاحب اقتدار شخص کے بل پر وہ جبرا امامت کرتا ہے، اس کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۷) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسق وفاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے، فاسق کی تعریف کیا ہے؟

(۸) اگر کچھ مقتدی باوجود تمام باتوں کے علم کے اپنی ضد پر قائم رہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے رہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ بکرا بیچ دے، جو جھٹکا کرتا ہے تو یہ مسلمان گنہ گار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جھٹکا کرنا اس کا فعل نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کو یہ معلوم ہے کہ یہ جھٹکا کرے گا تو نہ بیچنا بہتر ہے اور بیچ دے تو گنہ گار نہیں، البتہ جھٹکا کئے ہوئے بکرے کا گوشت بیچنا مسلمان کے لیے جائز نہیں، پہلی صورت میں امامت جائز ہے اودوسری صورت میں مکروہ ہے؛ یعنی جب کہ وہ اپنا جانور جھٹکا کرا کر گوشت فروخت کرتا ہو۔(۱)

(۲) قصاب کا پیشہ اسلام میں جائز ہے اور قصاب کے پیچھے نماز بھی جائز ہے، اگر چہ وہ خود کھال اتارتا اور گوشت فروخت کرتا ہو۔(۲)

(۳) مذبوحہ حلال جانوروں کے کچے چمڑے کی تجارت جائز ہے، ہاں! غیر مذبوحہ جانوروں کی کھال کی تجارت بعد دباغت جائز ہوتی ہے۔(۳)

(۴) اگر یہ شخص اپنی عورت کے اس فعل سے راضی نہ ہو اور اس کو منع کرتا ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔(۴)

(۵) جو شخص بدکلام دشنام دہندہ، نشہ باز ہو، یا علانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، مثلا: چور، زانی، شراب خور ہو (اسی کو فاسق کہتے ہیں)، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس طرح فوٹو کھنچوانے والے اور خنزیر پکا کر کھلانے والے کی امامت بھی مکروہ ہے اور ان صفات کا شخص اس قابل بھی نہیں کہ انجمن اسلامیہ کا صدر بنایا جائے، صدر کوئی صالح دیندار ہونا چاہیے۔(۴)

---

(۱) لابأس بيع العصرلمن يعلم أن يتخذ خمرًا أو من آجربيتًاليتخذ فيه بيت نارأو كنيسة أوبيعة أويباع فيه الخمر بالسواد فلابأس به.(الهداية، كتاب الكراهة، فصل فى البيع: ٤٧٦/٤)

(۲) ويجوز الاستئجار على الذكاة، لأن المقصود منها وطع الأوداج، إلخ (الفتاوىٰ الهندية: كتاب الإجارة، فصل فى المتفرقات: ٤٥٤/٤)

(۳) قال فى التنويروشرحه:"وجلد ميتة قبل الدبغ يباع و ينتفع به، إلخ، و فى الشامية: (قوله ميتة قيد بها؛ لأنها لو كان مذبوحة فباع لحمها أوجلدها جاز؛ لأنه يطهر بالذكاة، إلخ. (باب البيع الفاسد: ٧٣/٥)

(۴) ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق وأعمىٰ. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ٥٥٩/١-٥٦٠)

(۶) جب کہ مقتدی بجاطور پر امام صاحب کی امامت سے ناخوش ہوں تو امام صاحب کو نماز پڑھانی اور زبردستی امامت کرنی گناہ ہے۔(۱)

(۷) فاسق وفاجر کے پیچھے نماز جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کراہت جائز ہے، نماز ہوجاتی ہے؛ مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ ہوتی ہے۔(۲)

(۸) جولوگ ایسے شخص کو امام بنانے پر اصرار کریں، جس کی امامت ناجائز یا مکروہ ہے، وہ خطا کار ہیں اور اگر ان کی ضد جان بوجھ کر ہو تو وہ بھی فاسق ہوجائیں گے۔

اگر وہ شخص جس کی امامت مکروہ ہے، زبردستی امامت کرے تو دوسرے خیال کے لوگوں کو چاہیے کہ دوسری مسجد میں نماز باجماعت پڑھ لیا کریں، اسی مسجد میں دوسری جماعت قائم نہ کریں، یا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر اعادہ کرلیا کریں۔(۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی: ۱۲۹/۳-۱۳۱)

معاصیٔ متعددہ کے مرتکب کی امامت:

سوال (۱) جو شخص ہمیشہ اپنی نماز پنجگانہ ادا نہ کرتا ہو؛ بلکہ دیکھا دیکھی کبھی کبھی نماز پڑھتا ہو، یا اگر کہیں مسجد میں کبھی کسی نے امام بنایا ہو تو نماز ادا کرلی، ورنہ نہیں، ایسے شخص کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ جو شخص نماز پنجگانہ ہمیشہ ادا کرتے ہیں، ان کی نماز ایسے شخص کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اور اس شخص کو ایک مرتبہ بستی والوں نے مسجد سے بنظرِ حقارت علاحدہ کردیا ہو اور یہ پھر دوبارہ آنے کی کوشش کررہا ہو اور اس کی کوشش میں اگر کوئی دوسرا آدمی بستی والے اپنی مسجد میں امام بنانے کو لارہے ہوں تو یہ امام اپنی طمع نفسی کی وجہ سے ایسے شخص کی برائی کرے اور لوگوں کو اس آدمی کی ناجائز اور جھوٹی برائی کرے، جو ہمیشہ ہمیشہ علاوہ نمازِ پنجگانہ ادا کرنے کے نفل اور نماز اشراق بھی ادا کرتا ہے۔

---

(۱) ولو أم قومًا وهم له كارهون، أن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريمًا لحديث أبي داؤد لايقبل الله صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهو ن وإن هو أحق لا والكراهة عليهم.(الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۹/۱)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق و أعمٰى.(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

(۳) یہ حکم بطور زجر یا احتیاط کے ہے ورنہ فاسق کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

وفى النهرعن المحيط: صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة.(ردالمحتار: باب الإمامة: ۵۲۲/۱)

(۳)　یہ کہ جس وقت یہ شخص (جس کے لیے دریافت کیا جارہا ہے) دوبارہ مذکورہ بستی میں اپنے امام ہونے کی خواہش میں آیا ہے، اس کو بستی مذکورہ کے باشندے اس کے سامنے یہ لفظ کہیں کہ میاں جی صاحب! ہم تم کو دوبارہ امام رکھ لیتے لیکن تمہارے اندر چار عیب سخت ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا ہیں؟ بستی والے بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ ہیں:

۱۔　ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تم سوتے رہتے ہو۔

۲۔　اگر تمہارے ہم عمر تم کو سونے سے کبھی آکر جگادیویں تو تم اذان بے وضو مسجد میں جاکر پڑھ دیتے ہو۔

۳۔　جب کہ تم نوجوان ہو اور تمہاری بیوی نوجوان ہے اور تم اپنے بسترِ راحت پر لیٹے ہوئے ہو، ہمیں کیا معلوم کہ تم غسل کئے ہوئے ہو، یا تم کو غسل کی حاجت ہے، ہمارے اٹھانے پر اور جگانے پر تم اٹھ کر مسجد میں فوراً مصلی پر آکر جماعت کرادیتے ہو۔

۴۔　تم اکثر مویشی رکھتے ہو، جس کے واسطے گھاس وغیرہ کو تم گھسیارے کی شکل ہو کر ہمارے کھیت وغیرہ میں کام کرتے ہو، ہم لوگ دور سے کیا شناخت کرسکتے ہیں کہ ہمارے امام مسجد ہیں، اگر ہم کوئی لفظ گستاخانہ گھسیارہ سمجھ کر کہتے ہیں تو بے ادبی ہے۔

اس لیے یہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت جس شخص کی ہے اس کو امام مسجد بنایا جاوے، یا نہیں؟ اور جو شخص نمازِ پنجگانہ کا نمازی ہے، اس کی نماز ایسے شخص کے ساتھ ہوجائے گی، یا نہیں؟

(زیادہ حد ادب: احقر محمد صدیق ساکن وتولی ضلع سہارنپور)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اپنے جانوروں کے لیے گھاس کھود کر جائز طریقہ سے لانا اور محنت مزدوری کرنا شرعاً کوئی عیب کی چیز نہیں، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا، (۱) اور ''گھسیارہ'' یا کوئی اور لفظ تحقیر و تذلیل کی نیت سے کہنا کسی کو بھی جائز نہیں۔ (۲)

---

(۱)　عن جده رافع ابن خديج رضى الله تعالىٰ عنه قال: قيل يا رسول الله! أى الكسب أطيب؟ قال: ''عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور''. {رواه أحمد} (حديث رافع بن خديج: ٥٠٢/٢٨ (ح: ١٧٢٦٥) مؤسسة الرسالة، انيس)

قال الملاعلى القارى: ''قال: (عمل الرجل بيده): أى من زراعة أو تجارة أو كتابة أو صناعة''. (مرقاة، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ٣٠/٦، رشيدية. (ح: ٢٧٨٣) انيس)

عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة''. رواه البيهقى فى شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ٢٤٢/١، قديمى) (الفصل الثالث (ح: ٢٧٨١) انيس)

(۲)　قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ (سورة الحجرات: ١١)　==

اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے؛ لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ وضو سے کہی جائے،(۱) جو شخص اپنے مکان سے اپنی بیوی کے پاس سے آیا ہے، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ بے غسل ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، یہ گمان لغو اور ممنوع ہے،(۲) البتہ اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو غسل کی حاجت ہے تو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے۔(۳)

غیبت کرنا حرام ہے،(۴) پنجگانہ نماز فرض عین ہے، اس کا تارک فاسق ہے،(۵) پس شخص مذکورہ کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ دوسرا نیک آدمی امامت کے لائق تہجد گذار موجود ہے، ایسے غیر پابند نماز اور غیبت کرنے والے کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جائے،(۶) تاہم اگر وہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کرتا ہے، اس سے بھی معاف کرالے

== وهٰذا يدل علىٰ أن اللقب المكروه هومايكرهه صاحبه،ويفيد ذماً الموصوف به؛لأنه بمنزلة السباب و الشتيمة، فأماالأسماء والأوصاف الجارية غيرهٰذاالمجرى فغيرمكروهة،لم يتناولهاالنهى؛لأنهابمنزلة أسماء الأشخاص و الأسماء المشتقة من أفعال...قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لعلى:"يأأبا تراب"لما عليه من التراب ... وقال سهل بن سعد:ماكان اسم أحب إلى على رضى اللّٰه عنه أن يُدعٰى به من أبى تراب.فمثل هٰذا لايكره؛إذليس فيه ذم،ولا يكرهه صاحبه".)(أحكام القرآن للجصاص:۶۰۳/۳،قديمى)

(۱) عن أبى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال:"لايؤذن إلا متوضى".(جامع الترمذى،أبواب الصلاة،باب ما جاء فى كراهية الأذان بغير وضوء:۵۰/۱،سعيد (ح:۲۰۰)انيس)

"ويكره أذان جنب...وإقامة محدث لاأذانه علىٰ المذهب".(الدرالمختار)

"ثم اعلم أنه ذكرفى الحاوى القدسى من سنن الأذان:كونه رجلاً عاقلاً،صالحاً،عالماً بالسنن والأوقات،مواظباً عليه،محتسباً،ثقةً متطهراً مستقبلاً".(الدرالمختارمع ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان:۳۹۲/۱ـ۳۹۳، سعيد (مطلب فى المؤذن إذاكان غيرمحتسب فى أذانه،انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن،إن بعض الظن إثم﴾.(سورة الحجرات:۱۲)

عن أبى هريرة قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث"فهذا من الظن المحظور وهو ظنه بالمسلم سواءً من غيرسبب يوجبه".(أحكام القرآن للجصاص:۶۰۴/۳ـ۶۰۵، قديمى)

(۳) عن أبى هريرة قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:لاتقبل صلاة من أحدث حتىٰ يتوضأ.(متفق عليه)

عن ابن عمرقال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"لاتقبل صلاة بغيرطهور،ولاصدقة من غلول". {رواه مسلم}(مشكاة المصابيح،كتاب الطهارة،باب ما يوجب الوضوء:۴۰/۱،قديمى)(الفصل الأول(ح:۳۰۰ـ۳۰۱)انيس)

(۴) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿ولايغتب بعضكم بعضاً﴾(سورة الحجرات:۱۲)

عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"كل المسلم على المسلم حرام: ماله و عرضه ودمه،حسب امرئ من الشرأن يحقرأخاه المسلم".(تفسيرابن كثير:۲۷۳/۴،دار الفيحاء دمشق)

(۵) (هى فرض عين علىٰ كل مكلف...ويكفرجاحدها...و تاركها عمداً مجانةً :أى تكاسلاً فاسق".(الدر المختار، كتاب الصلاة:۳۵۱/۱ـ۳۵۲،سعيد)

(۶) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ" (الدرالمختار) ==

اورنماز و جماعت کا پابند ہو جائے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔
صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی الحجہ/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۰۱-۱۰۴)

مرتکب مکروہ کی امامت:

سوال: مکروہات وسنت ومستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مکروہ ہوگی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۰۴)

ہندو تہذیب اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی مسلمان ہنود کے یہاں اس قسم کی نوکری کرے کہ ہنود کو پوجا کے واسطے بُت کے مکان پر پہنچا دیوے اور اپنی صورت ہنود کی سی رکھے؛ تا کہ ہنود اس کو موقوف نہ کردیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جو مسلمان ایسا فعل کرے، وہ فاسق ہے اور سخت گنہگار ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنے والا بھی فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۴۰-۲۴۱)

== وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولى من الإنفراد... وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعيد (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱) (والأحق بالإمامة) الأعلم (بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(۲) "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (مراقي الفلاح). وقال الطحطاوي في حواشيه: "قال القهستاني: أي أو إصرار على صغيرة". (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، قديمي)

(۳) ويكره إمامة عبدإلخ وفاسق. (الدر المختار)

بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے

طوائف کی دعوت کھانے والے کو امام بنانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص پیشہ ور عورتوں کی دعوت کھاتا ہو، اس کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۳-۲۵۳)

جس کی لڑکی طوائف کا پیشہ کرتی ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: سخاوت نامی شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، اس کی لڑکی پیشہ طوائف کا کرتی ہے اور سخاوت اس کے پاس رہتا ہے، امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اگر لوگوں کو اس کی امامت سے کراہت ہے تو اس کو امام ہونا مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۶/۳)

امام کا غیر مسلم کے گھر میت کا کھانا کھانا:

سوال: آندھرا پردیش میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہندو مسلمان ملے جلے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں، ایک مشہور ہندو رئیس کی موت پر ان کے ورثا نے اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کھانے پر بلایا، امام صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوت میں تشریف لے گئے اور کھانے میں جو دس دن کے بعد کھلایا جاتا ہے، برہمن منتر پڑھتے ہیں، کیا مسلمانوں کے لیے ہندو موتہ کا کھانا جائز ہے، ایسا شخص امامت کے قابل رہتا ہے، یا مرتد ہو جاتا ہے، کیا کوئی حرام کو حلال جان کر بھی مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد،إلخ، وفاسق. (الدر المختار،باب الإمامة،ظفیر)

(۲) ولو أم قوماً وهم له کارهون ،إن) الکراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره)له ذلک تحريماً لحديث أبي داؤد رحمه الله تعالیٰ:"لايقبل الله صلاة من تقدّم قوماً وهم له کارهون" (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۲/۱،ظفیر)

هو المصوب

بشرط صحت واقعہ دریافت کردہ صورت میں شخص مذکور کا عمل فسق کے دائرہ میں ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ تا آنکہ اس عمل سے توبہ نہ کرلے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۶۶/۲)

امام کو سود کھلانا اور اس کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو بہت متقی و پرہیزگار ہیں اور محلّہ میں سود دینے والوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں تو ان کا یہ کھانا کھانا جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصليًا

محلّہ والوں کی ذمہ داری ہے کہ امام صاحب کو حلال کمائی سے کھانا کھلائیں، یا حلال کمائی سے اتنی تنخواہ دیں کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کرلیں، سود لینا حرام اور سود سے بچنا فرض ہے،(۲)، خود بھی وہ توبہ کریں،(۳) اور امام صاحب کو بھی سود نہ کھلائیں، اگر امام صاحب کو معلوم ہو کہ یہ سودی مال سے نہیں کھلاتے بلکہ حلال کی کمائی سے کھلاتے ہیں، مثلاً سود کے علاوہ بھی کوئی ذریعہ آمدنی ہے، یا قرض لے کر کھلاتے ہیں تو وہ مال حرام نہیں، اس کا کھانا درست ہے،(۴) حرام کھانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی،(۵)، جو سود دیتا ہے وہ گنہگار ہے؛ مگر اس کا مال حرام نہیں۔(۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۵/۶-۱۳۶)

---

(۱) (ويكره) تنزيهًا (إمامة عبد... وفاسق وأعمى). (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۲۹۸/۲)

قوله: "فاسق" من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني و آكل الربا ونحو ذلك. (رد المحتار: ۲۹۸/۲) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا لاتأكلوا الربا أضعافاً مضاعفةً﴾ (سورة آل عمران: ۱۳۰)

(۳) واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، قديمی)

(۴) أهدىٰ إلىٰ رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلابأس إلاأن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام، إلاأن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في الينابيع". (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳٤۲/۵، رشيدية)

(۵) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ". (تنوير الأبصار) "(قوله: فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا، ونحو ذلك". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵٦۰، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(٦) عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله، وكاتبه، ==

کوئی دن متعین کر کے موت کا دعویٰ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ۲۵/ ذی الحجہ سے عشرہ محرم تک ضرور مر جائے گا؛ لیکن وہ اب تک زندہ ہے، ایسا دعویٰ کرنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ اس کا نکاح بحال ہے، یا نہیں؟ امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص کافر نہیں ہوا، مسلمان ہے اور نکاح اس کا قائم ہے؛ مگر ایسا ادعا اس کو کرنا نہ چاہیے تھا، یہ اس کی غلطی تھی، ایسا دعویٰ کرنا گناہ ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ ایسا دعویٰ نہ کرے۔(۱) اگر وہ توبہ کرلیوے تو نماز اس کے پیچھے بلا کراہت صحیح ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۱۴۳)

جو امام جذامی کی گڑی ہوئی لاش کو نکال کر جلانے کا حکم دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ریاست میں ایک قاضی کے فتویٰ دینے سے ایک جذامی مسلمان کی نعش کو دفن کرنے کے دو ماہ بعد جلایا گیا، اس کے متعلق کیا حکم ہے اور جس قاضی نے جواز کا فتویٰ دیا اور درمختار و عالمگیری وغیرہ کا حوالہ دیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے، یا اس سے مقاطعہ کر دیا جاوے؟ فقط

الجواب

مسلمان کی نعش کو جلانا جائز نہیں ہے، بالکل حرام ہے،(۳) جس قاضی نے مسلمان جذامی کی نعش کو جلانے کا حکم کیا

== وشاهديه، وقال: "هم سواء". (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربا: ۲٤٤/۱، قديمي (الفصل الأول (ح: ۲۸۰۷) / الصحيح لمسلم، باب لعن آكل الربا ومؤكله (ح: ۱۵۹۸) انيس)

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس لايعلم إلا الله ثم قرأ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ إلخ. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، ص: ۱۲، ظفير) (ورواه أبو داؤد مع اختلاف وفيه: وإذا رأيت الحفاة العراة الصم والبكم ملوك الأرض في خمس لا يعلمهن إلا الله، ثم قرأ: إن الله عنده علم الساعة وينزل الساعة الغيث، الآية. (متفق عليه) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۳) انيس)

(۲) "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكاة المصابيح، باب التوبة، ص: ۲۰٦، ظفير) (كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳٦۳، انيس)

(۳) عن أبي كعب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كان آدم رجلاً أشعر، طوالاً، آدم كأنه نخلة سحوق، وأنه لما حضروه الوفاة نزلت الملائكة بحنوطه وكفنه من الجنة فلما مات غسلوه بالماء والسدر ثلاثاً، وجعلوا في الثالثة كافوراً، كفنوه في وتر ثياب وحفروا له لحداً، صلوا عليه وقالوا: هذه سنة ولد آدم من بعد. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب غسل الميت: ۴۰۰/۳، رقم الحديث: ٦۰۸٦، المكتب الإسلامي، انيس) ==

وہ جاہل اور فاسق ہے، کسی کتاب میں جلانے کا حکم نہیں لکھا، یہ اس نے غلط حوالہ دیا، شخص مذکور چوں کہ بدعتی بھی ہے اور فاسق ہے؛ اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اس کو اپنا امام بنانا حرام ہے؛ کیوں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم بدعتی اور فاسق کی حرام ہے۔(۱)

حدیث شریف میں ہے:

"من وقّر صاحب بدعة فقد أعان علٰى هدم الإسلام". (۲)

یعنی! جس نے بدعتی کی تعظیم کی اور توقیر کی اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔(**والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**)

پس قاضی مذکور کو توبہ کرنی چاہیے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے سلام وکلام قطع کر دینا چاہیے، ایسا شخص لائق قاضی ومقتدا ہونے کے نہیں ہے۔فقط۔(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۹۹/۳-۲۰۰)

جو امام حق کی تبلیغ سے روکے، اس کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایک واعظ قرآن وحدیث کے بموجب وعظ بیان کرتا ہے، دوسرا شخص امام مسجد کو یہ کہتا ہے کہ ایسا وعظ مت کہو؛ کیوں کہ تم سب مسائل کو کھول کر بیان کر دیتے ہو، اس سے ہم کو کچھ نہیں ملتا، کچھ ملّا لوگوں کا بھی حق رہنے دیا کرو، واعظ کو دوسرے لوگوں سے منع کراتا ہے، بہشتی زیور کے مسائل کو نہیں مانتا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

== وأما في شرعنا فلا يجوز الإحراق بالنار للحيوان.(كتاب قتل الحيات،النهي عن قتل النمل.(شرح النووي على المسلم: ۲۳۹/۱۲،انيس)

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود،عن أبيه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا تعذبوا بالنار،فإنه لا يعذب بالنار إلا ربها .(المصنف لأبي بكربن أبي شيبة ،كتاب السير،من نهى عن التحريق بالنار (رقم الحديث: ۳۳۸۱٦) ۵۸٤/۱۷،مؤسسة علوم القرآن،انيس)

عن أبي الزنادحدثني محمد بن حمزة الأسلمي عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمره علٰى سرية قال فخرجت فيها وقال إن وجدتم فلاناً فاحرقوه بالنار فوليت فناداني فرجعت إليه فقال إن وجدتم فلاناً فاقتلوه ولا تحرقوه فإنه لايعذب بالنار إلا رب النار.(سنن أبي داؤد،كتاب الجهاد،باب في كراهية حرق العدوبالنار (رقم الحديث:۲٦۷۳)ص:۳۰۱،بيت الأفكار،انيس)

شروع في مسائل الدفن:وهو فرض كفاية إن أمكن إجماعاً...ومفاده أنه لا يجزى دفنه وجه الأرض ببناء عليه. (ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة الجنازة،مطلب في دفن الميت:۱۳۸/۳،دارالكتب العلمية،انيس)

(۱) بل مشٰى في المنية وكراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۲۳/۱،انيس)

(۲) مشكاة المصابيح،كتاب الإيمان،باب الإعتصام بالكتاب و السنة،الفصل الثالث،ص:۳۱(ح:۱۸۹،انيس)/ المعجم الأوسط عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم،من اسمه محمد (ح:٦۷۷۲)انيس)

الجواب

واعظ کو مسائل شریعت موافق کتب فقہ کے بیان کرنا چاہیے، کسی کے کہنے سننے اور طعن وتشنیع کی وجہ سے مسائل حقہ مفتیٰ بہا کے بیان کرنے سے رکنا نہ چاہیے اور جو شخص بغرض دنیاوی کے واعظ حقانی کو مسائل حقہ مفتیٰ بہا ضروریہ کے بیان کرنے سے روکے، وہ خطا پر ہے اور عاصی ہے، امام بنانا اس کا مکروہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، ایسا امام مخالف شریعت قابل معزول کرنے کے ہے،(۱) اور بہشتی زیور ایک عالم معتبر کی تصنیف کردہ ہے، اس کے مسائل جو مفتیٰ بہا ہیں، ان کے معتبر ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور کوئی عالم حقانی عموماً اس کے مسائل پر معترض نہیں ہوسکتا۔ باقی اگر کوئی مسئلہ سہواً اس میں خلاف راجح یا غیر مفتیٰ بہا لکھا گیا ہے، اس کی تصحیح خود مؤلف علام کرتے رہتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۷۰/۳-۲۷۱)

جو نو مسلم کو عید کی نماز میں شریک نہ ہونے دے وہ کیسا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی اقتدا و کفر و اسلام کی نسبت جو کسی غریب، نو مسلم سند یافتہ کو کمین ورذیل سمجھ کر عید کے دن مسلمانوں کی جماعت سے نکلوا دے اور اس مجمع میں نماز نہ پڑھنے دے؛ بلکہ تمام مساجد میں نماز پڑھنے سے مانع ہو؟

(۲) جو لوگ تعصباً شاہی عیدگاہ کی رونق بگاڑنے کے لیے گورستان کی مسجد میں نماز پڑھیں، ایسے حضرات کی اقتدا کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی شہر میں عید کی نماز دو جگہ پڑھی جاتی ہو۔ ایک قبرستان کی مسجد میں جس کے پیش امام صاحب وہ حضرت موصوف الصدر ہوں اور دوسری جگہ عیدگاہ میں جس کے امام صاحب دائم السکر اور بدون طلاق اور عدت کے ایام وحالت حمل حلال میں بطمع اجرت عورت کا دوسرے شخص سے نکاح پڑھا دینے کے عادی ومجوز ہوں، ایسے موقعہ پر بوجوہات مذکورہ بالا ونیز بغرض رفع فساد ونیز باین خیال کہ ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را، اپنی جماعت کے ساتھ تیسری جگہ شہر میں نماز پڑھ لیا کرے تو یہ نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ نماز اس کی تیسری نماز کا خطبہ رئیس ریاست کے حق میں منحوس ومضر ہے، یا مسعود ومحمود؟ اور اس نماز کو منحوس ومضر بتلانے والے کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) کسی مسلمان کی خواہ وہ قدیم الاسلام ہو، یا نو مسلم، بے وجہ تحقیر وتذلیل کرنا اور مسجد سے نکلوانا حرام اور ناجائز ہے۔(۲) مرتکب ایسے امور کا فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق (الدرالمختار) بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم،(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفیر)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۲) ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا﴾(سورة الاحزاب:۵۸)==

(۲) عیدگاہ کو چھوڑ کر قبرستان کی مسجد میں نماز عید ادا کرنا مکروہ ہے، اختلاف باہمی اور شقاق ونفاق سے پرہیز کرنا لازم ہے، جو امر موجب تفرقہ بین المسلمین ہو، اس سے بچنا چاہیے۔(۱)

حدیث شریف میں ہے:

"صلوا خلف کل بر و فاجر".(۲)

فاسق کے پیچھے نماز اگرچہ مکروہ ہے؛ مگر تفرقہ ڈالنے سے یہ اچھا ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لیوے؛(۳) کیوں کہ فتنہ وفساد سخت تریں ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۹۲/۳-۲۹۳)

قرآن یاد کر کے بھولنے والے اور جماعت کے تارک کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک شخص نے قرآن شریف حفظ کیا، ایک دو سال مسجد میں سنایا بھی، اب اگر بھول گیا اور وہ جماعت کا بھی پابند نہیں ہے، اس کا امام بنانا کیسا ہے؟ دوسرا شخص جو عالم ہے اور جماعت کا پابند ہے اور قرآن شریف جیسا کہ ناظرہ خواں پڑھتے ہیں، ویسا ہی پڑھتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

== "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده و المهاجر من هجر مانهی اللّٰه عنه".(الصحیح للبخاری باب اعلم من سلم المسلمون من لسانه ویده)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لاتظلمون و لاتظلمون﴾(سورة البقرة:۲۷۹)

حدیث قدسی میں ہے:"قال یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی و جعلته بینکم محرما فلاتظالموا".(الصحیح لمسلم باب تحریم الظلم)

"اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات یوم القیامة واتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم حملهم علی ان سفکوا دمائهم و استحلوا محارمهم".(مسلم باب تحریم الظلم)

"سباب المسلم فسوق، وقتاله کفر".(البخاری ومسلم و الترمذی و النسائی، جمع الفوائد:۱۲۹٤)

(۱) ﴿واطیعوا اللّٰه ورسوله و لاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان اللّٰه مع الصابرین﴾(سورة الأنفال:٤٦)

﴿اعتصموا بحبل اللّٰه جمیعا ولا تفرقوا﴾.(سورة آل عمران:۱۰۳، انیس)

(۲) رواه الدارقطنی، کتاب العیدین، باب صفة من تجوز الصلاة معه و الصلاة علیه: ۲/ ٤۰٤، رقم الحدیث: ۱۷٦۸، مؤسسة الرسالة/ورواه أبو داؤد بلفظ: الصلاة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم برًّا أو کان فاجرًا، وإن عمل الکبائر، کتاب الصلاة، باب إمامة البر و الفاجر، رقم الحدیث: ٥۹٤، انیس)

(۳) (وفی النهر عن المحیط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة) إلخ. أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الانفراد لکن لاینال کما ینال خلف تقی ورع.(رد المحتار: ۱/ ٥۲٥، ظفیر (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(٤) سورة البقرة: ۲٤

الفتنة: القتال، وأصلها: الإبتلاء و الإمتحان، والفتنة: العذاب، قال الکسائی فی قوله تعالیٰ: ﴿الفتنة أشد من القتل﴾ أی العذاب.(شمس العلوم دواء کلام العرب من الکلوم، مادة: الفتنة: ۸/ ٥۰۸۲، انیس)

الجواب

قرآن شریف حفظ کر کے بھولنا گناہِ کبیرہ ہے،(۱) اور ترک جماعت پر اصرار کرنا بھی معصیت کبیرہ ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے،(۲) اور دوسرا شخص جو عالم اور پابند شریعت ہے اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہے، اس کی امامت افضل ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۵۸-۲۵۹)

دھوکہ دینے والے کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: میں نے ایک شخص کو ایک تولہ سونا دیا تھا کہ تم اس کا کشتہ کردو، خلاصہ یہ کہ اس نے سونا رکھ لیا اور تانبہ کا کشتہ مجھ کو دیا اور وہ امام ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اس کو امامت سے معزول کردینا چاہیے،(۴) یا یہ کہ وہ توبہ کرلے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۰۶)

---

(۱) عن أبی موسیٰ الأشعری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تعاهدوا هذا القرآن فوالذی نفس محمد بیده لهو أشد تفلُّتاً من الإبل فی عقلها. (الصحیح للبخاری (ح: ۵۰۳۳)/الصحیح لمسلم (ح: ۷۹۱) انیس)

سعد بن عبادة رضی اللّٰہ عنه یقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسیه إلا لقی اللّٰه أجذم. (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، باب القاریء ینسی القرآن: ۲۰۲/۱، دار ابن کثیر دمشق/المعجم الکبیر للطبرانی، ما أسند سعد بن عبادة (ح: ۵۳۹۰) انیس)

الضحاک بن مزاحم یقول: ما من أحد تعلم القرآن ثم نسیه إلا بذنب یحدثه لأن اللّٰه تعالیٰ یقول: ﴿وما أصابکم من مصیبة فبما کسبت أیدیکم﴾ وإن نسیان القرآن من أعظم المصائب. (فضائل القرآن للقاسم: ۲۰۲/۱/ شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی تعلم القرآن (ح: ۱۸۱۳) انیس)

قال أبو العالیة: کنا نری من أعظم الکبائر أن یتعلم الرجل القرآن ثم ینام حتی ینساه لا یقرأ منه شیئاً. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، أبو العالیة الریاحی: ۸۲/۷، دار الکتب العلمیة بیروت. انیس)

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ولو أنکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هٰذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم، ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم“. (فتح القدیر: ۳۰۱/۱، ظفیر)

(۳) والأحق بالإمامة، تقدیماً بل نصباً (الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۰/۱، ظفیر)

(۴) ویکره إمامة عبد، إلخ، و فاسق (الدر المختار) بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

بیوہ کے نکاح میں خلل ڈالنے والے کی امامت:

سوال: بیوہ عورت کے نکاح کرنے پر رضامند ہو، اس کے نکاح میں جو شخص خلل ڈالے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بیوہ عورت جو کفو میں نکاح کرنا چاہے، اس کو کسی ولی یا غیر ولی کو نکاح سے روکنا نہ چاہیے، ورنہ بے وجہ شرعی کے کسی عورت کو نکاح سے روکنا گناہ ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۳، ۱۵۳)

فاسق امام کے پیچھے نماز کے جواز اور حالت اضطرار میں مکروہ نہ ہونے کا حکم:

سوال: پیش امام جامع مسجد کہ ہزارہا مخلوق درآنجا نماز ادا می کنند مرد جاہل و ربوا خوار و بخیل و بے تقویٰ و متلق وکاذب وحارس وغیرہ وغیرہ ہست در جماعت عالم وفاضل وزاہد وعابد وقاری ومتقی داخل اند پس آں نماز ایشاں چگونہ است اکثر قوم، ناراض اند صرف از طرف حکومت بطریق وراثت آں پیش امامی مقرر شدہ است ہمہ مردمان از طرف حکومت مجبور اند شرعاً چہ باید کرد؟ (۲)

الجواب

صبر باید کرد مخالفت با حکومت نازیباست، (۳) وچوں مقتدیان بر عزل امام قادر نیستند پس ایں ہمہ کراہت بر امام خواہد بود نماز مقتدیاں بلا کراہت صحیح خواہد ماند۔ (۴)

(تتمہ اولیٰ ص: ۳۱۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۱۱/۱-۴۱۲)

---

(۱) اور اس پر اصرار فسق ہے، لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہے۔ ویکرہ إمامة عبد ... وفاسق. (الدر المختار علی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

قرآن میں ہے: ﴿وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ظفیر) (سورة النور: ۳۲) انیس)

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث حق على الله عونهم الغازی فی سبيل الله والناكح يريد العفاف والمكاتب الذی ينوی الأداء. (مصنف عبدالرزاق، باب فضل الجهاد (ح: ۹۵۴۲) انیس)

(۲) خلاصۂ سوال: جامع مسجد کا امام جاہل، سود خور، بخیل، غیر متقی اور جھوٹا ہے اور نمازیوں میں عالم و فاضل، عابد و زاہد اور قاری و متقی ہیں، پس ان کی نماز کیسی ہوگی، اکثر لوگ ناراض ہیں؛ لیکن چوں کہ حکومت کی طرف سے ان امام صاحب کو حق امامت وراثۃً پہنچا ہے؛ اس لیے تمام لوگ مجبور ہیں، پس شرعاً کیا کرنا چاہیے؟ (سعید احمد)

(۳) اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو صحیح طریقہ پر ایسے امام کو ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث میں ہے: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه. (كتاب الإيمان، كون النهی عن المنكر من الإيمان، رقم الحديث: ۷۸، ص: ۵۱، بيت الأفكار، انیس)

(۴) ترجمہ جواب: صبر کرنا چاہیے حکومت کے ساتھ مخالفت زیبا نہیں ہے اور چوں کہ مقتدی امام کو معزول کرنے پر قادر نہیں ہیں؛ اس لیے ساری کراہت امام پر ہوگی، مقتدیوں کی نماز بلا کراہت صحیح ہوگی۔ (سعید)

فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

سوال: اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کیا جائے اور اگر فاسق (داڑھی کتروانے والے) کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

"صلوا خلف كل بر و فاجر". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد عبدالحلیم غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۷)

فاسق امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کی تحقیق:

سوال: ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے؛ لیکن جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کر لیا کرو، حالاں کہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا، بالخصوص ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم داخل عشرۂ مبشرہ پر بلویٰ کیا ہو؟

الجواب ــــــــــــ

یہ روایت مجھ کو نہیں ملی، (۲) اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے، البتہ درمختار میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوٰۃ

---

(۱) رواه الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه: ۲/۴۰۴، رقم الحديث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة)/(رواه أبوداؤد، الصلاة المكتوبة، واجبة خلف كل مسلم برًا أو كان فاجرًا، وإن عمل الكبائر، كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹۴، انيس)

(۲) یہ روایت بخاری شریف (۱/۹۶) باب: إمامة المفتون والمبتدع میں ہے، ونصه: عن عبيد الله بن عدي بن خيار: أنه دخل على عثمان بن عفان رضي الله عنهما وهو محصور، فقال: إنك إمام عامة، ونزل بك ما نرى، ويصلي لنا إمام فتنة، ونتحرج؟ فقال: الصلاة أحسن مايعمل الناس، فإذا أحسن الناس فأحسن معهم، وإذا أساؤا فاجتنب إساء تهم، آه. (باب الأذان، رقم الحديث: ۶۹۵، انيس)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظام جماعت معطل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے، جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز پڑھ لی جاوے، بخاری شریف کے دونوں شارح اس اثر سے یہی مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں:

وفيه: أن الصلاة خلف من تكره الصلاة خلفه أولى من تعطيل الجماعة، آه. (عمدة القاري: ۲/۷۶۴ (كتاب الأذان، باب إمامة المفتون والمبتدع، رقم الحديث: ۶۹۵، انيس)/فتح الباري: ۲/۱۵۹ (كتاب الأذان، باب إمامة المفتون، رقم الحديث: ۶۹۶، انيس)

میں: ’’کل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها‘‘ اورردالمحتار میں اس کے عموم پرایک قوی اعتراض کرکے(۱) تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے، **إلا أن يدعى تخصيصها بأن مرادهم بالواجب والسنة التى تعاد بتركه ما كان من ماهية الصلاة وأجزائها .** (۲)

پس صلوٰۃ خلف الفاسق ونحوہ میں اول تو کوئی امراجزائے صلوٰۃ میں سے مختل نہیں ہوا؛ اس لیے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہ ہوگا۔ دوسرے انفراد سے ان کے ساتھ پڑھنا اولیٰ ہے اور اعادہ میں جو غالباً علی الانفراد ہوگا، اولیٰ سے غیر اولیٰ کی طرف آنا ہے۔

فى الدرالمختار: ”صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة“. وفى ردالمحتار: أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد. (۳) **فقط**

۲۷؍محرم ۱۳۲۲ھ۔ (امداد صفحہ: ۴۷، ج:۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۳۵۰-۳۵۱)

بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کے مسلمانوں نے تحریراً وعدہ واقرار کیا کہ بیاہ شادی میں حرام رسومات، ڈھول ناچ، بے ہودہ گانا بجانا وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کریں گے، اگر کسی نے کیا تو مبلغ یک صد روپیہ جرمانہ ہوگا، اس پر تقریباً پچیس سال عمل درعمل ہوا، اتفاقاً بستی کے ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر ڈھول اور فاحشہ بازاری عورتیں وغیرہ لائے اور ناچ وغیرہ کا پروگرام ہوا اور بستی کے چند افراد نے بھی ساتھ دیا، امام مسجد نے ان کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے تنبیہاً بامید مصلحت ان سے علاحدگی اختیار کی، ان چند افراد نے ایک جاہل ہم خیال کو امام مقرر کرلیا، جس سے بستی میں نہایت پریشانی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان افراد کی یہ حرکت ازروئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو امام بلا اجازت امام اول کے مقرر ہوا ہے، ازروئے شرع ایسے بدعت پسند ناخواندہ امام کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: پیر سکندر شاہ سوہلن ہزارہ، ۱۹۷۴/۱۲/۹ء)

---

(۱) اعتراض یہ کیا ہے کہ ’’جماعت‘‘ واجب یا کالواجب ہے، لہٰذا جس شخص نے تنہا نماز پڑھی ہو، اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور درمختار کے قاعدہ کے موافق اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حالانکہ فقہاء کی تصریح اس کے خلاف ہے، لہٰذا قاعدہ صحیح نہ رہا۔ علامہ شامیؒ نے تصحیح قاعدہ کے لیے جو توجیہ کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ’’اعادہ صلوٰۃ‘‘ اس واجب، یا سنت کے چھوڑنے سے ضروری ہوتا ہے، جو نماز کی ماہیت میں داخل ہو اور جماعت چوں کہ نماز کی ماہیت وحقیقت میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ وصف خارجی ہے؛ اس لیے جماعت کے ترک سے اعادہ نہیں ہوگا۔

(۲) **الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴۵۷/۱ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، انيس)**

(۳) **الدرالمختار مع ردالمحتار باب الإمامة، مطلب: البدعة اقسام: ۵۶۲/۱، بيروت، انيس**

الجواب

ان افراد کی یہ حرکت حرام ہے؛(۱) **لأنهم خالفوا الشرع واخلفوا الوعد نعم التعزير بأخذ المال منسوخ،** (۲) اور اس بے مروت اور بے غیرت امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے۔(۳) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۹۰-۳۹۱)

توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: رحمت دین سنگ جانی راولپنڈی، ۱۸/۹/۱۹۷۲ھ)

الجواب

جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہ گار ہے؛(۴) لیکن توبہ کے بعد اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۵) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۹۴)

---

(۱) قال العلامة ابن البزار الكردرى: استماع صوت الملاهى كالضرب بالقضيب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق و التلذذ بها كفر أى بالنعمة. (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية: ٣٥٩/٦، الباب الثالث فيما يتعلق بالمناهى)/(السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الشهادات، باب ماتجوزبه شهادة أهل الأهواء، رقم الحديث: ٢٠٩٢٠ـ ٣٥٦/١٠، دارالكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: وفى المجتبىٰ لم يذكر كيفية الأخذ وأرىٰ أن يأخذها فيمسكها فإن أيس من توبته يصرفها إلىٰ ما يرىٰ وفى شرح الآثار: التعزير بالمال كان فى ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (ردالمحتار علىٰ هامش الدر المختار: ١٩٦/٣، مطلب فى التعزير بأخذ المال)

(۳) قال العلامة الحصكفى رحمه الله: ويكره إمامة عبد وفاسق. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المختار: ٤١٣/١ـ ٤١٤، مطلب البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة)

(۴) عن عبد الله بن عمر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الكبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس. (رواه البخارى) وفى رواية أنس: وشهادة الزور بدل اليمين الغموس. (متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح: ١٧/١، باب الكبائر وعلامات النفاق)(صحيح البخارى، باب اليمين الغموس (ح: ٦٦٧٥)/ الصحيح لمسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ٨٧) انيس)

(۵) وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوٰة المصابيح: ٢٠٦/١، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث)(سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ٤٢٥٠)/ مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ١٠٨) انيس

بلا ثبوتِ شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا حکم نہیں دیا جا سکتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے شرعی فیصلہ کے لیے مسمی فلاں اور مولوی فلاں سکنہ بیگو خیل کو ثالثان شرعی متعین کئے، فریقین سے بیان لینے کے بعد شرعی فیصلہ سنایا تو ایک فریق کو یہ فیصلہ ناجائز معلوم ہوا تو ثالثان سے کہہ کر فیصلہ رد کر دیا؛ مگر ثالثان نے کہا کہ اگر ہمارے فیصلہ کے خلاف تم لوگوں نے غلطی کا کوئی ثبوت پیش کیا تو ہم تسلیم کریں گے، پھر ہم نے حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فتویٰ نمبر: ۵۹۹۲/طلب کیا تو اس میں ان کے فیصلہ کے خلاف ثبوت پیش ہوا، ہم نے وہ فتوے پیش کئے تو انہوں نے انکار کیا اور اپنے غلط فیصلے پر ثابت قدم رہے؛ لیکن ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ میں رشوت لی ہے اور جو آدمی ہمارے درمیان پھرتا تھا، انہوں نے ہمیں یقین سے کہا ہے کہ انہوں نے رشوت لی ہے، کیا ایسے ثالثوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: اجمل خان سکنہ بیگو خیل لکی مروت، ۶/۶/۱۹۷۲ء)

الجواب

محترم!

واضح رہے کہ بغیر ثبوت شرعی کے ہم صرف اس الزام کی وجہ سے کراہیت اقتدا کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (الآية) (۱)

وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳٦۴)

☆☆☆

---

(۱) سورة الحجرات : ۲٦۔

عن ابی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تحاسدوا ولا تنافسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن سوء الظن بأحد من المسلمين: ۱۲/۵۰۰، مؤسسة الرسالة/موطأ الإمام مالك، باب ماجاء فى المهاجرة (ح: ۹۰۸)/الأدب للبخارى (ح: ٦۰٦٦)/مسلم، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس والتناجش (ح: ۲۵٦۳) انيس)

انتہا پسند، کمیونسٹ وانگریز سے تعلق رکھنے والے کی امامت

انتہا پسند سیاسی جماعت سے جڑے امام کے پیچھے نماز:

سوال: ہمارے شہر کے ایک عالم دین جو کہ شہر کی جامع مسجد کے امام بھی بنے ہوئے ہیں، آج کل بھارتی جنتا پارٹی کے ہمنوا ہیں، آج انہوں نے اپنے مدرسہ میں اسی سیاسی پارٹی کے ایک لیڈر کو استقبالیہ دیا اور لوگوں سے مذکورہ لیڈر کے حق میں اپنے ووٹ ڈالنے کی اپیل کی، واضح رہے کہ مذکورہ لیڈر بابری مسجد کی شہادت میں پیش پیش تھا اور رام جنم بھومی تحریک کا بہت اہم لیڈر رہے، اس واقعہ کے بعد عوام الناس تذبذب کا شکار ہیں کہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، البتہ امام کو گندی سیاست میں شریک ہونا درست نہیں ہے۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۲۱-۴۲۲)

آنریری مجسٹریٹ کی امامت:

سوال: ایک شخص جو کہ شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد کا امام اپنے علاقہ کا مفتی اور اہل اسلام کے محکمہ نکاح وطلاق کا قاضی ہے، اسلام، اہل اسلام اور شعائر اسلام، اماکن مقدسہ وجزیرۃ العرب وغیرہ کے موجودہ نازک ترین حالات اور

(۱) والسياسة نوعان: سياسة ظالمة فالشرعية تحرمها، وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم وتدفع كثيرا من المظالم وتردع أهل الفساد ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد، فالشرعية يجب المصير إليها والاعتماد في إظهار الحق عليها وهي باب واسع تضل فيه الأفهام وتزل فيه الأقدام وإهماله يضيع الحقوق ويعطل الحدود ويجرى أهل الفساد ويعين أهل العناد والتوسع فيه يفتح أبواب المظالم الشنيعة ويوجب سفک الدماء وأخذ الأموال الغير الشرعية ولهذا سلک فيه طائفة مسلک التفريط المذموم فقطعوا النظر عن هذا الباب إلا فيما قل ظنا منهم أن تعاطى ذلک مناف للقواعد الشرعية فسدوا من طرق الحق سبيلاً واضحةً وعدلوا إلى طريق من العناد فاضحة لأن في إنكار السياسة الشرعية رداً للنصوص الشرعية وتغليظا للخلفاء الراشدين، الخ. (معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام، القسم الثالث من الكتاب في القضاء بالسياسة الشرعية: ۱/۱۷۹، دار الفكر بيروت. انيس)

اعداء اسلام کی اسلام کے مٹانے میں پوری کوشش وسرگرمی کو دیکھتے ہوئے اور عدم موالات بالکفار کے حکم الٰہی سے واقف ہوتے ہوئے بھی موجودہ حکام کی طرف سے ملی ہوئی آنریری مجسٹریٹ کو کسی موہوم نفع، یا ضرر کے احتمال سے چھوڑنا پسند نہیں کرتا؛ بلکہ وہ اپنے لیے اس کے ترک کو باعث ذلت ورسوائی اور اس کے وجود کو موجب عزت وفخر تصور کرتا ہے، ہر چندکہ مسلمانوں نے زور سے، نرمی ومحبت سے، تنہائی میں ومجالس میں سمجھایا اور تقریراً وتحریراً بارہا اس سے آگاہ کیا اور اسی امر کا مطالبہ کیا؛ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیا ایسا شخص قابل امامت ہے اور کیا اس کے صلوات وجمعات کا ادا کرنا شرعاً صحیح ودرست ہے اور کیا شرعی مسائل میں ایسے آدمی کا فتویٰ اور معاملات نکاح وطلاق میں اس کا فیصلہ قابل اعتماد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، الحمدللّٰہ وحدہ

نہیں ہوسکتا اور جماعت کا فرض ہے کہ اس منصب سے اسے معزول کردیں۔

دستخط

مولانا ابوالکلام آزادؒ

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ کیوں کہ آنریری مجسٹریٹ میں حکم خلاف شریعت کرنا لازم ہے، جیسا کہ ظاہر ہے اور بمصداق آیۂ کریمہ ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(۱) فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔ (کما فی کتب الفقہ) (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۱/۳-۱۴۲)

(۱) سورة المائدة: ٧، ظفير ﴿هم الفاسقون﴾ أى المتمردون الخارجون عن حكمه أو عن الإيمان. (روح المعانى: ٣١٩/٣، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) كره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهو معنى قولهم خروج الشيء عن الشيء على وجه الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة الله تعالى بأرتكاب كبيرة، قال القهستاني: أى أو إصراره على صغيرة (فتجب إهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة) تبع فيه الزيلعي، ومفاده كون الكراهة فى الفاسق تحريمية. (الطحطاوى على مراقى الفلاح (باب الإمامة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة: ٣٠٣/١، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

ويكره تقديم العبد ... والأعرابى ... والفاسق، وإن تقدموا اجاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١٢٢/١. انيس)

"ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق". (الدرالمختار)

انگریز کے مخالف کو کافر سمجھنے والے کی امامت:

سوال: زید گورنمنٹ اسکول میں کورس پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص میری ملازمت کو حرام جانے میں اپنے عقیدہ میں اس کو کافر جانتا ہوں تو اس صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا حرام؟

الجواب

انگریزی اسکول کی ملازمت اگر چہ کسی درجہ میں بعض صورتوں میں جائز بھی ہو؛ مگر اس کے قبیح ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے، لہٰذا زید جو کہ انگریزوں کی غلامی کو حرام جاننے والوں کو کافر سمجھتا ہے، سخت غلطی میں ہے اور عاصی وفاسق ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا اس کو حرام ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۲/۳)

انگریزوں کے نام قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے والے کی امامت:

سوال: زید جامع مسجد کا امام اور واعظ ہے، اس نے جارج اور قیصر ہند کے لیے قرآن شریف پڑھ کر بخشا اور خطبہ میں دعا کی اور جب سلطان المعظم کے لیے دعا کرنے کو کہا گیا تو علما کا فتویٰ طلب کرتا ہے، خلافت والوں پر تبرّا کہتا رہتا ہے اور عوام کو بہکا دیا کرتا ہے کہ خلافت کمیٹی کچھ دینی بات نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے جو رنڈیوں کے یہاں دعوت کھالیتا ہے، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت اور وعظ گوئی سے معزول کرنا اور روکنا چاہیے۔ ترکِ موالات فرض (۲) شرعی ہے اور خلافت کی ہمدردی مسلمانوں کو ہر طرح لازم وواجب ہے، اس میں کوتاہی کرنا حرام اور معصیت ہے، (۳) اور جو امام رنڈیوں کے گھر کی دعوت کھاوے وہ بھی لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۴/۳)

(۱) وكراهة تقديمه أي الفاسق كراهة تحريم، (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲)

(۳) إذا تحققت الإمامة الكبرىٰ لأحد فلايجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبر الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة. (العرف الشذى: ۳۹۸/۳، دارالتراث العربى بيروت. انيس)

وظاهر عبارة خزانة الفتاوىٰ لزوم إطاعة من استوفى شروط الإمامة. (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۶۰/۶، دارالفكر بيروت. انيس)

(۴) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ. (الدرالمختار) بل مشىٰ فى شرح المنية: أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

انگریزوں کے خانساموں کی نماز اورامامت درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) انگریزوں کے خانساماں کو جو کہ کھانا پکاتا ہے، خنزیر کا گوشت بھی پکانا اور کھلانا ہوتا ہے اور شراب تقسیم کرتا ہے، جب کہ یہ لوگ ایسا کام کرتے ہیں تو ان کی نماز وغیرہ قبول ہوتی ہے، یا نہیں؟

(۲)　اگر ان میں سے کوئی شخص قابل نماز پڑھانے کے ہو تو اس کی نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

(۱)　چوں کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہیں، اس لیے نماز، روزہ ان کا قبول ہے، گناہ سے توبہ کرتے رہیں۔

(۲)　امام بنانا ایسے شخص کو مکروہ ہے؛ لیکن نماز اس کے پیچھے بہ کراہت درست ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۸/۳)

کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت:

سوال (۱) کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲)　زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳)　بکر حافظ قرآن اور کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لیے ووٹ بھی دیا ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟　(خریدار نمبر: ۱۰۷۷)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہبِ اسلام کے مخالف ہیں،(۲) اور ان کی اس اصل کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بننا مذہبِ اسلام کی مخالفت کرنا ہے، ان کو ووٹ دینا ایک مذہبِ اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے،(۳) اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں۔(۴)

---

(۱)　ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲)　إن المنافق غير معترف بنبوة نبينا صلى الله عليه و سلم، والدهري كذالك مع إنكاره إسناد الحوادث إلىٰ الصانع المختار سبحانه وتعالىٰ". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب المرتدين: ۲۴۱/۴، سعيد (مطلب في الفروق بين الزنديق والمنافقين والدهري والملحد، انيس)

(۳)　(وقوله تعالىٰ: ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون علىٰ كل ما كان طاعة الله تعالىٰ؛ لأن البر هو طاعات الله".

==

بعض آدمی مذہبِ اسلام کے معتقد اور پابند ہو کر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بنا پر کمیونسٹ، یا کسی اور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی اس مصلحت کے پیش نظر سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کا یہ حکم نہیں؛ لیکن ان کی اس روش سے ایک مخالفِ اسلام پارٹی کو فروغ ہو کر اقتدار حاصل ہوتا ہے، جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام کے خلاف نہیں؛ بلکہ موافق سمجھیں گے اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ، جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے، ان سے اپنے ایسے مطالبات منظور کرائیں گے جو کہ اسلام کے مخالف ہوں گے، اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکار قرار دیں گے اور یہ غداری ومکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کرسکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے، ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا، اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک وحدیث شریف میں آئی ہے، ایسے لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعتماد تھا نہ خود ان کی پارٹی کو، ان لوگوں کا حال یہ تھا: ﴿مذبذبین بین ذلک، لاإلیٰ ھؤلاء ولاإلیٰ ھؤلاء﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۳)
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (جواہر الفقہ، انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی حیثیت: ۲/۲۹۵، مکتبہ دار العلوم کراچی) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۸۷-۸۸)

ظالم کے لیے دعائے خیر کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو ہندو اپنی رعیت پر ظلم وستم کرتا ہے، وہ اگر بیمار ہو جائے اور کوئی مسلمان بطمع دنیاوی اس کے لیے دعائے خیر اور ختم جلالی پڑھ کر شفا کی دعا کرے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز اس کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ظالم کے لیے دعا خیر جائز نہیں ہے، اور ظالم کی مدد کرنا ظلم پر، حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

== وقولہ تعالیٰ: ﴿ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ نھی عن معاونۃ غیرنا علیٰ معاصی اللہ تعالیٰ". (أحکام القرآن للجصاص: ۲/۴۲۹، قدیمی)

(۴) ویکرہ إمامۃ عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ". (الدرالمختار)

"فإن أمکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو أفضل، وإلا فالاقتداء أولیٰ من الإنفراد". (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۵۵۹، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، انیس)

وعن أوس بن شرحبيل رضى الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من مشٰى مع ظالم، ليقويه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام. {رواه البيهقى}(۱)

پس جو شخص جان بوجھ کر ظالم کے لیے دعائے خیر کرتا ہے اور اس ظلم میں اس کی مدد کرتا ہے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۲) إلا أن يتوب. فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۸/۳-۱۹۹)

امن سبھا کے ممبر کی امامت:

سوال: منجانب گورنمنٹ جو امن سبھا قائم ہوئی ہے، اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا کیسا ہے اور جو لوگ ممبر بن چکے، ان کیلئے کیا حکم ہے اور نماز ان کے پیچھے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں چندہ دینا اور ممبر بننا اور کوشش کرنا خلاف میں درست نہیں ہے اور وہ درحقیقت شوکت اسلام وخلافت اسلامیہ کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال نہایت خطرناک ہے اور ان کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۳)

فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۵/۳-۱۵۶)

☆☆☆

---

(۱) مشكاة المصابيح، باب الظلم، الفصل الثالث. ص: ٤٣٦، ظفير (كتاب الآداب، رقم الحديث: ٥١٣٥، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

وأن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۳) ﴿وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة النساء:)

ويكره تقديم الفاسق أيضاً لتساهله فى الأمور الدينية. (غنية المستملى، ص: ٣٥١، ظفير)

یہ ۱۹۴۷ء سے قبل انگریزی حکومت کے زمانہ کی بات ہے۔ انیس

ووٹ کے سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ ووٹ ایک طرح کی شہادت دینا ہے کہ فلاں امیدوار اپنی شرعی ومعاشرتی ذمہ داریاں بخوبی نبھا سکتا ہے، لہذا ووٹ نہ ڈالنا ایک طرح کا گناہ ہے، اس لیے بڑھ چڑھ کر ووٹ میں حصہ لینا چاہئے، مسلمانوں کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم نیکی کی حمایت کریں اور بدی کی مخالفت، اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ بااصول اور اچھے امیدوار کو ووٹ دیں۔ انیس

شرعی مسئلہ نہ ماننے والے کی امامت

غیر شرعی افعال کے مرتکب کی اقتدا کا حکم:

سوال: کیا اس شخص کی اقتدا جائز ہے، جو کئی ایسے غیر شرعی افعال کا اعلانیہ ارتکاب کر رہا ہو، جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو، مثلاً: چوری کرنا، کسی کا حق غصب کرنا، جھوٹ بولنا، غیر محرم عورتوں سے میل جول، بے ریش لڑکوں سے بلاضرورت اختلاط وغیرہ اور وہ شرعی احکام کے تقدس اور عظمت کی رعایت بھی نہ کرتا ہو، بے حیائی کی مجالس میں اس کی آمد ورفت ہو، سینما گھروں میں آنا جانا ہو، یہاں تک کہ بعض اوقات سینما گھروں میں رسمی طریقہ پر ختم قرآن بھی کراتا ہو؟

الجواب

یہ سب کام امور فسقیہ ہیں، جب تک اس شخص کا یہ کردار ہو، یا اس میں یہ افعال موجود ہوں تو اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے، اس کی جگہ کسی نیک شخص کی اقتدا کرنی چاہیے، البتہ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدين رحمه الله تحت هٰذا القول: (ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق) أى من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانى وآكل الربا ونحو ذلك. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۵۷-۱۵۸)

شریعت کو حکم نہ تسلیم کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص مولوی اور واعظ ہو کر اپنے تنازعات کو بروئے شریعت حقہ تصفیہ کرانے سے گریز کرتا ہے، لیکن عوام کے دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں شریعت پر فیصلہ کرنے پر تیار ہوں اور موقع پر کہتا ہے کہ اگر میں شریعت کو حکم مقرر کرلوں تو میرا نقصان ہے، لہٰذا ایسے شخص کے ایمان اور امامت کا کیا حکم ہے اور اس سے تعلق رکھنا اور امداد کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۶۰ (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

وفى الهندية: تجوز إمامة الأعرابى والأعمى أو العبد وولد الزنا والفاسق، كذا فى الخلاصة، إلا أنها تكره، هٰكذا فى المتون. (الفتاوىٰ الهندية، باب الإمامة: ۱/۸۵)

{فسق} ... أصله الخروج عن الاستقامة وسميت بها على الاستعارة لخبثهن. (مجمع بحار الأنوار، مادة فسق: ۴/۱۳۹، مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد. انيس)

الجواب

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتیّٰ یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(۱)

پس جو شخص حکم شریعت پر رضا مند نہ ہو اور دل سے اس کو قبول نہ کرے اس کے مومن نہ ہونے کی خبر جناب باری تعالیٰ نے دی ہے اور دوسری جگہ حکم الٰہی کے نہ ماننے والوں پر کفر و فسق کا حکم فرمایا ہے، پس وہ شخص جو فیصلۂ شریعت کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے مقابلہ میں فیصلۂ عدالت کو جو کہ خلافِ شریعت ہے ناطق سمجھتا ہے، ظالم و فاسق ہے اور اس کے کفر کا خوف ہے، لہٰذا شخص مذکور لائق امامت و تولیت کے نہیں ہے،(۲) اور ایسا شخص اگر تائب نہ ہو تو اس سے ارتباط و اختلاط حرام ہے اور قطع تعلقات واجب ہے اور مدد کرنا کسی عاصی و فاسق کی اس کی معصیت اور فسق پر حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَ لَاتَعَاوَنُوْا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۷۹/۳-۱۸۰)

شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والے کی امامت و تولیت:

سوال: جو شخص عالم اور اہل حدیث ہو کر اپنی بہنوں کو باپ کے ترکہ سے حصہ نہ دے اور کہے کہ ہم رواج کے پابند ہیں؛ اس لیے ہم شرعی حصص تقسیم نہیں کرتے؛ بلکہ اس کے ایما سے اس کے جاہل بھائی نے عدالت میں بیان کیا ہے کہ چوں کہ عورتیں ناقص العقل ہیں؛ اس لیے ان کے لیے کوئی حصہ اور ترکہ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلاَ تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمْ﴾(۴)

نیز ایک عالم کے دریافت کرنے پر کہ اگر تم اسی خیال میں مر گئے تو نجات کی کوئی صورت ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ ہم جہنم کو جائیں گے؛ مگر یہ کام نہیں کریں گے، ایسے شخص کی امامت و تولیت مسجد، یا اس سے رشتہ وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

عورت کا حصہ نصف مذکر سے نص قطعی سے ثابت ہے، کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾(۵)

(۱) سورۃ النساء: ٦٥، الرکوع: ۹، ظفیر
(۲) أن کراھة تقدیمه أی الفاسق کراھة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر)
(۳) سورۃ المائدۃ: ۲، الرکوع: ۱، ظفیر
(۴) سورۃ النساء: ۵. انیس
(۵) سورۃ النساء: ۱۱، الرکوع: ۲، ظفیر

پس عورتوں کے حصہ سے انکار کرنا نص قطعی سے انکار ہے، جو کہ کفر ہے اور آیۃ ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ﴾ (الآیۃ)(۱) سے اس بارے میں استدلال کرنا سخت جہالت ہے اور گمراہی ہے اور مقابلہ ہے، نص قطعی کا اپنے خیال باطل سے اور یہ قول اس کا کہ ہم جہنم میں، الخ، کفر صریح ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

" ومن قال لمن يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر: لماذا أعرف العلم؟ أو لماذا أعرف الله؟ إني وضعت نفسي للجحيم أو قال: أعددت نفسي للجحيم، إلخ، كفر، أي لأنه أهان الشريعة، أو أيس من الرحمة فكلاهما كفر". (شرح الفقه الأكبر)(۲)

پس شخص مذکور کو امام اور متولی بنانا اور اس سے تعلق رکھنا اور رشتہ قائم رکھنا سب حرام اور ناجائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۰/۳-۱۸۱)

جرگے کا فیصلہ مقدم ہے، یا باجماعت نماز:

سوال (۱) نماز کا وقت ہو گیا تھا اور مولوی صاحب مسجد کے سامنے جرگہ میں بیٹھے تھے، مولوی صاحب کو دوبار آواز دی گئی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، لوگ انتظار کر رہے ہیں، اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ فرض نماز سے پہلے جرگہ کا فیصلہ اہمیت رکھتا ہے، آئندہ ایسے مولوی صاحب کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) عصر کی نماز کی جماعت کھڑی تھی، مولوی صاحب خود جماعت کرا رہے تھے، محلّہ میں شور جھگڑا ہو گیا، مولوی صاحب نماز فوراً توڑ کر مسجد سے باہر بھاگ گئے، ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) جرگے (۳) کا فیصلہ کرنے کے لیے جماعت ترک کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ مسئلہ ایسا ہو کہ اس وقت فیصلہ بیچ میں چھوڑ دینے سے کسی بڑے فتنے فساد کا اندیشہ ہو، لہٰذا مسئلے کا جواب اس فیصلے کی صحیح نوعیت پر موقوف ہے۔

(۲) صورتِ مسئولہ میں نماز توڑنا جائز نہیں تھا، جن امام صاحب نے ایسا کیا، انہیں اپنے اس عمل پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے،(۴) اور وہ ایسا کر لیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۱۳۹۶ھ۔ (فتویٰ نمبر ۲۳۴۶/۲۷ھ) (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۳/۱)

---

(۱) سورة النساء: ٥، الركوع: ١، ظفير

(۲) شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في الكفر صريحة و كناية، ص: ٢١٥، ظفير (فصل في العلم والعلماء، انيس)

(۳) جرگہ پشتو زبان میں اسمبلی یا پنچایت کو کہتے ہیں، یہ ایک روایتی پنچایت ہوتا ہے، جرگے میں جو سردار یا بڑے ہوتے ہیں ان کو جرگہ مشران کہتے ہیں، وصیت، طلاق، منگنی، قتل، شید چوٹ اور فتنہ وفساد کے مقدمات کے فیصلے صادر کرتے تھے، جرگے کا کوئی تحریری دستور یا قانون نہ تھا، بلکہ عموماً ہر قسم کے تنازعے کے لیے روایتی سزائیں مقرر تھیں، اکثر امور شرعی قانون کے مطابق حل ہوتے تھے؛ لیکن بعض امور میں مقامی رسم کو ترجیح دی جاتی تھی، جرگے کے ارکان نامزد ہوتے تھے اور صدر کوئی اعلیٰ سرکاری افسر جس کا تعلق قانون اور امن سے ہو، جیسے مجسٹریٹ یا پولیٹکل ایجنٹ وغیرہ۔

(۴) ... أن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة، الخ. (البحر الرائق، باب إدراك فريضة الصلاة: ٧٧/٢، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

==

فتویٰ کی خلاف ورزی کرنے والے کی امامت:

سوال: امام جامع مسجد نے جمیع علمائے کرام کے فتوے کے خلاف اور تمام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف جامع مسجد میں دشمنانِ اسلام کی خوشی کے لیے روشنی کی، جس سے تمام مسلمانانِ شہر کی بدنامی ہوئی۔

(۲) خطبہ سے پیشتر منبر پر چڑھ کر مغلظات فاحشہ بکی ہوں۔

(۳) تمام نمازیوں کے روبرو جامع مسجد میں صرف اپنی برأت کے لیے حلفیہ بیان کیا اور وہ بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہوا، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اس کو معزول کر کے دوسرا امام مقرر کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے؛ بلکہ معزول کرنے کے لائق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، پس اس کو معزول کر کے دوسرا امام صالح وعالم مسائل شریعت مقرر کرنا چاہیے، (۱) مگر یہ کہ وہ امام اپنی حرکاتِ شنیعہ سے باز آوے اور توبہ کرے تو اس کو امامت پر قائم رکھ سکتے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۴/۳۔۱۶۵)

مسئلوں کا جو انکار کرے، اس کی امامت:

سوال: جو مولوی خلاف شریعت باتیں سن کر چپ رہے، گویا لوگوں کے لحاظ سے جو مسئلہ حق ہووے، اس کو چھپاوے اور شریعت کی بے ادبی کرے اور یہ کہے کہ فتویٰ شریعت میرا کیا کرسکتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے، جو کہ شریعت کے مسئلوں کو نہ مانے اور بے ادبی کے الفاظ کہے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۰/۳۔۱۲۱)

== (يجب قطع الصلاة)ولو فرضا (باستغاثة)شخص (ملهوف) لمهم أصابه كما لو تعلق به ظالم أو وقع في ماء أو صال عليه حيوان فاستغاث (بالمصلي)أو بغيره وقدر على الدفع عنه و(لا)يجب قطع الصلاة (بنداء أحد أبويه) من غير استغاثة لأن قطع الصلاة لا يجوز إلا لضرورة.(مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح،فصل فيما يجب قطع الصلاة وما يجيزه:١٣٧ـ١٣٨،المكتبة العصرية.انيس)

(۱) ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ٥٢٣/١،ظفير)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لاذنب له".(مشكاة المصابيح،باب التوبة والاستغفار: ٣٠٦،ظفير)(كتاب الدعوات،الفصل الثالث،رقم الحديث:٢٣٦٣،انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ٥٢٣/١،ظفير)

شرح فقہ اکبر صفحہ: ۵۱۳ میں ہے:

"من أهان الشريعة أوالمسائل التي لابد منها،كفر".(ظفير)(فصل في العلم والعلماء،انيس)

شرعی مسئلے کو نہ ماننے والے کی امامت کا حکم:

سوال: زید کسی جامع مسجد میں امام ہے، اس میں مندرجہ ذیل عیوب موجود ہیں:

(۱) جملہ مقتدی اس سے ناراض ہیں، ناراضگی دنیوی کاموں پر ہے، سوائے متولی کے جو کہ اس سے مجبور ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے محلّہ کے لوگوں نے اسے لاٹھی بھی ماری، پھر بھی وہ پیش امام ہے۔

(۲) مقتدیوں پر بہتان اور ان کے عیوب کو افشاء کرنا، اس پیش امام کی عادت ہے۔

(۳) غرور سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ اگر نماز میں کوئی خلل واقع ہو، خود نہیں جانتا اور اگر مقتدی کسی صاحب علم سے مسئلہ معلوم کر کے بتائیں تو ان کی باتوں کو نہیں مانتا، علما کو غلط کہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا امام امامت کا حقدار ہے، یا اس کو مسجد سے نکال دیں؟

الجواب

اگر سوال میں درج شدہ واقعات درست ہیں؛ یعنی امام خود عالم نہیں ہے اور علما کے بتائے ہوئے مسئلے کو مانتا نہیں اور مسلمانوں پر بہتان لگاتا ہے تو اسے مقتدیوں کی امامت سے الگ ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ حدیث میں ایسے شخص کی امامت پر اصرار کرنے پر وعید آئی ہے،(۱) اگر وہ خود مستعفی نہ ہو تو متولی مسجد کو بھی اختیار ہے کہ وہ اسے معزول کر دے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۹/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتویٰ نمبر ۱۷۷۰/۲۳ ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۱۵-۴۱۶)

(۱) وفی الدر المختار، ۱/۵۵۹ (طبع سعید): ولو أم قوماًوهم له كارهو ن،لأن الكراهة لفسادفيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلک تحريما لحديث أبي داؤد"لايقبل الله صلاة من تقدم قومًا و هم له كارهون".

(عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول:ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة،من تقدم قوماً وهم له كارهون،الخ.(سنن أبی داؤد،باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافری عن عبدالله بن عمرو(ح: ۱۷۶)/مسند ابن أبی شيبة،حديث سلمان الفارسی (ح: ۴۵۳)/سنن ابن ماجة،باب من أم قوماً وهم له كارهون (ح: ۹۷۰)/صحيح ابن خزيمة،باب الزجر عن إمامة المرء من يكره إمامته (ح: ۱۵۱۸)عن عطار بن دينار الهذلی مرسلاً.انيس)

وفيه أيضاً: ۱/۵۵۷:

والأحق بالإمامه تقديماًبل نصبًا مجمع النهر الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداًبشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.

وفی البحر الرائق: ۱/۳۴۸ (طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ):

وأماالكراهة فمبنية علىٰ قلة رغبة الناس فی لإقتداء بهؤلاء فيؤدی إلى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثير اللأجر.(كتاب الصلاةٰ،باب الإمامة،انيس)

غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت:

سوال: جو شخص اکثر مسئلہ غلط بتاتا ہو اور اپنے اندر عالم ہونے کا فخر رکھتا ہو تو اہلِ محلّہ کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر نماز صحیح پڑھا دی تو نماز ادا ہو جائے گی، اگر غلط پڑھائی تو غلط ہوگی، اکثر مسئلہ غلط بتانے میں ہر نماز کے متعلق احتمال رہے گا، جب صحیح مسائل جاننے والا اور بتانے والا موجود ہو تو غلط مسئلہ بتانے والے کو امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۰/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۴۸/۶)

احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتا کرتا ہے؛ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو؛ کیوں کہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا؛ لیکن مدعی نے شرعی استفتا حاصل کرلیا، جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنا دیا، جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پسِ پشت ڈالے؛ بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے، اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا، یا اس کو امام نماز بنانا، یا اس کا وعظ سننا، یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا، درست ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراء ة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱-۵۵۸، سعيد)

عن إبراهيم قال: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا فى القراء ة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا فى الهجرة سواء فأقدمهم سنا.

قال محمد: وبه نأخذ، وإنما قيل أقرؤهم لكتاب الله، لأن الناس كانوا فى ذلك الزمان أقرؤهم لكتاب الله أفقههم فى الدين، فإذا كانوا فى هذا الزمان على ذلك فليؤمهم أقرؤهم فإن كان غيره أفقه منه واعلم بسنة الصلاة وهو يقرأ نحوا من قراء ته فأفقههما واعلمهما بسنة الصلاة أولاهما بالإمامة وهو قول أبى حنيفة رحمه الله. (كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، باب الرجل يؤم القوم أو يؤم الرجلين (ح: ۹۱): ۱۹۷، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعہ ایسا ہے، جو سوال میں درج ہے تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات اور اس کی امامت جائز نہیں؛(۱) لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کرلی جاوے، اگر استفتا کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۲۳۲-۲۳۳)

فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: میں اپنی آنکھیں بنوانے کے سلسلے میں تیار ہی تھا کہ اتنے میں رجعت نامہ مل گیا، مرتکبین جرم کو سنایا گیا؛ لیکن ان پر جہل اس قدر غالب ہے کہ کسی مفتی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے اور صاف انکار کردیا کہ ہم توبہ نہیں کریں گے، ہندوستان کے مفتیوں کے خلاف ہیں، ایسی صورت میں ان پر شرعاً معصیت عائد ہوتی ہے، جو فسق پر دلالت کرتی ہے، مسلمانوں کی کوئی حکومت نہیں ہے اور نہ پنچائت ہی قائم رہی، کوئی کسی کی نہیں سنتا اور سخن پروری مسلط ہو چکی ہے، اب ان کی امامت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں سے معاملات رکھنے چاہئیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

فتویٰ کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا بڑا جرم ہے، جس کی سخت سزا ہے۔(۲)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: من كتم علماً تلجم بلجام من نار يوم القيامة. (صحيح ابن حبان،ذكر إيجاب العقوبة فی القيامة علی الكاتم العلم الذی يحتاج إليه فی أمور المسلمين (ح: ٩٥)/مصنف ابن أبی شيبة،فی الرجل يكتم العلم (ح:٢٦٤٥٤)/مسند الإمام أحمد،مسند أبی هريرة رضی الله عنه (ح:١٠٤٨٧)انيس)

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:من كتم علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.(المستدرک للحاكم:١٨٢/١،رقم الحديث:٣٤٦،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

فی المقاصد الحسنة للسخاوی:"من كتم علما يعلمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار"لجماعة وحسنه الترمذی وصححه الحاكم ويشتمل الوعيد حبس الكتب عن الطالب لا سيما عند عدم التعدد والابتلاء هذا كثير.(مرقاة المفاتيح، كتاب العلم:٣٠٤/١،دارالفكر بيروت.انيس)

(۲) "إذا جاء أحد الخصمين إلٰی صاحبه بفتویٰ الأئمة ، فقال صاحبه:ليس كما أفتوا أوقال: لانعمل بهٰذا، كان عليه التعزير،كذا فی الذخيرة". (الفتاویٰ الهندية ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ، ومنها مايتعلق بالعلم والعلماء:٢٧٢/٢،رشيدية)

إذا أخذ رجل فی حادثة فتوی العلماء وجاء إلی خصمه فقال:أنا لا أعمل عليه أو قال:ليس كما أفتوا وهوجاهل إن ذكر أهل العلم بالتحقير ، وجب عليه التعزير، وإذا قذف بالتعريض ، وجب التعزير،كذا فی الحاوی القدسی.(الفتاویٰ الهندية،فصل فی التعزير:١٦٨/٢-١٦٩،دارالفكر بيروت.انيس)

امامت کا منصب تو جلیل القدر منصب ہے، ایسا آدمی اس کا اہل نہیں، (۱) البتہ کسی اہل علم کے نزدیک اس کے علم وبصیرت کی روشنی میں فتویٰ ہی صحیح نہ ہو، یا اس کے نزدیک غلط ہی سوال قائم کیا گیا ہو تو اس کا حکم یہ نہیں، توبہ واستغفار بہر حال امر خیر ہے، جس کا حکم نصِ قطعی میں موجود ہے، (۲) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت منقول ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۴/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۷۵-۷۶)

---

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إنی جاعلک للناس إماماً﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۴)

"وذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام فى أعلىٰ رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم اللّٰه تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة فى الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷-۹۸، قديمى)

والصحيح فى الأثر والنظر ارتباط صلاة المأموم بصلاة الإمام فإن الإمام جعل ليؤتم به ويقتدى بأفعاله قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إنى جاعلك للناس إماماً﴾ أى يأتمون بك هذا حقيقة الإمام لغة وشرعا فمن خالف إمامه لم يكن متبعا له. (اللباب فى الجمع بين السنة والكتاب، باب من اقتدى بإمام ثم علم أنه محدث: ۱/۱۶۵، دار القلم. انيس)

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلىٰ اللّٰه توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

﴿توبوا الى اللّٰه﴾ يقول: ارجعوا من ذنوبكم إلى طاعة اللّٰه وإلى ما يرضيه عنكم ﴿توبة نصوحاً﴾ يقول: رجوعا لا تعودون فيها أبداً. (تفسير الطبرى، سورة التحريم: ۲۳/۴۹۳، مؤسسة الرسالة. انيس)

عن عبد اللّٰه فى قوله: ﴿توبوا الى اللّٰه توبة نصوحاً﴾ قال: التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود. (مسند الإمام أحمد، كلام بن مسعود رضى الله عنه (ح: ۳۴۵۶۰) انيس)

(۲) عن أبى هريرة رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "واللّٰه إنى لأستغفر اللّٰه وأتوب إليه فى اليوم أكثر من سبعين مرة". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، ص: ۲۰۳، قديمى) (صحيح البخارى، باب استغفار النبى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۶۳۰۷)/ سنن الترمذى، باب ومن سورة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۳۲۵۹)/ السنن الكبرىٰ للنسائى، كم يتوب فى اليوم (ح: ۱۰۱۹۴)/ شرح معانى الآثار، باب الرجل يقول أستغفر اللّٰه وأتوب إليه (ح: ۶۹۵۱)/ صحيح ابن حباب، ذكر البيان بأن هذا العدد الذى ذكرناه لم يكن بعدد لم يزد عليه المصطفى صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ۹۲۵)/ مسند الشاميين للطبرانى (ح: ۳۰۴۰)/ عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب الاستغفار فى اليوم سبعين مرة (ح: ۳۶۷)/ انيس)

عن أبى بردة يقول: سمعت رجلا من جهينة يقال له الأغر من أصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يحدث عن ابن عمر أنه سمع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: يا أيها الناس توبوا إلى ربكم فإنى أتوب إليه كل يوم مائة مرة. (صحيح ابن حبان، ذكر الأمر بالاستغفار للّٰه عزوجل (ح: ۹۲۹)/ مصنف ابن أبى شيبة، ماذكر فى الاستغفار (ح: ۲۹۴۴۴)/ مسند الإمام أحمد، حديث الأغر (ح: ۱۷۸۴۷) انيس)

لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں سربلند پورہ کے خطیب ... دوفریقوں کا ثالث مقرر ہوا، لالچ کی وجہ سے شرعی فیصلہ کے بجائے غیرشرعی فیصلہ کیا اور لوگوں کو ظاہر کیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے، حالاں کہ وہ دھوکہ اور فراڈ تھا، جب اس فیصلہ کو قاضی غلام سرور آف بڈنی کو پیش کیا گیا تو یہ ثالث اپنے فراڈ (دھوکہ) کی وجہ سے حاضر ہونے سے انکاری ہوا اور حاضری نہیں دی۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی سفید گل سربلند پورہ پشاور، ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

چونکہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں حصص شرعی معلوم اور متیقن ہیں اور فائل میں تحریر شدہ ہیں تو اگر اس مصالح خطیب نے بلا رضامندی طرفین یہ فیصلہ کیا ہو تو فیصلہ نامنظور اور کالعدم ہے اور فراڈ کرنے کی صورت میں نیک لوگوں کی نماز اس کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہے۔(۱) وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۷۷)

مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے:

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو عدالت کی بار بار تنبیہات کے وجود آباد نہیں کیا اور کیس کی پیروی بھی نہیں کرتا، بالآخر عدالت نے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کردی، بندہ نے دیوبند، سہارنپور، دہلی، کراچی، ملتان اکوڑہ خٹک وغیرہ سے استفتاءات کیئے کہ بصورتِ مذکورہ شرعاً طلاق ہوئی، یانہیں؟ تو سب نے لکھا کہ طلاق ہوئی ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہے تو بندہ نے دوسری جگہ نکاح پڑھ دیا، اب ہمارے امام مسجد نے کہا کہ تنسیخ نکاح ہمارے مذہب میں نہیں ہے، لہٰذا یہ دوسرا نکاح حرام ہے، اب استفتا یہ ہے کہ جب مفتیوں نے فتویٰ دیا اور بعد عدت کے جائز سمجھ کر نکاح کیا تو اس کو حرام کہنے والے کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ ہے، یانہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم......)

---

(۱) قال العلامة الحلبی: كذا فی الفتاویٰ الحجة وفيه إشارة إلىٰ إنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير، ص: ٤٧٥، فصل فی الإمامة)

(وكره إمامة العبد) ... ((والفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليه إهانته شرعاً. (تبيين الحقائق، الأحق بالإمامة: ١/١٣٤، بولاق. انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر ضرورت شدیدہ (مثلاً: عصمت کا ڈر، یا نفقہ کا عدم انتظام) کی بنا پر یہ فسخ ہوا ہو تو یہ فسخ اور حاکم کا طلاق دینا صحیح ہے اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے،(۱) اور اس کو غلط سمجھنے والا مولوی غلطی پر ہے، اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مولوی اصل مذہب (۲) کی بنا پر حق بجانب ہے، اگرچہ جمِ غفیر کے فتویٰ پر بے اعتمادی کرنے سے غلطی پر ہے۔ وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۵۰/۲)

☆☆☆

---

(۱) الحیلةالناجزة للشیخ أشرف علی التھانوی،ص: ۲۹،جزدوم، تفریق الزوجین بحکم حاکم

(۲) (ولا یفرق)أی لایفرق القاضی بین الزوجین (لعجزہ عن النفقة)لأن التفریق إبطال حقه وفی عدمه تأخیر حقھا والثانی أحق صدرا من الأول فکان أولیٰعلی أن غایة النفقة أن تکون دیناً فی الذمة وقد أعسر الزوج بھا فکانت مأمورة بالانتظار بالنص.(النھر الفائق،باب النفقة: ۵۱۰/۲،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس)

(قوله ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا)أی غائباً کان أو حاضرا (قوله بأنواعھا)وھی مأکول وملبوس ومسکن ح (قوله حقھا)أی من النفقة وھو منصوب مفعول المصدر وھو ایفاء (قوله ولو مؤسراً)المناسب ولو معسراً لأنه إشارة إلی خلاف الشافعی رحمه اللّٰه والأصح عندہ عدم الفسخ بمنع المعسر حقھا کمذھبنا (قوله باعسار الزوج)مقابل قوله ولا یفرق بینھما بعجزہ ط (قوله بتضررھا بغیبته)أی تضرر المرأة بعدم وصول النفقة بسبب غیبته وفی بعض النسخ وبتعزرھا بغیبته أی تعذر النفقة وھی أظھر وھذا مقابل قوله ولا إیفاء حقھا والحاصل أن عند الشافعی إذا اعسر الزوج بالنفقة فلھا الفسخ کذا إذا غاب وتعذر تحصیلھا منه علی ما اختارہ کثیرون منھم لکن الأصح المعتمد عندھم ان لا فسخ مادام مؤسرا وإن انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقة من ماله کما صرح به فی الأم،قال فی التحفة بعد نقله ذلک:فجزم شیخنا فی شرح منھجه بالفسخ خبر لا مال له حاضر مخالف للمنقول کما علمت،ولا فسخ بغیبة من جھل حاله یساراً وإعساراً بل لو شھدت بینة أنه غاب معسراً فلا فسخ ما لم تشھد باعسارہ الآن وإن علم استنادھا للاستصحاب أو ذکرته تقویة لا شکّا کمایأتی،(قوله نعم لو أمر شافعیاً)أی بشرط أن یکون مأذوناً له بالاستنابة،خانیة، قال فی غررالذکار:ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ینصب القاضی الحنفی نائباً ممن مذھبه التفریق بینھما إذا کان الزوج حاضراً وأبی عن الطلاق لأن دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة إذ الظاھر أنھا لا تجد من یقرضھاوغنی الزوج مألا أمر متوھم فالتفریق ضروری إذا طلبته،وإن کان غائبا لا یفرق لأن عجزہ غیر معلوم حال غیبته وإن قضی بالتفریق لا ینفذ قضاء ہ لأنه لیس فی مجتھد فیه لأن العجز لم یثبت،اھ.

ونقل فی البحر اختلاف المشائخ وأن الصحیح کما فی الذخیرة عدم النفاذ لظھور مجازفة الشھود کما فی العمادیة والفتح،الخ.(ردالمحتار،مطلب فسخ النکاح بالعجز عن النفقة،باب النفقة: ۵۹۰/۳،دارالفکر.انیس)

جاہلانہ اور غلط رسم ورواج کرنے والے کی امامت

بارات میں باجہ لے جانے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی امام اپنے لڑکے کی شادی میں باجہ لے جاوے اور یہ عذر بیان کرے کہ لڑکی والے نے کہا ہے کہ اگر باجہ لاوے گا تو نکاح کروں گا، یہ عذر شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ عذر شرعاً مسموع نہیں ہے اور اس عذر کی وجہ سے باجہ لیجانا درست نہیں ہے، اگر امام مذکور نے ایسا کیا تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۱/۳)

اولاد کی شادی میں ڈھول بجوانے والے کی امامت:

سوال: زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس یوم پہلے سے ڈھول بجوایا اور دیگر رسوم بھی کی گئیں، زید افیون بھی کھاتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید اس صورت میں فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ امامت کے لائق نہیں ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۷/۳)

---

(۱) (و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه". (الدر المختار) (عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل شيء من لهو الدنيا باطل، إلا ثلاثة انتضالك بقوسك وتأديبك فرسك وملاعبتك أهلك فإنها من الحق. (المستدرك للحاكم، كتاب الجهاد (ح: ٢٤٦٨) قال الذهبي: على شرط مسلم. ج: ٢/ص: ١٠٤، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

قوله: (كره كل لهو) أي كل لعب وعبث، إلخ، شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون و المزمار و الصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زى الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً ويجب أن يجتهد أن لا يسمع، قهستاني. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٣٤٧/٥ـ٣٤٨، ظفير)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) ==

غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرنے والے کی امامت:

سوال: زید ناچ ورنگ کی مجلسوں میں حصہ لیتا ہے اور غیر شرعی تقریبات میں شرکت کرکے خورد ونوش کرتا ہے اور بہت سی باتیں خلاف شرع کرتا رہتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص سے ترک موالات کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

نماز تو فاجر مسلمان کے پیچھے بھی جائز ہوجاتی ہے۔ حدیث شریف ہے:

"صلوا خلف کل بر وفاجر". (۱)

لیکن متقی کے پیچھے نماز افضل ہے، (۲) مسلمانوں کے آپس میں ترک موالات جائز نہیں ہے؛ لیکن بحالت مجبوری محض اصلاح کے ارادہ سے فتنہ وفساد سے بچتے ہوئے جب کہ بائیکاٹ سے اصلاح کی امید قوی ہو تو اس وقت یہ جائز ہے، جب تک کہ وہ بدکاری سے باز نہ آجائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۴؍صفر ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۴/۲-۳۲۵)

== من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱ ، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۱) "صلوا خلف كل بر وفاجر" أبوداؤد، والدارقطني واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول، عن أبى هريرة رضى الله عنه. (التلخيص الحبير: ۸٤/۲ (كتاب صلاة الجماعة، رقم الحديث: ۵۷۸، انيس)

والحديث رواه الدار قطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۶۸: ۲/٤۰٤، مؤسسة الرسالة/وأبوداؤد: ۳٤۳ بلفظ: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر. كتاب الصلاة، باب إمامة البر والفاجر، رقم الحديث: ۵۹٤/والإمام الزيلعى فى نصب الرأية: ۲۶/۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة الحديث الثالث و الستون، رقم الحديث: ۱۹۷۹، انيس

(۲) "ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ماينال خلف تقى كذا فى الخلاصة" (الفتاوىٰ الهندية: ۸٤/۱) (الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره، انيس)

(۳) قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك... وأجمع العلماء علىٰ أن من خاف من مكالمة أحد وصلته مايفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۷۱۶/٤) (كتاب الآداب، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۰۲۷، انيس)

وہمی کا امام بنانا کیسا ہے:

سوال (۱) ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتا، اگر کوئی مسلمان اس کو کوئی چیز دیوے تو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا، اس سے کہتا ہے کہ زمین پر رکھ دو، پھر وہ زمین پر سے اٹھاتا ہے، ایسے شخص سے بیعت کرنا اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

قومیت بدلنے و دیگر گناہ کرنے والے کی امامت:

(۲) ایک امام مسجد نے اپنی ذات کو تبدیل کر لیا ہے، ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

سہرا باندھنے والے کی امامت:

(۳) ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا، اس نے اپنی دیواروں پر سہرے باندھوائے، اس کی امامت و بیعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا وہمی شخص جس کو اتباع شریعت کا کچھ خیال نہیں ہے، لائق بیعت کرنے کے اور پیر و مقتدا بنانے کے نہیں ہے اور امام بنانا بھی اس کو نہیں چاہئے؛ لیکن اگر اس نے نماز پڑھائی تو اگر کوئی امر مفسد صلوٰۃ اس سے سرزد نہیں ہوا تو نماز ہوگئی۔(۱)

(۲) ایسا شخص لائق امام بنانے اور پیر بنانے کے نہیں ہے۔(۲)

(۳) ایسا شخص بھی لائق امامت و بیعت کے نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۵۷)

جن کے گھر غلط رسمیں کی جاتی ہوں اور وہ منع نہ کریں، ان کی امامت:

سوال: بہت سے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ میں گھر کی عورتیں ڈھولک بجاتی ہیں، گیت گاتی ہیں اور دوسروں کے گھر کی عورتیں آ کر باہم گاتی بجاتی ہیں، ان کے مردان کو اس کام سے منع نہیں کرتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بہت سے لوگ تیرہ تیزی بارہ وفات اور تین و تیرہ و تیئس و آٹھ و اٹھارہ و اٹھائیس تاریخ کو منحوس جانتے ہیں، ان تواریخ میں بیاہ شادی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) والأحق بالإمامة، إلخ، الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۸، ظفیر)

(۲-۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، ومبتدع أی صاحب بدعة. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفیر)

الجواب

جولوگ اپنی عورتوں کو افعالِ مذکورہ سے منع نہیں کرتے گنہگار ہیں، ان کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگرچہ نماز ہوجاتی ہے اور جولوگ تواریخ مذکورہ کو منحوس جانتے ہیں اوران تاریخوں میں نکاح وغیرہ نہیں کرتے، یہ بے اصل ہے، سب دن اور تاریخ مبارک ہیں اور ایسے برے عقیدہ والے لائق امام ہونے کے نہیں ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۲۴۱)

شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پٹیال میں تمام اشخاص نے باہم یہ حلف لیا تھا کہ شادی میں غیر شرعی رسومات مثلاً ڈھول باجا، گانا بجانا، ناچنا وغیرہ نہیں کیا جائے گا، اگر کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ نشست وبرخاست اور کھانا پینا ترک کیا جائے گا، تقریباً پانچ سال تک تمام لوگ اس عہد پر پابند رہے؛ لیکن ہمارے امام مسجد نے اس عہد کو توڑا اور گانا بجانا کیا ان کو دیکھ کر ایک اور شادی میں بھی اسی طرح ہوئی اور گانے بجانے کے ساتھ مغنیہ عورتیں بھی مدعو کی گئیں اور سب کے سامنے نچوائی گئیں، اس امام مسجد نے اس کا بائیکاٹ بھی نہیں کیا اور نکاح کے لیے چلے گئے، اب اس امام کا کیا حکم ہے کہ اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم...... مانسہرہ)

الجواب

اگر عام لوگ امام کے معاون اور امام سے مدافعت کرنے والے نہ ہوں امام کو اکیلے چھوڑنے والے ہوں تو ایسے بے حمیت اور عہد شکن امام کو معزول کرنا مناسب ہے۔(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۴۸-۳۴۹)

---

(۱) ویکرہ إمامة عبد،إلخ، و فاسق.(الدر المختار)و کراهة تقدیمه أی الفاسق کراهة تحریم.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳ ، ظفیر)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۲) قال العلامة ابن عابدین:وعند الحنفیة لیست العدالة شرطاً للصحة فیصح تقلید الفاسق الإمامة مع الکراهة وإذا قلد عدلاً ثم جار وفسق لاینعزل ولکن یستحب العزل إن لم یستلزم فتنة ... (قوله:ویعزل به)أی بالفسق لوطرأعلیه والمراد أنه یستحق العزل کما علمت آنفاً ولذا لم یقل: ینعزل.(ردالمحتارعلی هامش الدر المختار: ۱/۵٤٠، باب الإمامة)(۱/۵٤۹،دارالفکر بیروت)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾(سورة لقمان: ٦)

جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہوالحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان ہے اور ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کردے اور اللہ کی عبادت سے دور کردے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز وموسیقی، نغمہ وسرور اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب وشوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں- لہوالحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش انٹینا وغیرہ بھی۔ اللہ ہم سب کو اپنا قربی بننے کی توفیق دے۔ آمین (انیس)

بدگوکی امامت

کلمات بد بولنے والے کا امام ہونا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی مسلمان حافظ قرآن پابند صوم وصلوٰۃ چند مسلمانوں کے روبرو بآواز بلند کہے نام لے کر کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے فلاں مولوی مردود کی وجہ سے جنت دیوے تو میں ہرگز قبول نہ کروں؛ بلکہ اس خبیث کے عوض دوزخ کا خواستگار ہوں اور مولوی موصوف جس پر لفظ مردود بولا گیا، ایسا بہمہ صفت موصوف ہو کہ جس کو نصف دنیا کے آدمی اچھا جانتے ہوں اور اعتقاد بھی رکھتے ہوں، یہ شخص کس گناہ کا مرتکب ہوا اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

معصیت ہونا اس کا ظاہر ہے اور ایسے کلمات میں خوف کفر ہے، بدون توبہ کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کیا جاوے اور اگر وہ مولوی ہے تو مصداق اس حدیث کا ہے:"إن شر الشر شرار العلماء" (۱) کہ سب سے بدتر شریر علما ہیں تو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدتر فرمادیں، اس کو بدتر کہنا بیجا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۶/۳)

امام اعظم کو برا بھلا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: بعد تھوڑے عرصہ کے جناب حافظ صاحب مسجد میں نماز مغرب کے قبل تشریف لا کر مصلیوں سے کہنے لگے کہ دیکھئے صاحبو! اس کتاب نام لامعلوم میں لکھا ہے، کیا لکھا ہے: مسئلہ، مردود امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کی خرچی حلال عینی کی شرح میں موجود ہے، پس مصلیوں میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ جناب حافظ صاحب! آپ شاید امام صاحب کے حالات سے واقف نہیں، امام صاحب وہی ہیں کہ ایک وضو سے چالیس برس تک نماز فجر کی پڑھی تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ امام صاحب نے بدعت کیا تو اسی مصلی نے کہا کہ او نماز یو دیکھو اعتقاد حافظ صاحب کا معلوم ہو گیا اور ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس روز مالا بدمنہ کو پدوڑی بنایا اور آج امام صاحب کو زنا کی

(۱) مشکٰوۃ، کتاب العلم، الفصل الثالث، ص:۳۷، ظفیر (رقم الحدیث: ۲٦۷)/عن حکیم قال: سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال: لا تسألونی عن الشر واسألونی عن الخیر یقولها ثلاثاً، ثم قال: ألا إن شر الشر شرار العلماء وإن خیر الخیر خیار العلماء. (سنن الدارمی، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللّٰہ (ح: ۳۸۲) انیس)

تہمت لگایا اور بدعتی بنایا، افسوس: جناب حافظ صاحب آپ اگر جماعت مسلمان علم والوں میں ہوتے تو اس گفتگو پر جماعت سے گوشمالی دے کر نکال دیئے جاتے اور امام بننے کے لائق نہ رہتے اور دیکھو بھائیو! میں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا اور اگر جماعت ہوتی رہے گی تو وار کعوا مع الراکعین کے خیال سے جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنی دہرالوں گا، چوں کہ حافظ صاحب اس محلّہ کے امام ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق ہو، اس شخص کا کلام ارقام سے باہر ہے، ایسے کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسے اعتقاد والے کو کیا کہنا چاہیے، صاف صاف مدلل تحریر ہو؟

الجواب

جس نے امام اعظمؒ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کئے، وہ خود مردود ہے، (۱) اس کے پیچھے نماز درست نہیں، مسلمانوں کو کوئی اور امام صالح حنفی متقی تلاش کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

۴ رجب ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۱۲۳۔۱۲۴)

---

(۱) ... وفی روایة الشیخین عن أبی هریرة: "والذی نفسی بیده لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله رجل من فارس" ولیس المراد بفارس البلاد المعروفة بل جنس من العجم، وهم الفرس، لخبر الدیلمی: "خیر العجم فارس" وقد کان جد أبی حنیفة من فارس ما علیه الأکثرون، قال الحافظ السیوطی: هذا الحدیث الذی رواه الشیخان أصل صحیح یعتمد علیه فی الإشارة لأبی حنیفة وهو متفق علی صحته وبه یستغنی عما ذکره أصحاب المناقب ممن لیس له درایة فی علم الحدیث، فإن کان سنده کذابین ووضاعین، آه ملخصا. (ردالمحتار، مقدمة: ۵۳/۱، دارالفکر. انیس)

قرأت خلف الامام سے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی امام ابوحنیفہ سے روایت کے متعلق دار قطنی نے لکھا کہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور وہ دونوں ضعیف راوی ہیں، اس پر نوٹ لکھتے ہوئے علامہ عینیؒ شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں:

قلت: قد ظهر لک تحامل الدار قطنی علی أبی حنیفة وتعصبه الفاسد فمن أین للدار قطنی تضعیف مثل أبی حنیفة؟ والحال أنه بهذا یستحق التضعیف ثم هو یضعف حدیث أبی حنیفة وقد روی هو فی سننه أحادیث سقیمة معلولة وأحادیث غریبة منکرة وأحادیث موضوعا، الخ. (شرح سنن أبی داؤد، من ترک القراءة فی صلاته: ۴۹۷/۳، مکتبة الرشد الریاض. انیس)

قلت: لو تأدب الدار قطنی واستحیٰ لما تلفظ بهذه اللفظة فی حق أبی حنیفة فإنه إمام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل إبن معین عنه فقال: ثقة مأمون ماسمعت أحدا ضعفه، هذا شعبة بن الحجاج یکتب إلیه أن یحدث وشعبة شعبة. وقال أیضاً: کان أبو حنیفة ثقة من أهل الدین والصدق ولم یهتم بالکذب وکان مأموناً علی دین اللّٰه تعالیٰ صدوقا فی الحدیث وأثنی علیه جماعة من الأئمة الکبار مثل عبداللّٰه بن المبارک ویعد من أصحابه وسفیان بن عیینة وسفیان الثوری وحماد بن زید وعبدالرزاق ووکیع وکان یفتی برأیه والأئمة الثلاثة مالک والشافعی وأحمد وآخرون کثیرون وقد ظهر لک من هذا تحامل الدارقطنی وتعصبه الفاسد، الخ. (عمدة القاری شرح البخاری، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم فی الصلاة: ۱۲/۶، دارإحیاء التراث العربی بیروت. انیس)

صاحب ہدایہ کو مشرک کہنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص صاحب ہدایہ کو مشرک کہتا ہے اور ہدایہ کو منطق فلسفہ بتلاتا ہے اور صاحب مذہب کو بدعتی کہتا ہے اور نیز اس کو لقب ہذا کے ساتھ خط لکھتا ہے: ''السلام علیکم من اتبع بهداية محمد صلى الله عليه وسلم ''، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۴۶/۳)

عالمگیری کو گرنتھ کہنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جو کہ دورانِ گفتگو ایک مسئلہ کے بلاتحاشا و بلاخوف فتاویٰ عالمگیری کے حق میں جو کہ علم فقہ کی معتبر اور مستند کتاب ہے، گرنتھ (مصنفہ گرونانک جو کہ سکھوں کا پیرو و مقتدا ہے) کہہ دیتا ہے اور پھر اس پر اس کا اصرار ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص فاسق اور سخت عاصی ہے، جب تک توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں،(۲) اور امام نہ بناویں، کتب فقہ کی توہین کو علما نے کفر لکھا ہے۔(والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ)(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۲۱/۳-۱۲۲)

---

(۱) كما صرح به فى الشامى: أن إمامة الفاسق مكروه تحريمًا:أى كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

قال سهل بن عبدالله التسترى:لا يزال الناس بخير ما عظموا السلطان والعلماء فإن عظموا هٰذين أصلح الله دنياهم وأخراهم وإن استخفوا بهذين أفسد دنياهم وأخراهم.(عقيدة المسلم فى ضوء الكتاب والسنة.(تفسير القرطبى: ۲۶۰/۵،انيس)

أن الاستهزاء بالعلماء والصالحين لأجل ما هم عليه من العلم الشرعى واتباعهم للقرآن الكريم والسنة النبوية الصحيحة هو فى حقيقته استهزاء بآيات الله تعالىٰ وسخرية بشرائع دين الله عزوجل ولا شك أن هذا الاستهزاء كفر يناقص الإيمان يقول الله تعالىٰ:﴿وإذا علم من آياتنا شيئا اتخذها هزوا أولئك لهم عذاب مهين﴾ (الجاثية:۹) ولم يجىء إعداد العذاب المهين إلا فى حق الكفار.(الصارم المسلول لابن تيمية:۵۲،انيس)

وفى الخلاصة:من قال:قصصت شاربك وألقيت العمامة على العاتق استخفافاً يعنى بالعالم أو بعلمه كفر.(الموسوعة العقدية-الدرر السنية،المطلب الثانى:الإستهزاء بالعلماء:۶۱/۷،انيس)

عن أبى ذر قال:إن خليلى أوصانى أن أسمع وأطيع وإن كان عبداً مجدع الأطراف.(مسلم (ح:۱۸۳۷)انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد،إلخ و فاسق.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة:۵۲۳/۱)

(۳) من أهان الشريعة أوالمسائل التى لابد منها،كفر.(شرح فقه الأكبر،ص:۵۱۵،ظفير)(فصل فى العلم والعلماء،وكذا فى تهذيب ألفاظ الكفر،ص:۲۶،انيس)

==

امام کو برا بھلا کہنے والے کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک پیش امام با مشاہرہ مقرر ہیں، لوگ ان کو کہتے ہیں کہ تم میرے نوکر ہو اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں، اس کے متعلق شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

پیش امام جو مشاہرہ پاتے ہیں، بلا شبہ وہ نوکر و ملازم ہیں؛ لیکن وہ عزت دار نوکر ہیں، ان کی تعظیم وتکریم تمام مقتدیوں پر لازم ہے، جس طرح استاد (جو نوکر ہو) کی تعظیم کی جاتی ہے، چوں کہ پیش امام ایسا شخص مقرر کیا جاتا ہے، جو متقی ہو اور مسائل نماز وطہارت سے واقف ہو، قرآن صحیح پڑھتا ہو، ان ہی باتوں کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنی چاہئے اور ان کی اہانت اور برا کہنا اور گالیاں دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کامل مسلمان وہی ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۲۳-۳۲۴)

جو امام جاہلانہ جواب دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: جب زید سے صبح کو یہ بات کہی کہ رات تم نے کواڑ کیوں نہیں کھولے تو زید نے غصہ ہو کر جواب دیا کہ نماز پڑھنا مسجد ہی میں منحصر نہیں ہے، گھر پڑھ لی ہوتی اور جب زید کو وہ حدیث سنائی، جس میں یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو اپنی امت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم کرتا کہ جو لوگ گھروں میں مسجد کے ہوتے ہوئے اور تندرست ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کے گھروں میں آگ لگا دو۔ زید نے کہا کہ ایسی حدیثیں بہت ہیں، میں نہیں سنتا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے، یا نہیں؟

== الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۹۱، انیس)

والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم العلم صفة الله تعالىٰ منحه فضلا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسوله فاستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود. (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية: ۶/۳۳۶، انیس)

(۱) واضح رہے کہ امامت یا امامت کی طرح کے دوسرے ملی اور اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے لوگ اصل میں کار عبادت انجام دے رہے ہیں؛ لیکن انہیں اس کار عبادت میں مشغول ہونے اور اس کی وجہ سے محبوس و پابند ہونے کی وجہ سے بصورت اجرت نفقہ احتباس دیا جاتا ہے؛ اس لئے انہیں تنخواہ دار ملازم اور نوکر تصور کرنا غیر اسلامی فکر ہے، عام نوکر کو بھی یہ کہہ کر اس کی توہین کرنا جائز نہیں، چہ جائے کہ امام جو ایک دینی ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر ایک دینی منصب پر فائز ہے، اس کو نوکر کہہ کر اس کی توہین کرنا بڑا گناہ ہے۔ [مجاہد]

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده. (مشكوة المصابيح: ۱/۱۲) (كتاب الإيمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ۶، انیس)

الجواب

زید کا جواب جاہلانہ ہے، ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔(۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۳۵-۲۳۶)

اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے تو اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: شخصے معروف النسب وثابت النسب را حرامزادہ گفت ودشنام ناسزا یافتہ داد شرعاً فاسق گردد وامامتش جائز است یا نہ؟(۲)

الجواب

درفسق وکراہت امامتش کلام نیست، إلا أن یتوب، کذا فی کتب الفقه.(۳)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۹۹)

گالی دینے والے کو امام بنانے کا حکم:

سوال: ایک امام بدگو، جلد مشتعل ہو جانے والا اور غصہ میں آپے سے باہر ہو جانے والا ہے؛ نیز غیبت ودروغ گوئی کا بھی عادی ہے، ایسے امام کی اقتدا میں نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ ایک امام جس کے پیچھے اس کی اخلاقی پستیوں کی بنا پر نماز پڑھنے کی طرف دل مائل نہ ہو اور دوسری مسجد بھی نزدیک نہ ہو تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی؟

الجواب

سب وشتم کا عادی، جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے والا فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے؛(۴) تاوقتیکہ وہ ان گناہوں سے توبہ نہ کرے، البتہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لی گئی ہوں وہ ادا ہو جاتی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۸۷ھ۔ (فتویٰ نمبر:۲/۱۳۷۷/۱۸، الف)(فتاویٰ عثمانی:۱/۴۳۴-۴۳۵)

---

(۱) ”التائب من الذنب كمن لاذنب له“.(مشكاة الصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص:٢٠٦، ظفير)(رقم الحديث:٢٣٦٣، انيس)

(۲) خلاصہ سوال: ایک شخص نے ایک معروف النسب اور ثابت النسب شخص کو حرام زادہ کہا اور سخت قسم کی گالی دی تو کیا وہ شرعاً فاسق ہو گیا اور اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ (انیس)

(۳) ويكره تقديم الفاسق لتساهله في الأمور الدينية فلايؤمن من تقصيره في الإتيان بالشرائط.(غنية المتملي شرح منية المصلي، ص:٣٥١، ظفير)

ایسے شخص کے فسق اور امامت کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(۴) وفي الدر المختار: ١/٥٥٩-٥٦٠، ايچ ايم سعيد (باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام، انيس): ويكره إمامة عبد... وفاسق، إلخ.

==

گالی بکنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص اولاد کو ماں بہن کی گالیاں دیتا ہے، حرامی بچہ اور حرام کی اولاد کہتا ہے اور نطفہ میں فرق ہونا بتلاتا ہے، ایک دختر جوان ہے، جس کا پردہ بالکل نہیں کراتا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ امامت اس کی کیسی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

شخص مذکور کے اکثر افعال خلافِ شریعت اور حرام اور معصیت ہیں، لہٰذا اس پر حکم فسق عائد ہوتا ہے، وہ فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۵۷)

گالی کے عادی کی امامت:

سوال: جس آدمی کی عادت ہو کہ وہ بات کرنے میں گالی دیتا ہو اور مقتدیوں کو گالی دیتا ہو، منافق کہتا ہو تو کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ وصف ہرگز امام کے لئے زیبا نہیں، اس کا منصب جلیل ہے، شانِ امامت کے خلاف ہے، اس کو اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ تو وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوگا۔(۲)

تنبیہ: مقتدیوں کے لئے سخت ابتلاء ہوتا ہے، جب ان کو ایسے امام ملتے ہیں، حق تعالیٰ کی رحمت ہو تو مقتدی بھی اچھے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۶۲)

== وفی الدرالمختار، أیضاً: ۵۶۲/۱ : صلٰی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة. وقال الشامی رحمه الله تحته قوله: نال فضل الجماعة. أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰی من الإنفراد لکن لاینال کماینال خلف تقی ورع. (وکذا فی البحرالرائق: ۳۴۹/۱۔۳۵۰، والفتاویٰ الهندیة: ۸۴/۱)

(۱) ویکره إمامة، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

حدیث نبوی ہے: "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر". (رواه مسلم. ظفیر)(کتاب الإیمان، باب: بیان قول النبی صلی الله علیه و سلم، سباب المسلم فسوق وقتاله کفر، رقم الحدیث: ۶۴، انیس)

(۲) "ویعزل به إلالفتنة". (الدرالمختار)

وفی ردالمحتار: " قوله: (یعزل به): أی بالفسق لوطرأعلیه، والمراد أنه یستحق العزل". (کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۴۹/۱، سعید) (مطلب: شروط الإمامة الکبریٰ، انیس)

کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متدین متشرع شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اور امام مسجد نے آ کر اسے کچھ کہا، اس نے جواب میں قرآن مجید بند کر کے کہا کہ میرے ہاتھوں میں کلام اللہ شریف ہے، حلفیہ کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ بات کہی ہے اور نہ یہ کام کیا ہے تو امام نے جواب میں کہا کہ تو تو کافر ہے، منافق ہے، ابلیس ہے، تیرے اس کلام پر بھی مجھے اعتماد نہیں تو اس امام مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ قابل امامت ہے، یا نہیں؟ دائرہ اسلام سے خارج ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالمنان چھپالی ہزارہ......۳۱/نومبر/۱۹۷۴ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

چونکہ اس امام کا اس پہلے شخص کی قسم پر اعتماد نہیں ہے، کلام اللہ پر باقاعدہ اعتماد رکھتا ہے، لہٰذا یہ امام کافر نہیں ہوا ہے، البتہ سباب (گالی) کی وجہ سے فاسق ہوا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "سباب المسلم فسوق". (رواہ مسلم)(۱)

ان کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے، کماصرح به فی إمامة البحر. (۲)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۴۰۲)

مسجد میں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اور مسجد کا احترام نہ کرے، ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ایسی حرکت سے تو ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے، (۳) امام کا منصب تو بلند ہے، اگر امام باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۶۲-۱۶۳)

---

(۱) الصحیح لمسلم: ۵۸/۱، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

(۲) قال العلامة ابن نجيم: فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلافالاقتداء أولى من الإنفراد. (البحر الرائق: ۹۴۹/۱، باب الإمامة)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة و الشتم: ۴۱۱/۲، قديمى)(الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۸۱۴، انيس)

فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها وتلويثها مما ينبغى التنظيف منه، ولم تبن لأعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم وتلويث وإهانة. (الحلبى الكبير، فصل فى أحكام المساجد، ص: ۶۱۱، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۴) ويكره إمامة عبد و أعرابى وفاسق وأعمٰى". ==

فحش گو اور نقال کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید ہمیشہ فحش بکتا ہے؛ بلکہ کبھی مسجد کے اندر بھی الفاظ فحش کا استعمال کرتا ہے اور گالیاں بھی بکتا ہے اور غیبت کرتا ہے اور دوسرے نمازیوں کی نیت نماز کی نقلیں کرتا ہے، جس سے نمازیوں کو نماز میں ہنسی آجاتی ہے اور بعض دفعہ نماز میں ہنستا ہے، آیا یہ شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، لقوله عليه الصلاة والسلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (۱) لیکن اولیٰ والیق امامت کے وہ شخص ہے کہ اعلم واقرأ ہونے کے ساتھ صالح ومتقی ہو؛ کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز اگرچہ صحیح ہے، مگر مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں ہے کہ فاسق کو امام مقرر کرنا ممنوع ہے؛ کیوں کہ امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی ممنوع ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۹/۳)

== قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ "قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الربا، ونحو ذلك. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱) سنن الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه: ۴۰۴/۲، رقم الحديث: ۱۷۶۸، مؤسسة الرسالة، انيس

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولايخفىٰ أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة، فإنه لايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، قال: ولذا لم يجز الصلاة خلفه أصلا عند مالك ورواية عن أحمد. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

ويقدم في الإمامة كل من كان أفضل والفقيه أولىٰ من القارىء ولا تجوز إمامة الفاسق ولا المرأة ولا الصبي إلا في نافلة، الخ. (التلقين في الفقه المالكي، باب الإمامة والجماعة: ۴۸/۱، دار الكتب العلمية. انيس)

وكذلك أكره إمامة الفاسق والمظهر البدع ومن صلى خلف واحد منهم أجزأته صلاته ولم تكن عليه إعادة إذا أقام الصلاة. (الأم للشافعي، إمامة ولد الزنا: ۱۹۳/۱، دار المعرفة بيروت. انيس)

قال في الوجيز: ولا تصح إمامة الفاسق وهو المشهور. (الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، باب صلاة الجماعة: ۳۵۵/۴، هجر جمهورية مصر. انيس)

والفاسق؛ لأنه لايهتم بأمر دينه وقال مالك لاتجوز الصلاة خلفه لما ظهره منه، الخيانة في الأمور الدينية لايؤتمن في أهم الأمور. (فتح القدير، باب الإمامة: ۲۴۷/۱، انيس)

فحش بولنے والے کی امامت:

سوال: بلاتفریق مسلک وعقائد ایک مسجد میں نماز ادا کی جاتی رہی؛ لیکن چند سالوں کے بعد عقائد میں اختلاف رونما ہوا، موجودہ امام نے جمعہ کے روز اولیاء کرام اور بزرگوں کے خلاف لایعنی کلمات نکالے اور امام صاحب نے مسجد کے اندر فحش گالیاں دیں، اس ضمن میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں؟

(۱) کیا جو امام مسجد کے اندر فحش گالیاں بکے اس کی اقتدا درست ہے؟ اور وہ امامت کے لائق ہے؟

(۲) کیا اہل سنت والجماعت کی نماز اس طرح کے عقائد رکھنے والے امام کے پیچھے درست ہے؟

(۳) کیا سنی صحیح العقیدہ کے پیچھے دیوبندی اور غیر مقلد کی نماز ہوسکتی ہے؟

(۴) ایک مسجد میں دو فریق کے عقائد میں اختلاف کی بنا پر دونوں فریق یکے بعد دیگرے دو جماعت قائم کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

هو المصوب

اگر مذکورہ امام نے واقعی اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے تو یہ سنگین گناہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص خدا سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے، (۱) ایسے گناہ میں مبتلا ہونے والے امام نے اگر اپنی اس غلطی پر توبہ نہیں کی تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، البتہ نماز درست ہو جائے گی۔

(۲-۳) ایسے عقائد کے حامل امام کے پیچھے اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھنے والوں کی نماز ہو جائے گی۔

حدیث میں آتا ہے: ''صلوا خلف کل بر و فاجر''. (۱) (یعنی ہر نیک اور فاسق وفاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو۔)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق وفاجر کے پیچھے بھی نماز درست ہو جائے گی۔

(۴) ایک مسجد میں دو جماعت کرنا کراہت سے خالی نہیں، (۳) اختلاف عقائد اور اختلاف آرا کی صورت میں الگ الگ مسجدوں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۷۲-۲۷۳)

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله قال: من عادیٰ لی وليًا فقد آذنته بالحرب. (صحيح البخاری، كتاب الرقائق، باب التواضع (ح: ۶۵۰۲)

(۲) سنن الدارقطنی، كتاب العيدين، باب صفة الصلاة من تجوز الصلاة معه (ح: ۱۷۸۸) قال الدار قطنی: مكحول لم يسمع من أبی هريرة ومن دونه ثقات. (السنن الكبریٰ للبيهقی، كتاب الجنائز، باب الصلاة علیٰ من قتل نفسه (ح: ۷۰۸۰)

(۳) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۸۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة ، انيس)

امام کا مقتدی کو کتا کہنا:

سوال: کیا امام کے لئے جائز ہے کہ مقتدی کو کتا کہے اور یہ بھی کہے کہ دفع ہوجاؤ اور کہیں جاکر نماز پڑھو اور یوں کہے کہ اگر مجھے ہٹادیا گیا، میرا قائم مقام لایا گیا تو مسجد میں خون کی ندیاں بہادوں گا اور میں اپنے مخالف کو ہلاک کردوں گا، میرے پاس ایسے بہت لوگ ہیں، جو یہ کام کرسکتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام صاحب سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ اپنے مقتدی کو بلاوجہ کتا کہیں اور مسجد سے نکالیں، امام صاحب کے لیے تو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے لیے بھی دعاء خیر کیا کریں اور مسجد کو اور زیادہ آباد کرنے کی کوشش کریں اور اگر مقتدی نے کچھ نالائقی کی ہو اور اس پر ڈانٹ دیا ہو تو یہ ممکن ہے؛ تاہم مقتدیوں کے ذمہ امام کا ادب واحترام واجب ہے۔(۱)

اور امام صاحب کو بھی چاہیے کہ سب سے اخلاق ومروت کا معاملہ کریں، سخت الفاظ خصوصاً خلافِ شرع الفاظ بولنے سے پوری طرح احتیاط برتیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۴/۶-۳۹۵)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿إني جاعلک للناس إماماً﴾ (سورة القبرة: ۱۲٤)

”وإذا ثبت أن إسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام فی أعلیٰ رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلک ، ثم العلماء والقضاة العدول ومن الزم اللّٰه تعالیٰ الاقتداء بهم ، ثم الإمامة فی الصلاة ونحوها“. (أحكام القرآن للجصاص: ۹۷/۱-۹۸، قديمی)

”وتعظيم أولی الأمر واجب“، كذا فی الفتح. (ردالمحتار، باب الامامة: ۲۲۰/۲، سعيد)

(۲) وفی رواية له: قال لعائشة رضی اللّٰه عنها: ”عليک بالرفق، وإياک والعنف والفحش، إن الرفق لا يكون فی شئ إلا زانه، ولا ينزع من شئ إلا شانه“... ”عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ”أن من أحبكم إلیَّ أحسنكم أخلاقاً“. رواه البخاری“. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق و الحياء وحسن الخلق: ٤۳۱/٤، الفصل الأول، قديمی) (حديث عائشة رواه البخاری، باب لم يكن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم، الخ (ح: ٦۰۳۰) بلفظ: مهلا يا عائشة عليک بالرفق وإياک والعنف والفحش/ورواه مسلم باب فضل الرفق (ح: ۲۵۹٤) بلفظ: إن الرفق لا يكون فی شئ إلا زانه، ولا ينزع من شئ إلا شانه/حديث عبداللّٰه بن عمر بلفظ: إن من خياركم أحسنكم أخلاقا. رواه البخاری، باب صفة النبی صلی الله عليه وسلم (ح: ۳۵۵۹) انيس)

عن العلاء بن كثير أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن محاسن الأخلاق مخزونة عند اللّٰه فإذا أحب اللّٰه عبداً منحه منها خلقاً حسناً أو خلقاً صالحاً. (الجامع لابن وهب، ت: مصطفی أبوالخير، باب العزلة (ح: ٤۹۱) : ۵۹۱/۱، دارابن الجوزی الرياض. انيس

ناواقف شخص کا وعظ کہنا اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص شاہ محمد اردو وعربی کو روانی سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ صرف ونحو عربی سے نابلد حدیث وقرآن کے معانی سے بیگانہ جمعہ کے روز قرآن شریف سورہ جمعہ رکوع آخر، آیت شریفہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ سے شروع کر کے تعلمون تک پڑھنے کے بعد ممبر شریف پر وعظ فرمانے لگے تو پنجابی دہقانوں کے حسب رواج کچھ گالیاں بھی استعمال کیں، مثلاً ہم پنجابی (گالی) لوگ حقہ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔

جو شخص امام سے عقیدت نہ رکھے اور وقت آنے پر امام سے جھگڑا کرے، باوجود اس کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے اس کی نماز ہوگی، یا نہیں:

(۲) جو شخص امام مسجد کا قلبی طور پر تو مقلد نہ ہو، مگر ظاہر داری کے طور پر اس کے پیچھے نماز ادا کرے اور جب موقع ملے، تب ہی فساد پر آمادہ ہو جائے اور بلا وجہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دے تو کیا ایسے شخص کی نماز امام کے پیچھے جائز ہے۔

(۳) جو شخص قانون شریعت سے قطعی ناواقف اور قانون رائج الوقت سے بھی قطعی واقفیت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ فرقان حمید کا یہ حلف اٹھا کر اقرار کرے کہ میں پنجاب میں بیٹھ کر انصاف کر دوں گا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟

امام کی دودھ سے تواضع کرنا اور مقتدی کا امام کو مارنے دوڑنا کیسا ہے:

(۴) موجودہ رمضان المبارک کی ایک رات کا واقعہ ہے کہ بعد ختم نماز عشاء امام مسجد نے کہا کہ مجھے تکلیف ہے، اگر دیہاتی نمازی میرے واسطے پچھلے سال کی طرح دودھ کا انتظام کر دیں تو ان کی مہربانی ہے، مقتدی رضامند ہو گئے، مگر شاہ محمد نامی ایک شخص نے کہا کہ تم آیتوں کو بیچتے ہو۔ الغرض امام صاحب نے شاہ محمد کی منت سماجت کی، مگر وہ بار بار یہی کہتا ہے اور امام صاحب کے لوٹا اٹھا کر مارنے کو دوڑا مگر خود گر گیا، نمازیوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے، اس بارے میں شاہ محمد کا ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

(المستفتی: ۲۰۴۷، حافظ عباس حسین صاحب (ضلع لودھیانہ) ۱۳ر رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) ایسے ناواقف اور بے علم شخص کو وعظ کہنا نہیں چاہیے اور ممبر پر گالیاں زبان سے نکالنا حرام ہے۔(۱)

---

(۱) سباب المؤمن فسوق و قتاله كفر. (الصحيح لمسلم: ۵۸/۱، ط: قديمي كتب خانة، كراچي) / مسند أبي داؤد الطيالسي، ماأسند عبدالله بن مسعود (ح: ۲۵۶) / مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ۳۶۴۷) / صحيح البخاري، باب ما ينهى من السباب واللعن (ح: ۶۰۴۴) انيس)

(۲-۳) نماز تو ہو جائے گی؛ مگر امام سے جھگڑا فساد کرنا ناجائز ہے۔(۱)

(۴) اس معاملے میں اگر یہ بیان صحیح ہو تو شاہ محمد کی زیادتی ہے، اگر امام کی لوگ دودھ سے تواضع کر دیں تو یہ آیات بیچنا نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۰۶/۳-۱۰۷)

نماز قضا ہو جانے پر امام کا یہ جواب کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی تھی'':

سوال: ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم نے نماز قضا کر دی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا تو برجستہ انہوں نے کہا کہ نماز حضور کی بھی قضا ہوئی ہے، اس جملے سے لوگوں پر غلط اثر پڑا، ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے علما کی؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی، (۲) نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ملی نہیں، اس وقت نماز قضا ہوئی، جس کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد افسوس ہوا اور قلق ہوا، حتیٰ کہ آپ نے بد دعا بھی فرمائی کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو نماز بھی نہ پڑھنے دی''۔ (۳)

لیکن آج اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اس قضا ہوئی نماز پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگیں، نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی نماز قضا ہوئی ہے، ایسا کہنے والے کو پورا اجتناب لازم ہے، ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے، نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی

(۱) عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده. (صحيح البخارى، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه (ح: ۱۰)/الصحيح لمسلم (ح: ۴۱)/ سنن أبى داؤد (ح: ۲۴۸۱)/سنن الترمذى (ح: ۲۶۲۷)/سنن النسائى (ح: ۴۹۹۵) انيس)

(۲) عن عبد الله بن قتادة عن أبيه رضى الله عنه قال: سرنا مع النبى صلى الله عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرّست بنايا رسول الله! قال: ''أخاف أن تناموا عن الصلاة'' قال بلال رضى الله عنه: أنا أوقظكم فاضطجعوا وأسند بلال رضى الله عنه ظهره إلى راحلته، فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبى صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال أين ما قلت'' قال: ما ألقيت علىٰ نومة مثلها قط، قال: ''إن الله قبض أرواحكم حين شاء، وردها عليكم حين شاء، يا بلال! قم فأذن بالناس بالصلاة''. فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابياضت، قام فصلىٰ''. (صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب: الأذان بعد ذهاب الوقت: ۸۳/۱ (ح: ۵۹۵) انيس)

(۳) عن على رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم: أنه قال يوم الخندق: ''ملأ الله عليهم بيوتهم وقبورهم ناراً، كما شغلونا عن صلاة الوسطىٰ حتىٰ غابت الشمس''. (صحيح البخارى، باب غزوة الخندق وهى الأحزاب: ۵۹۰/۲ (ح: ۴۱۱۱، انيس)

اس میں مبتلا ہوئے، یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضا کر دینا دنیا میں سنت ہے۔ (استغفر اللہ العظیم) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قضا ہونے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۵۹-۱۶۰)

امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام ہیں اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ پانچ منٹ دیر سے آتے ہیں، نماز پڑھاتے ہیں، لہٰذا ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ظہر کی نماز میں امام آئے نہیں تو امام کے چھوٹے بھائی نے نماز پڑھائی؛ لیکن بعد میں امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو وہ مؤذن پر بہت ناراض ہوئے اور یوں کہا کہ تمہاری آنکھیں نہیں تھیں دیکھنے کے لئے، جو تم نے مجھے دیکھا نہیں، میں حوض پر وضو کر رہا تھا، بہر حال میں نے مؤذن کی حمایت کی اور کہا کہ جب آپ نہیں تھے تو آپ کے بھائی نے نماز پڑھا دی، آپ مؤذن پر بے کار گرم ہو رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے نماز پڑھانی چھوڑ دی۔

اس کے بعد نمازیوں نے ان سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ تو انہوں نے کہا ''لعنت ہے ایسی امامت پر'' اور کئی مرتبہ کہا تو آپ بتائیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، جب کہ وہ تین سال سے امامت کر رہے ہیں اور کئی دفعہ ایسا ہی ہو چکا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جن امام صاحب کے متعلق آپ کو تشویش ہے اور ان کی خرابی لکھ کر فتویٰ دریافت کیا ہے تو پھر آپ کو موقع مل گیا ہے کہ ان امام صاحب نے خود ہی نماز پڑھانا چھوڑ دیا ہے، غنیمت جانئے ان سے امامت کے لیے دوبارہ عرض کر دیا گیا، انہوں نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ ایسی امامت پر لعنت کی۔ اب بہتر ہے کہ کوئی دوسرا امام جو عقائد کے اعتبار سے صحیح ہو اور مسائل طہارت وصلوٰۃ سے واقف ہو، قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو، متبعِ سنت ہو تجویز کر لیا جائے، موجودہ امام صاحب کو لعنت سے بچایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۶۷-۱۶۸)

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی''. (الدرالمختار) ''قوله: (وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وأكل الربا ونحو ذلك''. (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس) ==

بھی ہیں کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دوتین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوجائے گا، یا نہ؟ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم! سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا، بہت سنگین الفاظ ہیں، اس شخص کو فوراً توبہ کر کے تائب ہونا چاہیے، ورنہ امامت سے ہٹا دیا جائے، اگر وہ توبہ کر کے تائب ہوجائے تو اس کی امامت بلاکراہت جائز ہے؛ **لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ''التائب من الذنب کمن لاذنب له''.** (الحدیث)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۹۴)

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا، دیگر ایک شخص نے بیان کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے، اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے، اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے، مسئلہ بیان کرنے والے نے کہا: یہ شخص حدیث کا قائل نہیں، کافر ہے، جو اسی جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا، ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے؟ دیگر ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کرلیا، باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف، صفحہ: ۴۷۳(۲) پر موجود ہے؛ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں، اس

= = (والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً (للقراءة ثم الأورع)'' آه. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(۱) مشكاة الصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يلقى إبراهيم أباه آزر يوم القيامة وعلى وجه آزر قترة وغبرة فيقول له إبراهيم: ألم أقل لك لا تعصني، فيقول أبوه: فاليوم لا أعصيك فيقول إبراهيم: يا رب إنك وعدتني أن لا تخزيني يوم يبعثون فأي خزي أخزى من أبي الأبعد فيقول الله تعالىٰ: إني حرمت الجنة على الكافرين ثم يقال: يا إبراهيم! ما تحت رجليك؟ فينظر فإذا هو بذيخ ملتطخ فيؤخذ بقوائمه فيلقى في النار. (صحيح البخاري، باب قول اللّٰہ تعالى: واتخذ الله إبراهيم، الخ (ح: ۵۵۳۰) انيس)

کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی، اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے، بہر حال یہ امام کافر نہیں ہے اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا، جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے، وہ حق پہ نہیں، بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۹۵)

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا'':

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں، امام مسجد نے جواب دیا: میں توحید بیان نہیں کروں گا، میں تو شرک بیان کروں گا، مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے، یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں، کیا عند الشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا، امامت کے قابل رہا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ان کلمات سے اگر چہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا؛ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ وتائب ہو، اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ الجواب صحیح: محمد انور شاہ غفرلہ، ۱۸/ رجب ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۹۶)

''جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو'' کہنے والے کی امامت:

سوال: ایک صاحب جو فاضل عربی یعنی مولوی ہیں اور پیش امام بھی، نیز ایک دینی دارہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں، ایک دوسرے معلم کے بارے میں جو کافی دنوں سے امام شہر بھی تھے، ان پر اغلام بازی اور مشت زنی کا چرچا ہوا، اس سے پہلے بھی چند بار ہو چکا تھا، جب معاملہ کی تحقیق وتفتیش کا موقع آیا تو مذکورہ فاضل عربی امام نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں، البتہ جو باتیں میں نے سنی ہیں، ان الفاظ کو دہراتے ہوئے واقعہ کی سچائی اور ثبوت میں ان الفاظ سے قسم کھائی کہ ''جو میں کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے جو قسم کھائی ہے، کچھ صاحبان کو شبہ ہے کہ ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

کسی کو مجرم قرار دینے کے لیے اس کا اقرار ضروری ہے، یا شرعی ثبوت (چشم دید گواہوں کا بیان) ضروری ہے، جب تک ان میں سے کوئی بات نہ ہو اس کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، (۱) پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ ''جو کچھ میں

---

(۱) ومن نظائره: لو ادعى على رجلين عمداً فأقر أحدهما بالخطاء والآخر بالعمد فالدية عليهما''. (الفتاوى الهندية، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار: ۱۹/۶، رشيدية) ==

کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو' نہایت خطرناک ہے۔ امام صاحب فاضل عربی موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نہیں، محض سنی ہوئی بات پر بغیر خود دیکھے اور بغیر گواہی کے ایسی سخت بات کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے ہم معنی ہے،(۱) ان کو لازم ہے کہ فوراً اپنی اس غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کریں اور جن کے سامنے ایسا کہا ان کے سامنے بھی اپنی توبہ کا اظہار کریں،(۲) ورنہ امامت سے علاحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۴/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۸/۶-۱۶۹)

"اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے" کہنے والے کی امامت:

سوال: جس امام کو یہ کہا گیا کہ دو حجرے ہیں ایک میں جو سامان مسجد کا ہے، اس کو رکھ لو، وہ یہ جواب دے دے کہ "جو کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے" اس نے اللہ کی ذمہ داری ختم کر دی اور انسان کی ذمہ داری طلب کرے، وہ شخص کون ہوتا ہے، خواہ امام ہو، یا عام مسلمان، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یہ انتظام اور تدبیر کی بات ہے، اللہ کی ذمہ داری ختم کرنا نہیں ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۵/۱۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۰/۶)

== "وإذا شهد شاهدان علٰى رجل أنه ضرب رجلاً بالسيف فلم يزل صاحب فراش حتٰى مات فعليه القصاص". (الفتاوى الهندية، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار: ۱۶/۶. رشيدية)

(۱) إذا كان المقذوف رجلاً، يكون القذف أيضاً من الكبائر، ويجب الحد أيضاً". (مرقاة المفاتيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأولى: ۳۵/۱، رشيدية)

(۲) قال الله تعالٰى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (التحريم: ۸)

"وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ان العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي) (رقم الحديث: ۲۳۳۰، انيس)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۴) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يحرس، وكان يرسل معه أبوطالب كل يوم رجالاً من بني هاشم يحرسونه حتٰى نزلت: ﴿و الله يعصمك من الناس﴾ (تفسير روح المعاني: ۱۹۹/۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال الجصاص الرازي: ولم يدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها سلفهم وخلفهم وجوب ذلك (أي الدفاع) إلا قوم من الحشو وجهال أصحاب الحديث" إلخ. (أحكام القرآن: ۵۰/۲، قديمي)

بڑوں کی توہین کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہے، وہ اپنی مقامی مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، اس نے معمولی جھگڑے میں اپنے سالے کو گالیاں دی اور سسر کو مغلظات وغیرہ اور کافی عرصہ تک اسی طرح بکتا رہا۔

(۱) اس کا نکاح درست ہے، یا فاسد؟

(۲) اس کی اقتدا درست ہے؟

(۳) مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

هوا لمصوب

مذکور شخص کا نکاح درست ہے، مذکور شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اس فعل پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کے پورے عزم کے ساتھ توبہ کرے، توبہ واستغفار کے بعد بلا کراہت مذکور شخص کی اقتدا درست ہوگی، (۱) مسلمانوں کو چاہیے کہ حکمت عملی کے ساتھ اس کو عمل سے باز رکھیں۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۷۴)

مسجد کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس پر خیانت وغیرہ کا الزام ہے اور ایک شخص نے امام مذکور سے کہا کہ آپ مسجد کی صفائی وغیرہ کا خیال رکھیں، امام نے کہا: میں تو یہاں موتوں گا (پیشاب کروں گا)، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو معزول کرنا چاہیے اور دوسرا امام عالم وصالح مقرر کیا جاوے، جس

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من لم یرحم صغیرنا ویعرف حق کبیرنا فلیس منا. (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرحمة، رقم الحدیث: ۴۹۴۳)

عن عبدالله أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: سباب المسلم فسوق وقتاله کفر. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ماینهی من السباب واللعن، رقم الحدیث: ۶۰۴۴)/ الصحیح لمسلم، باب بیان قول النبی صلی الله علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر (ح: ۶۴)/ سنن ابن ماجة، باب فی الإیمان (ح: ۶۹)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فی سباب المسلم فسوق (ح: ۲۶۳۵)/ مسند البزار، مارواه أبو وائل شقیق بن سلمة عن عبدالله (ح: ۱۶۶۰)/ سنن النسائی، قتال المسلم (ح: ۴۱۰۸) انیس)

میں اوصاف امامت موجود ہوں، امام مذکور کا یہ کلمہ کہ ''میں تو یہاں موتوں گا'' کلمہ کفر کا ہے؛ کیونکہ اس میں توہین مسجد کی ہے،(۱) لہٰذا اگر اس نے اس سے توبہ نہ کی تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے،(۲) بہر حال امام مذکور کا عزل کرنا واجب ہے اور مؤذن رکھنا بھی اس کو بحالتِ مذکورہ درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۱۹۲-۱۹۳)

عالم امام کا حکم، جو دوسرے عالم کی توہین کرے:

سوال: ایک عالم مفتی صاحب بھی ہیں، ایک شب یہاں کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کچھ علمائے دین کو نام لے کر برا بھلا کہا اور غیبت بھی کی، یہاں تک کہ جب ان کے نام لینا اور جن کے نام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ ہوتا ہے تو سرکار کے اسم مبارک کو معاذ اللہ گالی میں تبدیل کر کے ان کے نام کو لیتا، جیسے احمق (معاذ اللہ) تبدیل کر کے بار بار ان کے ناموں کو لیتا، کیا ایسی حرکت درست ہے اور تاوقت کہ وہ اپنے اس جرم کی تلافی نہ کرے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عالم کی عالم ہونے کی حیثیت سے توہین کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو لازم ہے، بڑی خطرناک غلطی ہے، سخت گناہ ہے، کفر تک کا خطرہ ہے، ایسے شخص کو عالم کہنا جو منصب علم کو نہ برتے، جائز نہیں ہوگا، ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور ایسی حرکت سے باز آئے، ورنہ آخرت کی باز پرس اور عذاب کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے، اگر تائب ہو کر باز نہ آئے تو اس کو امام بنانا بھی درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیو بند، الجواب صحیح: محمد ظفیر غفرلہ۔ (نظام الفتاویٰ:۵/۲۲۷-۲۲۸)

جو امام مارنے کی دھمکی دے، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کا امام یہ کہتا ہے کہ جو اس مسجد میں نماز پڑھنے آوے گا، اس کو ماردوں گا تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفی تتمة الفتاوی: "من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع کفر". (شرح فقه أکبر: ۲۰۵. ظفیر)

(۲) اس لئے کہ جو حکماً کافر ہو گیا اس کی امامت جائز نہ ہوگی، وقیده إلخ بأن لاتکون بدعته تکفره فإن کانت تکفره فالصلاة خلفه لاتجوز. (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/ ۳۷۰، ظفیر)

اور باقی امور جو خیانت کے متعلق ہیں ان سے وہ فاسق ہو گیا اس وجہ سے اس کی امامت مکروہ ہے۔ أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب

ایسا امام فاسق ہے، اس کو معزول کر دینا چاہیے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۸)

جو مقتدی کو منافق بتائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو پیش امام مسلمانوں کو عموماً اور اپنے مقتدیوں کو منافق بتائے اور یہ بھی کہے کہ آج کل تمام نمازیوں کے دل بوجہ منافق ہونے کے ٹیڑھے ہو چکے ہیں؛ اس لیے صف سیدھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس امام کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ اس امام کی بڑی جہالت ہے اور وہ سخت عاصی ہے، ایسے امام کو معزول کر دینا چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۹۱-۱۹۲)

مذاہب اربعہ کو جو گمراہی سے تعبیر کرے، اس کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے حق میں، جس کا عقیدہ ذیل کے اشعار میں درج ہے ؎

بجاں نفور زاہل مذاہب شتی		کہ غرق بحر ضلال اند وحرق نار ہوا
نہ شافعی نہ حنفی نہ مالکی مذہب		نہ نقش بندی وچشتی ونے کذا وکذا
منم کہ غرۂ نامم بنام صاحب نشست		علی ولی وملقب بخاتم الخلفاء

ایسے شخص کے پیچھے نماز میں اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ واقعی اس کا عقیدہ ہے اور مذاہب ائمہ وطرق مشائخ اربعہ کو ضلال وگمراہی جانتا ہے اور اس کا معتقد ہے تو وہ فاسق ومبتدع ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور عجب نہیں کہ ایسا شخص بوجہ انکار نصوص قطعیہ کفر وارتداد تک پہونچ گیا ہو، ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی، بہر حال اجتناب اس کی اقتدا سے لازم ہے اور معزول کرنا ایسے امام کا لازم وواجب ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۰۰)

---

(۱) أن كراهة تقديمه (أى الفاسق) كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) ويكره تقديم العبد، إلخ، والأعرابى، إلخ، والفاسق. (الهداية، باب الإمامة: ۱۱۰/۱، ظفير)

(۳) ويكره إمامة العبد، إلخ، والفاسق، إلخ، والمبتدع، إلخ. (الدرالمختار) ==

گنہگار کی امامت بعد توبہ کیسی ہے:

سوال: ایک شخص بہت گنہگار رہے، مگر وہ توبہ کرتا ہے تو امامت اس کی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب______________

ایسی حالت میں جب کہ وہ تائب ہوتا ہے، امامت اس کی درست ہے اور اس کے گھر کا کھانا درست ہے، لقوله عليه الصلاة و السلام: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (رواه ابن ماجة)(۱)

وأخرجه لفسق وخيانة فبعد مدة تاب إلى اللّٰه وأقام بينةً أنه صار أهلاً لذلک، فإنه يعيده. (الفتاویٰ الهندية مصری: ۲/۲۳۹) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۹۹)

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم:

سوال: شروع میں داڑھی کتروا رہا تھا؛ لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب______________ حامدًا و مصليًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اب نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام بنا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۸۷)

رقص و سرور سے توبہ کرنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: ایک امام مسجد ہے، اکثر رقص و سرور میں جاتا ہے، اگر ایسا شخص توبہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کراہت سے خالی ہوگا، یا نہیں؟

الجواب______________

امام مذکور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو کراہت مرتفع ہو جاوے گی۔

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۴۷)

== أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولايخفىٰ أنه إذاكان أعلم من غيره لاتزول العلة، فلايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱-۲) مشكوٰة، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، ظفير (رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس) ==

امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز:

سوال: گاؤں کے معززین کا ایک اجتماع برائے فلاح و بہبود منعقد ہوا، جس میں امام مسجد شریک ہوئے، باتوں باتوں میں ایک شخص نے مولوی صاحب کے اعتراض پر کہا کہ مولوی بکواس کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے، کیا یہ شخص مجمع عام کے سامنے امام کی بے عزتی کر کے دوبارہ کسی جگہ فرض، واجب وغیرہ ان امام صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کر سکتا ہے، اس کے لیے شرعی تعزیر، یا سزا کیا ہے؛ تا کہ آئندہ کے لیے سد باب ہو سکے اور امام صاحب کی عزت محفوظ رہ سکے، یاد رہے کہ مذکورہ امام صاحب عرصہ دس سال سے فی اللہ دینی خدمات، عیدین، جمعہ، جنازہ، دعا وغیرہ سرانجام دے رہے ہیں؟

الجواب

امام کی ناحق توہین کر کے وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور امام صاحب سے معافی مانگنی چاہیے۔(۱) نماز اس کی امام صاحب کے پیچھے جائز ہے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۶۴)

== ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشتَرِى لَهوَ الحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيرِ عِلمٍ وَيَتَّخِذَها هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ مُهِينٌ﴾(سورة لقمان: ٦)

جمہور صحابہ وتابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے، جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان ہے اور ساز و سامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز و موسیقی، نغمہ و سرور اور گانے وغیرہ کو خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلاتِ طرب کو شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لہو الحدیث میں بازاری قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار کرنے والے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، ڈش، انٹینا وغیرہ بھی اور ایسا شخص فاسق ہے۔(انیس)

(۱) (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه) أى بالشتم واللعن و الغيبة والبهتان والنميمة والسعى إلى السلطان وغيره ذلك (ويده) بالضرب والقتل والهدم والدفع والكتابة بالباطل. (مرقاة شرح المشكوة: ١/٦٣)(كتاب الإيمان، رقم الحديث: ٦، انيس)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (المسلم) اى المسلم الكامل فى إسلامه (من سلم المسلمون من لسانه ويده) بأن لا يتعرض لهم بما حرم من دمائهم وأموالهم وأعراضهم وإنما خص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء يحصل بهما. (شرح المصابيح لابن الملك، كتاب الإيمان: ١/٣٠، إدارة الثقافة الإسلامية. انيس)

قوله: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده يعنى المسلم الكامل فى إسلامه من لا يؤذى أحداً بلسانه بالشتم والغيبة والبهتان ولا يأخذ مال أحد ولا يضرب أحدا بغير حق ولا يمد يده إلى امرأة ليست منكوحة ولا مملوكة له، وإنما اختص اللسان واليد لأن أكثر الإيذاء والضرر يحصل بهذين العضوين وإلا يمكن إيذاء الناس بالعين والرجل بأن ينظر إلى بيت أجنبى أو يمشى إلى موضع يتأذى أهل ذلك الموضع من دخوله عليهم. (المفاتيح شرح المصابيح، كتاب الإيمان: ١/٦٦، دار النوادر. انيس)

امام کی برائی کرنے والے کا اسی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا:

سوال: ایک شخص امام کے پیچھے ہر وقت برائی کرتا ہے اور پھر اس کے پیچھے نماز بھی پڑھتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

پیش امام لائق احترام ہے، اس کی بے عزتی کرنا جائز نہیں، برائی کرنا تو ہر مسلمان کا برا ہے، خاص طور سے پیش امام کی برائی کرنا اور بھی قبیح ہے؛ لیکن اس سے اس پیش امام کے پیچھے برائی کرنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۱)

سوال: ایک شخص پیش امام کے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھالیتا ہے اور پھر بھی وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

سابق میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۱/۱۷ھ۔ (فتویٰ نمبر ۱۹/۱۷۷۔الف) (فتاویٰ عثمانی: ۴۳۵/۱)

☆☆☆

(۱) (وقوله صلى الله عليه وسلم:من سلم المسلمون من لسانه ويده) معناه: من لم يؤذ مسلماً بقول ولا فعل وخص اليد بالذكر لأن معظم الأفعال بها،الخ.(شرح النووی لمسلم،باب بيان تفاضل الإيمان: ۱۰/۲،دارإحياء التراث العربی بيروت.انيس)

عن أبی الدرداء رضی الله عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: ماشيئی أثقل فی ميزان المؤمن يوم القيامةمن حسن خلق وإن الله ليبغض الفاحش البذی.(سنن الترمذی باب ماجاء فی حسن الخلق (ح:۲۰۰۲) انيس)

عن عبد الله رضی الله عنه قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذیء.(سنن الترمذی،باب ماجاء فی اللعنة (ح:۱۹۷۷)انيس)

فتنہ پرداز کی امامت

فتنہ پرداز کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایسے مفسد شخص کو جو مسلمان لوگوں کے آپس میں جھگڑا کرادے اور غلط مسئلہ بتاوے، امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے مفسد کو امام نہ بنایا جاوے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۴/۳)

فسادی شخص کی امامت:

سوال: اس بارے میں کیا رائے ہے کہ میرے گاؤں کی مسجد میں ایک پرہیزگار، دیندار، شریعت پرست، نہایت صحیح قرآن خواں اور حاجت مند شخص امام مقرر تھے اور ساتھ ہی ساتھ سرکاری پرائمری مکتب کے معلم بھی تھے اور سرکاری نوکری کی وجہ سے دوسری جگہ ان کو سرکاری قانون کے مطابق ملازمت کی خاطر بدلی ہوگئی، مقرر امام صاحب جاتے وقت مسجد میں اپنی جگہ دوسرے کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے، اس شرط پر کہ جب میں دوبارہ اپنی بدلی ہو کر یہاں آجاؤں گا، اسی وقت امامت بھی لے لوں گا، قائم مقام امام بھی اس شرط پر راضی تھے اور اپنی خواہش کے مطابق اب پھر بدلی اسی سابقہ جگہ پر ہو گئے ہیں، اب مقرر امام صاحب سابق صاحب امام کو عہدہ امامت واپس کر دیا جاوے تو اسی روز عشاء کے وقت سے دوسرے امام امامت چھوڑی اور سابق امام کی غیر حاضری کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی امامت پر نماز ادا کرتے رہے، قائم مقام امام نے بھی مصلیوں کے ساتھ دوسرے کی امامت میں شرکت دی اور یہی حالت تین چار روز تک قائم رہی ہے، اس کے بعد ایک صبح کو فجر کی نماز کے وقت قائم مقام امام صاحب اچانک امامت کے لئے کھڑے ہو گئے اور کمیٹی کی تحریک کو پامال کر ڈالی ہے، بعدہ باضابطہ امامت کر رہے ہیں اور وہ کسی پیر عالم باعمل

---

(۱) اس لئے کہ یہ فاسق ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ ہے:

ویکرہ إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر)

﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (سورة القصص: ۷۷. انیس)

أی لا تعمل فیها بمعاصی اللّٰه، إن اللّٰه لا یحب المفسدین فی الأرض. (فتح القدیر للشوکانی، تفسیر سورة القصص: ۲۱۵/۴، دار ابن کثیر. انیس)

کی خدمت میں حاضر ہوکر کمیٹی کے خلاف فتویٰ طلب کیا؛ لیکن پیر صاحب موصوف بھی کمیٹی کی رائے پر ان کو عمل کرنے کا حکم دیئے؛ تاہم وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں جمے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم امامت کر رہے ہیں اور ایک فساد برپا کرنے کے لئے کمربستہ ہیں، آیا ایسے امام کے پیچھے مقتدی کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب کہ منتظمہ اور سب مقتدیوں نے ان کو امامت سے علاحدہ کر دیا اور سابق امام صاحب مستقل وہیں موجود ہیں تو علیحدہ شدہ شخص کو زبردستی نماز پڑھانے کا حق نہیں ہے؛ تاہم جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں، وہ ادا ہو گئیں، آپ کو بھی چاہئے کہ تنہا نماز نہ پڑھیں؛ بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھا کریں اور سابق امام کو بھی نماز پڑھانے کے لئے تجویز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۲۰۶-۲۰۷)

فراڈی شخص کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فراڈ کا کام کیا ہے، اس کا ایک کیس ایک عدالت میں چل رہا ہے، اسی کیس کے سلسلے میں جیل ہوگئی تھی، اب ضمانت پر آیا ہوا ہے، موجودہ کیس یہ ہے کہ چند روپے چاندی کے سکے لے کر بنئے کے پاس گیا اور کہا کہ میرے پاس چاندی کے ایک ہزار روپئے ہیں، ستاون ہزار روپئے میں معاملہ ہوگیا، دھوکہ سے بنئے سے ستاون ہزار روپئے لے لیے اور تھیلی میں ایک ہزار روپئے گیلٹ کا دے دیا، موقعہ پر پکڑا گیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، (۱) اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو منصب امامت نہ دینا چاہیے اور اس کو امام نہ بنانا چاہیے، یہاں تک کہ اس کا مقدمہ ختم ہو کر یہ تائب نہ ہو جائے اور اس کے حالات توبہ سے اطمینان نہ ہو جائے؛ کیوں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۱۴۰۹ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۲۰۷-۲۰۸)

(۱) عن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدق یهدی إلی البر وإن البر یهدی إلی الجنة وإن الرجل لیصدق حتی یکون صدیقا وإن الکذب یهدی إلی الفجور وإن الفجور یهدی إلی النار ==

مسلمانوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت:

سوال (۱) قصبہ میں پہلے ایک جگہ جمعہ ہوتا تھا، زید جو کہ عالم ہے، اس نے کچھ لوگوں کو سابق امام کو بدعتی کہہ کر دوسری جگہ جمعہ کے قیام پر ابھارا اور جمعہ قائم کروادیا، امام کے انتقال کے بعد زید خود امام ہوگیا تو دوسرے جمعہ کی مخالفت شروع کردی اور عدم جواز کا فتویٰ دے دیا، حتی کہ اختلاف کی نوبت آگئی، بالآخر لوگوں نے تیسرا جمعہ قائم کرلیا؟

(۲) زید صرف جمعہ کا امام ہے، مسجد میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہوا، جس میں زید پنجوقتہ نماز پڑھانے پر ضد کی، جبکہ جماعت کے ذمہ دار امام متعین کرنا چاہتے تھے، زبردستی ظہر وعصر پڑھائی، مغرب، عشا اور فجر حکمت عملی سے جماعت والوں نے دوسرے سے پڑھوائی؟

(۳) زید کھلم کھلا ظالمین وقاتلین کی حمایت کرتا ہے؟

هو المصوب

اگر واقعتاً مذکور شخص امت میں انتشار پھیلاتا ہے اور ظالموں وقاتلوں کی حمایت کرتا ہے وہ فاسق ہوگا اور فاسق کی امامت مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا مذکور شخص کی امامت مکروہ ہوگی، (۱) اور اگر اپنے اعمال بد سے توبہ کرلیتا ہے اور امت میں انتشار پھیلانے کا کام نہیں کرتا ہے تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔ بہر حال حکمت عملی سے وہ راہ اپنائی جائے، جس سے کہ باہمی اختلاف کو بڑھاوا نہ ملے اور حتی الامکان موجودہ انتشاری کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، ذاتی رنجشوں کو انتشار دینی کا سبب نہ بنایا جائے، ورنہ سخت گنہگار رہوں گے، اللہ سرائر کا جاننے والا ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۵/۲-۳۸۶)

== و إن الرجل ليكذب حتى كتب عند الله كذابا. (صحيح البخارى، باب قول الله اتقوا الله و كونوا مع الصادقين (ح: ٦٠٩٤)/الصحيح لمسلم، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح: ٢٦٠٧) انيس)

عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله قال: أفلا جعلته فوق الطعام كى يراه الناس، من غش فليس منا. (صحيح لمسلم، باب قال النبى صلى الله عليه وسلم من غش فليس منا (ح: ١٠٢) انيس)

(۱) عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم أخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره ... بحسب إمرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه. (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، رقم الحديث: ٢٥٦٤)

ويكره تنزيهًا إمامةُ عبد ... وفاسق. (الدر المختار مع رد المحتار: ٢٩٨/٢) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

جھگڑالو اور فسادی کی امامت:

سوال: گزارش ہے کہ اس سے قبل خط روانہ کر چکا ہوں، اس میں آپ نے پانی کے متعلق تو تحریر کر دیا؛ لیکن حافظ جی کے متعلق کچھ نہیں تحریر کیا، جو حافظ جھگڑے فساد گالی وغیرہ سے پیش آتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، ان کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

بے وجہ جھگڑا فساد کرنا اور گالی دینا بہت بُرا ہے، (۱) امام اور مقتدی سب کو اس سے باز آ جانا چاہئے، توبہ کرنا چاہئے، (۲) جو نمازیں اس امام کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، ادا ہو گئیں ہیں، آئندہ ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۵/۶)

جس کی وجہ سے گروہ بندی ہو، اس کی امامت:

سوال: کسی امام کی وجہ سے مسلمانوں میں گروہ بندی اور جھگڑے ہو جاویں، اس کو امامت پر رکھنا اولیٰ ہوگا، یا علاحدہ کر دیا جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسے شخص کا علاحدہ ہو جانا امامت سے بہتر ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۲/۳-۱۸۳)

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". {متفق عليه} (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۴۱۱/۲، قديمی (الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۸۱۴)/صحيح البخاری، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا (ح: ۴۸)/ الصحيح لمسلم، باب قول النبی صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق (ح: ۶۴) انيس)

﴿وأحسن كما أحسن الله إليك ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا يحب المفسدين﴾ (سورة القصص: ۷۷)

(۲) علىٰ أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تاخيرها سواء كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح النووی على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمی)

(۳) "ولو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره" إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱)

اور کچھ نہ ہو تو یہی بات کافی ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں باہم اختلاف ہے جو نہایت بری چیز ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

اس لئے کہ امامت کا منشا باہم رشتۂ اتحاد و اتفاق کا مضبوط کرنا ہے اور یہاں وہی منشا ختم ہو رہا ہے۔

"ومن حكمها نظام الألفة وتعلم الجاهل من العالم". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۵/۱. ظفير)

خلافت کے مخالف کی امامت:

سوال: جو شخص خلافت سے قطع تعلق کرے اور اس کے متعلق نہ کوئی کوشش کرے، نہ کسی جلسہ میں شریک ہو اور اگر اس سے سبب دریافت کیا جائے تو اس کو غیر اہم اور خلاف مصلحت بتلاوے اور اپنے زیر اثر اشخاص کو بھی اس کی تلقین کرتا رہے اور فرقہ بندی قائم کردے، کیا یہ شخص مسلمان ہے؟ اگر ہے تو اس کی امامت جائز اور اولیٰ ہوسکتی ہے؟(۱)

الجواب

وہ شخص غلطی پر ہے، اسلام اور سلطنت وخلافت اسلام کے ساتھ ہمدردی مسلمانوں کا اولین فرض ہے، مسلمان ہوکر خلافت اسلامیہ سے ہمدردی نہ رکھنا سخت خطا ہے، تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔(۲) بالاجمال یہ ہے کہ خیال مذکور اس شخص کا غلط ہے اور باطل ہے، باقی تکفیر اس کی درست نہیں ہے اور جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے اور کچھ تعرض اس کے ساتھ نہ کیا جاوے اور فتنہ وفساد نہ بڑھایا جاوے، صبر وسکون کے ساتھ اپنا کام کئے جاؤ، جو شریک ہو فبہا اور جو شریک نہ ہو، وہ اس کے ذمہ ہے، اس کے ساتھ کچھ تعرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۳/۳-۱۳۴)

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: وزیر اعلیٰ سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا، سوال میں امام مسجد مولوی عبد الرحمٰن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے:

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے۔

(۲) قرآن مجید غلط پڑھتا ہے۔

(۳) غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے۔

(۴) جھوٹ سے کام لیتا ہے۔

---

(۱) ۱۹۰۰ء میں خلافت ترکی کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں اس کی بحالی کی تحریک چلائی جارہی تھی، اسی کے بارے میں سوال ہے۔ انیس

(۲) عن ابن عمر قال: خطبنا عمر بالجابية فقال: ... عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الإثنين أبعد، الخ. (سنن الترمذى، باب جاء فى لزوم الجماعة (ح: ۲۱۶۵)

إذا تحققت الإمامة الكبرىٰ لأحد فلايجوز لأحد البغاة الخروج عليه ويجب اتباعه وتعبر الشريعة هذا الاتباع بلزوم الجماعة. (العرف الشذى: ۳۹۸/۳، دارالتراث العربى بيروت. انيس)

وظاهر عبارة خزانة الفتاوىٰ لزوم إطاعة من استوفى شروط الإمامة. (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۶۰/۶، دارالفكر بيروت. انيس)

(۵) تحریری معاہدہ سے منحرف ہوگیا ہے، وغیرہ۔

الجواب

مسجد کی منتظمہ کمیٹی ومعتمد علیہ نمازی تحقیق کرلیں، اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں،(۱) اس کو امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کردیا جاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ۔الجواب صحیح: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۷/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ۔(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۶۷)

☆☆☆

---

(۱) ﴿وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِی الۡأَرۡضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ﴾(سورة القصص:۷۷)أی لا تعمل فيها بمعاصی الله، إن الله لا يحب المفسدين فی الأرض.(فتح القدير للشوكانی،تفسير سورة القصص:۲۱۵/٤،دار ابن كثير.انيس)

﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم اٰياته لعلكم تهتدون﴾(سورة آل عمران:۱۰۳)

(ترجمہ:اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو جس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور آپس میں نااتفاقی نہ کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔انیس)

عن مرثد بن أبی مرثد الغنوی وكان بدريا قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن سركم أن تقبل صلاتكم فليأمكم خياركم،الخ.(المعجم الكبير للطبرانی،ماأسند مرثد بن أبی مرثد الغنوی (ح:۷۷۷)انيس)

إذا لحن فی الإعراب لحناً فهو على وجهين:إما أن لاتغير المعنى بأن قرأ﴿لَا تَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَكُمۡ﴾(الحجرات: ۲) ... وفی هذاالوجه لا تفسد صلاته بالإجماع ، وأما إن غير المعنى بأن قرأ ﴿هو الخالق البارىء المصور﴾(الحشر: ۲٤) بنصب الواو ورفع الميم ... وفی هذا الوجه اختلف المشايخ، قال بعضهم:لا تفسد صلاته وهكذا روی عن أصحابنا وهو الأشبه لأن فی اعتبار الصواب فی الإعراب إيقاع الناس بالحرج والحرج مرفوع شرعاً وروی عن هشام عن أبی يوسف إذا لحن القارىء فی الإعراب وهو إمام قوم وفتح عليه رجل إن صلاته جائزة وهذه المسئلة دليل على أن أبا يوسف كان لايقول بفساد الصلاة بسبب اللحن فی الإعراب فی المواضع كلها، الخ.(المحيط البرهانی،الفصل العاشر فی اللحن فی الإعراب:۳۳۱/۱-۳۳۲،دارالكتب العلميةبيروت.انيس)

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:من كتم علماً ألجمه الله يوم القيامة بلجام من نار.(المستدرک للحاكم:۱۸۲/۱،رقم الحديث:۳٤٦،دارالكتب العلمية بيروت.انيس)

عن عبدالله رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :إن الصدق يهدی إلى البر وإن البر يهدی إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتي يكون صديقا وإن الكذب يهدی إلى الفجور وإن الفجور يهدی إلى النار و إن الرجل ليكذب حتى كتب عند الله كذابا.(صحيح البخاری، باب قول الله اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (ح:٦٠٩٤)/الصحيح لمسلم،باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله (ح:۲٦۰۷)انيس)

نس بندی کرانے والے کی امامت

نس بندی کرنے والے کی امامت:

سوال: جوشخص جان بوجھ کرنس بندی کرائے، اس کی امامت کیا ہے؟ حرام، یا مکروہ؟

الجواب ـــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جان بوجھ کرایسا کرانا ممنوع وحرام ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۲۸۶)

نس بندی کرانے والے کی امامت:

سوال: احقر نے آپریشن کرالیا ہے، سات اولاد ہونے کے بعد، احقر کے پانچ لڑکے اور دولڑکیاں ہیں، احقر صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، امامت کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اولاد زیادہ ہونے کے خوف سے نس بندی کرالینا خدا کی صفت رزاقیت اور ربوبیت پر اعتماد نہ کرنا ہے، ہر نماز میں الحمدللہ رب العالمین پڑھ کر خدا کی ربوبیت اوراس کی رزاقیت کا انسان اقرار کرتا ہے، پھر نس بندی کا کیا کام، جو خدا اولاد دیتا ہے، وہی اس کے لیے رزق کا وعدہ بھی کرتا ہے؛(۲) اس لیے آپ نے آپریشن کرا کے بہت بڑا گناہ کیا ہے،

---

(۱) ﴿لاَ تَقْتُلُوْا اَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ﴾(سورة الإسراء:۳۱_انیس)

قال عبداللّٰہ: کنا نغزو مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولیس لناشیء ،فقلنا: ألا نستخصی؟فنھانا عن ذلک ثم رخص لنا أن ننکح المرأة بالثوب ثم قرأ علینا﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾(سورة المائدة: ۸۷).(صحیح البخاری، کتاب النکاح،باب مایکرہ من التبتل والخصاء (ح: ۵۰۷۵)/ الصحیح لمسلم،باب نکاح المتعة وبیان أنه أبیح ثم نسخ (ح: ۱۴۰۴)/السنن الکبریٰ للنسائی، قوله تعالیٰ: لاتحرموا طیبات ماأحل اللّٰہ،الخ (ح:۱۱۰۸۵)/مسندأبی یعلیٰ،مسند عبداللّٰہ بن مسعود (ح:۵۳۸۲)انیس)

فدل علی أنه حرام فی الآدمی صغیرًا کان أو کبیرًا لأن فیه تغیر خلق اللّٰہ تعالیٰ،ولما فیه من قطع النسل وتعذیب الحیوان.(عمدة القاری شرح الصحیح للبخاری،باب قول الرجل لأخیه،الخ (ح:۱۷۰۵):۲۰/۷۱. انیس)

(۲) ﴿ومامن دابة فی الأرض إلاعلی اللّٰہ رزقھا﴾(سورة ھود:۶)

آپ کو چاہئے کہ بارگاہ الٰہی میں روکر گڑگڑا کر توبہ واستغفار کریں، اگر آپ صدق دل سے توبہ کرلیں تو آپ کے پیچھے نماز درست وصحیح ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۱/۳/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۲۶/۲)

نس بندی کرائے ہوئے شخص کی امامت:

سوال: نس بندی کرائے ہوئے آدمی کے پیچھے امامت کا کیا حکم ہے، جب کہ آدمی اس وقت صوم وصلوۃ کا پابند ہے؟

هو المصوب

نس بندی کرانا حرام ہے،(۲) اس کی امامت مکروہ ہے،(۳) توبہ استغفار کرے، اگر تائب ہوجائے اور آثار توبہ ظاہر ہوجائیں تو امامت کرسکتا ہے۔(۴)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۹۸/۲)

کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعاً درست نہیں:

سوال: جس کا خاندانی منصوبہ بندی کا آپریشن ہوا ہو (جس نے برضا ورغبت کیا ہو) اور وہ اس وقت امامت کا خواہاں بھی ہو، کیا اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟ نیز ایک شخص ہے، جو کثرت اولاد کے ڈر سے اپنی بیوی کا آپریشن کروالیا ہو اور اب امامت کرتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

(۲) دو سگی بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟ دونوں بہنیں ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور ایک مرد کے نکاح میں حیات ہیں، کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". {رواه بن ماجة} (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث: ۲۰۶/۱ (رقم الحديث: ۲۳۶۵، انيس)

(۲) خصاء بني آدم حرام بالاتفاق. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۵۷/۵)(الباب التاسع عشر في الختان و الخصاء وقلم الأظفار، إلخ، انيس)

أما خصاء الآدمي فحرام. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۴۲/۵، كتاب الحظر والإباحة. انيس)

ومرتكب الحرام فاسق. (الطحطاوي على المراقي: ۲۷، مصري، انيس)

(۳) ويكره تنزيهًا إمامة عبد... وفاسق. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۸/۲ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۴) ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾. (سورة المائدة: ۳۹) انيس)

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا. (سورة الفرقان: ۷۰) انيس)

(۳)　ایک شخص ہے، جوعرصہ سے امامت کررہاہے، نیز وہ اپنی روزی کے لیے دوسرا کاروبار دست کاری بھی کرتا ہے، اچانک مشین کے ذریعہ سے ایک ہاتھ کا آدھا پنجہ اس کا کٹ جاتا ہے، حالات صحیح ہوجانے پر کیا وہ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے؟

هو المصوب

(۱)　نس بندی اگر اپنی مرضی سے کرایا ہے تو یہ ایک بڑا گناہ ہے، (۱) اس کے بعد امامت مکروہ ہے، بعد کو توبہ واستغفار کرے اور اس کے آثار بھی ظاہر ہوں تو اس کی امامت کرسکتا ہے، کثرت اولاد کے خطرے سے نس بندی کرانا شرعاً درست نہیں، (۲) اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ (۳)

(۲)　جو دو بہنوں سے نکاح کرکے دونوں سے تعلق رکھے، وہ امامت نہیں کرسکتا ہے، اس کی امامت مکروہ ہے۔ (۴)

(۳)　مشین کے ذریعہ ہاتھ کا پنجہ کٹ جائے تو وہ امامت کرسکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۲۹۹-۳۰۰)

بیوی کا آپریشن کرانے والے کی امامت:

سوال:　زید نے شدید مجبوری کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرایا ہے اور زید کی فی الحال امامت کی ذمہ داری ہے۔ کیا امامت صحیح ہوئی؟

هو المصوب

اگر ماہر مسلم ڈاکٹر کے مشورہ سے آپریشن کرایا ہے تو بربنائے ضرورت کوئی گناہ نہیں ہے، رہا! امامت کا مسئلہ تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، امامت درست ہوگی۔ (۵)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۳۰۳)

---

(۱)　خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الهندية: ۳۵۷/۵) (الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء، انیس)

(۲)　(وكذا تكره خلف أمرد)... وكذا أجذم ... ومجبوب وحاقن ومن له يد واحدة، فتاویٰ الصوفية عن التحفة، والظاهر أن العلة النفرة، الخ. (ردالمحتار: ۳۰۲/۲) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی إمامة الأمرد، انیس)

(۳)　(قوله: "وكره إمامة العبد والأعرابی والفاسق...")... أما الكراهة فمبنية علىٰ قلة الناس رغبة الناس فی الإقتداء بهؤلاء فيؤدی إلىٰ تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيرًا للآجر ... والفاسق لايهتم لأمر دينه. (البحر الرائق: ۶۱۰/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۴)　﴿حرمت عليكم... أن تجمعوا بين الأختين﴾ (سورة النساء: ۲۳) (انیس)

(۵)　خصاء بنی آدم بالاتفاق حرام ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۵/ ۳۵۷، انیس)

==

فیملی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت:

سوال: یہ تو معلوم ہے کہ فیملی پلاننگ ناجائز ہے اور ﴿خشية إملاق﴾ قلتِ رزق کی وجہ سے آپریشن، یا مانع حمل ادویہ استعمال کرنا، یا عزل یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی نیم تعلیم یافتہ آپریشن کرائے اور بعد میں جب پوچھ تاچھ شروع ہو تو وہ مولوی صاحب مجمعِ عام میں جامع مسجد کے ایک مفتی صاحب کے سامنے اعلانیہ توبہ کریں اور مفتی صاحب اس کو توبہ کرانے کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز قرار دے تو آیا اس کی توبہ قبول ہے، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے؛ اس لیے مفصل ومدلل جواب جلد از جلد عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

(۲) صورتِ ثانیہ اس مولوی صاحب سے جب مفتیوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ آپریشن کیوں کرایا؟ تو مولوی صاحب حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی اور اہلیہ کی بھی تو میں نے چند اشخاص کے کہنے پر یہ آپریشن کرالیا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ علماء لوگ اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں اب آپ مفتی حضرات کے سامنے اور تمام مقتدیوں کے سامنے جامع مسجد میں توبہ کرتا ہوں اور اپنے کئے کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے فعل پر خود نادم اور پشیماں ہوں۔

لہٰذا خدارا! میری توبہ قبول ہونے کا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں، مفتی صاحب نے جو کہ دار العلوم کے فاضل ہیں، عام لوگوں کے سامنے اس مولوی صاحب سے اعلانیہ توبہ کرائی اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا حکم فرمایا، ان صورتوں کی علاحدہ علاحدہ تشریح فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ———————— حامدًا و مصليًا

توبہ جب سچے دل سے ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگی، اللہ پاک کا وعدہ ہے، کسی کو کہنے کا حق نہیں کہ فلاں کی توبہ قبول نہیں، (۱) البتہ اگر کوئی شخص اس لیے توبہ کا اعلان کرے کہ اس کو امامت سے الگ کردیا گیا اور اس کے پیچھے

== العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز و إن كان غير مستبين الخلق يجوز. (الفتاوى الهندية: ۳۵٦/٥) (الباب الثامن عشر فی التداوی و المعالجات وفيه العزل و اسقاط الولد، انيس)

إمرأة مرضعة ظهر بها حبل و انقطع لبنها و تخاف علىٰ ولدها الهلاک و ليس لأبی هٰذا الولد سعة حتىٰ يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج فی استنزال الدم مادام نطفة أو مضغة أو علقة. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۵٦/٥) (الباب الثامن عشر فی التداوی و المعالجات وفيه العزل و اسقاط الولد، انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وإنی لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدىٰ﴾ (سورة طٰه: ۸۲) ==

نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اب وہ گویا کہ بے روزگار ہو، یا اس کا اقتدار جاتا رہے تو ظاہر ہے کہ یہ تو حقیقی توبہ نہیں، نمازی اس کو تسلیم کرنے کے مکلّف بھی نہیں؛ مگر دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰۸/۶-۱۰۹)

حمل ساقط کرانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا، بعد دو ماہ کے پتہ چلا، تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے، تب اس حمل کو ایک ناگوار سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر، پھر دوبارہ الٹا کر نکاح کیا، اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(حافظ عظمت اللہ، مقام مصطفیٰ آباد، محلّہ قاضیان، ضلع انبالہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی، البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا،(۲) قصداً حمل کو ساقط کرنا ایسی صورت میں سخت گناہ ہے،(۳) اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو

== عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". {رواه ابن ماجة}(مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶/۱، قديمي)(الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۵، انيس)

(۱) وقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: "أفلا شققت عن قلبه حتىٰ تعلم أقالها أم لا"؟...ومعناه: أنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لك طريق إلىٰ معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب واعتقدها و كانت فيه أم لم تكن، بل جرت علىٰ اللسان فحسب، إلخ. (شرح النووی علىٰ الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إلٰه إلا اللّٰه: ۶۸/۱-۶۹، قديمي)

(۲) (و) صح نكاح حبلىٰ من زنىٰ لا) حبلىٰ (من غيره) وإن حرم وطئها) ودواعيه، (حتىٰ تضع) متصل بالمسئلة الأولىٰ لئلا يسقى ماؤه زرع غيره. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ o بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (سورة التكوير: ۸-۹)

إسقاط الحمل حرام بإجماع المسلمين، وهو من الوأد الذی قال فيه: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ o بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (فتاویٰ ابن تيمية: ۲۱۷/۴)(مسألة إسقاط الحمل، انيس)

(فائدة) الوأد كبيرة لأنه قتل النفس بغير حق وفی حكمه إسقاط الحمل بعد أربعة أشهر لتمام خلقة الجنين ونفخ الروح فی تلك المدة وأقل منه وزراً إسقاط الحمل قبل أربعة أشهر لكنه حرام، ولذلك تجب الغرة إجماعا فيما ضرب بطن امرأة حبلى فسقط جنينا كامل الخلقة أو ناقصا إذ تصور فيها خلق آدمی إذا انفصل ميتاً وأما إذا انفصل حياً فمات ففيه كمال دية الكبير، الخ. (التفسير المظهری، تفسير سورة التكوير: ۲۰۶/۱۰، مكتبة الرشدية الباكستان. انيس)

توبہ کرنا لازم ہے،(۱) اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو اور یہ جب صدق دل سے توبہ کرلے تو اس کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۲/۸/۱۳۵۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/شعبان/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶/۲۳۴-۲۳۵)

☆☆☆

---

(۱) واتفقوا علٰی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وأنها واجبة علٰی الفور لا يجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية كبيرة أو صغيرة. (شرح مسلم للنووی، کتاب التوبة: ۲/۳۵٤، قديمی)

عن أبی سعيد عن النبی صلی الله عليه وسلم: كان فی بنی اسرائيل رجل قتل تسعة وتسعين إنساناً ثم خرج يسأل فأتی راهباً فسأله فقال له: هل من توبة فجعل يسأل فقال له رجل ائت قرية كذا وكذا فأدركه الموت فناء بصدره نحوها فاختصمت ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فأوحی الله إلی هذه أن تقربی وأوحی إلی هذه أن تباعدی وقال: قيسوا ما بينهما فوجد إلی هذه أقرب بشبر فغفر له. (صحيح البخاری، رقم الحديث: ۳٤۷۰، انيس)

وفی الحديث مشروعية التوبة من جميع الكبائر حتی من قتل النفس. (عمدة القاری شرح البخاری، رقم الحديث: ۱٦/٥٦، دار إحياء التراث العربی بيروت. انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار)

"فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالإقتداء أولٰی من الانفراد ... (قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی و آكل الربا ونحو ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/٥٥۹-٥٦۰، سعيد) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/٥٥۷، سعيد)

عبادات میں کوتاہی برتنے والے کی امامت

تارک صلوٰۃ کو امام و پیشوا بنانا:

سوال: ایک شخص خود کو عالم اور مرشد کہتا ہے؛ لیکن تندرستی کے باوجود وہ گھر ہی میں رہتا ہے، گاہے گاہے جلسوں میں، محفلوں میں، نکاحوں میں جنازوں میں جاتا ہے، شہر سے باہر کا بھی سفر کرتا ہے؛ لیکن گھر کے سامنے ہی مسجد ہے، وہاں جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اور نہ پڑھاتا ہے، نہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہے، نہ تراویح کے لئے مسجد میں جاتا ہے۔

(۱) کیا ایسے شخص کو امام یا پیشوا بنایا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا ایسا شخص واجب التقلید ہے؟

(۳) نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) کیا ایسا شخص مرید کر سکتا ہے؟

(۵) کیا ایسا شخص نکاح، یا جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

هو المصوب

(۱،۲،۴) نہیں۔(۱)

(۳) مستقل تارک جماعت فاسق ہے (اگر بلا عذر تارک نہ ہو۔)(۲)

(۵) دوسرے کو پڑھانا چاہیے۔(۳)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/ ۳۰۴-۳۰۵)

---

(۱) عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَقَدَ ناسًا في بعض الصلوات فقال: لقد هممت أن أمر رجلاً يصلي بالناس، ثم أخالف إلى رجال يتخلفون عنها، فأمر بهم فيحرقوا عليهم، بحزم الحطب، بيوتهم، ولو علم أحدهم أنه يجد عظما سمينًا لشهدها. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ٦٥١)

وذكر في غاية البيان معزيًا إلى الأجناس أن تارك الجماعة يستوجب إساءة ولا تقبل شهادته إذا تركها استخفافًا بذلك مجانة أما إذا تركها سهوا... فلا يستوجب الإساءة وتقبل شهادته. (البحر الرائق: ٦٠٣/١) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

==

نماز چھوڑنے والے کی امامت:

(الجمعیۃ مورخہ ۵/نومبر ۱۹۲۹ء)

(۱) زید ایک شہر کی جامع مسجد کا امام اور کونسل کا ممبر بھی ہے، جمعہ اور عیدین بھی پڑھاتا ہے؛ مگر وہ ظہر، عصر کی نماز نہیں پڑھتا اور جب کونسل میں جاتا ہے تو کئی وقت کی نمازیں غائب کر دیتا ہے؟

مؤذن کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

(۲) ایک شخص ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امامت بھی کرلیتا ہے، جمعہ اور پنج وقتی نماز پڑھا دیتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

الجواب

(۱) ترک نماز موجب فسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۱)

(۲) ایک شخص مؤذن بھی ہو، وہی امامت بھی کرے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی: ۱۳۳/۳-۱۳۴)

تارکِ نماز فجر کی امامت:

سوال: امام مسجد کو وقف سے پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے؛ لیکن وہ ہمیشہ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حاضر نہیں ہوتے؛ کیوں کہ آٹھ بجے تک سوتے ہیں، کیا ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟

==(۲) لأن ترک الصلاۃ والزکاۃ معصیۃ.(البحر الرائق،توبۃ الزندیق: ۱۳۷/۵،دارالکتاب الإسلامی.انیس)

تارک الصلاۃ متعمداً فإنه یقتل فی قول الشافعی وفی قول أبی حنیفة وصاحبیه وأبی عبداللّٰہ لا یقتل ویعزر علی ذلک.(النتف فی الفتاویٰ،تارک الصلاۃ: ۶۹۴/۲،مؤسسة الرسالة بیروت.انیس)

من ترک الصلاۃ بالجماعات استخفافاً بها و هواناً بترکها فلا عدالة له لأن الجماعة واجبة.(بدائع الصنائع،فصل فی شرائط رکن الشهادۃ: ۲۶۹/۶،دارالکتب العلمیة.انیس)

(۳) عن مالک بن الحویرث قال: أتیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی نفر من قومی، فأقمنا عنده عشرین لیلة وکان رحیما رفیقا فلما شوقنا إلی أهالینا قال: ارجعوا فکونوا فیهم وعلموهم وصلوا فإذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن لکم أحدکم ولیؤمکم أکبرکم.(صحیح البخاری،باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد (ح:۶۲۸)انیس)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی.(الدر المختارمع ردالمحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

(۲) الأفضل کون الإمام هوالمؤذن.(الدرالمختار،باب الأذان: ۴۰۱/۱)

الجواب

ایک وقت کی امامت نہ کرنے سے بوجہ نوم وغیرہ کے اس کو تنخواہ لینا ممنوع نہیں ہے اور نہ یہ وجہ کراہت امامت کی ہوسکتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”لا تفریط فی النوم إنما التفریط فی الیقظة“. (الحدیث)(۱)

البتہ اگر تارک صلوٰۃ فجر ہونا محقق ہوجاوے تو پھر وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛(۲) لیکن اگر وہ کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں تو پھر تکذیب جائز نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۱۴۵-۱۴۶)

نماز میں کوتاہی کرنے والے کی امامت:

سوال: ہمارے گاؤں میں علما کی تعداد اچھی خاصی ہے، جن میں سے بعضے گھر پر ہی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعضے کبھی کبھار وہ بھی نوافل کو ترک کر کے پڑھتے ہیں؛ لیکن جب جماعت کا وقت آتا ہے تو وہ امامت کے لیے آگے بڑھ جاتے ہیں اور ہم لوگ ان کے ادب واحترام میں ان کی اقتدا کر لیتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے وہ امامت کے حقدار ہیں، یا نہیں؟

ھو المصوب

نفل نماز کے ترک سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا،(۳) اس کی امامت درست ہے، البتہ علما، یا کسی کو بلا عذر جماعت ترک کرنا، بڑا گناہ ہے۔(۴)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۰۶)

---

(۱) مشکوٰۃ، باب تعجیل الصلوات، ص: ٦١، ظفیر

مشکوٰۃ میں روایت اس طرح ہے: لیس فی النوم تفریط، إنما التفریط فی الیقظة. (الفصل الأول، رقم الحدیث: ٦٠٤)

والحدیث بلفظه رواه الإمام أحمد فی مسنده، حدیث أبی قتادة الأنصاری (ح: ٢٢٥٤٦)/ وكذا فی سنن أبی داؤد، باب فی من نام عن الصلاة أو نسیها (ح: ٤٣٧)/ صحیح ابن خزیمة، باب الأذان للصلوات بعد ذهاب الوقت (ح: ٤١٠) انیس)

(۲) (وتاركها) - أی الصلاة - (عمداً مجانة) أی تكاسلا فاسق. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، ظفیر) (٣٥٢/١، دار الفكر بیروت. انیس)

(۳) وفی النهایة قال مشائخنا: العالم إذا صار مرجعا فی الفتاویٰ یجوز له ترک سائر السنن لحاجة الناس إلیٰ فتواه إلا سنة الفجر. (البحرالرائق: ٨٤/٢) (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، انیس)

(۴) وفی النهر عن المفید: الجماعة واجبة، وسنة لوجوبها بالسنة... إلا أن هٰذ یقتضی الاتفاق علیٰ إن تركها مرةً بلا عذر یوجب إثمًا مع أنه قول العراقیین، و الخراسانیون علیٰ أنه یأثم إذا اعتاد الترک كما فی القنیة، آهـ. وقال فی شرح المنیة: والأحكام تدل علی الوجوب، من أن تاركها بلا عذر یعزر وترد شهادته، ویأثم الجیران بالسكوت عنه. (رد المحتار: ٢٨٧/٢) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط إمامة الكبریٰ، انیس)

پابند نماز شخص کے غیر پابند نماز کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے، مگر نماز کا پابند نہ تھا، کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانا چاہتا ہے، ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند ہیں، بلا کراہت ہوگی، یا بکراہت؟ اگر مکروہ ہوتی ہو اور وہ اس وقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑیں گے اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں، ان کی قضا پڑھ لیں گے تو کراہت زائل ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

توبہ سے کراہت زائل ہوجاوے گی؛ کیوں کہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور مطالب بالحقوق (۱) رہنا موجب فسق نہیں وہذا ظاہر۔ فقط

۲۴؍شعبان ۱۳۲۵ھ۔ (امداد: ۱؍۹۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۳۸۷)

نماز چھوڑنے والے اور اس کی امامت کا حکم:

سوال: زید نے دوران تقریر سامعین کو یہ بتایا کہ اگر کوئی شخص ایک وقت کی نماز چھوڑ دے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، جب کہ زید اکثر و بیشتر فجر کی نماز ترک کرتا ہے، زید امامت بھی کرتا ہے، شریعت مطہرہ کا ایسے مقرر اور امام کے بارے میں کیا حکم ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نماز تمام عبادات میں اہم اور عظیم عبادت ہے، اس کو دیگر تمام عبادات پر خاص اہمیت حاصل ہے، اسی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے اور اس کے ترک کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

"عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: بین العبد وبین الکفر ترک الصلاۃ". {رواه مسلم} (مشکوۃ المصابیح: ۱؍۵۸) (۲)

---

(۱) یعنی اگر شبہ یہ ہو کہ اس بے نمازی نے توبہ کرلی ہے لیکن ابھی فوت شدہ نمازیں قضا نہیں کی ہیں اور جب اس کے ذمہ قضا باقی ہے تو فسق کیسے ختم ہوا؟ تو حضرت مجیب قدس سرہ جواب دیتے ہیں کہ حقوق (مثلاً نماز کی قضا) کا ذمہ پر واجب رہنا فسق کا سبب نہیں ہے۔ (سعید)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له". (سنن ابن ماجة، باب ذکر التوبة (ح: ٤٢٥٠) / مسند الشهاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ح: ١٠٨) / شعب الإیمان، معالجة کل ذنب بالتوبة (ح: ٦٧٨٠) انیس)

(۲) **مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الأول، رقم الحدیث: ٥٦٩ / الصحیح لمسلم، باب بیان إطلاق إسم الکفر علی من ترک الصلاۃ (ح: ٨٢) / سنن ابن ماجة، باب ماجاء فیمن ترک الصلاۃ (ح: ١٠٧٨) انیس)**

{حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔}

اس سلسلہ میں اکثر ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ترک نماز گرچہ کافرانہ عمل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں؛ لیکن اگر کسی نے صرف غفلت سے نماز چھوڑ دی ہے؛ مگر اس کے دل میں نماز سے انکار اور عقیدہ میں کوئی انحراف نہیں پیدا ہوا ہے تو بہر حال وہ مسلمان ہے، البتہ سخت گنہگار ہے۔(۱)

نماز چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے؛ لیکن گناہ کبیرہ کا مرتکب اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں ہوتا،(۲) پس ایسا شخص اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی؛ لیکن کراہت کے ساتھ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۱۴۰۹/۱۲/۴ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۴۲۵-۴۲۶)

کاروبار کی وجہ سے تارکِ جماعت کی امامت:

سوال: زید کاروباری مصروفیات کی بنا پر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

نماز ہو جائے گی؛ مگر اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۱۴۹)

---

(۱) ''(ویکفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي (وتاركها عمدًا مجانة)أی تكاسلا فاسق''.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۲/ ۵)

(۲) قوله (ولا يخرج العبد من الإيمان إلا بجحوده ما أدخله فيه) يشير الشيخ إلى الرد على الخوارج والمعتزلة فی قوله بخروجه من الإيمان بارتكاب الكبيرة.(شرح العقيدة الطحاوية لصدرالدين الحنفی الأذرعی الصالحی الدمشقي، الجمع بين الخوف والرجاء: ۲/ ۴۵۸،مؤسسة الرسالة بيروت.انيس)

(۳) (الجماعة سنة مؤكدة للرجال)قال الزاهدی:أرادوا بالتأكيد الوجوب''.(الدر المختار)

وقال فی شرح المنية:والأحكام تدل على الوجوب،من أن تاركها بلا عذر يعزرو ترد شهادته،ويأثم الجيران بالسكوت عنه.(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲،سعيد)(مطلب:شروط الإمامة الكبرىٰ،انيس)

ويكره إمامة فاسق''.(الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:''(قوله:وفاسق)من الفسق، وهوالخروج عن الاستقامة''.(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰،سعيد)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)　　==

جو شخص نماز کا عادی نہ ہو، اس کو امام مقرر کرنا:

سوال: زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں؛ مگر وہ امامت کرانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلّہ اس کے واسطے کچھ ٹھہرا کر اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ مکروہ ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو وہ مکروہِ تحریمی ہوگی، یا تنزیہی؟ اگر بغیر کچھ ٹھہرائے، اس خیال سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب تک زید نماز کا عادی نہیں تو فاسق تھا تو اس کی امامت مکروہِ تحریمی تھی، (۱) جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی، کچھ ٹھہرا کر امامت کرائے، یا بلا ٹھہرائے، دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے۔ (۲) رہا نیت کا حال، سو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۵۵-۱۵۶)

== وأما بيان من يصلح للإمامة فى الجملة فهو كل عاقل مسلم... كابن عمر وغيره والتابعون اقتدوابالحجاج فى صلاة الجمعة وغيرها، مع أنه كان أفسق أهل زمانه... ولأن جواز الصلاة متعلق بأداء الأركان، وهؤلاء قادرون عليها إلا أن غيرهم أولٰى". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة: ۶۶۶/۱-۶۶۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق و أعمٰى". "قوله: (وفاسق) من الفسق، أى الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر و الزانى وأكل الربا، ونحوها ذلك... علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الدرالمختارمع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) و الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة و تجويداً للقراء ة، ثم الأورع، آه. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿و اللّٰه عليم بذات الصدور﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۴)

عن أسامة بن زيد رضى اللّٰه عنه -وهٰذا حديث ابن أبى شيبة- قال: بعثنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى سرية ... قال: أفلا شققت عن قلبه حتىٰ تعلم أ قالها أم لا، آه.

قال الإمام النووى فى شرحه: "ومعناه أنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان وأما القلب فليس لك طريق إلىٰ معرفة ما فيه فأنكر عليه إمتناعه من العمل بما ظهر باللسان وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب و اعتقدها وكانت فيه أم لم تكن فيه بل جرت على اللسان فحسب يعنى وأنت لست بقادر علىٰ هٰذا فاقتصر على اللسان ولاتطلب غيره. (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووى، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لاإله إلا اللّٰه: ۶۸/۱، قديمى)

باری باری نماز پڑھانے والے امام جو درمیان کی نماز نہ پڑھیں:

سوال: ایک مسجد میں چار بھائی نمبروار نماز پڑھاتے ہیں اور اپنی باری پر نماز پڑھاتے ہیں، بعد میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۶۳-۱۶۴)

مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور حفظ کے بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، جس کی وجہ سے دو تنخواہیں، الگ الگ ملتی ہے، مذکورہ امام تمام وقت کی سنتیں نہیں پڑھتا، خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، کہے جانے پر کہتے ہیں کہ غیر مؤکدہ نہ پڑھنے پر کوئی بات نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں؛ لیکن ہر وقت قصداً نہ، پڑھنا کیسا ہے؟ ان کے اس فعل سے جاہل طبقہ پر بھی اثر پڑتا ہے اور ان کے شاگرد ایسا ہی کرتے ہیں، ایک نمازی صاحب نے اس کے اس فعل پر ان سے کہا بھی، جس کا انہوں نے مذکورہ جواب دیا، مسجد زیادہ تر جاہل محلے والوں کی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

سنت مؤکدہ کا مستقلاً ترک کرنا اور ترک کی عادت ڈالنا بد نصیبی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا سبب ہے،(۲) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے،(۳) سنتوں کا اہتمام چاہیے، سنتِ غیر مؤکدہ کا پڑھنا بھی

---

(۱) تارک نماز فاسق وعاصی ہے:

”وتاركها عمداً مجانةً أى تكاسلاً فاسق“ (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۵)

اور فقہانے فاسق کی امامت کے سلسلہ میں صراحت کی ہے:

”أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) الحديث الرابع العشرون بعد المائة: قال عليه السلام: ”من ترك الأربع قبل الظهر، لم تنله شفاعتي“. قلت: غريب جداً. (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة (رقم الحديث: ٢٥٦٤): ١٦٢/٢، مؤسسة الريان بيروت)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق و أعمٰى“. ”قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وأكل الربا، ونحو ذلك... فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأنه فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٩/١ ـ ٥٦٠، سعيد) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

فضیلت کی چیز ہے اور حسنات میں ترقی کا ذریعہ ہے؛(۱) لیکن اگر کوئی شخص ترک کرے تو اس پر مؤاخذہ نہیں، (۲) مگر غیر مؤکدہ کو بھی حقیر اور خفیف سمجھنا درست نہیں۔ تحفۃ الأخیار (۳) میں سنت سے متعلق نہایت اعلیٰ مضامین و مسائل مذکور ہیں، استدلال میں حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۶/۶۔۱۵۷)

جو امام سنت نہ پڑھے، اس کی امامت:

سوال: ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہمارے یہاں پر ایک آدمی نماز پڑھاتا ہے اور عشا کی سنت نہیں پڑھتا ہے، اگر اس کو کہتے ہیں تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں کہنے سے نہیں پڑھنے کا اور اذان بھی نہیں دیتا، کہتا ہے کہ میرے اوپر واجب نہیں ہے۔ دریافت یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر اس کے ذمہ اذان نہیں ہے؛ اس لیے وہ اذان نہیں دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرا آدمی اذان دیا کرے، اگر وہ سنتیں وہاں نہیں پڑھتا ہے، اپنے مکان پر، یا کسی اور جگہ پڑھتا ہے، یا لوگوں کے کہنے سے نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس سے اس کی امامت میں نقصان نہیں آتا ہے، اگر وہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے اور نمازیوں کے کہنے سے ضد ہو گئی ہے تو اس کو سمجھا دیا جاوے کہ یہ ضد ٹھیک نہیں ہے، اس کا انجام خراب ہے اور اگر پھر بھی نہ مانے؛ بلکہ سنتوں کو مستقل ترک کر دے تو اس سے بہتر متبعِ سنت کو امام تجویز کر لیا جائے، تارک سنت کو امام نہ بنایا جائے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۷/۶۔۱۵۸)

---

(۱) "عن أم حبيبة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلىٰ في يوم وليلة إثنتى عشرة ركعة، بُني له بيت في الجنة: أربعاً قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعدا لعشاء، وركعتين قبل صلاة الفجر". (رواه الترمذى (كتاب الصلاة، باب ماجاء فيمن صلىٰ في يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة وماله فيه من الفضل، رقم الحديث: ٤١٥، ص: ٩٠، بيت الأفكار، انيس)

وفي رواية مسلم (كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب: فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن، وبيان عددهن، رقم الحديث: ٧٢٨، ص: ٢٨٧، بيت الأفكار، انيس): "ما من عبد مسلم يصلى لله كل يوم اثنتى عشرة ركعة تطوعاغير فريضة، إلابنى الله له بيتاً في الجنة". أوالأبُنى له بيت في الجنة". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ١٠٣/١، قديمى) (الفصل الأول، رقم الحديث: ١١٥٩، انيس)

(۲) ترک السنة لايوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لوعامداً غير مستخف". (الدرالمختار) ==

تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت:

سوال: ایک حافظ ہیں، قرآن کریم پورا یاد نہیں، کبھی تراویح نہیں پڑھتے، کانوں سے بہرے ہیں، مگر جمعہ وعیدین کی امامت ضرور کرتے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھا دیتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے؛(۱) لیکن ان کو چاہئے کہ وہ خود ہی امامت سے دست بردار ہو جائیں، تراویح مستقل ترک کرنا ایک سنت کو ترک کرنا ہے، جس کا انجام عتاب الٰہی ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵۸/۶-۱۵۹)

== "قوله: (لو عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٤٧٣/١-٤٧٤، سعيد (مطلب: سنن الصلاة، انيس)

(۳) تحفة الأخيار في إحياء سنة سيد الأبرار مع حاشية "نخبة الأنظار" من رسائل مجموعة اللكنوى، ج: ٤، ادارة القرآن، كراچى

(۴) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، (ثم الأحسن تلاوة) وتجويداً (للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، إلخ. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٧/١، سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ٣٥٠/١، إمدادية، ملتان (رقم الحديث: ٢٥٣٣، انيس)

"وإن تقدموا جاز لقوله عليه الصلاة والسلام: "صلوا خلف كل بر وفاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٣٤٦/١، دار الكتب العلمية، بيروت)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا على من قال: لا إله إلا الله، وصلوا خلف كل من قال: لا إله إلا الله. (سنن الدارقطني، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه (ح: ١٧٦١) انيس)

(۲) وحكمها ما يؤجر على فعله ويلام على تركه". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قوله: (يلام): أي يعاتب بالتاء لا يعاقب، كما أفاده في البحر والنهر، لكن في التلويح ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة، لقوله عليه الصلاة والسلام: "من ترك سنتي لم ينل شفاعتي" آه، وفي التحرير: أن تاركها يستوجب التضليل واللوم، آه، والمراد: الترك بلا عذر على سبيل الإصرار". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ١٠٤/١، سعيد)

کیا غیر روزہ دار، روزہ دار کی امامت کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص جو مسجد میں پنجگانہ نماز کی امامت کرتا ہے، وہ بوجہ بیماری رمضان کے روزے نہیں رکھتا ہے، کیا وہ روزے دار نمازیوں کی امامت کرسکتا ہے، یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر امام ایسے مرض کا مریض ہے کہ شرعاً بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس مرض کی وجہ سے نماز میں کوئی فتور نہیں واقع ہوتا تو اس کی امامت جائز ہے۔(۱)

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۲/۷/۱۳۸۵ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۹۲/۱)

جو صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور ظلم کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: جو شخص صوم وصلوٰۃ کا قطعی پابند نہ ہو، جھوٹ کثرت سے بولتا ہو، ظلم وزیادتی کا عادی ہو، زانی ہو، بزرگانِ دین کو برا کہتا ہو، باوجود ان تمام بدافعالیوں کے اپنے کو ولی ظاہر کرے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ اَوْلِيَاءُ هٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾(۲)

اور فرمایا:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾(۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی وہ ہے، جو متقی ہو، بداعمال شخص ولی نہیں ہے اور دعویٰ اس کا کاذب ہے، وہ شخص جو نافرمان حق تعالیٰ کا ہو، دشمن اللہ کا ہے، اس سے مرید ہونا درست نہیں اور امام بنانا اس کو مکروہ ہے۔(۴)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۴/۳)

---

(۱) ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضاً أو علىٰ سفر فعدة من أيام أخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾...". (سورة البقرة: ۱۸۵)

اس عذر کی وجہ سے اس پر فسق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(۲) سورة الأنفال: الركوع: ٤، الآية: ٣٤، انيس

(۳) سورة يونس: الركوع: ٧، الآية: ٦٢-٦٣، انيس

(۴) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٣/١، ظفير)

جس پر حج فرض ہو اور نہ ادا کرے، اس کی امامت:

سوال: زید ایک محلّہ کی مسجد میں امام ہے، زید پر بوجہ نصاب حج فرض ہے، جس کو وہ ادا نہیں کرتا اور مانع شرعی بھی موجود نہیں، دیگر یہ کہ زید اپنی داڑھی خضاب سے سیاہ کرتا ہے اور حدیث ممانعت کی طرح طرح سے تاویل کرتا ہے، تیسرے یہ کہ زید نے جشن صلح میں خوب دلچسپی سے حصہ لیا اور دیگر مخلوق کو اس میں شریک ہونے کی بہت کچھ ترغیب دی، گویا اسلامی سلطنت اور خلافت کے مٹائے جانے پر ان کی طرف سے دل کھول کر خوشی کا اظہار کیا گیا، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے اور اس کی اقتدا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی تو گذشتہ نمازوں کا کیا ہونا چاہیے؟

الجواب

درمختار و شامی میں ہے کہ اصح حج کے بارہ میں یہ ہے کہ فی الفور ادا کیا جائے؛ یعنی جس سال فرض ہو اسی سال ادا کیا جائے اور تاخیر سال اول سے گناہ صغیرہ ہے، اگر کئی سال تک تاخیر کرے گا تو فاسق ہو جائے گا،(۱) اسی طرح سیاہ خضاب کو بلا کسی داعی مشروع کے مکروہ لکھا ہے،(۲) پس یہ ہر دو امر موجب کراہت امامت شخص مذکور ہیں؛ یعنی اگر چہ نماز اس کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے، لقوله عليه الصلاة والسلام "صلوا خلف كل بر و فاجر". (الحديث) نقله في شرح المنية. (۳) لیکن مکروہ ہوتی ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ بھی ہو گئیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لیئے کسی دوسرے صالح و عالم شخص کو امام بنانا چاہیے؛ کیوں کہ اس کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے،(۴) اور جشن صلح (۵) کی شرکت کو اس سے علاحدہ رکھنا چاہیے کہ اس میں شرکت کرنے میں بوجہ حکم حکام فی الجملہ رعایا کو مجبوری ہے، محض اس وجہ سے حکم فسق کا نہ کیا جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/ ۱۲۴-۱۲۵)

---

(۱) وهو فرض على الفور وهو الأصح فلا يباح له التأخير بعد الإمكان إلى العام الثاني فإذا أخره وأدى بعد ذلك وقع أداءً، كذا في البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندية، مصری، كتاب المناسک: ۱/ ۲۰۲، ظفير)

(۲) ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته، الخ، ويكره بالسواد، وقيل: لا. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۵/ ۳۷۵، ظفير) (باب الاستبراء وغيره، فروع: كتب إما قول الشافعي يكتب جواب أبي حنيفة، انيس)

(۳) فصل في الإمامة وفيها مباحث، ص: ۵۱۴، درسعادت انيس

(۴) ويكره إمامة عبد إلخ وفاسق (الدر المختار) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً إلخ، بل مشیٰ في شرح المنية كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفير) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۵) جشن صلح کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، یہ غیر اسلامی طریقہ ہے، عہد نبوی میں صلح حدیبیہ بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، سیرت نبوی اور تاریخ میں کہیں اس سلسلہ میں جشن منانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ انیس

جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں، یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت:

سوال: جو شخص اعمیٰ حافظ قرآن ہو اور مجرد ہو اور ہمسایہ کی نامحرم عورتوں جوانوں کے پاس، بہ بہانے پڑھانے اور سنانے سوَرِ قرآن ومناجات وغزلوں کے، رات میں اور دن میں جاتا ہو اور جوان عورتوں مکارہ کو، بہ بہانے جھاڑ پھونک بعض اعضا، یا دیکھنے بعض زیور کے، بہ لمس مساس کرتا ہو اور بعض سے بعض وقت خلوت بیٹھنے کو بھی حاصل ہوتی ہو، جو بتصریح علما گناہِ کبیرہ ہے اور کسی لڑکی مراہقہ ؛ یعنی قریب بلوغ کو، جب اکثر تعلیم سبق قرآن ہو تو مکان خالی میں زنجیر لگا کر ہو اور ان مواضع تہمت سے باوصف ملامِ مردم احتراز نہ کرے اور امور مذکورہ پر مصر رہے اور تمام سال مسجد جماعت محلّہ میں بجز نماز جمعہ نہ پڑھے اور اتفاقاً کبھی پڑھے تو التزام جماعت ہرگز نہ ہو اور تیار جماعت چھوڑ کر تنہا پڑھ جاوے، یا قبل جماعت کبریٰ، ایک دو کو ساتھ لے کر تفریق جماعت کرے اور رمضان المبارک میں طالب امامت صلوٰۃ تراویح اور سنانے قرآن کا ہو اور بعض ضعیف الایمان اس کو بجہت زود خوانی (۱) واسطے امامت کے پسند کرتے ہیں اور امام صالح مرتل کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض ؛ بلکہ اکثر اس کی امامت سے کارہ ہوں، یا ناجائز سمجھتے ہوں تو ان میں کون حق پر ہے اور اس طرح کا امام بروئے شرع محمدی کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

اور نیز جہالت اور بے علمی کے ساتھ کلام شطحیات (۲) کرتا ہو اور راہِ الحاد [پر] چلتا ہو اور بعض حافظ قرآن ایسے بھی ہیں، کہ بالکل نماز پنجگانہ کے پابند نہیں، یا قطعاً پڑھتے ہی نہیں ؛ مگر قرآن رمضان میں سناتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح کے امام اور اس کے مددگار براہِ ضد وفساد، باہر فرش پر اپنے امام کو کھڑا کر کے پڑھیں اور بعض نمازی [نماز] توڑ کر باہر جاملیں تو مسلمانوں کو ایسے نزاع میں کیا حکم ہے؟ آیا ان کو لڑ کر مسجد سے نکال دیں، یا علاحدہ علاحدہ ایک وقت میں، دونوں پڑھی جاویں؟

الجواب

یہ حافظ فاسق ہے، اس کی امامت منع ہے، اس کو امام بنانا حرام ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فاسق کو امام بنانا سب مسلمین پر حرام ہے ؛ کیوں کہ ایسے فاسق کی اہانت لازم ہے اور تعظیم وتکریم اس کی حرام ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم ہے۔ (۳) پس جو لوگ اس کو ضد سے امام بناتے ہیں لاریب! وہ مرتکب گناہ کبیرہ کے ہو کر، فاسق بنتے ہیں

(۱) جس کے واسطے ''رب تال للقرآن'' (یہ روایت امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب ''فی ذم تلاوۃ الغافلین'' کے شروع میں نقل کی ہے، مگر علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ میں اس کی تخریج نہیں فرمائی اور اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھا۔ ملاحظہ ہو: یہ روایت اور کہیں نہیں ملی۔ (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص:۴۶۸، ج:۴ (دار احیاء التراث العربی، بیروت) [نور] وارد ہے۔)

(۲) مخالف ظاہر شرع کے کہنا اور کلمے خلاف شریعت زبان پر لانا۔ (منتخب) [نور]

(۳) کره إمامة الفاسق، والفسق لغةً: خروج عن الإستقامة وهو معنىٰ قولهم خروج الشيء عن الشيء ==

اورعلی ہذاالقیاس جوحافظ دوازدہ ماہ نماز سے غافل ہوتے ہیں، وہ بھی فاسق ہیں، ان کوقرآن سننے کی غرض سے امام بنانا نہ چاہئے کہ فاسق کی امامت لازم آتی ہے، البتہ اگر وہ توبہ وعہد کریں کہ آئندہ ایسانہ کریں گےاور قضاء ماسبق میں مصروف ہوں تو مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشیداحمد گنگوہی۔(بدست خاص)(۱)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۸۔۱۵۹)

وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جوشخص صاحب مال وزکوٰۃ ہوتے ہوئے عمداً دیدہ دانستہ طور پرقربانی پر جانور نہ ذبح کرے؛ یعنی قربانی نہ کرے، چہ جائے کہ امام مسجد ہو۔اگر وہ امام مسجد ہے تواس کے پیچھے نماز کا کیاحکم ہے؟

(المستفتی:حکیم حشمت علی،قادریہ دواخانہ،۱۲/۵۸ ایل براستہ کسووال،ضلع ساہیوال)

الجواب

قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنا سخت گناہ ہے،حدیث میں ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے،لہٰذاامام صاحب کوچاہیے کہ سابقہ قربانیوں کابھی تدارک کریں،مع ہذا توبہ واستغفار کریں۔

"من وجد سعة فلم یضح، فلایقربنّ مصلانا". (الحدیث)(۲)

بصورت دیگروہ امام بننے کے لائق نہیں۔فقط واللہ اعلم

محمدانورعفااللہ عنہ،نائب مفتی خیرالمدارس،ملتان،۱۳۹۸/۱۲/۱۸ھ

الجواب صحیح:بندہ عبدالستارعفااللہ عنہ،مفتی خیرالمدارس،ملتان۔(خیرالفتاویٰ:۲/۳۷۵)

== علٰی وجہ الفساد، وشرعاً: خروج عن طاعة اللّٰہ تعالٰی بأرتکاب کبیرة،قال القہستانی:أی أوإصرارہ علٰی صغیرة (فتجب إھانتہ شرعاً فلایعظم بتقدیمہ للإمامة) تبع فیہ الزیلعی، ومفادہ کون الکراھة فی الفاسق تحریمیة.(الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح ،باب الإمامة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة:۳۰۳،دارالکتب العلمیة،انیس)

ویکرہ تقدیم الفاسق أیضاً لتساھلہ فی الأمور الدینیة.(غنیة المستملی،ص: ۳۵۱ ،انیس)

والفاسق؛لأنہ لایھتم بأمر دینہ وقال مالک لاتجوزالصلاة خلفہ لما ظھرہ منہ،الخیانة فی الأمورالدینیة لایؤتمن فی أھم الأمور.(فتح القدیر،باب الإمامة: ۲۴۷/۱،انیس)

(۱) یہ فتویٰ جوحضرت مولانا کالکھاہوا اورحضرت کی مہر سے مزین ہے،ہمارے ذخیرہ میں ہے۔نور

(۲) مسند أحمدبن حنبل،تتمة أبی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ (ح : ۸۲۷۳) ۲۴/۱۴، مؤسسة الرسالة/سنن الدارقطنی، الصید والذبائح والأطعمة وغیر ذلک (ح:۴۷۶۲)/المستدرک للحاکم:۲۵۸/۴،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس

فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت:

سوال: جو امام فرضوں سے پہلے کی سنتیں ادا نہ کرے اور نماز کے لیے کھڑا ہو جائے، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے؛ مگر اسے ایسا بلا ضرورت کے کرنا نہ چاہئیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۵/۳)

☆☆☆

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰہ عنهاقالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لایدع أربعًاقبل الظهر ورکعتین قبل الغداة. (صحیح البخاری،باب الرکعتین قبل الظهر (ح: ۱۱۸۲)انیس)

عن عائشة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ثابر علی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی له بیت فی الجنة أربع قبل الظهر،ورکعتین بعد الظهر ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل الفجر. (سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی ثنتی عشرة رکعة من السنة (ح: ۱۱٤۰)انیس)

وأما الصلاة المسنونة فهی السنن المعهودة لصلوات المکتوبة ...فرکعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر لا یسلم إلا فی آخرهن ورکعتان بعده ورکعتان بعد المغرب ورکعتان بعد العشاء ، کذا ذکر محمد فی الأصل،الخ. (بدائع الصنائع،فصل: الصلاة المسنونة: ۲۸٤/۱،دارالکتب العلمیة. انیس)

والسنة قبل الفجر وبعدالظهر والمغرب والعشاء رکعتان وقبل الظهروالجمعة وبعدها أربع. (کنز الدقائق متن البحر الرائق،الصلاة المسنونة کل یوم: ۵۱/۲،دارالکتاب الإسلامی. انیس)

متہم کی امامت

زنا کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ ہے:

سوال: زید پیدائشی نیک اور پابند شریعت حد درجہ کا ہے اور نماز با جماعت کا پابند بھی اسی درجہ کا ہے اور عرصہ بیس سال سے نماز فی سبیل اللہ پڑھاتا ہے؛ مگر اب کچھ دنوں سے ایک ایسے چکر میں پھنسا اور مجبوراً پھنسا کہ زنا کا مرتکب ہوگیا۔ زید عرصہ چودہ سال سے مجرد تھا، صرف نکاح کرنے کی غرض سے زنا کا مرتکب ہوا؛ مگر زید کا زنا کسی کو معلوم نہیں ہے اور واقعہ ٹھیک ہے۔ اگر زید اس فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو اس صورت میں زید کی امامت درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

زید زنا کا مرتکب ہوا تو اس کی امامت ناجائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۲۴/۳)

زانی امام کی اقتدا:

سوال: امام مسجد زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا اور وہ احکامِ شرعیہ میں اجماع کے خلاف اجتہادی فتاویٰ دیتا رہتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، یا فتوے پر عمل کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۹/۱-۵۶۰)

﴿الـزَّانِـي لَا يَـنْـكِـحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْـرِكَةً وَالـزَّانِيَةُ لَا يَـنْـكِحُهَـا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْـرِكٍ وَحُـرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (سورة النور: ۳) انیس)

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن. (صحيح البخاري، باب النهي بغير إذن صاحبه (ح: ۲۴۷۵) / مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي (ح: ۵۷) انیس)

الجواب

ایسا شخص جو کہ فاسق ہے اور خلافِ اجماع وخلاف قول امام مجتہد جس کا وہ مقلد ہے، مسئلہ بتلاتا ہے اور غیر مفتیٰ بہا مسائل پر فتویٰ دیتا ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امام نہ بنایا جاوے اور معزول کردیا جاوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۷۲/۳)

زانی کی امامت:

سوال: ایک شخص امام مسجد نے ایک زمیندار کی لڑکی فرار کر کے اس سے نکاح کیا اور اپنی پہلی زوجہ کو قتل کیا۔ کچھ مدت کے بعد امام مذکور نے ایک لڑکی ناکتخدا کو فرار کر کے دوسری جگہ لے گیا، بعد کو اس کے ورثا نے لڑکی کو اس سے علاحدہ کر کے دوسری جگہ نکاح کردیا، اب پھر گاؤں کے چند مسلمانوں نے اس کو اپنا امام بنالیا ہے، ایسی صورت میں اس کو امام بنانا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اگر امام مذکور نے اپنے افعال ومعاصی سے توبہ نہیں کی تو امام بنانا اس کو مکروہ تحریمی ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۲/۳)

---

(۱) ویکره إمامة عبدإلخ وفاسق. (الدرالمختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی، إلخ، بل مشٰی فی شرح المنية علیٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(إن الإجماع من المسلمين حجة لا يعدوه الحق والصواب بيقين) كقوله عليه السلام: لا تجتمع أمتی علی الضلالة. (الكافی شرح البزدوی، باب الإجماع: ۱۶۰۴/٤، مكتبة الرشد. انيس)

فإن إجماع هذه الأمة إنما كانت حجة موجبة للعلم بالسماع من رسول الله صلی الله عليه وسلم: "أن الله تعالیٰ لا يجمع أمته علی الضلالة" والسماع منه موجب للعلم لقيام الدلالة علی أن الرسول عليه السلام يكون معصوماً عن الكذب والقول الباطل. (أصول السرخسی، قبيل فصل فی بيان الكتاب وكونه حجة: ۲۷۹/۱، دارالمعرفة. انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

اور اگر اس نے توبہ کرلی ہے تو گناہ اس کا معاف ہے اور امامت اس کی درست ہے، بحكم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوٰة، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶، ظفير (الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۳۶۳، انيس)

اس شخص کی امامت کا حکم جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح روبرو گواہوں کے ایک شخص کے ساتھ کر دیا؛ لیکن اس لڑکی کا چچازاد بھائی اس کو شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا اور اپنے پاس رکھ رکھا ہے، اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور ایک مولوی کہتا ہے کہ اس شخص کی امامت جائز ہے، جس نے دوسری عورت کو اپنے گھر رکھا ہے اور کہتا ہے کہ فرعون ملعون بہشت میں جاوے گا اور ایک کم دو لاکھ آدم اس آدم سے پیشتر گذر چکے ہیں اور جمعہ بلا دِنصاریٰ میں جائز نہیں ہے اور خضاب سیاہ مباح ہے، اس شخص کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

وہ شخص جس نے اس عورت کو رکھا اور شوہر کے پاس نہیں جانے دیتا، وہ فاسق وظالم ہے، اس کی امامت مکروہ ہے، **كذافى الشامى (۱)وغيره من الكتب الفقهية.**

اور وہ مولوی جو خلاف عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقائد ظاہر کرتا ہے، وہ ضال مضل ہے، اس کے اقوال کا اعتبار نہیں ہے، اس سے اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

قال عليه الصلاة والسلام:يكون فى اٰخر الزمان دجالون كذّابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا اٰبائكم،فإياكم وإياهم،لايضلونكم و لايفتنونكم.{رواه مسلم}(۲)

وفى حديث البخارى ومسلم :حتٰى إذالم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فسئلوا فأفتوا بغيرعلم فضلوا وأضلوا.(۳)فقط والله تعالىٰ أعلم(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۱۸/۳-۳۱۹)

---

(۱) ويكره تقديم العبد،إلخ والفاسق.(الهداية،باب الإمامة:۱۰۱/۱،ظفير)

(۲) مشكٰوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة،الفصل الأول:۲۷،ظفير (كتاب الإيمان (ح:۱۵٤)/الصحيح لمسلم، باب فى الضعفاء والكذابين ومن يرغب،الخ (ح:۷)/شرح مشكل الآثار،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الكذابين الثلاثين الذين يخرجون بعده هل هم دجالون أم لا (ح:۲۹۵٤)انيس)

عن أبى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم:سيكون فى آخر الزمان ناس من أمتى يحدثونكم ما لم تسمعوا أنتم ولا آباء كم وإياكم وإياهم.(صحيح ابن خزيمة ، ذكر الأخبار عما يظهر فى آخر الزمان فى الروايات والأخبار:۱٦۹/۱۵،مؤسسة الرسالة (ح:٦٦٦۷)انيس)

(۳) (كتاب العلم،باب: كيف يقبض العلم (ح:۱۰۰)ص:٤۵ ، بيت الأفكار،انيس)

مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں:

حتٰى إذا لم يترك عالما،اتخذالناس رؤوسًا جهالاً،فسئلوا فأفتوابغيرعلم،فضلوا وأضلوا.(كتاب العلم،باب رفع العلم وقبضه وظهورالجهل والفتن فى آخرالزمان (ح: ۲٦۷۳) ۱۰۷۲/۱،بيت الأفكار،انيس)

زانی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص اپنے حقیقی پسر کی زوجہ سے زنا کرتا ہے اور برضامندی دیگر اشخاص سے زوجہ پسر کو زنا کاری کی اجازت دیتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور اپنی دختر بالغہ کا منھ چومنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، (۱) اور اپنی دختر کا بوسہ لینا ازراہِ محبت ورحمت درست ہے اور ازراہِ شہوت حرام ہے اور موجبِ حرمتِ مصاہرت ہے اور احتراز کرنا، اس سے پہلی صورت میں بھی احوط ہے۔ (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۹۵-۱۹۶)

زانی اور بیڑی پینے والے کی امامت:

سوال: دو شخص دو مسجد کے امام ہیں، ایک نے اپنی سالی سے زنا کیا اور دوسرا بیڑی پیتا ہے۔ ان کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ یہ لوگ امامت سے روکے جائیں تو فساد عظیم ہونے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ مگر مکروہ ہے، (۳) پس جب کہ امام فاسق کے علاحدہ کرنے میں فتنہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۰۱)

---

(۱) وأن كراهة تقديمه: أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) (وماحل نظره) ممامر من ذكر أو أنثىٰ حل لمسه إذا أمن الشهوة علىٰ نفسه وعليها؛ لأنه عليه الصلاة والسلام كان يقبل رأس فاطمة رضى الله عنه، إلخ وإن لم يأمن ذلك أوشك فلايحل له النظر و المس. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس: ۵/۳۲۳، ظفير)

(ولا بأس بأن يمس ما يجوز النظر إليه إذا أمن الشهوة) لأن المسافرة معهن حلال بالنص ويحتاج فى السفر إلى مسهن فى الإركاب والإنزال وعن النبى صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا قدم من مغازيه قبّل رأس فاطمة وعن أبى بكر أنه قبل رأس عائشة ومحمد بن الحنفية كان يقبل رأس أمه ولأن المحرم لما كان لا يشتهى عادة حلت معه محل الرجال ولا ينبغى أن يفعل شيئا من ذلك إذا خاف الشهوة أو غلبت على ظنه بل ينبغى أن يغض بصره فإن من رتع حول الحمى يوشك أن يقع فيه قال عليه الصلاة والسلام: دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، الخ. (الإختيار لتعليل المختار، فصل النظر إلى العورة: ۴/۱۵۵، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق، إلخ، وفى المحيط: صلىٰ خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة. (الدرالمختار)

==

زنا کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے مسجد کے اندر زنا کیا، دوشخصوں نے بچشم خود دیکھا اور امام مذکور ہمیشہ ایسی حرکات کرتے رہتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسا شخص جو اس قسم کے فواحش میں مبتلا ہے، فاسق وعاصی ہے، (۱) امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے۔ لازم ہے کہ اس کو معزول کیا جاوے، (۲) اور دوسرا امام صالح وعالم مقرر کیا جاوے۔ اگر پورا عالم نہ ہو تو کم از کم اتنا ہو کہ مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۱۰/۳)

== أفاد أن الصلاة خلفهما أولٰى من الانفراد. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱) (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

اگر دوسری مسجد ہو تو وہاں چلا جائے۔

وفی غير الجمعة يجوز أن يتحول إلٰى مسجد اٰخر ولا يأثم به. (الفتاویٰ الهندية مصری، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بيان من يصلح إمامًا لغيره: ۸۱/۱، ظفیر)

(۱) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًاo يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (سورة الفرقان: ۶۸) انیس)

الزنا معصية كبيرة يجب إخمالها وإقامة الحد عليها والمؤاخذة بها. (حجة الله البالغة، الحدود: ۲۵۰/۲، دار الجيل بيروت، انیس)

الكبيرة العاشرة الزنا وبعضه أكبر من بعض. (الكبائر للذهبی: ۵۰/۱، دار الندوة الجديدة بيروت، انیس)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله وعليه وسلم: خمس بخمس قالوا: يا رسول الله! وما خمس بخمس؟ قال: ما نقض قوم العهد إلا سلط عليهم عدوهم، وما حكموا بغير ما أنزل الله إلا فشا فيهم الفقر ولا ظهرت فيهم الفاحشة إلا فشا فيهم الموت ولا طففوا المكيال إلا منعوا النبات وأخذوا بالسنين ولا منعوا الزكاة إلا حبس عنهم القطر. (المعجم الكبير للطبرانی، طاؤس عن ابن عباس (ح: ۱۰۹۹۲) انیس)

عن أنس بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر ويقل الرجال ويكثر النساء حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد. (صحيح البخاری، باب يقل الرجال ويكثر النساء (ح: ۵۲۳۱) انیس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

زنا کار دھوکہ باز کی امامت:

سوال: زید نے اپنی چچازاد بہن ہندہ نوجوان کو جس کی شادی دوسری جگہ ہو چکی تھی، ورغلا کر کچھ دنوں اپنے ساتھ رکھا، پھر ایک اسٹامپ ہندہ کے شوہر کے نام سے خریدا اور طلاق نامہ لکھ کر دھوکہ سے ہندہ کے شوہر کا انگوٹھا لگوایا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ دوسرے لوگ قابل امامت موجود ہوں۔

الجواب

زید کی اگر کچھ خیانت ثابت ہو جائے اور بے وجہ تفریق مابین الزوجین میں وہ ساعی ہوا ہے، (۱) تو بحالت موجودہ وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، کسی دوسرے شخص صالح وعالم کو امام بناویں۔ (۲) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۷)

زانی اور لوطی کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام ہے اور وہ زنا بھی کرتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ برا فعل بھی کرتا ہے، اس کی نسبت کیا حکم ہے، آیا امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص جو زانی اور لوطی ہو، امامت کے قابل نہیں، فاسق اور عاصی ہے، (۳) اگر وہ توبہ کرے، فبہا، ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے کہ نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۲۲)

(۱) قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر، إلخ. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)
"أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتٰى يدعها: إذا اؤتمن خان". {الحديث} (مشكاة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، ظفير (كتاب الإيمان، الفصل الأول (ح: ۵۶) / صحيح البخاری، باب علامة النفاق (ح: ۳۴) / الصحيح لمسلم، باب بيان خصال المنافق (ح: ۵۸) انیس)
(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار) بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه: أی الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)
(۳) عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: لعن اللّٰه من ذبح لغير اللّٰه، لعن اللّٰه من غير تخوم الأرض، لعن اللّٰه من كمه الأعمى عن السبيل، لعن اللّٰه من سب والديه، لعن اللّٰه من تولى غير مواليه، لعن اللّٰه من عمل عمل قوم لوط. (المستدرک للحاكم، كتاب الحدود (ح: ۸۰۵۲) انیس)
(۴) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (إلٰى قوله) بل مشٰى فی شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انیس)

زانی کی امامت درست ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص امام مسجد ایک شخص کی منکوحہ کو لے کر بھاگ گیا اور اس سے زنا کیا اور ولد الزنا بھی پیدا ہوا، اسی بنا پر لوگ اس کو بہت برا اور مکروہ جانتے ہیں، ایسے شخص کو امامت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں لکھا ہے:

(ولو أمّ قوماً وهم له كارهون إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق منه بالإمامة يكره)له ذلك تحريماً لحديث أبى داؤد:"ولا يقبل الله صلاة من تقدم قوماًوهم له كارهون" إلخ. (۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں اس شخص زانی و بدکار کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا کچھ حق امامت میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۳۶-۲۳۷)

زانی توبہ کرنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عرصہ سے امام مسجد ہے، اس نے اپنی بھاوج سے ناجائز تعلق رکھا اور اس کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا، عورت کو اس کا شوہر لے آیا اور امام مذکور بھی آ گیا۔ اب اس کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص اگر تائب ہو جائے اور پہلے افعالِ شنیعہ سے توبہ کرے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۹۳)

اس زنا کار کی امامت جو توبہ کر چکا ہو:

سوال: ایک شخص ایک عورت منکوحہ کو جس کا خاوند زندہ تھا، لے کر بھاگ گیا اور دو سال تک بلا نکاح رکھا، پھر خاوند اس کا مر گیا اور عدت کے بعد اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور توبہ کی تو امامت اور اذان اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ اور جس پر شبہ ہو کہ یہ زانی ہے اور گواہ نہ ہوں تو اس کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير (سنن أبى داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳)/المعجم الكبير للطبرانى، عمران بن عبدالله المغافرى عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶)/ مسند ابن أبى شيبة، حديث سلمان الفارسى (ح:۴۵۳). انيس)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰۶، ظفير)(كتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳۶۳)انيس)

الجواب

اس عورت کا خاوند گزرنے کے بعد، اگر عورت کے عدت موت؛ یعنی چار ماہ دس دن پورے کرنے کے بعد، اس مرد نے اس سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور وہ شخص بوجہ بھگالے جانے دوسرے کی زوجہ کے فاسق ہوگیا، زنا ثابت ہو یا نہ ہو، فاسق ہونا اس کا مسلّم ہوگیا۔

اب اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے اور آئندہ کو ایسے افعال ناشائستہ سے باز آوے اور نادم ہو تو امامت اس کی صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے بلا کراہت درست ہے اور اذان کہنا اس کا جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۷۳/۳-۲۷۴)

بدکار وفاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: جو ولد الزنا ہو، فاسق ہو، لڑکوں سے ناجائز فعل میں پکڑا گیا ہو، بدعتی جاہل ہو، مسجد کی آمدنی خود کھا گیا ہو، وغیرہ۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

وہ شخص جس کے یہ افعال ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں فاسق ہے، لائق امام بنانے کے نہیں ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور شامی میں نقل کیا ہے کہ فاسق کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور تعظیم فاسق کی حرام ہے؛ بلکہ وہ واجب الاہانۃ ہے، لہٰذا فاسق کو امام نہ بنایا جاوے، خصوصاً امام دائمی ہرگز ایسے شخص کو مقرر نہ کیا جاوے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۲/۳)

---

(۱) ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (سورة البقرة: ۲۳۴)
(وحل لها التزوج بآخر بعد العدة). (ردالمحتار: ۵۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس)

(۱) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۲، انيس)
عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة، باب التوبة والاستغفار، ص: ۲۰۶، ظفير) (كتاب الدعوات، الفصل الثالث (ح: ۲۳۶۳) / سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: الدعاء للطبرانى (ح: ۱۸۰۷) / المعجم الكبير للطبرانى (ح: ۱۰۲۸۱) / مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) / السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب شهادة القاذف (ح: ۲۰۵۶۱) انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ وفاسق. (الدرالمختار)
وكراهة تقديمه: أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب: فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں دو شخص ہیں، جن میں سے ایک صوم وصلاۃ کا پابند ہے، جب کہ دوسرے میں یہ برائیاں پائی جاتی ہیں۔

(۱) اغوا کرنا اور کرانا۔

(۲) زنا کرنا اور کرنے میں مدد دینا۔

(۳) نکاح پر نکاح پڑھانا۔

(۴) جھوٹی گواہی دینا۔

(۵) جھوٹی قسمیں کھانا۔

(۶) کباڑ مال مسجد سے غائب کرنا۔

جب رمضان شروع ہوتا ہے تو مسجد میں آتا ہے، باقی سارا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان میں آکر مسجد پر قبضہ کرتا ہے، لوگ اسے کہتے ہیں کہ ہماری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی؛ لیکن وہ بضد ہے، نتیجۃً مجبوراً لوگ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: جاوید اقبال، کوٹ دھمیک جہلم)

الجواب

بشرط صدق وثبوت اس برے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، **كما فى شرح الكبير** (ص:۴۳۸): **أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.** (۱)

---

(۱) قال العلامة الحلبي: كذا في فتاوىٰ الحجة وفيه إشارة إلىٰ أنهم قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير للحلبي، ص:٤٧٥، فصل في الإمامة)

عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: لا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع المؤمنون فيها أبصارهم وهو حين ينتهبها مؤمن. (سنن الدارمي، باب النهي عن النهبة (ح: ٢٠٣٧)/السنة لأبي بكر بن الخلال، باب مناكحة المرجئة (ح:١٢٤٧)/الإبانة الكبرىٰ لابن بطة، باب ذكر الذنوب التي من ارتكبها فارقه (ح:٩٥٢) انيس)

”لا ينتهب نهبة“ ذات شرف يرفع الناس إليها أبصارهم وهو مؤمن، النهب: الغارة والسلب، أي لا يختلس شيئا له قيمة عالية. (مجمع البحار الأنوار، مادة نهب: ٨٠٦/٤، دائرة المعارف العثمانية، انيس)

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن ولا ينتهب نهبة يرفع الناس إليه فيها أبصارهم حين ينتهبها وهو مؤمن. (صحيح البخاري، باب النهي بإذن صاحبه (ح:٢٤٧٥)/سنن ابن ماجة، باب النهي عن الهبة (ح:٣٩٣٦) انيس)==

البتہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا بہتر ہے، کما فی ردالمحتار هامش الدر المختار : ١/٤١٥،باب الإمامة،قبيل مطلب فى إمامة الأمرد. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۶۹)

اگر عورت کہے: ''فلاں امام نے میرے ساتھ زنا کیا'' اس کی امامت:

سوال: ایک عورت اپنی زبان سے یہ کہتی ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، وہ شخص امامِ مسجد بھی ہے، اب اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ شخص زنا سے انکار کرتا ہے اور عورت فاحشہ ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ عورت کا نکاح اس کے شوہر سے ٹوٹ گیا، یا قائم ہے؟

الجواب

عورت کے کہنے سے مرد پر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا، (۲) اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں آتی اور عورت مذکور کا نکاح اس کے شوہر سے قائم ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۱۸)

== منكوحة الغير ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد التزوج كالمحرم. (فتح القدير،باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه:٥/٢٦٠،دارالفكر بيروت. انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾معناه:وحرمت المحصنات من النساء وذلك عبارة عن منكوحة الغير ومعتدته فيكون نفيا لا نهيا. (أصول السرخسى، فصل فى بيان موجب الأمر فى حق الكفار: ١/٩٠،دارالمعرفة بيروت. انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهى معطوفة على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج. (الكافى شرح البزدوى،باب حكم الأمر والنهى فى أضدادها:٣/١٢٠١،مكتبة الرشد. انيس)

﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾(سورة الحج: ٣٠)والزور الكذب وذلك عام فى سائر وجوه الكذب وأعظمها الكفر بالله والكذب على الله وقد دخل فيه شهادة الزرو. (أحكام القرآن للجصاص،باب شهادة الزور:٣/٣١٤،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

قال ابن مسعود:عدلت شهادة الزور بالشرك بالله ، ثم قرأ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾. (مصنف ابن أبى شيبة،ما ذكر فى شهادة الزور(ح:٢٣٠٣٨)انيس)

''عن عبد الله بن عمررضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:''الكبائر:الإشراك بالله،وعقوق الوالدين، و قتل النفس،واليمين الغموس''. (صحيح البخارى، كتاب الإيمان والنذر،باب:اليمين الغموس: ٢/٩٨٧ (ح: ٦٦٧٥)/سنن الترمذى،باب ومن سورة النسء (ح: ٣٠٢١)/سنن النسائى،ذكر الكبائر (ح: ٤٠١١)انيس)

(۲) جب تک چار عینی شاہدوں کی شہادت نہ پیش کرے، قابل اعتبار نہیں۔

و الشهادة علىٰ مراتب منها : الشهادة فى الزناء يعتبر فيها أربعة من الرجال لقوله تعالىٰ :﴿وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾(الهداية، كتاب الشهادات:٣/١٣٨،ظفير)

(۳) جن امور سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، ان میں زنا شامل نہیں ہے۔ انیس

زانیہ کے شوہر کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: زید کی بیوی سے عمرو کا کافی دنوں سے تعلق تھا اور عمرو شادی شدہ ہے، ایک دن اتفاق سے عمرو کی بیوی نے ان دونوں کو رات کی تنہائی میں زنا کرتے ہوئے دیکھا؛ بلکہ دروازہ کھلوا کر زید کی بیوی کی پٹائی کی اور زید پڑھا لکھا شخص ہے؛ بلکہ وہ جامع مسجد کا امام بھی ہے، یہ خبر گاؤں والوں کو ہوئی تو مقتدی ان سے کترانے لگے، نتیجہ یہ کہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے دور بھاگ رہے ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بیوی کہاں ملے گی؛ یعنی اس نے اپنی بیوی کو زجر وتوبیخ نہیں کی، لہٰذا یہ بیوی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہے گی، یا نکاح سے خارج ہو جائے گی؟ اور اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

زید کی بیوی کا فعل انتہائی غلط ہے، اس کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، لیکن اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز کو ترک کرنا درست نہیں، نیز ان کی بیوی زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج بھی نہیں ہوئی اس کے ساتھ حسب سابق زید تعلق از دواجیت قائم رکھے، البتہ زید کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسے اعمال سے توبہ کرائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۷۹-۸۰)

متعہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص حنفی عدالت میں بحلف بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کرلیا، ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا، یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس کی بیعت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی تجہیز وتکفین ونماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جو شخص مقر ہے، اس فعل بد کا، وہ فاسق وعاصی ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۱۰۰-۱۰۱)

---

(۱) قوله: (والمزني بها لا تحرم علىٰ زوجها) فله وطؤها بلا استبراء عندهما. و قال محمد: لا أحب له أن يطأها ما لم يستبرئها، كما في فصل المحرمات. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الدخول في النكاح الأول دخول في الثاني في مسائل: ۵/۲۱۲، دار الكتب العلمية، انيس)

(۲) ويكره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳، ظفير)

اگر وہ توبہ کرے تو امامت اس کی درست ہے اور بیعت وحنفیت قائم ہے اور تجہیز وتکفین ونماز جنازہ ہر ایک مسلمان کی کرنی چاہئے، اگرچہ وہ فاسق وبدکار ہو۔ کما في الحديث: "صلوا علىٰ كل بر و فاجر". (الحديث) (شرح الفقہ الاکبر: ۹۶، ظفیر) ==

بے نکاحی عورت رکھنے کی ترغیب اور اس کی امامت:

سوال: جو شخص دوسرے کو رغبت دلا کر بے نکاحی عورت سے گھر آباد کردے، اس کی امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب

ایسا شخص لائق امام ہونے کے نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۰۵/۳)

غیر کی منکوحہ سے شادی کرنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے شوہر والی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرلیا ہے۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور جو اولاد اس سے ہوئی، اس کا کیا حکم ہے؟ اور امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مطلقہ عورت سے نکاح حرام و باطل اور اولاد ولد الزنا ہے، امامت اس کی مکروہ ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۰۵/۳)

شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق و نکاح کے بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت بوجہ مفلسی شوہر و کج نہادی خود، اپنے خاوند سے متنفر ہو کر بلا طلاق اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور بارہا اس کے خاوند نے بلایا؛ مگر بد طینتی سے نہیں گئی، پھر چند عرصہ بعد اس کی بڑی بہن اپنے گھر لے آئی، عرصہ کے بعد وہ بڑی بہن مرگئی، بعد ازیں اس عورت غیر مطلقہ کے خاوند نے اپنی دختر کو، جو اس عورت کے شکم سے تھی، بھیجا کہ اپنی والدہ کو لے آ، اب اس کا وہاں رہنا اچھا نہیں؛ مگر وہ اس کے ہمراہ نہ آئی۔

== (وبطل نكاح المتعة)وهو أن يقول لامرأة :أتمتع بک مدة بكذا من المال(والمؤقت)مثل أن يتزوج بشهادة شاهدين عشرة أيام،كذا في الهداية.(النهر الفائق،فصل في المحرمات:۲/ ۲۰۰،دارالكتب العلمية.انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(سورة المائدة:۲)

ويكره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار)

من الفسق:وهو الخروج عن الاستقامة،ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر،والزاني،إلخ، وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه بل مشى في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳،ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

(۲) لقوله تعالىٰ:﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(سورة النساء:۲۳ـ ۲۴،انيس)

وفي الكبيري للحلبي،ص: ۴۷۹ "قدموا فاسقاً يأثمون بناءً علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".(فصل في الإمامة وفيها مباحث،انيس)

پھراس عورت کی بھاوج اورخالہ بتقریب تعزیت وہاں پرگئی اوراس عورت کوفہمائش کی کہ ہمارے ساتھ چل؛مگر مسماۃ مذکورہ نے باشتعالک اپنے بہنوئی کے انکارکیا،بعداس کے اس بہنوئی سے نکاح کرلیا،وہ شخص باوجودیکہ پیرجی اورمولوی مشہورہےاوراس موضع میں نماز پنج گانہ وجمعہ پڑھاتے ہیں اوران کویقین کامل اس کی طلاق کانہیں ہے؛ بلکہ ایک مرتبہ شوہرسابق سے کہلایا کہ تواپنی زوجہ کوطلاق دے دے،اگران سے کہاتوجواب دیا کہ ایک طلاق ضمناً ہوئی ہے،وہ طلاق ضمناًدے چکا،اب نکاح کوعرصہ چندسال کا ہوااوراس کی اولادپیداہوئی،اس اولادکوولدالزنا کہیں،یانہ کہیں؟

اورپیرجی صاحب چہلم وغیرہ کومباح کہتے ہیں اورطعام پرفاتحہ پڑھتے ہیں اورجوگائے وغیرہ خریدتے ہیں تواپنے مکان پرلاکراس کے داہنی کھرکوپانی ڈالتے ہیں اورہرسال اپنے بھائی کی قبرکو،اس کپڑے سے کہ جس پرکلمہ شریف لکھا ہواہے،غلاف پوش کرکے روشنی کرتے ہیں اوراکثرکام غیرمشروع کرتے ہیں،سوبوجہ امورمذکورہ کے پیرجی صاحب کے پیچھےنمازجمعہ وغیرہ درست ہے،یانہیں؟اوران کودیّوث کہنااوران سےبغض للہ رکھناجائزہے،یانہیں؟بینواتوجروا۔

الجواب

لاریب!ایساشخص فاسق ہےاوردیوث کااطلاق ایسےآدمی پردرست ہےاورایسےشخص سےاگربغض بوجہ اللہ تعالیٰ کےکرےتوموجب اجرہےاورنکاح اس شخص کاہرگزدرست نہیں ہوا؛ کیوں کہ جب تلک پہلاخاوندطلاق نہ دیوے، نکاح درست نہیں ہوسکتااورایسےشخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۱)فقط

کتبہ الاحقررشیداحمدگنگوہی۔(مجموعہ کلاں،ص:۱۱۲-۱۱۳)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۲)

غیرکی منکوحہ سے جونکاح کرے،اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: ایک مسجد کےامام نےایک عورت سےجوغیرکی منکوحہ ہےاوراس نےاس کوطلاق نہیں دی ہے،نکاح کرلیاہے،ان کی امامت درست ہے،یانہیں؟بینواوتوجروا۔

الجواب

امامت ایسےشخص کی،بوجہ فاسق ہونےکے،مکروہ تحریمی ہے۔فقط

کتبہ رشیداحمد،الجواب صحیح،عزیزالرحمٰن عفی عنہ

(۱) (دیوث)هو من لا يغار على امرأته أو محرمه.(الدرالمختار رعلى صدر ردالمحتار،كتاب التعزير:٧٠/٤، دارالفكر بيروت.انيس)

عن عمار عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لايدخل الجنة ديوث ولا مدمن خمر.(التوحيد لابن خزيمة،باب ذكر أخبار رويت أيضا فى حرمان الجنة :٨٦٥/٢،مكتبة الرشد الرياض.انيس)

قال فی الدر المختار: وکرہ إمامة عبد وفاسق.

وقال فی رد المحتار: قال فی شرح المنیة: إن کراھة تقدیمه کراھة تحریم.(۱)

اور عالمگیری میں ہے:

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة.(۲)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۳)

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے، جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے، پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آگئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا، وہ گزر گیا، جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے، انہوں نے اس کو دوبار پھر قائم کر دیا، جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں، آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھادوں گا، جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا، جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے، میں ان کی نماز ضرور پڑھاؤں گا۔ باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے، اس کا گھر والا زندہ ہے، جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا؛ مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہوگیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے، یا کہ نہیں؟ اور ان کی نماز ہو سکتی ہے، یا کہ نہیں؟

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۷٦/۱ (مطبع مجتبائی، دھلی: ۱۲۸۷ھ) نیز ص:۴۱۳-۴۱۴، جلد اول، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان:۱۳۹۹ھ] نیز کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵٦۰/۱ [دار الفکر بیروت]

(۲) عالمگیری:۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر (مکتبۂ ماجدیہ کوئٹہ:۱۴۰۳ھ) فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السادس فی المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر: ۲۸۰/۱ [نورانی کتب خانہ، پشاور پاکستان] نیز کتاب النکاح، باب مذکور:۳۹۰/۱ [مطبع بندر ہوگلی کلکتہ ۱۲۰۸ھ] (نور))(فتاویٰ دار العلوم، دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب ص:۳۲۰، جلد سوم (دیوبند: ۱۹۷۱ء)

الجواب

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے، امامت کے قابل نہیں، یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے، (۱) بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے، اگر سوال کے مطابق واقع ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۶۴)

بے نکاحی عورت کو رکھنے والے کی امامت درست ہے:

سوال: زید اور ہندہ نامحرم ایک گھر میں مثل یگانہ رہتے ہیں اور نکاح کے متعلق استفسار کرنے پر زید کہتا ہے کہ ہم نے باہم ایجاب وقبول کرلیا ہے، نکاح ثابت نہیں ہے، ہمخانگی ثابت ہے، ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب

ایجاب وقبول اگر روبرو شاہدین کے ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، مثلاً خود مرد اور عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں اور کوئی تیسرا شخص نکاح پڑھنے والا نہ ہو، تب بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ پس اگر زید یہ کہے کہ خود ہم نے ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں کرلیا ہے تو ان کا نکاح ثابت ہے، ان کو زوجین سمجھنا چاہئے اور بے نکاحی عورت کے رکھنے کا الزام اس پر نہ لگانا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ (شامی، جلد ثانی) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۰۲)

بے نکاحی عورت رکھنے والے اور سنیما دیکھنے والے کی امامت:

سوال: زید ایک جامع مسجد کا امام ہے، عرصہ بارہ سال سے اس کے خلاف چند بستی والوں کی درخواست اراکین جامع مسجد کے پاس آئی ہے کہ زید کے چال چلن کے متعلق بھی لوگوں کے بہت سے شکوک اور اعتراضات قابل وثوق ہیں اور اس کے متعلق بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور وہ اکثر سنیما تھیٹر اور ناچ گانوں کی محفلوں میں شریک رہتے ہیں، درخواست دینے والے نے صرف چودہ گواہوں کے نام پیش کئے ہیں، جن میں سے بارہ گواہوں کا بیان تو یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے سنا اور ذکر کیا، دو گواہوں نے جو بیان دیا، وہ حسب ذیل ہے:

ہم نے زید کو جنگل کی طرف دو کافرہ عورتوں کے ہمراہ جن میں سے ایک جوان اور دوسری بوڑھی تھی، دن کے بارہ بجے قریباً دو سال پیشتر جاتے دیکھا، ہم بھی پیچھے ہو لیے، شہر سے قریب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر زید اور دونوں عورتیں

---

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۸۰، نورانی کتب خانہ پشاور، پاکستان، انیس

(۲) وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحد هما وقبول من الأخر، إلخ، وشرط كل من العاقدين لفظ الأخر ليتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۶۱، ظفير)

جنگل میں دس قدم ایک دوسرے سے فاصلے پر کھڑی ہوئیں، زید ان میں سے ایک کو اپنی طرف بلا رہا تھا، گواہ عمرو بکر جو الگ چھپے ہوئے تھے، ان پر زید کی نگاہ پڑی اور زید وہاں سے چلا آیا، گواہ بکر نے ان عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا کہ زید نے ایک روپیہ دینا کیا تھا، اس معاملہ میں دونوں گواہوں کی ایک ہی زبان ہے، راستہ وغیرہ دونوں گواہ برابر بتاتے ہیں، ایک گواہ نے جائے وقوع نہیں بتلائی؛ لیکن جو نشانات پہلے گواہ نے بتلائے تھے، وہی راستے بتلائے جن کے ہمراہ یہ دو گواہ مختلف اوقات میں جائے وقوع بتلانے گئے تھے، ان میں کا ایک سکریٹری جامع مسجد اور دوسرا ممبر ہے اور وہ دوارا کین بھی ان دو گواہوں کے بیان جائے وقوع کے بتلانے سے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ زید جنگل میں گیا۔

دونوں گواہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، دونوں میں دوستی ہے، ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں، دونوں نے بے نکاح عورتیں رکھی ہوئی ہیں، زید یقیناً سنیما دیکھتے ہیں، زنا کا ثبوت نہیں ہے؛ لیکن یہ سب کچھ شک پر ہو رہا ہے، زید شادی شدہ ہے، صاحب اولاد ہے، عمر ۳۵/سال سے ۴۰/تک ہے، نو بچوں کا باپ ہے، اوپر لکھی باتوں پر زید کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۱۶۶، سیٹھ حاجی عمر ملاں (برار) ۲۶/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲/جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

گواہوں کے پاس بے نکاحی عورتیں ہیں تو وہ خود فاسق ہیں، نیز دو سال پہلے کا واقعہ بیان کرنا بھی قابل سماعت نہیں، دو برس تک انہوں نے یہ واقعہ کیوں بیان نہیں کیا؟ اس کے اخفا کی وجہ سے بھی یہ شہادت قابل سماعت نہیں۔ ہاں! سنیما دیکھنے کی وجہ سے امام کی امامت مکروہ ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۱۳-۱۱۴)

غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے شخص کی امامت:

سوال: جو شخص امام ہو اور غیر محرم عورتوں میں بیٹھے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۹-۵۶۰)

قال العلامة ابن البزار الکردری الحنفی: استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق و التلذذ بها کفر أی بالنعمة. (الفتاویٰ البزازیة علیٰ هامش الفتاویٰ الهندیة: ۶/۳۵۹، الباب الثالث فیما یتعلق بالمناهی)(والحدیث أخرجه البیهقی فی السنن الکبریٰ، من کتاب الشهادات، فی باب ماتجوزبه شهادة أهل الأهواء، رقم الحدیث: ۲۰۹۲۰-۱۰/۳۵۶، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس)

الجواب

ایسا امام، جو غیر محرم عورتوں میں بیٹھے فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۲۸۴-۲۸۵)

مطلقہ عورت کو رکھنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مسجد کا امام ہے، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی؛ مگر اس کو اب تک گھر میں رکھ چھوڑا ہے اور طلاق کے بعد اس سے بچّے بھی ہوئے ہیں۔ مقتدی یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے، طلاق دینے کا گناہ امام کو ہوا؛ مگر ایک شخص ایک روز جماعت سے علاحدہ ہو گیا اور کہا کہ میری نماز اس کے پیچھے نہیں ہوتی، اس پر امام صاحب نے کہا کہ یہ کافر ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور اس نے جو کافر کہا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر اس امام نے اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی تھی تو رجوع کر لینا بدونِ نکاح کے جائز ہے اور اگر بائنہ (یا مغلظہ طلاق) دی تھی تو اس عورت کا بدون (تجدید نکاح) یا حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور معزول کرنے کے قابل ہے اور امام کا کسی مقتدی کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن

(ویکره (إلٰی قوله) وخلف فاسق، إلخ، فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم ، لما ذکرنا، إلخ. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۲۹۴-۲۹۵)

---

(۱) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدر المختار)

بل مشٰی فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

غیر محرم عورتوں کے سلسلہ میں لکھا ہے: (فإن خاف الشهوة) أو شک (امتنع نظره إلٰی وجهها) فحل النظر مقید بعدم الشهوة ... وهٰذا فی زمانهم، وأما فی زماننا فمنع من الشبابة. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۳۵۲/۵، ظفیر)

(۲) رد المحتار: ۵۲۳/۱، مهدی (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

عن أبی ذر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک". {رواه البخاری} (مشکٰوة، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، جمیل (الفصل الأول، رقم الحدیث: ۴۸۱۶، انیس)

جو مطلقۂ مغلظہ عورت کو بلا حلالہ رکھے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: پیش امام مسجد نے اپنی زوجہ کو تین چار مرتبہ طلاق دیکر گھر سے نکال دیا اور پھر بلا حلالہ کے اس کو گھر میں رکھ لیا، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدون حلالہ کے مطلقہ ثلاثہ کو رکھنا اور اس کو زوجہ بنانا حرام ہے۔ وہ شخص فاسق وزانی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۱۷/۳)

مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے رکھنے والے کی امامت:

ایک شخص اپنی بیوی کو ایک ہی بیٹھک میں تین طلاق دیدیتا ہے، اس کے بعد بستی کے کل لوگ مجبور کرتے ہیں کہ پھر اس سے شادی کرلیا جائے، چونکہ مطلقہ عورت اندھی ہے، لوگوں کے مجبور کرنے پر اس شخص نے مختلف جگہوں سے فتاوی منگوایا، ہر جگہ سے شادی نہ کرنے کا جواب آیا، جب تک کہ حلالہ نہ ہو؛ لیکن مدرسہ اصلاح المسلین سے جواب آیا کہ ان کا نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے، چوں کہ ایک بیٹھک میں تین طلاق ایک طلاق کے مانند ہوتی ہے۔ دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلثة واحدة" أو كما قال. (مسلم)(۲)

اس فتوی کی بنا پر وہ شخص اپنی بیوی پر ترس کھا کر چوں کہ وہ اندھی تھی اور عدت اپنے شوہر کے گھر میں گزار رہی تھی، اس کی فریاد اور عاجزی قابل رحم تھی، لہذا وہ نکاح کرلیتا ہے۔ گزارش ہے کہ چوں کہ یہ امام مسجد بھی ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا، اکثر لوگ نماز پڑھتے ہیں، اب بستی میں نزاع کی صورت پیدا ہوگئی ہے، ممکن ہے کہ فتنہ پیدا ہوجائے۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ کون سی صورت عورت کے ساتھ اب اختیار کی جائے؟ دیگر ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یانہیں؟ اکثریت ان کے ساتھ اس لیے ہے کہ یہ بستی میں کل لوگوں سے زیادہ پرہیزگار اور پابند شرع ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرا کوئی نہیں، جس کو امام بنایا جائے۔

(۱) ويكره إمامة عبد، إلخ، وأعرابي، إلخ، وفاسق، إلخ. (الدر المختار)

من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربوٰ ونحو ذلك. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) الصحيح لمسلم، باب طلاق الثلاث (ح: ۱۴۷۲) انيس

الجواب ــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

حنفی مذہب کے مطابق یہ نکاح صحیح نہیں ہے، اس کی بیوی بے غیر حلالہ کے اس پر حرام ہے، (۱) جب تمام جگہ سے یہی فتوی آیا ہے کہ نکاح حرام اور ناجائز ہے تو سب کو چھوڑ کر اہل حدیث (غیر مقلد) کے فتوی پر عمل کرنا اور پھر اپنے کو حنفی ٹھہرانا غلط ہے؛ کیونکہ یہ نفس پروری ہے، فتویٰ کی اتباع نہیں ہے؛ بلکہ ہوا وہوس کی اتباع ہے، یہ تقوی اور پرہیزگاری نہیں ہے؛ بلکہ نفس پرستی ہے، لہذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ خصوصاً ایسے شخص کو جو اوپر مذکور ہوا، جس سے فتنہ پیدا ہو، نزاع ہو، تفریق بین المسلمین ہو۔

مگر حنفی مسلک پر اس شخص کو فوراً بیوی کو الگ کردینا چاہیے؛ تاکہ وہ عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کرلے، ان امام کو بڑا ترس ہے تو اس کی دوسری جگہ اپنی کوشش سے شادی کرادیں، یا باوجود مطلقہ ہونے کے گزارہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۲-۲۹۷)

تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ:

سوال (۱) زید نے بقائمیٔ ہوش وحواس معززین شہر کے سامنے بجبر واکراہ تین طلاق دے دی، آیا دوبارہ اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کرسکتا ہے اگر کرسکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

(۲) اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے؛ اس لیے میں نے ایسا کیا۔ کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟

(الف) کیا امام شافعیؒ، یا کسی اور امام کا یہ مسلک ہے کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرکے مطلقہ کو رکھے؟

(ب) مقلد امام ابوحنیفہؒ ہوکر ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) ایسے شخص کے ساتھ معاشرت خورد ونوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(د) اگر یہ شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

(ہ) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

---

(۱) کان عبداللّٰہ إذا سئل، عن ذٰلک، قال لأحدهم: أماأنت طلقت امرأتک مرة أومرتين، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰة عليه وسلم أمرني بهٰذا وإن كنت طلقتها ثلاثاً فقدحرمت عليك، حتٰى تنكح زوجاً غيرک، وعصيت اللّٰه فيماأمرک من طلاق امرأتک. (الصحيح المسلم، كتاب الطلاق، رقم الحديث: ١٤٧١)

قد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته أنت طالق ثلاثاً فقال الشافعي ومالک وأبوحنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث. (نووى شرح مسلم، باب طلاق الثلاث: ٣٢٨/٥)

(ز) اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد اس بیوی کو مثل منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے؟

(و) کیا اس کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱) اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی، اب اس سے نکاح حرام ہے۔(۱)

(۲) اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاق دے مثلاً کہے: ''أنت طالق ثلاثاً'' تو یہ طلاق مغلظہ باتفاق ائمہ اربعہ واقع ہوجاتی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف نہیں، ان کے نزدیک بھی تجدید نکاح بغیر حلالہ کافی نہیں ،لہٰذا زید کا قول غلط ہے، ایسا شخص ائمہ اربعہ اور اجماع اور نص قطعی کے خلاف کرتا ہے، جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی توبہ نہ کرے اس سے معاشرت ومجالست ترک کردی جائے؛ تاکہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے۔(۲)

اس کی جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے،(۳) البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں تو گنجائش ہے،(۴) زید مذکور کی امامت بھی مکروہِ تحریمی ہے،(۵)

---

(۱) ﴿حتیٰ تنکح زوجاً غیره﴾ الآية (سورة البقرة : ۲۳۰)

''وعن عائشة رضی اللّٰه عنها: أن رفاعة القرظی تزوج امرأة ثم طلقها، فتزوجت آخر، فأتت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فذکرت له: أنه لا یأتیها، وأنه لیس معه إلا مثل هدبة، فقال: ''لا، حتیٰ تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتک''. (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب إذا طلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غیره، فلم یمسها: ۸۰۱/۲، قدیمی (ح: ۱۷ ۳ ۵۳) انیس)

(۲) قال الملا علی قاری رحمه اللّٰه تعالٰی تحت هٰذا الحدیث: ''(لا یحل لرجل أن یهجر أخاه الخ) قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علٰی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللّٰه تعالٰی، فیجوز فوق ذلک ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علٰی مر الأوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق''. (مرقاة المفاتیح للملا علی القاری، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر و التقاطع، واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشیدیة)

(۳) وهی فرض علیٰ کل مسلم مات، خلا بغاة، وقطاع طریق إذا قتلوا فی الحربِ ... وکذا مکابر فی مصر لیلاً بسلاح وخناق. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی: ۲۱۰/۲، سعید)

(۴) وعن مالک وغیره، أن أهل الفضل لا یصلون علی الفساق زجراً لهم. (الشرح الکامل للنووی علی الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاة، علی القاتل نفسه: ۳۱۴/۲، قدیمی)

(۵) ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق و أعمٰی. (الدر المختار) ==

پس کفارہ یہی ہے کہ عورت مذکورہ کو علاحدہ کردے اور خدائے پاک کے سامنے سچی توبہ کرے، اس نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل: ''الأعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة'' اور '' الأزهار المربوعة '' وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں، جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے۔

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلٰی أنه يقع ثلاث. قال فی الفتح: بعد سوق الأحاديث الدالة عليه: وهٰذا يعارض ما تقدم، وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة فلايمكن إلاوقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علیٰ وجود ناسخ أو لعلمهم بأنتهاء الحكم لذلک لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتأخر. وقول بعض الحنابلة: توفی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم عن مائة ألف عين رأته، فهل صح لكم عنهم أوعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضی اللّٰه عنه حين أمضٰی الثلاث، ولايلزم فی نقل الحكم الإجماعی عن مائة ألف تسمية كل فی مجلد كبير لحكم واحد علیٰ أنه إجماع سكوتی. وأما ثانياً فالعبرة فی نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين.

والمائة ألف لايبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيدبن ثابت ومعاذبن جبل وأنس وأبی هريرة والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم. وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق إلا الضلال وعن هٰذا قلنا: لو حكم حاكم بأنها واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه، فهو خلاف. (ردالمحتار: ۵۷۶/۲)(۱)

اعلاء السنن جلد: ۱۱، کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط ومدلل کلام کیا ہے، من شاء البسط فليراجع إليه. (۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شوال ۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۳/۶-۲۲۷)

== ''قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآكل الربا ونحو ذلک... فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعا... علیٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعيد (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۱) ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳۳/۳، سعيد (مطلب: طلاق الدور، انيس

(۲) إعلاء السنن، كتاب الرقة هل وقوع الطلاق البدعی مسألة خلافية بين الصحابة والتابعين: ۷۵۲/۱۱، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشی)

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد نے ایک شخص کو چار سو روپے دے کر اس سے عورت کو طلاق دلوائی، اب وہ مطلقہ اور امام ایک کوٹھری میں اکیلے رہتے ہیں، کیا اب ان کا نکاح بعد میعاد عدت ہوسکتا ہے، نیز امامت اس کی جائز ہے، یا نہیں؟ عورت مذکور کو وہ مثل لونڈی شمار کرے، یا نہیں؟

الجواب

بعد عدت کے نکاح ہوسکتا ہے اور قبل نکاح وہ عورت اجنبیہ ہے، خلوت اس کے ساتھ حرام ہے،(۱) اور باندی سمجھنا اس کو غلط ہے اور جہالت ہے اور امام مذکور لائق امامت کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کیا جاوے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۳/۳)

سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت:

سوال: زید و عمر آپس میں ہم زلف (۳) ہیں اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ مذاق کرتا ہے اور دواعی جماع کا ظاہراً ارتکاب کرتا ہے، اسی بنا پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کردیا، لہٰذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کردینا بھی جائز ہے، یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہٰذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں، یا ظالم و مظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

---

(۱) وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الحظر و الإباحة، فصل فی النظر و المس: ۳۲۳/۵، ظفیر)

عن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یخلون رجل بامرأة إلا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال: إن امرأتی خرجت حاجة وإنی اکتتبت فی غزوة کذا و کذا فقال علیه الصلاة والسلام: انطلق فحج مع امرأتک. (الصحیح لمسلم، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج (ح: ۱۳۴۱)/ صحیح البخاری، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا فی محرم (ح: ۵۲۳۳)/ مسند أبی یعلیٰ الموصلی، أول مسند ابن عباس (ح: ۲۳۹۱)/ صحیح ابن خزیمة، باب ذکر خروج المرأة لأداء فرض الحج (ح: ۲۵۲۹) انیس)

(۲) ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق. (الدرالمختار)

بل مشیٰ فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ’’ہم زلف: ساڑھو، سالی کا خاوند‘‘۔ (فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یہ طریقہ خلاف شرع ہے اورنا جائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے، (۱) اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کے لیے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے، ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں، (۲) زید البتہ خطاوار ہے اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے، (۳) ورنہ وہ منصب امامت سے علاحدہ کرنے کے قابل ہوگا، (۴) جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۵/۶-۱۱۶)

غیر محرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے اور قرآن مجید کا حافظ ہے اور پانی پتی لہجہ میں پڑھتا ہے؛ مگر اس کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض بعض باتیں خلافِ شرع معلوم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے بعض نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی ہے اور بعض بادل ناخواستہ پڑھتے ہیں اور خلافِ شرع یہ باتیں ہیں:

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿و لایبدین زینتھن إلا لبعولتھن أو آبائھن أو آباء بعولتھن أو أبنائھن أو أبناء بعولتھن، أو إخوانھن أو بنی إخوانھن، أو أخواتھن، أو نسائھن ، أوما ملکت أیمانھن، أو التابعین غیر أولی الإربة من الرجال أو الطفل﴾ (سورة النور: ۳۱)
(والخلوة بالأجنبیة حرام. (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعید)

(۲) قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علیٰ أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقھا، إلا إذا کان الھجران فی حق من حقوق اللّٰه تعالیٰ، فیجوز ذلک... فإن ھجرة أھل الأھواء والبدع واجبة علیٰ مر الأوقات، ما لم یظھر منه التوبة والرجوع إلی الحق. (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول (رقم الحدیث: ۵۰۲۷) : ۷۵۸/۸-۷۵۹، رشیدیة)

(۳) عن أبی ھریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "للّٰه أشد فرحاً بتوبة أحدکم بضالته إذا وجد". قال النووی: واتفقوا علیٰ أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة علی الفور، لا یجوز تاخیرھا، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة، إلخ". (الصحیح لمسلم ماشرحه الکامل للنووی، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب یوجبه، مثل أن یوجد منه ما یوجب اختلال أحوال المسلمین وانتکاس أمور الدین کما کان لھم نصبه وإقامته لانتظامھا وإعلائھا، وان أدی خلعه إلیٰ فتنة احتمل أدنی المضرتین. (ردالمحتار، کتاب الجھاد، باب البغاة: ۲۲۴/۴، سعید)

(۵) ومن محرمه ھی من لایحل له نکاحھا أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا. (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر واللمس: ۳۶۵/۶، سعید)

کہ ایک دفعہ حافظ صاحب مرضِ نمونیہ میں مبتلا ہوگئے تو حالتِ مرض میں غیر محرم مستورات سے بدن دبواتے رہے جو کہ حافظ کی دور کی رشتہ دار ہیں، مثلاً: ایک چچی ہے جس میں بہت دور کا واسطہ ہے اور اسی طرح سے ایک دور کے چچا زاد بھائی کی عورت ہے جس کو حافظ صاحب بھاوج کہہ کر پکارا کرتے ہیں اور ایک دو عورتیں ایسی اور بھی ہیں، جن کے ساتھ دور کا رشتہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو نفرت ہوگئی ہے۔

اور ایسے ہی ایک شکایت اور ہے، ایک دفعہ حافظ جی صاحب اسی مذکورہ بھاوج کے ساتھ بازار میں جاتے دیکھے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک دفعہ اسی بھاوج کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کرتے دیکھا گیا ہے، جس کے باعث لوگ بہت متنفر ہیں اور بعض نے ان کے پیچھے نماز بھی ترک کردی ہے، لہٰذا ارشاد فرماویں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ باحوالہ تحریر فرماویں؟ بینوا بالبرہان وتوجروا عند الرحمٰن ۔

(محمد الدین، مدرسہ عربیہ خیر العلوم، مقام سرسہ محلّہ کھٹیکان، ضلع حصار)

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

صرف اتنی باتوں سے بدگمان ہوکر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دینا اور ان سے نفرت کرنا مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ نرمی اور مناسب طریقہ سے ان کو سمجھا دیا جائے کہ آپ کی ان باتوں سے لوگوں کو بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے، (۱) لہٰذا آپ احتیاط کریں، خصوصاً جب کہ آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تو اور زیادہ بدگمانی کا موقع ہے، ویسے بھی شرعاً اجنبی عورت کے ساتھ یعنی نامحرم (جس سے پردہ فرض ہو) خلوت ممنوع ہے، (۲) ذرا ذرا سی بات پر امام کو علیحدہ کرنا تو آسان ہوتا ہے؛ لیکن پھر صالح اور صحیح پڑھنے والے امام کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/۲/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۷-۱۱۸)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أدع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) اس لئے ان کے اوپر توبہ لازم ہے، اگر اس سے بعد توبہ پرہیز کریں تو امامت کریں ورنہ انہیں امامت سے علیحدہ کردیا جائے۔ انیس

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم ویحفظوا فروجهم﴾ (سورة النور: ۳۰)

"سمعتُ أبا أمامة رضی اللّٰہ عنه یقول: رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: "اکفلوا لی ستاً اکفل لکم بالجنة: إذا حدث أحدکم فلا یکذب، وإذا أوتمن فلا یخن، وإذا وعد فلا یخلف، وغضوا أبصارکم، وکفوا أیدکم، واحفظوا فروجکم"

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "إن النظرة سهم من سهام إبلیس مسموم، من ترکها مخافتی، أبدلته إیماناً یجد حلاوته فی قلبه".

==

نوجوان بیوہ سے پاؤں دبوانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام مسجد کچھ دنوں سے بیمار تھے، نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ بھی، انہوں نے بھتیجے کی بیوی کو جو بیوہ ہے اور نوجوان بھی ہے، اپنی خدمت کے لیے رکھ لیا ہے، اس سے پیر بھی دبواتے ہیں، جب نمازیوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ہسپتال والوں میں نرسیں بھی تو رہتی ہیں، اب نمازیوں میں دو گروپ ہو گئے، ایک کہتا ہے کہ وہ بیٹی سمجھ کر پیر دبواتے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ یہ عورت بیوہ غیر محرم ہے، اس سے ایسی خدمت کیوں لی گئی؟ اب ان امام کے متعلق علمائے دین کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

امام صاحب کو چاہئے کہ اس بیوہ سے نکاح کر لیں، پھر اس طرح کی خدمت لیں، (۱) نامحرم سے اس طرح خلط ملط نہ رکھیں، (۲) اگر امام نہ مانیں تو ان کو امامت سے الگ کر کے کسی پابندِ شریعت اور متبع سنت کو امام تجویز کر لیا جائے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۸/۶-۱۱۹)

متہم کی امامت:

سوال: ایک شخص حافظ قرآن ہے؛ مگر اس پر چند الزامات لگائے جاتے ہیں کہ غیر مذہب کی عورت ان کے گھر میں بلا نکاح ہے؛ لیکن حافظ صاحب نکاح کرنا ظاہر کرتے ہیں اور مسلمان کرنا بھی ظاہر کرتے ہیں؛ مگر ثبوت کامل نہیں ہے، اس کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟

== عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل عين باكية يوم القيامة إلا عيناً غضت محارم الله، وعينا سهرت فى سبيل الله، وعيناً يخرج منها مثل رأس الذباب من خشية الله عزوجل". (تفسير ابن كثير: ۳۷۶/۳-۳۷۷، دار الفيحاء دمشق)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأنكحوا الأيامىٰ منكم﴾ (سورة النور: ۳۲)

الأيامىٰ جمع أيم، ويقال ذلك للمرأة التى لازوج لها وللرجل الذى لا زوجة له، سواء كان قد تزوج ثم فارق، أو لم يتزوج واحد منها". (تفسير ابن كثير: ۳۸۳/۳، دارالفيحاء دمشق)

(۲) الخلوة بالأجنبية حرام، إلالملازمة مديونة هربت ودخلت خربة أوكانت عجوزاً شوهاء، أو بحائل. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۳) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱-۵۵۸، سعيد)

الجواب

چونکہ مسلمان پر حسن ظن کرنا چاہیے اور بدظنی نہ کی جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ﴾(۱)

لہٰذا جب کہ وہ امام صاحب مسلمان کرنا اس عورت کا اور نکاح کرنا بیان کرتے ہیں تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور الزام معصیت ان پر نہ لگایا جاوے اور امامت ان کی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۹/۳-۲۵۰)

جس کو متہم کیا جائے، اس کی امامت:

سوال: زید کی والدہ نے چند مرتبہ یہ کہا ہے کہ زید کی زوجہ سے میرا شوہر صحبت کرتا ہے اور زید کو والدہ کے کہنے کا بالکل یقین نہیں ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے اور زید کو امام بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

زید کی والدہ کے اس کہنے سے زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی، (۲) اور ایسی خبر کا یقین نہیں کرنا چاہیے، (۳) اور زید کو امام بنانا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۶/۳-۱۴۷)

متہم فاسق کی امامت:

سوال: ایک لڑکی کا خسر بدنیت ہے، اپنے بیٹے کی زوجہ کی عزت خراب کرنا چاہتا تھا، چناں چہ لڑکی کا بیان ہے کہ میں نے سر دھو کر کرتہ اتارا تھا کہ میرا خسر دیوار کود کر مکان میں آیا، میں نے شور مچایا، وہ بھاگ گیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، پس اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اور زوجہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہوگئی، یا نہیں؟ ایسے باپ کے ساتھ بیٹا کیا برتاؤ کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب کہ کوئی بات موجب حرمت مصاہرت نہیں ہوئی، جیسا کہ عورت کا بیان ہے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی؛ لیکن ایسے متہم فاسق شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہوجاتی ہے؛ مگر اس کو امام بنانا مناسب نہیں ہے، جب کہ اس کی شرارت معلوم ہوگئی، (۴) اور بحالت موجودہ بیٹے کو باپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کرنی چاہیے؛ لیکن اپنی زوجہ کو علیاحدہ رکھنے کا انتظام کر سکے تو کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۳)

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۲، انیس

(۲) تزوج بكراً فوجدها ثيباً وقالت أبوك فظنى إن صدقها بانت بلامهر، وإلالا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۳۸٤/۲، ظفير)

(۳) منها: الشهادة فى الزناء يعتبر فيها أربعة من الرجال. (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفير)

(۴) أن كراهة تقديمه أى الفاسق كراهة تحريم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱)

==

جس پر عورت تہمت لگائے، اس کی امامت:

سوال: ہندہ بیوہ ایک بازاری عورت اپنا حمل حرام امام مسجد کا بتلاتی ہے اور امام انکار کرتا ہے کہ یہ مجھ پر ناحق الزام لگاتی ہے، چند اشخاص امام کو معزول کرنا چاہتے ہیں، شرعاً اس امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ کوئی شہادت زنا کی موجود نہیں ہے تو زنا اور حمل زنا سے ہونا ثابت نہیں ہے، (۱) اور محض اتہام ہے۔ پس امامت امام میں اس وجہ سے کچھ کراہت نہ ہوگی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۱/۳)

غلط تہمت جس پر لگائی جائے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عمدہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے۔ غرض شہر بھر قابل امامت اس کو جانتا ہے صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ اس نے دو ہندوؤں کو گواہ کرلیا ہے کہ بے شک یہ سفلی عمل پڑھتا ہے۔ وہ امام بالکل انکار کرتا ہے۔ اب یہ فرمایئے کہ جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جس کو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہوں الزام لگادے، اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب

جب کہ اس الزام و تہمت کا کچھ ثبوت نہ ہو، جو امام پر لگایا تو امامت اس کی بلا کراہت صحیح ہے، جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے، توبہ کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۱۱/۳)

بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی پر بلا ثبوت، زنا کی تہمت لگاتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب

کسی شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، (۲) اگر ایسا کرنے والا توبہ نہ کرے تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ لیکن اگر نماز پڑھ لی گئی تو ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۱/۵/۶ھ (فتویٰ نمبر ۲۲/۵۹۶ب) الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۴۴۷/۱)

== ویکرہ تقدیم العبد، إلخ، والفاسق؛ لأنه لا یهتم لأمر دینه، إلخ، وإن تقدموا جاز لقوله علیه السلام: صلوا خلف کل برّ و فاجر. (الهدایة، باب الإمامة: ۵۷/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت. ظفیر)

(۱) الشهادة فی الزناء یعتبر فیها أربعة من الرجال لقوله تعالیٰ. (الهدایة، کتاب الشهادات: ۱۳۸/۳، ظفیر)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: سورۂ نور کی آیت: ۴ ﴿وَالَّذِینَ یَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ الآیة" کے تحت تفسیر معارف القرآن، ۳۵۳/۶) ==

مشتبہ اور بدنام کو امام بنانا کیسا ہے:

سوال: ایسے امام کے پیچھے جو تنہا رہتا ہو اور اکثر بے ریش لڑکے اس کے پاس تنہائی میں پائے گئے ہوں اور اس کی بابت محلّہ میں بد چلنی کا شہرہ بھی ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے، یا نہیں؟ دوسرے نیک آدمی کے ہوتے ہوئے جو کہ عفیف ہے، اس کو نماز پڑھانے دینا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اس امام کو نماز پڑھانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ مقتدیوں کی کراہت اس کی امامت سے بوجہ امام کی خرابی کے ہے، لہٰذا ایسے امام کو نماز پڑھانا نہ چاہیے اور دوسرا شخص جو عفیف و صالح ہے، وہ امام ہونا چاہیے۔

قال فی الدر المختار : (ولو أمّ قوماً وهم له كارهون) أن الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة كره) له ذٰلك تحريماً لحديث أبی داؤد : ”لا يقبل الله صلوٰة من تقدم قوماً وهم له كارهون“ إلخ. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۵۵/۳)

جس امام پر شبہ ہو کہ اس نے زنا کیا:

سوال: ایک شخص امام مسجد ہے، اس نے اپنی زوجہ کی والدہ سے زنا کیا ہے، حالانکہ وہ چار سال سے بیوہ تھی، اس کو حمل بھی ہوا، اگرچہ شہادت زنا ثابت نہیں؛ مگر وہاں بسبب پردہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا، اس کی اہلیہ نابالغہ تھی، دو گاؤں کا اس کے اس برے فعل پر پورا شک ہے، ایسا شخص قابل امامت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ امام مذکور کی طرف ایسا شبہ ہے تو اس کو امام نہ بنانا چاہیے اور اس کو بھی چاہیے کہ امام نہ بنے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام: ”من أم قوماً وهم له كارهون“. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۴/۳)

بغیر ثبوت جس امام پر تہمت لگائی جائے، اس کی امامت:

سوال: یہاں کے مہتمم صاحب کے نام کسی شخص نے ایک خط لکھ کر مسجد کے پیش امام پر یہ الزام لگایا کہ تمہارے امام نے اپنی پہلی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے، بھیجنے والے نے اپنا نام و پتہ خط میں نہیں لکھا، اس خط کے سوا کوئی ثبوت

== الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: قذف المحصن أو المحصنة بزنا أو لواط والسكوت على ذلک. (الزواجر عن إقتراف الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: ۸۵/۲، دار الفكر بيروت. انيس)

(۱-۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفير

اور گواہ نہیں ہے اور امام مذکور کو اس معاملہ سے صفا انکار ہے تو شرعاً ایسے خط پر اعتبار کر کے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے خط اور تحریر لا پتہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور جب کہ امام مذکور واقعہ مذکورہ سے انکار کرتے ہیں تو محض اس تحریر غیر ثابت کی بنا پر امام صاحب موصوف کو متہم بفعل مذکور نہیں کر سکتے اور ان کو امامت سے معزول نہیں کر سکتے اور خیرات ومبرات سے ان کو محروم نہیں کر سکتے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ الآیة(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۷۹/۳)

جس پر زنا کی تہمت لگائی دی جائے؛ مگر گواہ کوئی نہ ہو، اس کی امامت کیسی ہے:

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے، عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے ہندہ کیساتھ زنا کیا ہے، عینی شہادت کوئی نہیں دیتا، سناسنائی کہتے ہیں، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، یا نہ؟ اور جن لوگوں نے تہمت لگائی، ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

الجواب

بدون کسی ثبوت کے زید پر ایسا اتہام لگانا، حرام اور ناجائز ہے، تہمت لگانے والے گنہگار اور عاصی ہیں، وہ توبہ کریں، (۲) اور زید کی امامت درست ہے، بے تأمل اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۲۱/۳)

---

(۱) سورة الحجرات: ۱۲، ظفیر

(۲) القذف هو لغةً الرمی وشرعاً الرمی بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب حد القذف: ۲۳۰/۳، ظفير)

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله إلا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات. (صحيح البخاری، باب رمی المحصنات (ح: ٦٨٥٧)/صحيح مسلم، باب بيان الكبائر وأكبرها (ح: ۸۹) انيس)

فأصل القذف الرمی ثم استعمل فی السب ورميها بالزنا أو ما كان معناه حتی غلب عليه. (تاج العروس، مادة قذف: ٢٤١/٢٤، دار الهداية. انيس)

تنبيه: عد القذف هو ما اتفقوا عليه لما علمت من النص فی الآيتين الكريمتين المتقدمتين علی ذلک صريحا فی الأولیٰ للنص فيها علی أن ذلک فسق. (الزواجر عن إقتراف الكبائر، الكبيرة السابعة والثامنة والثلاثون بعد المأتين: ٩٠/٢، دار الفكر بيروت. انيس)

بلاثبوت، زنا کی تہمت لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) عشرت نام کا ایک شخص، ایک پاک دامن عورت پر جھوٹا الزام لگاتا ہے، جس کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟

(۲) اگر ایسا شخص امامت کرے تو کیا اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) زنا ثابت ہونے کے لئے ہماری شریعت نے کیا اصول مقرر فرمایا ہے؟

هو المصوب

(۱) جھوٹا الزام لگانے والے کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنی اس شنیع حرکت سے باز آجائے اور اگر وہ نہیں مانتا تو اس پر اس طرح کا اخلاقی دباؤ ڈالا جائے کہ جھوٹا الزام لگانا چھوڑ دے، (۱) اس سلسلہ میں اگر بائیکاٹ کرنا پڑے، ملنا جلنا ترک کرنا پڑے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

(۲) اگر مذکور شخص بے بنیاد زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی؛ لیکن مکروہ تحریمی ہوگی۔ (۲)

(۳) زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا شرعاً ضروری ہے۔ (۳)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۳۲۳)

لواطت کے مرتکب کی امامت کا حکم:

سوال: ایک پیش امام نے جو شادی شدہ بھی ہے، ایک لڑکے سے لواطت کی اور اس پر دو عادل نمازیوں نے گواہی دی، یہ تمام ماجرا بستی کے مولوی صاحب سے (جو پیش امام کے علاوہ ہے) بیان کیا، مولوی صاحب نے پیش امام سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تو پیش امام نے اقرار جرم کرلیا، بعد ازاں پیش امام مذکور کو اپنے عہدہ سے الگ کردیا گیا اور تمام لوگوں میں اس بات کی تشہیر کردی گئی، اس کے بعد اس پیش امام نے ایک دفعہ نماز پڑھائی ہے، کیا کوئی صورت ہے کہ امام مذکور کو واپس اپنے منصب پر لایا جائے؟

---

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات قيل: يارسول الله، وما هن؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل مال اليتيم وأكل الربوا، والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث: ۸۸)

(۲) ﴿و الذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدًا وأولئك هم الفاسقون﴾. (سورة النور: ٤)

(۳) ﴿والآتي يأتين الفاحشة من نساء كم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم﴾ (سورة النساء: ١٥)

الجواب

لواطت کا مرتکب فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛(۱) لیکن اگر نماز پڑھ لی جائے تو ہو جاتی ہے اور جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، البتہ اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۸۷ھ (فتویٰ نمبر ۱۳۷۶/۱۸/الف)

الجواب صحیح:

لیکن ایک مسلمان کے گناہ کی تشہیر کرنا ٹھیک نہیں، صرف اتنا کافی تھا کہ ان کو امامت سے معزول کردے۔

محمد عاشق الٰہی۔ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۳۴-۴۳۵)

جس سے اغلام کرے اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: کریم اور کلو دو لڑکے تھے، کریم نے کلو سے اغلام کیا تو کریم کی نماز کلو کے پیچھے جو امام مسجد ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

کریم کی نماز کلو کے پیچھے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۴۳، ۲۴۴)

بدکردار اور مفعول کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص کسی مسجد کا امام ہے؛ لیکن وہ اپنے کردار کے لحاظ سے بدنام ہے، مثلاً مفعولیت میں مشہور ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) وفی الدرالمختار: ۱/۵۵۹-۵۶۰: ویکره إمامة عبد ... وفاسق.

وفی الشامية: قوله (وفاسق): من الفسق؛ وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی، إلخ. (وراجع أيضاً البحر الرائق: ۱/۳۴۸، والفتاویٰ الهندية: ۱/۸٤، انیس)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربعة يصبحون فی غيض الله ويمسون فی سخط الله أو يمسون فی غيضه ويصبحون فی سخطه، قيل: من هم يا رسول الله! قال: المتشبهون من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال والذی يأتی البهيمة والذی يأتی الرجل. (شعب الإيمان، تحريم الفروج وما يحب من التعفف (ح: ۵۰۰۱) انیس)

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبعة لا ينظر الله عزوجل إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ويقول ادخلوا الناس مع الداخلين الفاعل والمفعول به. (أمالی بن بشران: ۱/۲۰۶، دارالوطن الرياض. انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

موصوف کی بدنامی اگر امامت سے قبل کی ہو اور بعد میں اس نے توبہ کرلی ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے؛ کیوں کہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اس کی حیثیت مجروح نہیں رہتی؛ لیکن اگر یہ بدنامی کسی ایسے فعل کی وجہ سے ہو، جس میں فی الحال یہ شخص مبتلا ہو تو بوجہ فسق اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔

قال ابن عابدين: تحت هٰذا القول (ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق) أى من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانى، وأكل الربا ونحو ذلك. (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۳۵)

لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت:

سوال: اگر کوئی شخص کسی لڑکے کا بوسہ لے لے اور اس کو انزال ہو جائے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

شہوت پوری کرنے کے لئے لڑکے کا بوسہ لینا ناجائز ہے، (۲) جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۲)

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰ (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

وفى الهندية: تجوز إمامة الأعرابى والأعمٰى والعبد وولد الزنا والفاسق، كذا فى الخلاصة إلا أنها تكره، هٰكذا فى المتون. (الفتاوىٰ الهندية، باب الإمامة: ۱/۸۵)

(۲) قال فى الهندية: والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحاً فحكمه حكم النساء، وهو عورة من فوقه إلٰى قدمه، لايحل النظر إليه عن شهوة، وأما الخلوة والنظر إليه لا عن شهوة فلا بأس به، ولذا لم يؤمر بالنقاب، كذا فى الملتقط... وفوق ذلك الميل إلى التقبيل، أو المعانقة، أو المباشرة، أو المضاجعة، ولو بلاتحرك آلة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر واللمس: ۶/۳۶۵، سعيد)

وذكر فى فتاوىٰ الإمام ناصر الحسامى: الغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه إلى قدمه. (العناية شرح الهداية: ۱۲/۱۳۴، دارالكتب العلمية. انيس)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ" (الدرالمختار)

"قوله: (وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى، وأكل الربا، ونحو ذلك. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد) (مطلب: فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

جو امام لڑکے کا بوسہ لے، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص دو سال سے امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، ایک بچہ جو نہایت خوبصورت ہے اس کو کمرہ میں لے جاتے تھے اور بوسہ لیتے تھے، ایک مرتبہ اس بچے نے شکایت کی کہ امام صاحب نے میرا بوسہ لیا ہے، امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں! میں اس کو بیٹا سمجھ کر بوسہ لیتا ہوں اور مصری لوگ بھی بوسہ لیتے ہیں، میں کیوں جھوٹ بولوں، اس پر مسجد میں ہنگامہ ہوا دو پارٹیاں بن گئیں، بعدہ اس کو مسجد سے الگ کر دیا گیا، اب وہ پھر آنا چاہتے ہیں، حالانکہ بہت سے نمازی ان کو لانے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایسے امام کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر امام صاحب سے بہتر صحیح العقیدہ، مسائلِ نماز اور طہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا، متبعِ سنت دوسرا امام مل جائے تو سابق امام کو دوبارہ لانے اور امام بنانے پر ہرگز اصرار نہ کیا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱۲/۶-۱۱۳)

کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، ساتھ ہی بچوں کی تعلیم کا بھی کام ان کے ذمہ ہے، امام موصوف بسا اوقات فجر کی نماز مقتدیوں کے بار بار بلانے پر بھی نہیں پڑھاتے، عاجز آکر دوسرے آدمی کو پڑھانا پڑتا ہے اور امام صاحب سوئے رہتے ہیں، کچھ کمسن بچے ایسے بھی ہیں، جن کی عمر بارہ چودہ برس کی ہوگی، اپنے کمرہ میں بند کر لینے کے بعد اب بچوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، وہ اللہ جانے؛ لیکن بار بار ایسا دیکھنے کے بعد جب ان سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ کمرہ بند کر کے ان سے کچھ خدمت کرا لیتے ہیں، جس پر سائل نے ان سے کہا کہ خدمت کرانے کے لئے کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پر قطعاً ان کا دھیان نہیں، ایسی شکل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ امام موصوف کا یہ عمل ان کے لیے اچھا ہے؟ اگر نہیں تو امامت کے منافی تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر نیند کا غلبہ ہے، جس کی وجہ سے بیدار نہیں ہو پاتے، تب تو ان کو علاحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، (۲) البتہ اس کا

---

(۱) والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، آه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(۲) وعن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتٰى يستيقظ، وعن الصبي حتٰى يبلغ، وعن المعتوه حتٰى يعقل". {رواه الترمذي وأبو داؤد والدارمي} (مشكٰوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع و الطلاق: ۲۸۴/۲، قديمي (الفصل الأول، رقم الحديث: ۲۳۸۷، انيس)

انتظام ضروری ہے کہ وقت پر بیدار ہو جایا کریں، رات کو بعد عشا جلد سو جائیں، گھڑی الارم کا انتظام کیا جائے، ایسی جگہ اور اس طرح سوئیں کہ ان کو بیدار کرنا سہل ہو، مؤذن یا کوئی اور شخص بیدار کر دیا کریں، (۱) اگر امام صاحب اس کی فکر اور انتظام نہ کریں؛ بلکہ لا پرواہی سے رہیں، جب چاہیں پڑھائیں، یا نہ پڑھائیں، وقت پر اٹھیں، یا سوتے رہ جائیں، نماز ادا ہو، یا قضا ہو جائے، ان کو پرواہ بھی نہ ہو تو پھر وہ علاحدہ کئے جانے کے قابل ہوں گے۔ (۲)

ایسے بچوں کو بند کمرے میں ساتھ رہنے سے پرہیز کریں، جن سے تہمت کا اندیشہ ہو اور دوسروں کو بھی تہمت لگانے سے بچنا ضروری ہے، یہ سخت معصیت ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۹/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۱۳-۱۱۵)

اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک امام صاحب جب کہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے، دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے، ایک دوسرے امام صاحب پر ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کا الزام رکھتا ہے، امام مسجد خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ہم نے کوئی بدفعلی نہیں کی تو اب لڑکے کی بات پر اعتبار کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ہم سے تین چار بار بدتمیزی کی، یا امام کی قسم کا اعتبار کرنا چاہیے اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) امام نے دوسرے امام کے اوپر اغلام بازی کا الزام لگایا ہے، ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ امام پنج وقتہ نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے اور ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب یہ باہر جاتے ہیں تو کسی وقت کی نماز نہیں پڑھتے، جب ملازمت پر رہتے ہیں تو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، درست ہے، یا نہیں؟ یہ اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں، ان دونوں میں کون سے امام افضل ہیں؟ کس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؟

---

(۱) ”ویثوب بین الأذان والإقامة فی الکل لکل بما تعارفوه“. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(۲) ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ. (الدرالمختار)

”وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه“. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۳) ”اتقوا مواضع التهم“. ذکره فی الأحیاء: وقال العراقی فی تخریج أحادیثه لم أجد له أصلاً لکنه بمعنیٰ قول عمر رضی اللّٰه عنه: ”من سلک مسلک الظن اتّهم“. ورواه الخرائطی فی مکارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: ”من أقام نفسه مقام التهم، فلا یؤمن من أساء الظن به“. وروی الخطیب فی المتفق والمفترق عن سعید بن المسیب رحمه اللّٰه قال: وضع عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه ثمانی عشرة کلمة... ”ومن عرض نفسه للتهمة، فلا یؤمن من أساء به الظن“. (کشف الخفاء: ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة، بیروت)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) امام صاحب کو محض اس نابالغ لڑکے کے بیان پر مجرم قرار دے کر شرعی سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا، امام صاحب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،(۱) بغیر ثبوتِ شرعی کے کسی کے متعلق الزام لگانا کبیرہ گناہ ہے،(۲) امام صاحب کو بھی احتیاط سے رہنا چاہئے؛ تاکہ بدگمانی کا موقع کسی کو نہ ملے۔(۳)

(۲) الزام لگانا، فرض نماز ترک کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، تینوں سخت قسم کے گناہ ہیں،(۴) اگر واقعۃً ان میں یہ

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم:"لو یعطی الناس بدعواهم،لادعی ناس دماء رجال وأموالهم،ولکن الیمین علی المدعی علیه".رواه مسلم وفی شرحه للنووی:"إنه قال :وجاء فی روایة البیهقی بإسناد حسن أوصحیح ، زیادة عن ابن عباس مرفوعاً لکن البینة علی المدعی ، والیمین علٰی من أنکر".(مشکٰوة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء،باب الأقضیة و الشهادات:۲/ ۳۲۶،قدیمی(الفصل الأول ،ح:۳۷۵۸،انیس)

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی:﴿ولا یأتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن﴾(سورة الممتحنة:۱۲)

"وأخرج أحمد:"خمس لیس لهن کفارة:الشرک باللّٰہ وقتل النفس بغیر حق،وبهت مؤمن،والفرار من الزحف ، ویمین صابرة یقتطع بها مالاً بغیرحق.والطبرانی:من ذکرأمراًبشیئ لیس فیه لیعیبه به حبسه اللّٰہ فی نار جهنم حتٰی یأتی بنفاد ما قال فیه".(الزواجرعن اقتراف الکبائر،کتاب النکاح،الکبیرة الرابعة والخمسون بعد المأتین: البهت:۲/ ٤۱،دار الفکر بیروت)

(۳) "اتقوا موضع التهم".ذکره فی الإحیاء:وقال العراقی فی تخریج أحادیثه:لم أجد له أصلاً،لکنه بمعنیٰ قول عمر:"من سلک مسالک الظن اتهم".

ورواه الخوائطی فی مکارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ:"من أقام نفسه مقام التهم،فلا یؤمن من أساء الظن به".

وروی الخطیب فی المتفق و المفترق عن سعید بن المسیب قال:وضع عمر بن الخطاب ثمانی عشرة کلمة ..."ومن عرض نفسه للتهمة،فلا یؤمن من أساء به الظن".(کشف الخفاء:۱/ ٤۵،مؤسسة الرسالة بیروت)

(۴) وأخرج أحمد : "خمس لیس لهن کفارة : الشرک باللّٰہ وقتل النفس بغیرحق،وبهت مؤمن".إلٰی آخرالحدیث". (الزواجر عن اقتراف الکبائر،کتاب النکاح،الکبیرة الرابعة والخمسون بعد المأتین:البهت:۲/ ٤۱،دار الفکربیروت)

"عن أبی الدرداء رضی اللّٰہ عنه قال:أوصانی خلیلی:"أن لا تشرک باللّٰہ شیئاً وإن قطعت وحرقت،ولا تترک صلاة مکتوبة متعمداً ، فمن ترکها متعمداً فقد برئت منه الذمة،ولا تشرب الخمرفإنها مفتاح کل شر". {رواه ابن ماجة} (مشکٰوة المصابیح،کتاب الصلاة،الفصل الثالث:۱/ ۵۹،قدیمی)(رقم الحدیث: ۵۸۰،انیس)

"عن عبد اللّٰہ بن عمررضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:"الکبائر:الإشراک باللّٰہ،وعقوق الوالدین، و قتل النفس،والیمین الغموس".(صحیح البخاری،کتاب الإیمان والنذر،باب:الیمین الغموس: ۲/ ۹۸۷، قدیمی)(رقم الحدیث: ٦٦٧۵،انیس)

چیزیں موجود ہیں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ ان سب چیزوں سے پختہ توبہ نہ کرلیں، ہرگز ان کو امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۴/۷ ۱۳۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۱۹-۱۲۱)

اغلام بازی کرنے والے کی امامت:

سوال (۱) زید مسجد کا امام ہو یا مولوی امامت کی خدمت کو انجام دیتا ہے اور اس کو ایک دیرینہ اغلام بازی کا بھی شوق ہے، اس کے اس فعل کا لوگوں کو صرف شک وشبہ تھا، مگر اب وثوق کے ساتھ وہ اس جرم کا پوری طرح مرتکب ہو چکا ہے تو کیا ایسے امام مولوی کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(۲) دوسرا امر دریافت طلب یہ ہے کہ من جملہ ایک کثیر جماعت کے کچھ تھوڑے لوگ امام کے موافق ہوں اور بہت سارا حصہ اس کے مخالف تو کیا ایسے امام کے پیچھے بھی نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۴۶۷، جناب ابوالفرج صاحب (حیدرآبادی) ۲۸/محرم ۱۳۵۸ھ،۲۰/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر زید کا یہ فعل ثابت ہو، یا جماعت کی اکثریت کو اس کی اس حرکت قبیحہ کا ظن غالب ہو تو ایسے امام کو معزول کردیا جائے؛ کیونکہ متہم امام کو امام رکھنا جماعت کی نماز کو خراب کرتا ہے اور جب کہ جماعت کی اکثریت ناراض ہے اور ناراضی کی وجہ بھی شرعی ہے تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۱۸-۱۱۹)

== عن البراء ابن عازب رضی اللّٰہ عنہا قال: خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتٰی أسمع العواتق فی بیوتہا أو قال: فی خدورہا. فقال: ”یا معشر من آمن بلسانہ، لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم، فإنہ من یتبع عورة أخیہ، یتبع اللّٰہ عورتہ، یفضحہ فی جوف بیتہ“. (تفسیر ابن کثیر: ۲۷۳/٤، دارالفیحاء، دمشق. (سورة الحجرات: ۱۲)

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿ولا یأتین ببہتان یفترینہ بین أیدیہن وأرجلہن﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲) انیس)

(۱) ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی. (الدرالمختار)

”قولہ: (فاسق) من الفسق: وہو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وأکل الربا، ونحو ذلک ... علٰی أن کراہة تقدیمہ کراہة تحریم“. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵٦۰، سعید) (مطلب: فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

”وکرہ إمامة الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالدین فتجب إہانتہ شرعاً، فلا یعظم بتقدیمہ للإمامة“ (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی فی حواشیہ: ”قال القہستانی: أی أو إصرار علٰی صغیرة“. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالإمة، ص: ۳۰۲-۳۰۳، انیس)

(۲) ولو أم قومًا وہم لہ کارہون، أن الکراہة لفساد فیہ أو لأنہم أحق بالإمامة منہ کرہ لہ ذلک تحریمًا ==

اغلام باز کی امامت:

سوال (۱) ایک امام مسجد اغلام کراتا ہے اوراس کواس کی عادت ہے، جولوگ اس کے ساتھ اغلام کرتے ہیں، وہ مسجد کے اندر شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے یہ فعل اس امام کے ساتھ کیا، امام وہاں کے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے توبہ کرلیتا ہے اور مسجد میں اقرار کرتا ہے کہ اب ایسا فعل نہیں کراؤں گا؛ مگر پھر اس کے بعد بھی وہ اس فعل کو کراتا ہے تو اس صورت میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اوراگر توبہ کے بعد اس نے یہ فعل نہیں کرایا، مگر لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کراہت کرتے ہیں اور شک ہے کہ اس نے توبہ توڑ دی تو پھر شرع کا حکم کیا ہے؟

(۳) اوراگر توبہ کے بعد لوگوں کو شک نہ ہو اور فعل کی وجہ سے لوگوں نے نہیں پڑھی؛ یعنی ایک جماعت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے ایک نہیں پڑھتی؛ بلکہ دوسری جماعت اسی وقت دوسرا امام بلاتی ہے، ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دو امام نماز پڑھاتے ہیں، پہلی محراب میں پہلا امام اور دوسری محراب میں دوسرا امام، فساد کی جڑ جو ہے، یہ امام ہے تو اس صورت میں کون سی جماعت کی نماز ہوتی ہے، امام سے کہا جاتا ہے کہ تم چلے جاؤ، اس وجہ سے کہ تمہاری وجہ سے فساد ہو رہا ہے؛ مگر وہ نہیں جاتا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور امام کا جو حق ہے، وہ بھی اس کو دینا چاہیے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۷۱، ضامن حسین صاحب بیت السلام دیوبند (سہارنپور) ۲۴/رمضان ۱۳۶۵ھ، ۲۹/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر امام نے خود اس فعل قبیح کے ارتکاب کا اقرار کیا ہے اوراس کے فعل قبیح سے لوگ متنفر ہو گئے ہیں تو ان کا تنفر بے جا نہیں ہے اور جب تک وہ طرز عمل سے اپنی پوری صلاحیت اور نیک اعمال کا ثبوت نہ دے اور لوگ مطمئن نہ ہو جائیں تو ان کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں معذور سمجھنا چاہیے اوراس امام کی حمایت میں جو لوگ اصرار کریں اور دو جماعتیں مسجد میں قائم کرلیں، وہ گنہ گار ہوں گے۔ (۱)

== لحديث أبي داؤد : " لا يقبل الله صلاة من تقدم قومًا وهم له كارهون " وإن هو أحق لا والكراهة عليهم. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۵۵۹/۱) (سنن أبي داؤد، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون (ح: ۵۹۳) / المعجم الكبير للطبراني، عمران بن عبدالمغافرى عن عبدالله بن عمرو (ح: ۱۷۶) / مسند ابن أبي شيبة، حديث سلمان الفارسي (ح: ۴۵۳) انيس)

(۱) (قوله: ويكره) أي تحريما لقول الكافي: لا يجوز، والمجمع: لا يباح، وشرح الجامع الصغير: إنه بدعة، كما في رسالة السندي (قوله بأذان وإقامة، الخ) عبارته في الخزائن أجمع مما هنا ونصها: ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱، دارالفكر. انيس)

یہ واضح رہے کہ اغلام کرنے والوں کی شہادت بالکل ساقط الاعتبار ہے، امام کے اقرار کی صورت میں یہ حکم ہے، جو تحریر کیا گیا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۰۸-۱۰۹)

اغلام بازی کی بعد توبہ امامت:

سوال: مسمیٰ عبدالغنی اغلام بازی میں مشہور تھا، اب اس نے صدق دل سے توبہ کرلی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

بعد توبہ کے بے تردد اور بے کراہت عبدالغنی کے پیچھے نماز درست ہے، کچھ شبہ نہ کرنا چاہیے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۰۹-۳۱۰)

لواطت سے تائب کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کہ جس سے فعل قوم لوط علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سرزد ہوا ہو؛ مگر اس فعلِ شنیع سے توبہ کرلی ہو اور آئندہ اسی عہد پر قائم رہنے کا عزم رکھتا ہو، کیسا ہے؟ اور اگر مقتدی ایسے شخص کو امام بناویں تو ان پر کچھ وبال ہوگا، یا نہیں؟ اور اس فعلِ بد کا کفارہ کیا ہوسکتا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا من اللہ الجلیل۔

الجواب

"التّائب من الذنب كمن لاذنب له"، اس فعل کا کفارہ توبۂ صادقہ ہی ہے،(۳) جو شخص توبہ کرلے اور قرائن

---

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق،إلخ. (الدر المختار:۱/۱٦۰)

(۲) "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوة،ص: ۲۰٦،ظفير) (كتاب الدعوات،باب التوبة والإستغفار،الفصل الثالث،رقم الحديث:۲۳٦۳/ انيس)

﴿ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (سورة البقرة:۲۲۲) انيس)

فإن التوبة سبب الطهارة. (البرهان فى علوم القرآن،تابع النوع السادس والأربعون: ۳/۲٤۷،دار المعرفة بيروت لبنان. انيس)

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل بنى آدم خطاء وخير الخطائين التوابون،باب ذكر التوبة (ح: ٤۲۵۱)/سنن الدارمى،باب فى التوبة (ح: ۲۷٦۹)/مسند البزار،مسند أبى حمزة أنس بن مالك (ح:۷۲۳٦)/مسند أبى يعلى الموصلى،قتادة عن أنس (ح:۲۹۲۲) نيس)

(۳) عن أبى الأحوص عن عبد الله فى قوله﴿توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (التحريم:۸) قال: التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود. (مسند الإمام أحمد، كلام ابن مسعود (ح: ۳٤۵٦۰) انيس)

سے اس کی توبہ صحیح معلوم ہو کہ اب اس فعل سے اور اس کے مقدمات سے کلّی اجتناب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن اگر یہ شخص بدنام ہو چکا ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگ کنارہ کریں تو کسی ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے، جو بدنام نہ ہو، **لفضیلة الأورع من غیره و کون تقلیل الجماعة مکروها.** (۱) واللہ اعلم

۷/شعبان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۴۵-۱۴۶)

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں، بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں، جن سے امام مسجد بھی اقراری ہے؛ اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے، حرکات یہ ہیں:

(۱) ۱۲، ۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا، جب کہ بچے دوسرے قریباً ۷، ۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چارپائی لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔

(۲) ۶، ۷/سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔

(۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں، اس طریقہ سے کھیلنا۔

(۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے، مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں، انہوں نے جواب دیا: میں شادی شدہ نہیں ہوں، اکیلا ہوں، مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے؛ لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے، ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے، صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے، اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں؛ کیوں کہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے، معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں؛ لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات

---

(۱) الأفضلية فی الإمامة والأولیٰ بالإمامة الأفقه ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الأكبر سنا ثم الأحسن خلقا ثم الأشرف نسبا ثم الأصبح وجها. (تحفة الملوک، فصل فی الجماعة: ۸۸/۱، دار البشائر الإسلامية بيروت. انيس)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله عزوجل. (سنن الدارقطنی، باب تخفيف القراءة لحاجة (ح: ۱۸۸۱)/السنن الكبرىٰ البيهقی، باب اجعل أئمتكم خياركم (ح: ۵۱۳۳) انيس)

کی گئیں اوراس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواست گار ہیں؛ اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

الجواب

جب امام معافی کا خواست گار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے۔امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے، جو شرعاً منع ہوں، یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں، امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے۔(۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم** (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۷۲)

☆☆☆

(۱) عن عبد اللّٰه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: التوبة ندم، قال: نعم. (مصنف ابن أبى شيبة، باب من قال للقاتل توبة (ح: ۲۷۷۵۱) انيس)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة : ۲/ ۳۵۴، انيس)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (سنن ابن ماجة، باب ذكر التوبة (ح: ۴۲۵۰)/مسند الشهاب القضاعى، التائب من الذنب كمن لا ذنب له (ح: ۱۰۸) انيس)

غلط نکاح خواں کی امامت

منکوحہ کے نکاح پڑھوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنی منکوحہ لڑکی خاوند کے سپرد کے بجائے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کردے، جب کہ یہ فعل معاشرے میں بھی قبیح سمجھا جاتا ہے تو ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

منکوحہ کا نکاح پڑھوانا شرعاناجائز اور حرام ہے، نکاح علی النکاح کالعدم ہو کر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، اگر امام مذکور نے عمدا یہ کام کیا ہو تو بوجہ فاسق ہونے کے اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

قال الحصکفی رحمه اللّٰه:(لو أم قوما وهم له كارهون أن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريمًا لحديث أبى داؤد : " لايقبل اللّٰه صلاة من تقدم وهم له كارهون". (۲)(فتاویٰ حقانیہ:۱۳۵/۳-۱۳۶)

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً فعلٰى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى، كما فى القنية وغيرها.(ردالمحتار، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، دار الفكر بيروت. انيس)

منكوحة الغير ومعتدته ومطلقته الثلاث بعد التزوج كالمحرم.(فتح القدير، باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه: ۲۶۰/۵، دار الفكر بيروت. انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوف على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ معناه: وحرمت المحصنات من النساء وذلك عبارة عن منكوحة الغير ومعتدته فيكون نفيا لا نهيا.(أصول السرخسى، فصل فى بيان موجب الأمر فى حق الكفار: ۹۰/۱، دار المعرفة بيروت. انيس)

﴿والمحصنات من النساء﴾ وهى معطوفة على قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ والمراد بها ذوات الأزواج.(الكافى شرح البزدوى، باب حكم الأمر والنهى فى أضدادها: ۱۲۰۱/۳، مكتبة الرشد. انيس)

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار المعروف بشامى، باب الامامة: ۵۵۹/۱-

(رجل أم قوما وهم له كارهون فإن كانت الكرهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك وإن كان هو أحق بالإمامة لايكره لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح.(الفتاوىٰ قاضى خان علىٰ هامش الهندية، باب مايصح الإقتداء فى مالايصح: ۹۲/۱)

شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: کوئی شخص جو کہ پیش امام بھی ہو اور ایسا نکاح پڑھا دے جس کی طلاق نہ ہوئی ہو اور مدت عدت بھی پوری نہ ہوئی ہو اور ایسا نکاح دانستہ طور پر امام صاحب پڑھاویں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اس کی امامت شرعاً جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر امام نے دیدہ دانستہ بالقصد ایسا نکاح پڑھایا ہے تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، امام کو فوراً توبہ کرنا چاہیے اور جب تک تائب نہ ہوجائے اور اس کے حالات سے لوگوں کو اطمینان نہ ہوجاوے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر امام واقعہ نہیں جانتا تھا، اس کو دھوکہ دیا گیا تھا تو اس کا کوئی قصور نہیں ہے اور نہ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔الجواب صحیح: سید احمد علی سعید۔(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۹۲/۱-۲۹۳)

منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک عورت کا خاوند تین سال سے لام پر ہے، عرصہ تین ماہ کا ہوا، اس کا خط آیا تھا، اب معلوم نہیں، وہ زندہ ہے، یا مر گیا، نیز عورت کو پانچ ماہ کا حمل ہے، اس عورت کا نکاح ایک شخص نے پڑھا دیا ہے، باوجود لوگوں کے منع کرنے کے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

شوہر والی عورت کا جو دوسرے سے نکاح کردے، اس کی امامت:

(۲) ایک شخص نے ایک عورت کا نکاح کیا جس کا خاوند لام پر گیا ہوا تھا اور شخص مذکور نے یہ کہا کہ جس وقت اس کا خاوند آوے گا، اس کو واپس کرلے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، چھ ماہ تک اس خاوند کے گھر رہی، بعد میں خاوند اول آیا اور عورت کو لے گیا، ایسے نکاح پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج. (الفتاوی الهندیة: ۲۸۰/۱) (الباب الثالث فی بیان المحرمات، وهی تسعة أقسام، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، انیس)

وحاصله أن المانع من النکاح خمسة أوجه النسب والسبب والجمع وحق الغیر والدین ... والتحریم لحق الغیر زوجة غیره ومعتدته، الخ. (الجوهرة النیرة، کتاب النکاح: ۴/۲، المطبعة الخیریة. انیس)

وتجوز إمامة الأعرابی والأعمی والعبد وولد الزنا والفاسق، کذا فی الخلاصة، إلا أنها تکره، هکذا فی المتون. (الفتاویٰ الهندیة: ۸۵/۱) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره، انیس)

الجواب

(۱) اس حالت میں اس کا دوسرا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا اور جس نے باوجود علم کے اس کا نکاح ثانی پڑھایا، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۱)

(۲) ایسے نکاح کرنے والے اور نکاح پڑھنے والے کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، یہ فعل حرام ہے اور مرتکب اس کا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۴۹/۳-۱۵۰)

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کے گھر سے نکل کر مدت مدید تک ایک غیر شخص مثلاً زید سے ناجائز تعلق رکھتی رہی، پھر زید مرگیا تو عورت نے عمر سے ناجائز تعلق کرلیا اور حاملہ ہوگئی، عمر نے عورت سے نکاح کرنا چاہا تو مولوی صاحب نے عورت کے شوہر سے طلاق طلب کی، جب اس نے طلاق نہ دی تو بدونِ طلاق ہی عورت کا نکاح پڑھادیا، مولوی نکاح خواں اور شرکا پر کیا حکم ہے؟ ایسے مولوی کی اقتدا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

بدونِ طلاق شوہر اول کے عمر سے نکاح اس عورت کا ناجائز اور باطل ہے،(۳) اور جو لوگ فتویٰ جواز کا دینے والے اور معین اس نکاح میں ہیں وہ فاسق وعاصی ہیں، توبہ کریں اور اعلان کردیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا اور تفریق کرادیں، بدونِ توبہ کے ایسا مولوی لائق اقتدا نہیں ہے(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۶/۳-۲۶۷)

غیر مطلقہ سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے جو عہدۂ قضا رکھنے کے علاوہ امام مسجد بھی ہے، ایک ایسی منکوحہ کا جس کو نہ اس کے خاوند نے طلاق دی تھی، نہ کوئی اور سند تھی، صرف اس کے والدین کے ایک پرچہ لکھ دینے پر کہ وقت ضرورت ہم دیکھ لیں، دوسرے

(۱-۲) ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار،باب الإمامة)

بل مشٰی فی شرح المنية أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۳) قرآن پاک میں جہاں محرمات کا ذکر ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الآیة، وہاں محرمات میں شادی شدہ عورتوں کو بھی شمار کیا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ظفیر)

(۴) ویکره إمامة عبد،إلخ، وفاسق.(الدر المختار)

أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه،إلخ، بل مشٰی فی شرح المنية علٰی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۳/۱،ظفير(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس)

شخص سے نکاح پڑھا دیا، کیا ایسا شخص جو مذہبی معاملات میں اس قدر واقفیت نہ رکھتا ہو، یا جان بوجھ کر ایسی جرأت کرے اور بلا کسی تحریک، یا گواہی کے ثبوت کے، خلاف احکامِ شریعت ایسا کرے تو کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے؟

الجواب

اگر فی الواقع امام مذکور نے غیر منکوحہ کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے، مرتکب کبیرہ کا ہوا، (۱) لہٰذا نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک توبہ نہ کرے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۳)

عورت کے حلفیہ بیان پر نکاح پڑھا دینا جرم نہیں:

سوال: ایک عورت نے حلفیہ بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، اس پر قاضی نے اس کا نکاح دوسرے شخص سے پڑھا دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ طلاق نہیں ہوئی، لوگوں نے نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، اس قسم کا نکاح پڑھانے سے نکاح خواں کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی زوجہ پر طلاق ہوگی، یا نہ؟

الجواب

عورت کے حلفیہ بیان پر جبکہ وہ حلفیہ شوہر اول کا طلاق دینا بیان کرے، نکاح کر دینا دوسرے شخص سے درست ہے، (۳) اور اس وجہ سے نکاح خواں امامت سے معزول کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے؛ لیکن جب محقق ہو گیا کہ وہ عورت غیر مطلقہ ہے تو اس وقت دوسرے نکاح کا باطل ہونا عام طور سے بیان کر دینا ضروری ہے اور علاحدگی کرا دینا شوہر ثانی سے لازم ہے، پھر اگر طلاق ہو جائے تو عدت کے گذرنے پر دوبارہ نکاح ہونا چاہیے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قاضی صاحب کی زوجہ ان کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۷/۳)

---

(۱) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، لم يقل أحد بجوازه. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير)

قال أبوبكر: اتفق هؤلاء على أن المراد بقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ ذوات الأزواج منهن وأن نكاحها حرام مادامت ذات زوج. (أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم نكاح ذوات الأزواج: ۱۷۰/۲، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

(۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه، إلخ، وجب عليهم إهانته شرعاً. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، انيس)

(۳) (و) حل (نكاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي). (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل فی البيع: ۳۷۱/۵)

لاتجوز خلف الرافضي والجهمي، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، مصری، باب الإمامة: ۷۸/۱، ظفير) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بيان من يصلح إمامًا لغيره، انيس)

صرف عورت کے کہنے پر جو نکاح پڑھا دے، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص عورت کے حلفیہ بیان سے کہ ”میں بیوہ ہوں“ بے تحقیق کئے نکاح کر دے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۳/۳)

مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ نکاح کرنے والا اور شرح وقایہ اٹھا کر پھینک دینے والا اور اس کی امامت:

سوال: جو امام جمعہ مطلقہ ثلاثہ کا نکاح طالق سے بدون تحلیل کر دیوے اور یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں بمنزلۂ واحدہ رجعیہ کے ہیں، مباحثہ کرلو، پھر ایک دیوبندی تعلیم یافتہ سے گفتگو ہونے پر شرح وقایہ پیش کیا گیا تو شخص مذکور نے شرح وقایہ اٹھا کر مسجد کے صحن میں پھینک دیا اور یہ کہا کہ مولوی دیوبندی اور جو لوگ اس مسئلہ میں اس کے ہمراہی ہیں، سب منافق ہیں، ایسے شخص کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مطلقہ ثلاثہ سے بدون تحلیل کے شوہر اول سے نکاح کرنے والا فاسق ہے اور فقہ کی کتاب کو پھینک دینے والا اور علماءِ حقانی کو منافق کہنے والا اشد درجہ کا فاسق ہے؛ بلکہ توہین کتب دینیہ سے خوفِ کفر ہے، ایسا شخص لائق امامت کے نہیں ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور تجدید ایمان نہ کرے، اس کو امام نہ بنایا جائے۔ شامی میں ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه و قد وجب عليهم إهانته شرعاً ولايخفٰى أنه إذاكان أعلم من غيره لاتزول العلة فإنه لايؤمن أن يصلى بهم بغيرطهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال،إلخ. (۳۷٦/۱)(۲)

وفى شرح الفقه الأكبرعن التتمة:من أهان الشريعة والمسائل التى لابد منها كفر،إلخ. (ص:۲۱۵)

فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۳۵/۳-۱۳٦)

---

(۱) اس لئے کہ اس سلسلہ میں عورت کے بیان پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

(و)حل(نكاح من قالت طلقنى زوجى وانقضت عدتى،أوكنت أمة لفلان فأعتقنى)إن وقع فى قلبه صدقها.(الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،كتاب الحظروالإباحة،فصل فى البيع: ۳۷۱/۵. ظفير)

(۲) كتاب الصلاة،باب الإمامة ، مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد انيس

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.(الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۹۱،انيس)

حرام نکاح خواں کی امامت:

سوال: زید نے تین نکاح ناجائز جن کی ممانعت قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھے، دو نکاح عدت طلاق کے اندر اور ایک نکاح سالی حقیقی سے (حالاں کہ دوسری بہن نکاح میں موجود تھی) پڑھا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسا جاہل شخص لائق امام بنانے کے نہیں ہے، اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اور امامت فاسق کی مکروہ ہے۔

كذافي الشامي: أن كراهة تقديم الفاسق كراهة تحريم. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۸/۳)

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح کر دیا ہے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر باوجود علم کے ایسا نکاح کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گنہگار ہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے، (۲) اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے، دوسرے کو امام بنانا چاہیے، تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۳/۱۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۲۰-۲۲۱)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إلا الذين تابوا وأصلحوا بينوا﴾ (سورة البقرة: ۱۶۰)

"يدل علىٰ أن التوبة من الكتمان إنما يكون بإظهار البيان، وأنه لا يكتفى فى صحة التوبة بالندم على الكتمان فيما سلف دون البيان فيما استقبل". (أحكام القرآن للجصاص: ۱۴۳/۱، قديمى)

عن أبى سعيد الخدرى رضى اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". {رواه مسلم} (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۴۳۶/۲، قديمى) (رقم الحديث: ۵۱۳۷، انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لايكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة. (الدر المختار، كتاب الصلاه، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۲، سعيد)

عدت پوری ہونے سے قبل نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک امام نے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے طلاق نامہ بی بی کو اور خلع نامہ شوہر کو دونوں کی راضی برضا پر دلوادیا، ایک ماہ کے اندر ہی؛ یعنی عدت پورا نہ گزرنے پر اس بی بی نے دوسری بستی جا کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کے لئے آمادہ ہو کر اس بستی کے قاضی سے دریافت کیا تو اس قاضی نے طلاق نامہ دیکھ کر عدت پورا نہ ہونے پر نکاح پڑھنے سے انکار کر دیا، بعد میں یہی امام جس نے طلاق نامہ و خلع نامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے دلوایا تھا، اس نے اپنی جماعت کو بغیر اطلاع کئے ہوئے خفیہ طور پر جا کر کچھ رشوت لے کر نکاح پڑھ دیا، کیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بعد ہفتہ عشرہ جماعت کو یہ خبر معلوم ہونے پر اس پیش امام سے اس نکاح کے متعلق جماعت کے دریافت کرنے پر ''اس نکاح کو میں نے نہیں پڑھایا'' کہہ کر جھوٹ بول کر جماعت کو انکار کر دیا، اس تاریخ سے جماعت نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا، بعد دو چار دن کے اس پیش امام نے عام جماعت میں کہا کہ خود میں نے ہی یہ نکاح پڑھایا، یہ اقرار کر کے معافی کا خواستگار ہوا تو کیا پھر یہ امام امامت کے قابل ہو گیا، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۴۱۴، محمد غوث صاحب گوداوری ۲۳/رجب ۱۳۵۷ھ، ۱۹/ستمبر ۱۹۳۸ء)

الجواب

اس امام نے اول تو عدت کے اندر نکاح پڑھنے کا بڑا گناہ کیا، دوسرے رشوت لی (اگر رشوت لینا ثابت ہو) تیسرے جھوٹ بولا کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا۔

پس اگر چہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ مگر زجراً اس امام کو کچھ دنوں کے لیے امامت سے علاحدہ کر دیا جائے اور جو رشوت لی ہے، وہ واپس کرائی جائے اور وہ نکاح عدت کے بعد از سر نو پڑھایا جائے، جب لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ امام نے سچی توبہ کر لی ہے اور آئندہ وہ ایسا کام نہ کرے گا تو پھر اس کو امام بنا سکتے ہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۳/۱۱۷-۱۱۸)

---

(۱) قالت (عائشة رضی اللّٰہ عنها فی حدیث طویل):فتشهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حین جلس ثم قال:أما بعد ! یا عائشة :إنه بلغنی عنک کذا وکذا فإن کنت بریئة فسیبرئک اللّٰہ وإن کنت ألممت بذنب فاستغفری اللّٰہ وتوبی إلیه فإن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰہ علیه.(صحیح البخاری،باب حدیث الإفک (ح:٤١٤١)/ الصحیح لمسلم،باب فی حدیث الإفک (ح:٢٧٧٠)/السنن الکبریٰ للنسائی،حدیث الإفک (ح:٨٨٨٢)/مسند أبی یعلی الموصلی،مسند عائشة (ح:٤٩٢٧)/صحیح ابن حبان،ذکر ما یجب علی المرء من الأقراع بین النساء (ح:٤٢١٢)/المستدرک للحاکم، کتاب التوبة والإنابة (ح: ٧٦١٣)/شعب الإیمان للبیهقی،معالجة کل ذنب بالتوبة (ح:٦٦٢٨)انیس)

خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے، صحیح ظن سے قرآن قرأت میں پڑھ سکتا ہے، نماز جمعہ بھی وہی پڑھاتے ہیں، جو کہ خطبہ میں پڑھتے ہیں، ہر روز پنجگانہ اذان بلا وضو کے دیتے ہیں، چند اشخاص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا ٹھیک نہیں ہے؛ لیکن امام صاحب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا جائز ہے اور صحیح ہو جاتی ہے اور وہ پیش امام عقائد نکاح سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے ہیں، ایک نکاح امام صاحب موصوف نے ناجائز پڑھا دیا ہے، نکاح بحیثیتِ دستور طریقہ سے پڑھایا، ایک شخص کے گھر میں خالہ موجود ہے، اس کی بھانجی سے اس کا نکاح جائز قرار دے دیا، آیا یہ مسئلہ جائز ہے، یا نہیں؟ خالہ اور بھانجی ایک مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

آپ نے لکھا ہے کہ ''ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے''، اس کا مطلب میں نے نہیں سمجھا ''ناظرہ حافظ'' کسے کہتے ہیں؟ قرأت قرآن شریف میں کیا غلطی کرتے ہیں؟ اس کو لکھئے؛ کیوں کہ غلطی معمولی ہوتی ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بعض غلطی سخت ہوتی ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، خطبہ کے متعلق کیا لکھا ہے، سمجھ میں نہیں آیا، صاف صاف لکھئے۔

اذان کے لئے افضل یہ ہے کہ باوضو کہے؛ لیکن اگر بے وضو کہہ دے، تب بھی ناجائز نہیں؛ بلکہ درست ہے۔

''ويكره أذان جنب، وإقامة محدث لاأذانه علىٰ المذهب، إلخ''. (الدر المختار: ۴۰۷/۱)(۱)

امام صاحب کو اگر معلوم تھا کہ اس شخص کے گھر میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اور اب دوسری سے نکاح کرتا ہے اور وہ دوسری بھانجی ہے پہلی خالہ ہے اور یہ ناجائز ہے تو وہ شخص اور وہ عورت اور امام صاحب جس قدر لوگ نکاح میں شریک ہوئے، سب پر توبہ لازم ہے اور جس کو علم نہیں تھا، وہ گنہگار نہیں ہوگا۔(۲)

اب لازم ہے کہ اس مرد اور عورت میں تفریق کرا دیں، (۳) اور امام صاحب اور سب شریک ہونے والے توبہ کریں

---

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۲/۱، سعيد

(۲) ومن استحل حراماً وقد عُلم تحريمه في الدين: أي ضرورة كنكاح المحارم أو شرب الخمر... وعن محمد رحمه الله بدون الاستحلال ممن ارتكب كفر: أي في رواية شاذة عنه "والفتوىٰ على الترديد إن استعمل مستحلاً كفر وإلا لا، فإن ارتكب غير استحلال فسق". (شرح الملا على القاري علىٰ الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۸، قديمي)

(۳) ولايجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها أو إبنة أخيها أو إبنة أختها، ==

اور امام صاحب توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، بشرطیکہ دوسرا آدمی امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو، (۱) وہ مرد وعورت اگر مفارقت نہ کریں اور باوجود فہمائش کے نہ مانیں تو سب مل کر ان سے قطع تعلق کر لیں؛ تا کہ وہ دونوں تنگ آ کر توبہ کریں، (۲) اگر وہ شخص دوسری عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو فی الحال دونوں کو الگ کر دے اور پہلی کو طلاق دیدے جب اس کی عدت ختم ہو جائے، تب دوسری سے نکاح کرے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱۰/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۹/۶۔۲۳۱)

سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال (۱) ایک شخص نے اپنی ماں کی ماں سے؛ یعنی سوتیلی نانی سے نکاح کر لیا ہے، آیا یہ نکاح کیسا ہوا ہے اور سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر محرمات میں ہے تو جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اور جو لوگ اس میں شامل ہوں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو تو اس کے لیے امامت درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے تو نکاح فسخ کر دیا جائے، یا نہیں؟ اور امام صاحب جتنے دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے ہیں، وہ نماز لوٹانا پڑے گا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

== لقوله عليه السلام: "لا تنكح المرأة على خالتها، ولا على عمتها، ولا على إبنة أخيها، ولا على إبنة أختها". (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۳۰۸/۲۔۳۰۹، شركة علمية، ملتان)

يجب على القاضى التفريق بينهما". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(۱) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى ومبتدع لايكفر بها، وإن كفر بهافلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هٰذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة". (الدرالمختار، كتاب الصلاه، باب الإمامة: ۵۵۹/۱۔۵۶۲، سعيد)

(۲) رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوزفوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوزفوق ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهٰى عنه من التها جر، إلخ: ۷۵۸/۸، رشيدية)

(۳) وإن أراد أن يتزوج أحداهما بعد التفريق فله ذلك إن كان التفريق قبل الدخول وإن كان بعد الدخول فليس له ذلك حتىٰ تنقضى عدتها وإن انقضت عدة إحداهما دون الأخرىٰ، فله أن يتزوج المعتدة دون الأخرىٰ ما لم تنقض عدتها، وإن دخل بإحداهما، فله أن يتزوج المعتدة دون الأخرىٰ ما لم تنقض عدتها، وإن إنقضت عدتها، جاز له أن يتزوج بأيتهما شاء، كذا فى التبيين". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۸/۱، رشدية)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) سوتیلی نانی سے کیا مراد ہے، اگر یہ مراد ہے کہ حقیقی ماں کی سوتیلی ماں ؛ یعنی حقیقی نانا کی بیوی، پھر تو اس سے نکاح ناجائز ہے۔

"**حرم أصله وفرعه،وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيداً،آهـ**". (الدر المختار)(۱)

اوراگر یہ مراد ہے کہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں ؛ یعنی کسی عورت سے اس کی باپ نے دوسرا نکاح کرلیا، اس عورت کی حقیقی ماں یا سوتیلی ماں سے اس نے نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔

"**قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الأب، إلخ**". (الدر المختار)(۲)

(۲) جائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا تو جائز ہے اورناجائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا جائز نہیں، جواز عدم جواز سے نمبر: "ا" سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر جائز سے پڑھایا ہے پھر تو اس کی امامت میں کوئی اشکال نہیں، اگر ناجائز نکاح پڑھایا ہے اور مسئلہ سے واقف ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور مرد اور عورت نیز شرکا سب کو گناہ ہوا سب کو توبہ لازم ہے، (۳) اورمرد وعورت میں تفریق ضروری ہے، (۴) اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔(۵)

اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کیا ہے تو گناہ نہیں ہوا، (۶) البتہ تفریق پھر بھی ضروری ہے، جو نمازیں ایسے امام

---

(۱) **الدر المختار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ۲۸/۳ـ۳۱،سعيد**

قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ (النساء: ۲۳) "عموم في جميع مايتناوله الأسم حقيقة،ولا خلاف أن الجدات وإن بَعُدن محرمات،واكتفى بذكر الأمهات؛لأن إسم الأمهات يشملهن كما أن إسم الآباء يناول الأجداد وإن بعدوا". (أحكام القرآن للجصاص: ۱۷۶/۲،قديمي)

(۲) **ردالمحتار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ۳۱/۳،سعيد**

(۳) **واتفقوا علىٰ أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور،ولا يجوز تأخيرها سواءٌ كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي علىٰ مسلم،كتاب التوبة،۳۵٤/۲،قديمي)**

(۴) **يجب على القاضي التفريق بينهما. (الدرالمختار، كتاب النكاح،مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳،سعيد)**

(۵) **ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۹/۱ـ۵٦۰)**

(۶) **"رفع عن أمتي الخطاء والنسيان". الحديث: أي إثمه لا حكمه...وقال ابن الهمام: قوله رفع الخ من باب المقتضى ولاعموم له؛لأنه ضروري فوجب تقديره على وجه يصح و الإجماع علىٰ أن رفع الإثم مراد،فلا يراد غيره، إلخ". (فيض القدير: ۳٤۰۳/۷،(رقم الحديث: ٤٤٦١)،مكتبة نزار مصطفىٰ الباز،رياض)**

کے پیچھے لوگ پڑھ چکے ہیں، اس نکاح پڑھانے کی وجہ سے ان کا اعادہ کسی حال میں لازم نہیں، خواہ نکاح جائز پڑھایا ہو، خواہ ناجائز، جواز عدم جواز کا حال نمبر: ا میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۱/۶-۲۳۳)

زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت:

سوال: ہندہ سے بکر کا زبردستی زیادہ مہر پر نکاح کروایا گیا، اس نکاح کے متعلق مسجد کا مستقل امام بخوبی واقف ہے، جب کمیٹی اور بکر کے درمیان نکاح و مہر کے متعلق جدوجہد ہوئی اس وقت پر وہ بھی حاضر تھے اور جان گئے کہ نکاح بالکل جبراً ہورہا ہے، مگر کمیٹی کو کوئی شرعی رائے دیئے بغیر کمیٹی کا حکم پاتے ہی نکاح پڑھ دیا گیا، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوسکتی ہے؟ اس نکاح کے بعد وہ جو نکاح پڑھائے گا، وہ شریعت کی بنیاد سے درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر امام صاحب نے بھی اس ظلم میں حصہ لیا ہے تو وہ گناہ میں شریک ہیں؛(۱) تاہم اس کے بعد جو نکاح پڑھیں گے، وہ صحیح ہوجائیں گے، نکاح خواں سفیر محض ہوتا ہے۔ (كذا فى البحر الرائق)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۳/۶-۲۳۴)

اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے جو عورتوں کو بے حیائی کی تلقین کرتا ہے:

سوال: زید کو امام مسجد بنانا جس کے احوال مندرجہ ذیل ہیں، کیا ہے: زید عورتوں کو ورغلاتا ہے اور بے حیائی کی طرف بلاتا ہے اور مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور شریعت کی ہتک کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

ایسے مبتدعین کی صحبت اور پاس بیٹھنے سے احتراز واجب اور لازم ہے اور امام بنانا اس کو ممنوع اور ناجائز ہے، ہرگز اس کو امام نہ بناویں کہ فاسق کو امام بنانا حرام ہے۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۴/۳)

---

(۱) کسی بھی معصیت میں اعانت کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ (المائدة: ۲، انیس)

(۲) قال فى فتح القدير: وينبغي أن يزاد فى الولى لا فى الزوج والزوجة ولا فى متولى العقد فإن تزويج الصغير والصغيرة جائز وتوكيل الصبى الذى يعقد العقد ويقصده جائز فى البيع فصحته هنا أولى لأنه محض سفير، إلخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۳/۳، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انیس)

(۳) بل مشٰى فى شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لما ذكرنا. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۳/۱، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

غلطی سے نکاح درج کردینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کردیا، اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا، ایسے مولوی کی اقتدا میں نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کرلیا ہے اور پھر معلوم ہوجانے پر صدق دل سے توبہ تائب ہوگیا ہے تو بنا برحدیث پاک ''**التائب من الذنب کمن لاذنب له**''، (۱) یہ شخص امامت کا اہل ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد اسحاق غفر اللہ لہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۷۲/۲)

☆☆☆

---

(۱) **سنن ابن ماجة، باب ذکر التوبة ،رقم الحدیث: ۴۲۵۰/مسند الشهاب القضاعی، التائب من الذنب کمن لا ذنب له، رقم الحدیث: ۱۰۸، انیس**

داڑھی اور امامت

داڑھی کی شرعی حیثیت:

سوال (۱) داڑھی رکھنا واجب ہے، یا مستحب ہے؟ داڑھی منڈوانے والا اور کترنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ داڑھی کتروانے والے کی شہادت شرعاً جائز ہے، یا کہ نہیں؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین کا کیا عمل رہا ہے، کیا ان کا عمل ہمارے واسطے موجب عمل ہے، یا کیا ہے؟

(۳) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا عمل ہمارے واسطے موجب اتباع ہے، جب کہ داڑھی رکھنے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے، ایک مٹھی کی مقدار پر داڑھی رکھنا واجب ہے، یا کہ نہیں؟ اس سے کم داڑھی رکھنے والے کی شہادت مقبول ہے، یا کہ نہیں؟ فقہا کا مقدار قبضہ کو متعین کرنا اور اس سے کم داڑھی والے کو مردود الشہادت کہنا، یہ فقہا کا قول امر منکرنا قابل ہے، یا کیا؟ اور داڑھی والے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ بے ایمان ہیں جائز ہے، یا کہ نہیں؟ یا کہنا حرام ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

داڑھی اسلامی شعار میں سے ایک شعار ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعینؒ اور تمام اصحاب خیر القرون میں سے کسی کا بھی داڑھی رکھنا محض عادت کے طور پر، یا محض طبعی نہیں تھا؛ بلکہ شرعی حکم ہونے کی حیثیت سے تھا، اس پر ہنسنا، یا اس کا مذاق اڑانا بڑی ہی خطرناک بات ہے، یہ سب یورپ کی پیداوار ہے، احادیث صحیحہ کثیرہ سے اس کا وجوب ثابت ہے اور محض امت مسلمہ ہی کا شعار نہیں ہے؛ بلکہ تمام انبیاء سابقین علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام کا شعار اور ان سب کی سنت ہے، یہ علما کی من گڑھت بات، یا اختراع نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: خالفوا المشرکین، وفّروا اللِّحیٰ وأحفوا الشوارب. (الصحیح للبخاری، باب تقلیم الأظفار (ح: ۵۷۹۲)/ الصحیح لمسلم، باب خصال الفطرۃ (ح: ۲۵۹)/ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنۃ فی الأخذمن الاظفار والشوارب (ح: ۶۸۹) انیس)

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: عشر من الفطرۃ: قص الشارب وإعفاء اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء وقص الأظفار وغسل البراجم ونتف الإبط ==

داڑھی منڈانا یا چار انگلی کی مقدار سے کم رکھنا اوراس پر اصرار کرنا فسق ہے،(۱) اس سے آدمی اللہ اور رسول کے نزدیک فاسق مردود الشہادۃ ہوجاتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا قول ہے کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم نہ رکھنا چاہیے، تمام صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا اس مقدار کی سنت پر اجماع ہے اور اجماع صحابہ خود بھی ایک حجت شرعی ہے، داڑھی مذہبی شعار کے ساتھ ساتھ ایک صحیح فطرت انسانی بھی ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔(منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۰۴-۳۰۵)

== وحلق العانة وانتقاص الماء. قال زكريا: قال مصعب: ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة زاد قتيبة،الخ. (الصحيح لمسلم،باب خصال الفطرة (ح: ٢٦١) انيس)

(عشر من الفطرة) أى من الدين الذى فطر اللّٰه خلقه عليه واختاره لهم. (تفسير غريب ما فى الصحيحين: ١/٥٥٥، مكتبة السنة القاهرة. انيس)

من أهان الشريعة أوالمسائل التى لابد منها،كفر. (شرح الفقه الأكبر: ٥١٣ ،فصل فى العلم والعلماء،انيس)

(۱) ويحرم على الرجل قطع لحيته،الخ. (الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة،فصل فى البيع: ٦/٤٠٧،انيس)

وأما الأخذ منها - وهى دون ذلك (أى دون القبضة) كما يفعل بعض المغاربة ومخنثة الرجال- فلم يبحه أحد،الخ، وأخذكلها كما يفعل يهود الهند ومجوس الأعاجم قبيح. (الدر المختار، كتاب الصوم ،باب ما يفسد وما لايفسد ٥: ٢/٤١٨،انيس)

وقال العلائى فى كتاب الصوم قبيل فصل العوارض: إن الأخذ من اللحية وهى دون القبضة ،كما يفعل بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذكلها فعل يهود والهنود ومجوس الأعاجم ،اه،فحيث أدمن علىٰ فعل هذا المحرم يفسق،وإن لم يكن ممن يستخفونه،الخ. (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الشهادة، لايباح الأخذ من اللحية و هى دون القبضة: ١/٣٢٩-دارالمعرفة بيروت. انيس)

... فأقل مافى الباب إن لم يحمل على النسخ كماهوأصلنا فى عمل الراوى على خلاف مرويه مع أنه روى عن غيرالراوى وعن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم،يحمل الاعفاء على اعفائها من أن يأخذ غالبهاأوكلهاكماهوفعل المجوس من حلق لحاهم كمايشاهد فى الهنودوبعض أجناس الفرنج فيقع بذلك الجمع بين الروايات،يؤيدإرادة هذامافى مسلم عن أبى هريرة عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم "جزواالشوارب واعفوااللِّحىٰ خالفواالمشركين"فهذه الجملة واقعة موقع التعليل وأماالأخذ منهاوهى مادون ذلك كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (فتح القدير،باب مايوجب القضاء والكفارة: ٢/٣٤٨. انيس)

أن العلماء رحمهم اللّٰه اتفقوا على تحريم حلق اللحية وهى الشعر النابت على الخدين والذقن فيشمل عظم اللحى إلى ملتقى العظمين فى الذقن ويشمل ما على الخدين وخرج بهذا الشعر الذى على الحلق أما الشعر الذى على الفك السفلى فهو من اللحية فالشعر على الخدين والفكين فهو من اللحية،الخ. (مختصر شرح فصول الآداب،قوله وإعفاء اللحية: ١/٢٢،جامع ابن القيم الرياض. انيس)

(۲) وأما إعفاء اللحية فهو توفيرها وتكثيرها ومنه قوله تعالىٰ: ﴿حتى عفوا﴾ أى كثروا، ==

داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق چند مسائل:

سوال (۱) غیر شرعی داڑھی والے حافظ قرآن جو نماز کے باہر ٹخنہ سے نیچے پتلوں بھی اکثر لٹکائے رہتا ہے، سینما بھی دیکھنا ہے، فوٹو بھی مستورات کی مجلسوں تک میں جا کر اتارتا ہو، نماز جماعت بھی اکثر چھوڑتا رہتا ہو، کا امام بن کر نماز فرض اور نماز سنت تراویح پڑھانا کیسا ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ جات کے تفصیلی جواب تحریر فرمادیں، جو اشاعت بھی کیا جانے والا ہو۔

(۲) داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۳) داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے؟

(۴) داڑھی کی شرعی مقدار سے کم وبیس رکھنا کیسا ہے؟

(۵) اور ایسے لوگوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۶) غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز فرض، نماز سنت تراویح ادا کرنا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والا شخص موجود ہو؟

(۷) غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کی اذان وتکبیر کہنا، نکاح پڑھوانا گواہی دینا کیسا ہے، جب کہ شرعی داڑھی والے (خصوصا اذان وتکبیر کہنے والے) موجود ہوں؟ (ابراھیم یوسف باوارنگون)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نوٹ: ہر نمبر کا جواب دینے سے پہلے بطور تمہید کے چند باتیں معروض ہیں، اس سے مذکورہ نمبروں کا جواب آسانی سے ذہن میں آسکے گا۔

تمہید: بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے کی اور مونچھ کٹانے کی؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی کر لینے کی بہت زیادہ تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف کرنے پر سخت سخت مذمتیں وارد ہیں، یہاں بطور نمونہ محض چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، مثلا: بعض روایات صحاح میں ہیں:

== وقد روی أن أبا هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه كان يقبض علی لحيته فما فضل من قبضته جزه ، وكان عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه يقول: خذ ما تحت القبضة. (الغنية لطالبی طريق الحق: ٤٢/١ ،فصل فی العشر الخصال التی فی الفطرة، دار الكتب العلمية. انيس)

عن مروان بن سالم المقفع قال: رأيت ابن عمر يقبض علی لحيته فيقطع ما زاد علی الكف .(سنن أبی داؤد، باب القول عند الإفطار (ح:٢٣٥٧) انيس)

”أوفروا اللحی واحفوا الشوارب“.(۱)

بعض میں ہے:

”أنهكوا الشوارب واعفوا اللحی“.(۲)

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور موچھوں کو اس طرح چھوٹی کراؤ کہ کھل کر صاف ہو جائے۔

بعض روایات میں ” قصوا الشوارب واعفوا اللحی“ (۳) اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ: ”وخالفوا المشركين “ (۴) اور بعض میں ”خالفوا زی الأعاجم“ (۵) اور بعض میں ”خالفوا زی المجوس“ ہے۔(۶)

ان روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکوں میں اور غیر مسلم عجمیوں کی مشابہت نہ اختیار کرو؛ بلکہ اس کی مخالفت کرو۔

چناں چہ عجمیوں اور مشرکوں میں عموماً ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی مونڈانے اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی اعتبار سے مونچھ کٹانے اور مٹانے کو اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے۔(۷)

(۱-۲-۳) عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”خالفوا المشركين، وفروا اللحی، واحفوا الشوارب، وفی رواية: انهكوا الشوارب، واعفوا اللحی“. (مشكوٰة مع شرح الطيبی: ۲۴۷/۸، باب الترجل، كتاب اللباس (ح: ۴۴۲۱)/ والنسائی كتاب الطهارة: ۱۳/۱-۱۵)

رواية ابن عمر رضی الله عنهما رواه البخاری، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۲)/ شعب الإيمان للبيهقی، فصل فی الكحل (ح: ۶۰۱۵) انيس)

رواية: ”أنهكوا الشوارب واعفوا اللحی“ رواه ابن أبی شيبة، ما يؤمر به الرجل من إعفاء اللحية (ح: ۲۵۹۲)/ والبخاری، باب إعفاء اللحی (ح: ۵۸۹۳) انيس)

رواية: ”قصوا الشوارب واعفوا اللحی“ رواه أحمد فی مسنده، إبتداء مسند أبی هريرة (ح: ۷۱۳۲) انيس)

(۴) مشكوٰة، كتاب اللباس، باب الترجل: ۲۴۷/۸ (صحيح البخاری، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۲) انيس)

(۵) داڑھی اور موچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: ” خالفوا المشركين ووفروا اللحی واحفوا الشوارب“. (مشکوۃ حوالہ مذکورہ)

عن عمر رضی اللّٰه عنه أنه قال: إياكم وزی الأعاجم. (نصب الرأية، فصل فی اللبس: ۲۲۶/۴، مؤسسة الريان بيروت. انيس)

(۶) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: خالفوا المجوس أحفوا الشوارب واعفوا اللحی. (مستخرج أبی عوانة، بيان الطهارات (ح: ۴۶۸) انيس)

(۷) وقص اللحية من صنع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود ومن لاخلاق له فی الدين من الطائفة القلندرية“. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۴/۲) (كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، انيس)

بعض روایات میں ”عشرة من الفطرة “(۱) اور بعض میں ”خمس من الفطر “ (۲) اور بعض میں ”من خصال الأنبياء“ (۳) اور تقریباً سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا ہے اور ”فطرہ کے معنی جبلہ سلیمہ (۴) کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا ہے، جس کے معنی یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوکہ ہے، جو یقیناً محبوب عند رب العالمین شکل بھی ہے۔

انہی روایات کی بنا پر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض و بعض خوارج کے، سب کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ) کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو اور یہ صورت اسلامی اور مذہبی شعار میں شمار ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو اور اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالاجماع ہے، (۵) بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعاً اجازت نہیں

---

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”عشرة من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، والاستنشاق بالماء، وقص الأظفار وغسل البراجم، ونتف الإبط وحلق العانة، وانتقاص الماء“. (دیکھئے: سنن الدارقطني، كتاب الطهارة: ۹۵/۱) (رقم الحديث: ۳۱۵ و الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة (رقم الحديث: ۲۶۱) انیس) موسوعة أطراف الحديث: ۴۴۹/۵)

(۲) عن أبي هريرة قال: خمس من الفطرة، إلخ. (دیکھئے: أوجز المسالک باب ماجاء في السنه في الفطرة: ۲۲۳/۱۴، مشكوة المصابيح مع شرح الطيبي، كتاب اللباس: ۲۴۶/۸، أبو داؤد، رقم الحديث: ۴۱۹۸، كتاب الترجل: ۸۴/۴)

(۳) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عشر من الفطرة ... الخ. (الحديث) قال الخطابي: فسر أكثر أهل العلماء الفطرة في هذا الحديث بالسنة تأويله أن هذه الخصال من سنن الأنبياء الذي أمرنا أن نقتدي بها، الخ. (الرد على من أجاز تهذيب اللحية: ۵/۱، مكتبة المعارف. انیس)

(۴) ”كل مولود يولد على الفطرة ... والمعنى أنه يولد على نوع من الجملة والطبع المنتهئ بقبول الدين، عشر من الفطرة أي من السنة؛ يعني سنن الأنبياء عليهم السلام التنى أمرنا أن نقتدى بهم“. (النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۵۷/۳، باب الفاء مع الطاء، نیز دیکھئے: مرقات المصابیح: ۴/۲)

(۵) ...لا نعلم وجود دليل صارف عن وجوب إعفاء اللحية فيبقى الإعفاء واجبا وحلقها محرم لأن فيها تشبها بالمشركين. (توضيح الأحكام من بلوغ المرام، باب الآنية: ۱۵۴/۱، مكتبة الأسدي مكة، انیس)

أن العلماء رحمهم الله اتفقوا على تحريم حلق اللحية، الخ. (مختصر شرح فصول الآداب، قوله وإعفاء اللحية: ۲۲/۱، جامع ابن القيم الرياض. انیس)

دیتے، بالکل چھوڑے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد بن حنبل کا بھی یہی ہے، (۱) دوسرا قول دوسرے ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس توسع کی بنا ان روایات پر ہے، جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحیہ سے کچھ کٹوا کر مرصع اور جمیل بنا لیتے تھے، (۲) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارکہ کے بارے میں صحاح میں حوالہ جات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کثہ (لٹکی ہوئی) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) (۳) اس طرح پر تھی کہ وہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے؛ مگر ساتھ ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کٹا کر ایک قبضہ (چار انگل کی مقدار) سے کم کرا لینے کو کسی صحابی نے بھی جائز نہیں قرار دیا ہے۔ (کما فی ردالمحتار: ۱۱۳/۲) (۴) یعنی ایک قبضہ (مشت) سے جو لوگ کم کرا لیتے ہیں، اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔

---

(۱)　وقال الحنابلة: لا يكره أخذ ما زاد عن القبضة منها نص عليه أحمد ونقلوا عنه أنه أخذ من عارضه ،وذهب آخرون من الفقهاء إلى أنه لا يأخذ من اللحية شيئاً إلا إذا تشوهت بافراط طولها وعرضها نقله الطبرى عن الحسن وعطاء واختاره ابن حجر وحمل عليه فعل ابن عمر،الخ.(الموسوعة الفقهية الكويتية،الأخذ من اللحية: ۲۲۵/۳۵، مطابع دارالصفوة مصر.انيس)

ويعفى لحيته وقال ابن الجوزى فى المذهب: مالم يستهجن طولها ويحرم حلقها،ذكره الشيخ تقى الدين ولا يكره ما زاد على القبضة ونصه:ولا بأس بأخذ ذلک وأخذ ما تحت حلقه وقال فى المستوعب:وتركه أولىٰ وقيل:يكره وأطلقهما ابن عيدان،الخ.(الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف عند الإمام أحمد،باب السواک وسنة الوضوء: ۲۵۰/۱،هجر القاهرة.انيس)

(۲)　... وقد روى أن أبا هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه كان يقبض على لحيته فما فضل من قبضته جزه ، وكان عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه يقول:خذ ما تحت القبضة.(الغنية لطالبى طريق الحق: ۴۲/۱ ،فصل فى العشر الخصال التى فى الفطرة،دارالكتب العلمية.انيس)

وعن مروان بن سالم المقفع قال:رأيت ابن عمر يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف .(سنن أبى داؤد،باب القول عند الإفطار (ح:۲۳۵۷)انيس)

سئل أحمد عن الأخذ من اللحية قال: كان ابن عمر يأخذ منها ما زاد على القبضة وكأنه قد ذهب إليه قيل له:فالإعفاء يروى عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قاک:كأن هذا عنده إعفاء.(مسائل حرب الكرمانى،باب إحفاء الشوارب وإعفاء اللحى: ۴۴۸/۱،الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة.انيس)

(۳)　رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان كثيف اللحية عظيم الهامة.(مسند الإمام أحمد (ح:۱۱۲۲)

(۴)　وأماالأخذ منها وهى دون ذلک (أى القبضة) كمايفعله المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد.(الدرالمختار مع ردالمحتار:۳۹۸/۳)(كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده،مطلب فى الأخذ من اللحية،انيس)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارک کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی لحیہ مبارکہ (داڑھی مبارک) کثہ (گھنی) اور مسترسلہ (دراز لٹکی ہوئی) (۱) اس طرح پر تھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے اور پیچھے سے بھی نظر آتے تھے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لمبے ہوتے تھے کہ شانہ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو یا تین انگل ہو؛ مگر لٹکے ہوئے اور دراز ضرور ہوتے تھے اور اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے داڑھی کٹا دینے کا، یا مونڈا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے ڈاڑھ پر (یعنی نیچے کا جبڑا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) اس پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہیں اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے، جو ابھی مذکورہ ہوا؛ کیوں کہ حدیث پاک میں صیغہ امر کے ساتھ: ”واعفوا اللحی، ارخوا اللحی“ وغیرہ حدیثیں وارد ہیں اور صیغہ امر وجوب کے لیے ہونا مسلم ہے اور اس سے مراد وہی بال ہیں، جو لحیتیں پر اُگے ہوتے ہیں۔ (۲)

انھی روایات کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے لحیتیں میں کہیں چار انگل سے کم مقدار بالوں کی کٹا کرنہ ہو اور اس کی تائید مزید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

”وصح عن ابن عمر روی هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة (إلى قوله) وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (أي القبضة) كما يفعله المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد“. (۳)

غرض داڑھی مونڈانا زی اعاجم ومشرکین میں داخل ہو کر حرام ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہو کر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت و باعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہوگا، جیسا کہ شیخ احمد بفراوی مالکی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے، جس کو وہ فقہ مالکی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) یہ لفظ کسی حدیث میں نہیں ملا، البتہ بخاری کی اس حدیث سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔

”عن أبي معمر قال: قلنا لخباب رضي الله عنه أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر والعصر قال نعم، قلنا بما كنتم تعرفون ذاك قال: باضطراب لحية“. (صحيح البخاري مع فتح الباري: ۲/۲۳۳، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، رقم الحديث: ۷۴۶)

(۲) **اللحية إسم لجميع من الشعر ما نبت على الخدين والذقن. (مجمع بحار الأنوار: ۴/۴۸۸)**

(۳) **الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۳۹۸ (كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و مالا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، انيس)**

فما علیه الجند فی زماننا من أمر الخدم بحلق لحاهم دون شواربهم لاشک فی حرمته عند جمیع الأئمة لمخالفته لسنة المصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم ولموافقته لفعل الأعاجم والمجوس. (۱)

غرض زمانہ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے لے کر برابر داڑھی کے معاملہ میں اسی پر وجوباً عمل ہونا چلا آ رہا تھا اور کتاب وسنت سے بھی یہی صورت متعین ہوکر اسلامی شعار متعارف ہے؛ مگر مسلمانوں کے اسباب زوال میں ایک سبب کہئے، جو اپنے نحوست اعمال سے پیدا ہوئے کہ مغربی تہذیب سے متأثر ہوکر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی مونڈانا شروع کر دیا، پھر بعض علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہوکر داڑھی کی شرعی حیثیت ہی کو مبتدل ومتغیر کرنا شروع کر دیا اور داڑھی بالکل غیر شرعی چیز؛ بلکہ محض طبعی شے قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ بہت سے پڑھے لکھے ذی ہوش وذی علم حضرات اور بہت سے خطبا اور ائمہ مساجد بھی متأثر ہونے لگے۔ (الامان والحفیظ) پھر یہ وبا ایشیا میں غالباً سب سے پہلے مصر میں آئی، پھر یہ وبا بلا بن کر اس قدر عام ہوگئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، وہ مردہ ہونے لگی اور حدیث پاک "**من ترک سنتی لم ینل شفاعتی**" **أو کما قال صلی اللّٰه علیه وسلم** (۲) کے وبال میں مسلمانوں کو اس وبا نے مبتلا کر دیا اور ترک سنت رسول علیہ السلام کا وبال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت ورسوائی ونامرادی وناکامیابی ہے، جیسا کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے: "**أبغض الناس إلی اللّٰه ثلاثة: ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرأ مسلم بغیر حق**". {**رواه البخاری**} (مشکوۃ، ص: ۲۷) (۳) بلکہ ترک سنت گمراہی کے شہر کا دروازہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے، موطأ امام مالک میں مروی ہے:

"**قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللّٰه وسنة رسوله**". (۴)

(ترجمہ: یعنی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم لوگ ان دونوں کے مطابق عمل کرتے رہوگے، گمراہ نہ ہوگے: ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ۔)

---

(۱) داڑھی اور انبیاء کی سنتیں، مصنفہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری: ۲۶ (الفواکہ الدوانی، باب فی الفطرۃ: ۳۰۶/۲، دار الفکر۔ انیس)

(۲) ردالمحتار: ۲۲۰/۱، کتب حدیث میں ان الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں: ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی و لم یرد علی الحوض". (مجمع الزوائد: ۱۷۲/۱) (کتاب العلم، ثان منه فی اتباع الکتاب والسنه ومعرفة الحلال و الحرام، رقم الحدیث: ۷۹۸، انیس)

(۳) صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲۱۰/۱۲، رقم الحدیث: ۶۸۸۲، وزاد: "بغیر حق لیهریق دمه"

(۴) موطأ امام مالک شرحه تنویر الحوالک للسیوطی: ۹۳/۳۔

ظاہر ہے کہ جب سنت رسول اللہ علیہ السلام چھوڑ کر انسان گمراہی کے شہر میں داخل ہو جائے گا تو پھر جتنی بھی گمراہی وذلت ونکبت آوے، کم ہے۔" **اللّٰهم احفظنا من شرور أنفسنا ومن سئيات أعمالنا**". (آمین)

اس تمہید کے بعد اب استفتاء کے اندر مندرجہ سوالوں کا جواب نمبر وار مذکور ہے:

(۱)　داڑھی شرعی و مذہبی شعار ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس کو نمایاں رکھنا شرعاً واجب ہے۔

(۲-۳)　داڑھی کی شرعی مقدار کم سے کم ایک قبضہ (مست) ہے، جو کم وبیش چار انگل ہوتی ہے اور اس کو برقرار رکھنا واجب ہے۔

(۴)　ایسے لوگ واجب کے تارک اور اسلامی و مذہبی شعار کو پامال کرنے والے اور مٹانے والوں کے مشابہ ہوتے ہیں، جو اللہ نہایت مبغوض ہیں اور انہی وجوہ سے ایسے لوگ عنداللہ فاسق شمار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پیچھے ایسے لوگوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے، جو شرعی شکل وصورت رکھنے کے ساتھ ساتھ امامت کے بھی اہل ہوں۔

(۵)　جب شرعی داڑھی رکھنے والے امامت کے اہل موجود ہوں؛ یعنی قرآن پاک صحیح پڑھتے ہوں اور طہارت ونماز کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہوں اور محتاط بھی ہوں تو ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے غیر شرعی داڑھی رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے، ورنہ سب کی نماز بہ کراہت ادا ہوگی اور کراہت ادا ہوگی اور کراہت کے اندر غلظت وشدت میں تفاوت ہو تو یہ الگ بات ہوگی، مثلاً: ایک شخص داڑھی مونڈانے کا عادی ہے اور قصداً مونڈاتا رہتا ہے، اس کے نماز پڑھنے سے کراہت تحریمی ہوگی اور اس کراہت میں غلظت وشدت باعتبار اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہوگی، جو مونڈھتا نہیں؛ بلکہ وہ کٹا کر چھوٹی اور غیر شرعی رکھنے کا عادی ہے اور قصداً ایسا کرتا رہتا ہے، پھر اس شخص کی اقتدا کرنے میں کراہت کے اندر غلظت وشدت زیادہ ہوگی باعتبار اس شخص کی اقتدا کے جو ایسا کرنے کا عادی نہیں؛ بلکہ کبھی کبھی بعض اتفاق سے اس سے ایسا ہو جاتا ہے، البتہ ایسے شخصوں کو بھی مستقل عہدہ امامت دینا اور مستقل امام مقرر کرنا درست نہیں۔

اور اگر شرعی داڑھی رکھنے والا امامت کا اہل موجود ہی نہ ہو تو اس وقت انہی میں سے جو زیادہ دیندار اور متبع سنت ہو، اسی کو امام بنا کر نماز باجماعت پڑھ لیں، ہرگز ترک نہ کریں، یہی حکم فرض وتر اوتراویح سب کے بارے میں ہے۔

اگر کسی مسجد کا مقرر شدہ امام غیر شرعی ہو؛ مگر ایسا فاسد العقیدہ ہونا معلوم نہ ہو، جس کے پیچھے نماز نہ ہوتی ہو اور اس کا نصب وعزم بھی اپنے اختیار واستطاعت نہ میں ہو، یا کسی اجنبی جگہ پہنچ جائیں، جہاں کا امام اسی قسم کا ہو اور نصب وعزل اپنے اختیار میں نہ ہو تو صرف صبر کریں اور حدیث پاک: "**صلوا خلف كل بر وفاجر**" أو كما قال عليه السلام" (۱) کے حکم کے مطابق پیچھے پڑھ لیں، جماعت ترک نہ کریں۔

---

(۱)　سنن الدارقطني، باب صفة من تجوز الصلوٰة معه والصلوة عليه: ۵۷/۲ (مرتب منتخبات نظام الفتاویٰ)

اور اگر اصلاح کرنا چاہیں اور اصلاح کی توقع ہو، جب بھی: ﴿اِذهبا إلٰی فرعون إنه طغٰی، فقولا له قولاً لینا لعله یتذکر أو یخشٰی﴾(۱) کے اصول کو اور ﴿أدع إلٰی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی أحسن﴾ (۲) کے ضابطے کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور کبھی اس کو نہ چھوڑیں اور کبھی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں، جو آپس کے نفاق وشقاق، یا اختلاف ونزاع کا باعث بنے، ہمیشہ ﴿لست علیهم بمصیطر﴾ (۳) کو بھی پیش نظر رکھیں۔

(۶) ایسے شخص کو مؤذن، مکبر اور قاضیٔ نکاح مقرر کرنا مذموم ومکروہ ہے، باقی متشرع آدمی کے موجود رہتے ہوئے بھی ان کی دی ہوئی اذان وتکبیر سے جو نماز پڑھی جائے گی، وہ بلا کراہت ادا ہو جائے گی، (۴) اسی طرح ایسے قاضیٔ نکاح کا پڑھایا ہوا نکاح بھی بلا کراہت صحیح ونافذ ہو جائے گا، البتہ گواہی کے مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ جس گواہی میں محض تحمل شہادت کافی ہوتا ہے، اس میں اس کا گواہ بننا معتبر ومفید ہوگا، جیسے عقد نکاح کے اس میں ان کا شاہد بنانا معتبر اور کافی ہے؛ کیوں کہ یہ گواہی محض عقد نکاح منعقد ہونے کے لیے ہوتی ہے اور محض تحمل شہادت کے درجہ کی چیز ہوتی ہے اور انعقاد نکاح کے بعد صحت نکاح کے نفاذ، یا بقا کے لیے، پھر ان شاہدوں کی ضرورت نہیں باقی رہتی؛ بلکہ شہرت عامہ وتسامع وغیرہ کافی ہو جاتی ہے، باقی یہ الگ بات ہے کہ اس میں بھی دیندار لوگوں کا گواہ بنانا اعلیٰ وافضل بات ہے، (۵) باقی جن معاملات میں تحمل شہادت کے ساتھ ساتھ ادائے شہادت بھی ضروری ہوتی ہے، جیسے رؤیت ہلال کے ثبوت کے لیے شہادت کہ اس میں تحمل شہادت اور ادائے شہادت دونوں چیزیں لازم ہوتی ہیں تو اس میں عادل ہونا، یا کم از کم مستور الحال ہونا ضروری ہوتا ہے۔

---

(۱) سورة طٰه: ٤٤

(۲) سورة النحل: ١٢٥

(۳) سورة الغاشیة: ٢٢

(۴) ویکره أذان الفاسق ولا یعاد، هٰکذا فی الذخیرة. (الفتاوٰی الهندیة: ٥٤/١، الباب الثانی فی الأذان وفیه فصلان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن، انیس)

(۵) ”وشرط فی الشاهد أربعة أمور الحریة والعقل و البلوغ والاسلام... و یصح (أی النکاح) بشهادة الفاسقین والأعمیین“. (الفتاویٰ الهندیة: ٢٦٧/١، کتاب النکاح)(الباب الأول فی تفسیره شرعاً وصفته ورکنه وشرطه وحکمه، انیس)

” الفسق لایمنع أهلیة الشهادة عندنا فینعقد النکاح بحضرته، وإنما یمنع أداء الشهادة لتهمة الکذب“.

(فتاوٰی قاضی خان علٰی هامش الفتاوٰی الهندیة: ٤٠٧/٢، مرتب منتخباب نظام الفتاوٰی)(کتاب الشهادات، فصل فیمن لا تقبل شهادته لفسقه، انیس)

عادل شریعت کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں، جس کی صلاح زیادہ ہو، اس کے فساد سے اور صواب غالب ہو، خطا سے اور سلیم القلب ہو، **کما فی قاضیخان علیٰ هامش الهداية (۲/ ٤٦٠): "إن كان صلاحه أكثر من فساده وصوابه أغلب من الخطأ ويكون سليم القلب يكون عدلا تقبل شهادته".** (۱) قاضی خان محض صاحب ترجیح ہی نہیں ہیں؛ بلکہ صاحب تخریج بھی ہیں، انہوں نے فساد زمانہ کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تحقیق کو قول مفتی بہ میں ترجیح دی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

"وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: إن كان الفاسق وجيها ذا مروءة جازت شهادته، لأن مثله لا يكذب". (۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شرعی ضابطہ کے مطابق عادل و مستور الحال نہ ہو؛ لیکن ایسا باوجاہت اور ذی منصب و ذی مروۃ ہو کہ جھوٹ بولنے کو اپنے منصب کے خلاف اور اپنی توہین سمجھتا ہو اور واقعہ ایسا ہی ہو کہ اس سے کذب صادرہ ہوتا تو اس کی بھی شہادت مقبول و معتبر ہوگی، اسی طرح اگر مالی معاملات میں اتنا دیانت دار وصاف مشہور ہو کہ اپنے مالی نقصان کے باوجود بھی جھوٹ نہ بولتا ہو تو "**لا یکذب**" کی علت کے اطراد سے اس کی بھی شہادت مقبول و معتبر ہوگی۔

داڑھی منڈانے کو جائز سمجھنا:

سوال: یہاں مسلمان داڑھی منڈانا جائز سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بڑی بڑی مساجد کے امام وخطیب بھی داڑھی منڈاتے ہیں، جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے، ایک سنت ہے اور پہلے فرائض کی پابندی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں نیتوں کو دیکھتا ہے، اگر دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی محبت ہے اور فرائض کی پابندی کرتے ہیں تو بس ہے، براہ کرم اس پر بھی تفصیلی روشنی ڈالیے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

داڑھی منڈانا قطعاً ناجائز ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں اس کے رکھنے کا حکم وجوب کے صیغہ کے ساتھ ہے، مثلاً فرمایا گیا ہے:

---

(۱) قاضيخان علىٰ هامش الهداية (۲/ ٤٦٠) (كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس): "لأن غير المعصوم لايخلوعن قليل ذنب فيعتبر فيه الغالب وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ ... أن مثله لايكذب". (مرتب) (كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس)

(۲) كتاب الشهادات، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، انيس

(۳) باب ما يفسد الصلاة ومالا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، انيس

”جزوا الشوارب واعفوا اللحی.(۱)

(یعنی مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔) یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا امتثال واجب اور ضروری ہے، باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی اصلاح اور اس کا مطابق شرع کے ہونا ضروری ہے، پھر جب یہ لوگ بھی سنت سمجھتے ہیں تو ترک سنت پر جو وعید ہے، اس کو بھی انہیں سامنے رکھنا چاہیے۔حدیث پاک میں ہے:

”من ترک سنتی لم ینل شفاعتی“أو کما قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم.(۲)

(یعنی سنت ترک کرنے والا شفاعت سے محروم رہے گا اور یہ محرومی معمولی محرومی نہ ہوگی۔)

اللہ تعالی سب کو اتباع سنت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔(آمین) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:محمد نظام الدین اعظمی،مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔(منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۰۴۔۳۰۵)

حدیث کے مقابلے میں ڈھٹائی کرکے داڑھی کتروانے والا امام سخت ترین مجرم ہے:

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں ایک پیش امام ہیں، ان کی داڑھی تقریباً ایک انچ تھی، ان سے کسی نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ داڑھی بڑھاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں تو اور کٹاؤں گا، چناں چہ چند روز بعد انہوں نے اور کترائی، آدھا انچ رہ گئی، جب ان سے کہا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: بس بال برابر کئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے، یہ بات ان کی کس حد تک درست ہے، نیز ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

امام ابو یوسفؒ نے ایک بار حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی (کدو) مرغوب تھا، مجلس میں ایک شخص نے حدیث سن کر کہا کہ! مجھے تو مرغوب نہیں، حضرت امامؒ نے حکم فرمایا کہ اسے قتل کردو، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے معارضہ کرتا ہے، اس نے توبہ کی۔(۳) یہ واقعہ آپ کے پیش امام پر صادق آتا ہے، ابو یوسفؒ کی

(۱) مسند البزار، مسندأبی حمزة أنس بن مالک، رقم الحدیث: ۸۶۷۵۔۱۵/۲۳۶/شرح معانی الآثار، کتاب الکراھیة، باب حلق الشارب، رقم الحدیث: ۶۵۶۳۔۴/۲۳۰، عالم الکتب، انیس)

(۲) ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

”ومن نکث ذمتی لم ینل شفاعتی، ولم یرد علی الحوض“.(مجمع الزوائد: ۱/۱۷۲)(کتاب العلم، باب فی العمل بالکتاب والسنة، باب ثان منه فی اتباع الکتاب والسنة ومعرفة الحلال من الحرام، رقم الحدیث: ۷۹۸، انیس)

(۳) وفی الخلاصة: عن أبی یوسف أنه قیل بحضرة الخلیفة المامون أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یحب القرع، فقال رجل: أنا لاأحبه، فأمر أبو یوسف بإحضار النطع والسیف فقال الرجل: استغفر اللّٰہ مماذکرته.(شرح فقه أکبر: ۲۰۴)

مجلس میں پیش امام آیا ہوتا تو وہ اس پیش امام کے قتل کا فتویٰ دیتے؛ اس لیے نہیں کہ یہ داڑھی کٹاتا ہے؛ بلکہ اس لیے کہ یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کرتا ہے۔

رہا اس کا یہ کہنا کہ حدیث میں کہیں بھی ایک مشت داڑھی رکھنے کا حکم نہیں آیا، اس سے پوچھئے کہ داڑھی کٹانے کا حکم کس حدیث میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بڑھانے ہی کا حکم دیا ہے،(۱) البتہ بعض صحابہؓ سے ایک مشت سے زائد کا کاٹنا ثابت ہے،(۲) اس سے تمام فقہائے امت نے ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کو جائز اور اس سے کم کے کاٹنے کو حرام فرمایا ہے۔ بہر حال اپنے امام صاحب سے کہئے کہ اپنے اس گستاخانہ کلمہ سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں، اگر اس پر بھی بات ان کی عقل میں نہ آئے تو اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، جب تک کہ توبہ نہ کرے۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۴۴)

داڑھی منڈا، یا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت:

سوال: غیر مسنون داڑھی رکھنے والے کی اقتدا میں نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ نیز داڑھی منڈے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا، یا منڈانا ناجائز اور حرام ہے، ایسا کرنے والا گناہگار اور فاسق ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر اتفاقاً کوئی نماز پڑھ لی تو ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے:

”وأما قطعها وهي دونها فلم يبحه أحد آه. وفيه، والسنة فيها القبضة ... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته، آه“.(۴) فقط والله أعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۵/۷/۱۳۹۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۷۱)

---

(۱) عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين: وفروا اللحى واحفوا الشوارب. (صحيح البخاري: ۸۷۵/۲، باب: تقليم الأظفار) (كتاب اللباس، رقم الحديث: ۵۸۹۲، انيس)

(۲) عن أبي زرعة قال: كان أبو هريرة رضي الله تعالى عنه يقبض على لحيته ثم يأخذ من فضل عن القبضة. (مصنف ابن أبي شيبة، ما قالوا في الأخذ من اللحية (ح: ۲۵۴۸۱) انيس)

عن أبي حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقبض على لحيته فيأخذ منها ماجاوز القبضة. (كتاب الآثار برواية أبي يوسف، في الخضاب والأخذ من اللحية (ح: ۱۰۴۰): ۲۳۴/۱، دار الكتب العلمية. انيس)

(۳) ويكره إمامة عبد وفاسق. (الدر المختار) وفي رد المحتار: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (رد المحتار: ۵۲۰/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۴) رد المحتار: ۳۵۹/۵ (كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، انيس)

بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص داڑھی نہ رکھے اور نماز پڑھائے، اس کے پیچھے داڑھی بھی رکھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز درست ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصليًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے، ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا، یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ (مٹھی) سے کم کروانا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں ہے۔

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (۱۱۳/۲، کتاب الصوم)(۳)

لہٰذا ایسا کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔

كذا في ردالمحتار (۵۲۳/۱): قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة؛ لأنه في غيرها يجد إماماً غيره.

(بعد أسطر) تكره إمامته بكل حال، بل مشٰى في شرح المنية علٰى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لما ذكرنا، قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک ورواية عن أحمد، إلخ. (۱)

لہٰذا کسی دوسرے متشرع ومتدین شخص کو امام بنائیں؛ لیکن اگر اس گناہ کے ارتکاب کے باوجود اس کے پیچھے نماز ادا کر لی تو نماز ہو جائے گی، البتہ ایسے شخص کو امام بنانے کی صورت میں سب کو مکروہِ تحریمی کے ارتکاب کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۵۲/۲-۵۳) ☆

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انیس

☆ داڑھی منڈانے والے کی امامت:

سوال: داڑھی منڈانے والے امام کے پیچھے نماز فجر وعصر کی پڑھ کر اعادہ نماز کرنا اولیٰ ہے، یا نہ کرنا اعادہ کا اولیٰ ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــ

فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے، (کراہت تحریمی کی وجہ سے بہتر ہے کہ نماز کا اعادہ کرلے؛ لیکن ضروری نہیں ہے، اگر کسی نے نماز دوبارہ نہیں پڑھی تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ انیس) بعض فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے۔ (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۰۲-۳۰۳)

داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں:

سوال: داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں بیان فرمادیں؟

الجواب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ’’اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمادے تو چاہیے کہ امامت وہ لوگ کرائیں جو تم میں بہتر ہوں؛ اس لیے کہ امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کا نمائندہ ہوتا ہے‘‘۔(اھ) اور ظاہر ہے کہ خلاف سنت کام کرنے والا کیسے بہتر ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا ایسا کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔{رواہ الإمام حاکم فی مستدرکه}(ردالمحتار: ۱/۴۱۰)(۱) فقط والسلام

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۳۹۸/۸/۱۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۳۷۱-۳۷۲)

محلوق اللحیہ کی امامت:

سوال: یہاں ایک مسجد میں کسی نماز میں پیش امام صاحب کسی کام کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہنچ پائے تو ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو پڑھا لکھا ہے؛ مگر داڑھی ترشواتا ہے، نماز پڑھاتا ہے، اس کے پیچھے جو مقتدی داڑھی صاف کراتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں اپنی نماز دہراتے ہیں، ان کو ایسا کرنا کیسا ہے؟

(نثار احمد، خریدار نمبر: ۱۷۸)

الجواب حامداً و مصلیاً

امام متبعِ سنت ہونا چاہیے؛ لیکن ایسے مقتدیوں کو ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا لازم نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۲۱)

داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں:

سوال: داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، نیز شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے؟ حدیث کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمائیں؟

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، دارالفکر بیروت. انیس

(۲) ’’ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق‘‘. (تنویر الأبصار) ’’قوله: (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وأکل الربا، ونحو ذلک. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اصول فقہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ جس اصل سے بھی جو مسئلہ ثابت ہو اور ثبوت بھی عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص، جس طرح بھی ہو، وہ قابلِ تسلیم ہے۔ کسی ایک دلیل میں منحصر قرار دے کر اس دلیل کا مطالبہ منصبِ مقلد کے خلاف ہے اور مجیب اس کا مکلّف بھی نہیں، اس بنیادی تمہید کے بعد عرض ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے،(۱) صحابۂ کرام کا بھی عامۃً معمول یہی تھا، تو گویا یہ چیزیں اجماعی ہیں، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے:

"ويحرم على الرجل قطع لحيته". (۲)

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا، یا چھوٹی چھوٹی رکھنا، کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد". (ردالمحتار: ۱۱۳/۲)(۳)

جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، **لأنه فاسق وكراهة تقديمه كراهة تحريم، كما في الغنية وردالمحتار وغيرهما.** (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۶-۱۲۴)

جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے، اس کی امامت:

سوال: جو امام لڑکوں کو داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو کہ ابھی تمہاری عمر داڑھی رکھنے کی نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما أنه كان يقبض علىٰ لحيته ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة". (كتاب الآثار، كتاب الحظر والإباحة، باب حف الشعر من الوجه، يقال: حفت المرأة وجهها: أي أخذت عنه الشعر، ص: ۱۹۸، إدارة القرآن كراچی)

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب و أوفوا اللحى".

"وعن أبي هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمی)(ح: ۲۵۹-۲۶۰)انيس)

(۲) الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد

(۳) الدرالمختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده: ۴۱۸/۲، سعيد

(۴) الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳: سهيل اکیڈمی لاهور (فصل في الإمامة، وفيها مباحث، انيس)

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

داڑھی رکھنے سے منع کرنا، حدیث پاک کا مقابلہ کرنا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶)

تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک موضع میں مسجد ہے جس میں زید امامت کرتا ہے، زید داڑھی نہیں رکھتا، موضع میں صرف زید ہی ایسا ہے جو امامت کے قابل تعلیم یافتہ ہے، دیگر اشخاص صرف نماز پڑھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خطبہ وغیرہ نہیں پڑھ سکتے، ایسی صورت میں امامت کے متعلق زید کو کیا حکم ہے؟ حالاں کہ جو لوگ خطبہ پڑھنے کی قابلیت نہیں رکھتے، ان میں سے چند داڑھی بھی رکھتے ہیں، کبھی کبھی ایسے شخص آجاتے ہیں، جو کافی علم داں ہوتے ہیں اور داڑھی بھی رکھتے ہیں، ان لوگوں کی موجودگی میں امام مذکور بالا کیا امامت نہیں کر سکتے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

زید کو چاہیے کہ داڑھی شریعت کے موافق رکھے پھر امامت کرے، جو شخص نماز پڑھا سکتا ہے، خطبہ نہیں جانتا، اس کو چاہیے کہ الحمد للہ شریف اور درود شریف، سوم کلمہ، استغفار پڑھ دے، بس خطبہ ادا ہو جائے گا، یہ ضروری نہیں کہ جو خطبہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے، وہی پڑھے، (۲) اور جب مسائل سے واقف متبعِ سنت شخص موجود ہو تو داڑھی نہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رمضان/۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/رمضان/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۵/۶-۱۲۶)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم "خالفوا المشرکین، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی". (الصحیح لمسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس)

"وعن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحیٰ، خالفوا المجوس". (الصحیح لمسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قدیمی (رقم الحدیث: ۲۶۰)/ صحیح البخاری، باب تقلیم الأظفار (رقم الحدیث: ۵۸۹۲) انیس)

(۱) وکفت تحمیدة أو تهلیلة أو تسبیحة) للخبطة المفروضة مع الکراهة، وقالا: لابد من ذکر طویل، وأقله قدر التشهد الواجب آه" (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱۴۸/۲، سعید)

(۲) بل مشیٰ فی شرح المنیة علیٰ أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا، ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک، وروایةً عن أحمد". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

بغیر داڑھی والے کی امامت:

سوال: ۱۳/رمضان ایک صاحب نے اعلان کیا کہ جو حافظ صاحب تراویح پڑھا رہے ہیں، ان کے پیچھے تراویح پڑھنا حرام ہے؛ کیوں کہ ان کو داڑھی مونچھ نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنی تراویح کا علاحدہ انتظام کیا، ﴿الم تر کیف﴾ سے پڑھنا شروع کیا، نتیجہ یہ کہ کچھ لوگ قرآن چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑھنا شروع کردیا، یہاں زیادہ تعداد بغیر داڑھی والوں کی ہے، بعض دفعہ فرض جماعت پڑھانے کے لیے بغیر داڑھی والا فرض پڑھا دیتا ہے؛ اس لیے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی، شافعی، حنبلی کے تحت ارسال فرمادیں؛ کیوں کہ میرے ساتھیوں میں تینوں مسلک کے لوگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بغیر داڑھی والے کی امامت میں فرض نماز، یا تراویح پڑھنا جائز ہے؟

(محمد ارتفاع خان شروانی (پوسٹ بکس: ۱۴۱، دہران سعودی عربیہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بے شمار احادیث صحیحہ میں داڑھی رکھنے اور مونچھ کٹانے؛ بلکہ چھوٹی سے چھوٹی رکھنے کی بہت سخت تاکیدیں وارد ہیں اور اس کے خلاف پر مذمتیں وارد ہیں، یہاں پر بطور نمونہ محض چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، مثلاً: بعض روایات صحاح ستہ میں ہے:

’’أوفروا للحی واحفوا الشوارب‘‘.

بعض میں ہے:

’’أنهکوا الشوارب واعفوا اللحی‘‘.

اور بعض میں ہے:

’’قصّوا الشوارب واعفوا اللحی‘‘.

اور بعض میں ان کلمات کے ساتھ ’’وخالفوا المشرکین‘‘ اور بعض میں ’’وخالفوا الأعاجم‘‘ بھی ہے۔(۱)

چناں چہ عجمیوں اور مشرکوں میں عموماً ان کا مذہبی شعار دیکھا جاتا ہے، داڑھی منڈانے کا اور مونچھ بڑھانے کا اور اسی اعتبار سے مونچھ کٹانے اور منڈانے کو اور داڑھی بڑھانے کو اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے، بعض روایات میں ’’عشر

(۱) داڑھی اور مونچھ سے متعلق احادیث صحاح ستہ میں ان الفاظ میں وارد ہیں: ۱-’’خالفوا المشرکین، ووفروا اللحی وأحفوا الشوارب ۲-انهکوا الشوارب واعفوا اللحی‘‘. (صحیح بخاری مع فتح الباری ج۱۰ حدیث ۵۸۹۲، ۵۸۹۳) ۳-’’خالفوا المشرکین، احفوا الشوارب وأوفوا اللحی، ۴- جزوا الشوارب وارخوا اللحی، خالفوا المجوس‘‘ (صحیح مسلم حدیث ۵۴، ۲۵۹/۵۵) ۵-’’احفوا الشوارب واعفوا اللحی‘‘. (صحیح مسلم حدیث ۲۵۹/۲۵، سنن ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیہ حدیث ۲۷۶۳، سنن نسائی ۱۶/۱، احفاء الشارب واعفاء اللحی ۱۲۹/۸، احفاء الشارب، ومسند احمد بن حنبل ۱۶/۲، ’’خالفوا زی الأعاجم‘‘ کے الفاظ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔

من الفطرۃ“ اور بعض میں ”خمس من الفطرۃ“(۱) فرمایا گیا اور ان سب میں داڑھی بڑھانے کو ضرور شمار کیا گیا ہے اور فطرہ کے معنی جبلّہ سلیمہ کے ہیں؛ یعنی صحیح فطرت انسانی کا بھی تقاضا یہی ہے، کہ مونچھیں ختم کی جائیں، یا کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ نیز بعض روایات صحاح میں اسی خصلت (مونچھ چھوٹی سے چھوٹی رکھنا، یا بالکل کٹا دینا اور داڑھی بڑھانا) کو فطرت انبیاء بتایا گیا۔(۲) جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خصلت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ مسلوکہ ہے، جو یقیناً محبوب عندرب العالمین کی شکل ہے

انہی روایات کی بنا پر تمام فرق اسلامیہ کا سوائے بعض روافض وبعض خوارج کے یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ یہ صورت (مونچھ کٹی، یا اس طرح صاف ہو کہ جلد (چمڑا) نمایاں ہو اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو، اسلامی ومذہبی شعار شمار ہے اور یہ الگ بات ہے کہ داڑھی کم سے کم کتنی لمبی اور بڑی ہو، اس میں آپس میں کچھ ضمنی اختلاف ہے؛ مگر داڑھی رکھنا واجب سب کے نزدیک بالاجماع ہے، بعض اصحاب ظواہر ظاہر نص کے اعتبار سے کٹوانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے ہیں، بالکل چھوڑے رکھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، ایک قول حضرت امام احمد ابن حنبل کا بھی یہی ہے، دوسرا قول دیگر ائمہ کی طرح کچھ توسع کا ہے اور اس میں توسع کی بنا ان روایات پر ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اطراف لحیہ سے کچھ کٹوا کر لحیہ کو مرصّع وجمیل بنالیتے تھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیہ مبارکہ کے بارے میں صحاح میں ہے کہ آپ کی داڑھی کثہ (گھنی) (۳) اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی) اس طرح پرتھی کہ پیچھے سے بھی نظر آتی تھی، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی داڑھی کے بال کٹ کر بالکل چھوٹے جلد سے لگے ہوئے، یا محض کھونٹی کی طرح ہوں، ایسے نہیں تھے؛ بلکہ مسترسل (لٹکے ہوئے) تھے، اس طرح پر کہ پیچھے سے بھی نظر آتے تھے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری: ۱۰/۳۳۴، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۴۹، ۲۵۷/۵۰، بلفظ خمس من الفطرۃ اور اس میں داڑھی کا ذکر نہیں ہے، نیز صحیح مسلم کتاب الطہارۃ حدیث ۲۶۱/۵۶، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ حدیث ۵۳ بلفظ عشر من الفطرۃ اور اس میں اعفاء اللحیہ کا بھی ذکر ہے۔(مرتب)

(۲) اس کی صراحت صحاح ستہ میں مجھے نہ مل سکی، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: ”نعم وقع التعبير بالسنة موضع الفطرة فى حديث عائشة عند أبى عوانة فى رواية .....“ اور بیضاویؒ کا قول نقل کیا ہے: ”هى السنة القديمة التى اختارها الأنبياء واتفقت عليها الشرائع“. (فتح الباری: ۱۰/۳۳۹) (کتاب اللباس، باب قص الشارب، انیس)

(۳) چناں چہ ”کث اللحیہ“ کے تحت ملا علی قاریؒ جمع الوسائل فی شرح الشمائل میں لکھتے ہیں: ”كث اللحية“ بتشديد المثلثة أى غليظها وفى رواية كان كثيف اللحية وفى أخرى عظيم اللحية ذكره ميرک“. (ص:۴۵)(مرتب)

(۴) ”عن أبى معمر قال: قلنا لخباب رضى الله عنه: أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فى الظهر والعصر؟ قال: نعم قلنا بم كنتم تعرفون ذاک؟ قال باضطراب لحيته“. (صحيح البخارى مع فتح البارى: ۲/ ۲۳۲، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام فى الصلاة، رقم الحديث: ٧٤٦)

اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کان کے نیچے بھی داڑھی کے بال اتنے بڑے اور لٹکے ہوئے تھے کہ شانۂ مبارک کے اوپر سے بھی لٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاہے دو انگل ہو، یا تین انگل ہو، یا چار انگل، مگر لٹکے ہوئے ضرور ہوتے تھے، کم وبیش اسی کے اندر تمام ائمہ کا قول دائر ہے، جڑ سے کٹا دینے کا کسی کا مذہب نہیں ہے اور پورے داڑھ (یعنی نیچے کا جبڑا جس کی ہڈی پر نچلے دانت لگے ہوتے ہیں) پر جو بال ہوں، وہ سب داڑھی میں شمار ہے اور اس پورے بالوں کا یہی حکم ہے؛ کیوں کہ حدیث پاک: ''**واعفوا اللحی**'' وغیرہ میں مراد ہی وہ بال ہیں جو لحیتین پر اُگے ہوئے ہوں، ان ہی روایات کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ پورے لحیتین میں کہیں چار انگلی سے کم مقدار بالوں کی نہ ہو اور اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کے اس اثر اور روایت سے ہوتی ہے، جس کو فقہاء کرام ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

''صح عن ابن عمر راوی ھٰذا الحدیث أنه کان یأخذ الفاضل عن القبضة (إلیٰ قوله) وأما الأخذ منها وھی دون ذلک أی القبضة کما یفعله المغاربة، ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد''. (۱)

اور مونڈانا ذی اعاجم ومشرکین میں داخل ہوکر حرام ہے اور داڑھی مونچھ دونوں کے صفایا سے مخنثین کے مشابہ ہوکر مزید حرمت کا سبب اور باعث مذمت وباعث غضب خداوندی اور بغاوت عن قول الرسول علیہ السلام کے مشابہ ہے۔

اور درمختار میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے:

''وأخذ کلها أی حلق کلها فعلِ یھود الھند ومجوس الأعاجم''. (۲)

غرض بارہویں صدی ہجری تک ساری امت محمدیہ داڑھی کو اسلام کا شعار اور سنت انبیاء وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ضروری قرار دیتی تھی؛ مگر مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر بعض خطہ کے لوگوں نے داڑھی مونڈانا شروع کردیا اور اس میں پہل اہل مصر نے کیا پھر علماء مستشرقین نے تہذیب مغرب زدگی سے متاثر ہوکر داڑھی کی شرعی حیثیت متبدل ومتغیر کرنا شروع کردیا، حتی کہ داڑھی کو بالکل طبعی وغیر شرعی چیز قرار دینے لگے اور اس معاملہ میں مکمل چھوٹ دینے لگے، یہاں تک کہ علما اور خطبا اور ائمہ مساجد بھی متاثر ہونے لگے۔(**الأمن حفظه اللّٰه**) پھر یہ بلا اس قدر عام ہوگئی کہ عرب کے دیگر ممالک میں بھی عام طور سے پھیل گئی اور ایک سنت رسول علیہ السلام جو شعار کا درجہ رکھتی تھی، مردہ ہونے لگی۔(**العیاذ باللّٰه اللّٰھم احفظنا من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا**) حالاں کہ مسئلہ یہ ہے کہ مقتدیوں میں اگر کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو، جو مسائل طہارت وصلوۃ سے بخوبی واقف ہو اور قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو

---

(۱) ردالمحتار: ۱۱۳/۲، مطبوعة مکتبه زکریا ورد المحتار ۳۹۸/۳ (کتاب الصوم، باب مایفسد الصلاة ومالایفسده، مطلب فی الأخذ من اللحیة ، انیس)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۸/۳ (کتاب الصوم، باب مایفسد الصلاة ومالایفسده، مطلب فی الأخذ من اللحیة ، انیس)

اور داڑھی بھی شرعی رکھتا ہو، اس کے ہوتے داڑھی مونڈانے والے کو امام بنانا درست نہیں۔ اگر وہ امامت کرے گا تو سب مقتدیوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسا نہ ہو، سب داڑھی مونڈانے والے ہی ہوں تو یہ حکم نہ ہوگا؛ بلکہ ان میں کا جو افضل ہو، اس کو امام بنا دینا درست ہوگا، یہی حکم تراویح میں بھی امامت کا ہے، باقی اقتدا کو بھی مطلقاً حرام کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔(۱)

بلکہ یوں کہیں گے کہ ایسے امام کے پیچھے پڑھنے سے ﴿الم ترکیف﴾ سے پڑھ لینا بہتر ہوگا۔ اس وقت جو شخص داڑھی کی سنت کا احیا کرے گا، وہ ان پاک حدیثوں: ”من أحیٰی سنتی عند فساد أمتیّ فله أجر مائة شهید أو کما قال“ (۲) اور ”من أحیا سنة من سنتی قد أمیتت بعدی فإن له من الأجر مثل من عمل بهامن غیر أن ینقص من أجورهم شیاً ومن ابتدع بدعة ضلالة لا ترضٰی الله ورسوله کان علیه من الإمام مثل آثام من عمل بها ولاینقص من أوزار الناس شیئاً“. {رواہ الترمذی وابن ماجة} (مشکوة، ص: ۳۰)(۳) کا مصداق بنے گا اور ان حدیثوں کی فضیلت سے کامران و بامراد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۱۴۰۰/۱۰/۴ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۲۸۸-۲۹۲)

داڑھی منڈانے، یا کٹوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنے آپ کو حافظ و قاری اور فاضل الہٰ آباد اور داڑھی فرنچ قریب صفایا کراتا ہے اور روزانہ تاش کھیلتا ہے اور کھیلاتا ہے اور اعتراض کرنے پر تاش کھیلنے کو جائز و مباح بتاتا ہے اور امامت کرتا ہے، حالاں کہ اس

---

(۱) ”ویکره تقدیم العبد...والفاسق لأنه لا یهتم لأمر دینه...وإن تقدموا جاز لقوله علیه السلام: صلوا خلف کل بر وفاجر“. (الهدایة: ۱/۱۰۱، نصب الرایة: ۲/۲۶ (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس) میں اس کی روایت کو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس پر کلام بھی نقل کیا ہے، نیز ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ دیا ہے جو سنن میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

”والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر... “الحدیث. (أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور، رقم الحدیث: ۲۵۳۳، نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۱/۶۱۰) (مرتب)

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ”من تمسک بسنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهید. (مشکوة مع شرح الطیبی: ۱/۳۴۰، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب السنة) (الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۷۶، انیس)

(۳) سنن ابن ماجة: ۱/۷۷، مقدمة باب من أحیا سنة قد أمیتت، رقم الحدیث: ۲۱۰، اور سنن الترمذی: ۵/۴۵، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة، رقم الحدیث: ۲۶۷۷۔

دونوں کتابوں میں مروی احادیث کے الفاظ میں فرق ہے معنی ایک ہے، یہاں مذکور حدیث میں دونوں کے الفاظ خلط ملط ہیں، البتہ مشکوٰۃ میں دوسری روایت من وعن ہے۔ مرتب)

شخص سے زیادہ پابند شریعت وصوم وصلوٰۃ خواندہ حضرات موجود ہیں، کیا ایسا حافظ ونام کا قاری جو پابند شریعت غرّانہ ہو اور پورے طریق فرائض وسنن کے مسائل سے واقف نہ ہو، یا ہو اور دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے شخص کو زبردستی امام مسجد بنانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الاہانت ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے؛ اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔

شامی باب الامامۃ: ۱/۳۷۶(۱) میں ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. واللّٰه تعالىٰ أعلم (امداد المفتین: ۲/۲۸۰-۲۸۱)

داڑھی کٹانے والے کی امامت:

سوال: زید حافظ ہے، پابند صوم وصلوٰۃ ہے؛ مگر داڑھی قدرے کتروا دیتا ہے، ایک انگل کے اندازے سے رکھتا ہے۔ اس حالت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی مولوی اس کو مجمع میں کہے کہ یہ فاسق ہے اور مرتد ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ایک قبضہ سے کم داڑھی کو کتروانا؛ یعنی اس قدر کتروانا کہ قبضہ سے کم رہ جاوے، ممنوع ہے، ایسے داڑھی منڈانے والے اور کتروانے والے پر فسق کا اطلاق صحیح ہے، وہ فاسق ہے، مرتد اور کافر کہنا اس کو حرام اور ناجائز ہے، (۲) اور مرتد کہنے میں سخت گناہ کہنے والے کو ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ نماز اس کے پیچھے بکراہت ادا ہو جاتی ہے اور مرتد کہنے والا مولوی سخت معصیت اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، وہ اس کہنے سے فاسق ہو گیا توبہ کرے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۸۹-۹۰)

---

(۱) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

(۲) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، إلخ، ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۵/۳۵۹، ظفير) (باب الاستبراء وغيره، انيس)

(۳) (وعزر) الشاتم بـ (يا كافر) وهل يكفر إن اعتقد المسلم كافرًا؟ نعم، وإلا لا، به يفتىٰ. (الدر المختار، باب التعزير: ۳/۲۵۳، ظفير) (كتاب الحدود، انيس)

داڑھی منڈے کی امامت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: جو مسلمان داڑھی منڈاتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں، یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں، وہ فاسق ہیں۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۴۰)

داڑھی کے خلاف قولاً وعملاً مظاہرہ کرنے والے کی امامت:

سوال: ایک مولوی صاحب ایک مسجد کے امام اور خطیب ہیں، محدث اور طبیب ہیں، داڑھی خشخشی رکھواتے ہیں اور اثبات مدعا میں فرماتے ہیں کہ داڑھی کا رکھوانا کسی صحیح واجب العمل حدیث سے ثابت نہیں، منڈوانا، یا زائد از قبضہ مشت کٹوانا حرام تو بجائے خویش مکروہ تحریمی بھی نہیں اور احیاناً عند الهیجان والغلیان یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ داڑھی منڈوانے والے احباب کا سردار اور پیشوا ہوں، داڑھی منڈوانا، یا کٹوانا حرام ہے، یا مکروہ؟ قبضہ کسی حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں داڑھی کے بڑھانے اور چھوڑنے کا حکم ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے:

"عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية". (الحديث)(۲)

اس سے قطع کرنا داڑھی کا حرام ہونا ثابت ہوا اور فقہا نے حلق لحیہ اور ما دون قبضہ کو کتروانا حرام لکھا ہے۔

كما فى الدر المختار: ولذا يحرم على الرجل قطع اللحية الخ والسنة فيها القبضه، الخ.(۳)

پس معلوم ہوا کہ داڑھی کو قبضہ سے کم کتروانا اور قطع کرانا، یا منڈوانا حرام ہے اور یہ قول اس شخص کا کہ داڑھی کا رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور منڈوانا اور ما دون قبضہ کو قطع کرانا حرام اور مکروہ نہیں ہے بالکل غلط ہے اور امامت

(۱) ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، إلخ، ولذا قال: يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۵/۳۵۹، ظفير) (باب الاستبراء، انيس)

(۲) باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۷۹، انيس)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أوفروا اللحى. (مشكوة، باب الترجل، ص: ۳۸۰) (الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۲۱، انيس)

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۵/۳۵۹، ظفير (باب الاستبراء، انيس)

اس شخص کی مکروہ تحریمی ہے؛ کیوں کہ وہ فاسق ہے اورامامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے۔(کذا فی الشامی)(۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۸۹-۲۹۰)

داڑھی منڈے کی امامت:

سوال: ایک شہر میں انگریزی مدرسہ ہے،جس میں علاوہ درسی تعلیم کے دینیات بھی پڑھاتے ہیں؛لیکن سرکاری قانون پرعمل درآمد ہوتاہے،مثلاً: آج کل مدرسہ کا وقت دس بجے صبح سے تین بجے شام تک ہے، درمیان میں ایک بجے بیس منٹ کی چھٹی ہوتی ہےاوراس وقت میں وہ نمازادا کرتے ہیں اورجمع ہوکر جماعت سے نمازادا کرتے ہیں،اگرطلبہ کوکسی وجہ سے دیرہوجاتی ہےتوقطع نظرنقصان کے اسکول سے ان سے جواب طلب ہوجاتاہے؛اس لیے اگر دیرہوتی ہواورامام موجودنہ ہوتوکسی طالب علم کوجوکہ داڑھی منڈاتاہے؛لیکن حافظ قرآن اورصوم وصلوٰۃ کا پابند ہےاوردوسرے طلبہ میں فوقیت رکھتاہے،امام بنانا جائزہے،یانہیں؟اگرجائزنہیں ہےتولڑکوں کوجداگانہ نمازپڑھ کرمدرسہ چلاجاناچاہیے،یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اگراس مسجد کےامام اورنمازی نہ آئے ہوں تولڑکوں کومسجد میں جماعت نہ کرانی چاہیے،البتہ مسجد سے خارج کوئی جگہ ہوتواس میں علاحدہ جماعت کرلیں اوراپنی جماعت میں سے جوامامت کے لائق ہواس کوامام بنالیاجائے۔نماز ہر ایک مسلمان کے پیچھے ہوجاتی ہے۔یہ فرق ضرور ہے کہ نیک آدمی کے پیچھے زیادہ ثواب ہےاورداڑھی منڈے کے پیچھےنمازمکروہ ہوتی ہےاورثواب کم ہے۔(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۲۳-۳۲۴)

داڑھی منڈے کے پیچھے تراویح درست ہوگی،یانہیں:

سوال: ایک شخص داڑھی منڈاتاہےاورصوم وصلوٰۃ کی پابندی نہیں کرتااورتراویح پڑھاتاہے،آیااس کے پیچھے تراویح درست ہے،یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

وہ شخص فاسق ہےاورفاسق کی امامت جیسےفرائض میں مکروہ تحریمی ہے،تراویح میں بھی مکروہ ہے۔(۳)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۲۶)

---

(۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه إلخ،بل مشى في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۳،ظفير)(مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)

(۲) قال في الجوهرة،ص:۵۸:فإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: "صلّوا خلف كل بروفاجر". (جميل الرحمن) (باب صفة الصلاة،انيس)

(۳) أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه ==

داڑھی منڈنے اور انگریزی بال والے کی امامت:

سوال: انگریزی بال جس کے ہوں، اس کے پیچھے نماز، یا تراویح اور بوجہ داڑھی منڈنے کے نماز، یا تراویح جائز ہے، یا نہیں؟ (محمد ادریس)

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو۔

"**وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق**". (البحر الرائق: ۳۴۸/۱)(۱)**فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۶)

ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت:

سوال: اگر کسی شخص کے ٹھوڑی کے بال کٹے ہوئے ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز داڑھی طول میں کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جو بال داڑھی کا جز ہیں، ان کو ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا اور منڈوانا جائز نہیں، (۲) جو امام ایسا کرتا ہے

== وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا وقال: لذا لم يجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك و رواية عن أحمد، إلخ. (ردالمحتار: ۳۷۶/۱، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۱) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۷/۱-۶۱۰، رشيدية

(۲) عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحى".

عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما عن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحىٰ". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمي) (رقم الحديث: ۲۵۹، انيس)

"والسنة فيها القبضة: ... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدر المختار)

"(قوله: والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكره محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ في كتاب الآثار عن الإمام قال: وبه آخذ، محيط، آه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، قديمي، سعيد) (باب الاستبراء وغيره، انيس)

اس کی امامت مکروہ ہے،(۱) داڑھی ایک مٹھی رکھی جائے، جب تک ایک مٹھی نہ ہو جائے کٹوانا درست نہیں، جو ایک مقدار مٹھی سے زائد ہے، اس کو کٹوانا درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۲۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۲۸-۱۲۹)

داڑھی منڈے صاحب علم کے ہوتے ہوئے کم علم باریش کی امامت:

سوال: پوری مسجد میں تمام لوگ جن میں صاحب علم بھی ہیں، سب داڑھی منڈے ہیں، علاوہ آدمی کے، اب ایسی صورت میں اقامت اور امامت کس ترتیب سے ہو، جبکہ باریش شخص کم علم ہے؟

الجواب

اگر باریش آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہیں، تو نماز انہی کو پڑھانی چاہیے۔ اقامت بھی وہ خود ہی کہہ لیا کریں، داڑھی منڈے اہل علم نہیں، اہل جہل ہیں، بقول سعدیؒ ؎

''علمے کہ راہ حق نہ نماید۔ جہالت است''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۲۹)

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے، یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے، یا دو دو انگل والے ہیں، ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں؛ لیکن

(۱) ''ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ، آہ. (الدرالمختار)

''(قولہ: وفاسق) من الفسق، وھو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی، وأکل الربا، ونحو ذلک، (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹-۵۶۰، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''خالفوا المشرکین، وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحی''.

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال: ''أحفوا الشوارب وأعفوا اللحیٰ''. (الصحیح لمسلم، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قدیمی)

''والسنة فیھا القبضة: ...ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ''. (الدرالمختار)

''(قولہ: والسنة فیھا القبضة) وھو أن یقبض الرجل لحیتہ، فما زاد منھا علیٰ قبضة قطعہ، کذا ذکرہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الآثار عن الإمام قال: وبہ آخذ، محیط، آہ''. (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۷، قدیمی، سعید)

سارے کے سارے داڑھی منڈے، یا داڑھی کتروانے والے دوانگل، یا تین انگل داڑھی والے ہیں، جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں، کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں، یا ان میں سے کوئی امام بن جائے، جماعت کرائے تو سب کی نماز ہوجائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں، وہ بالکل ان پڑھ ہیں، قل شریف بھی صحیح نہیں آتی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے، لہذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے؛ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے، اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بہ سبت داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے، جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آجائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۹۹/۲) ☆

☆ داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈاتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے، جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دوماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں، رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے، یا کتروادیتے ہیں، خصوصا ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوادی ہے، شرعا نماز تراویح پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈوانا یا حد شرعی سے کم کرانا گناہ ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے:

وأما الأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد. (الدرالمختار، باب مایفسد الصلوة مطلب فی الاخذ من اللحیة: ۱۲۳/۲)

نیز درمختار میں ہے: "وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیة".

اس سے پہلے ہے:

"والسنة فیها القبضة". (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۵۹/۵)

نیز ردالمحتار، ص: ۵۲۳، باب الامامة میں ہے:

"إن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم".

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں، تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۰۰/۲-۱۰۱)

بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتدا کی، حالاں کہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں، اس صورت میں اقتدا کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی، یا لوٹانی پڑے گی؟

(۲) اس صورت میں یہ بھی واضح فرما دیں کہ جماعت اولیٰ ہے، یا فرداً فرداً نماز پڑھنی اولیٰ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

وأما قطعها وهی دونها فلم يبحه أحد، إلخ. (۱)

اور نیز درمختار میں ہے:

وكذا يحرم على الرجل قطع لحية. (۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگرچہ بحکم صلوۃ خلف کل بر و فاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔

لأن فی إمامته تعظيم الفاسق وهو حرام. (ردالمحتار)(۳)

اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے، اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔

درمختار: ۱/۴۱۵ میں ہے:

وفی النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (۴)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

(قوله نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلوٰة خلفهما أولٰى من الانفراد. (۵) **فقط والله أعلم**

(فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۲)

---

(۱) وأما الأخذ منها وهی دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب نا يفسد الصوم ومالا يفسده: ۲/۴۱۸، دار الفكر بيروت. انيس)

(۲) ويحرم على الرجل قطع لحيته، الخ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۶/۴۰۷، انيس)

(۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (ردالمحتار: ۱/۵۶۰، باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، دار الفكر بيروت. انيس)

(۴) الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، دار الفكر بيروت. انيس

امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ!

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے، یا نہ؟

(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے، سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا کی جائے، یا مع الجماعت ادا کی جائے، جیسے حدیث شریف میں ہے:"**صلوا خلف کل برو فاجر**".

(۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں تو ان کی نماز با جماعت ہونی چاہیے، یا فرداً فرداً پڑھیں؟

(۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے؟

الجواب

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکراہت۔

(۲) ایسے موقع میں انفراد سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔الدر المختار:۱/۴۱۵ میں ہے:

وفی النهرعن المحیط صلی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة.(۱)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

أفاد أن الصلوة خلفهماأولٰی من الانفراد،انتهی (۲)

(۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعت ہونی چاہیے؛ بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔

(۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا، حتی کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا؛ اس لیے کہ " **لاصغیرة مع الاصرارولا کبیرة مع الاستغفار**"(۳) ہمارے فقہاء احناف نے محلقین اور مقصرین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔

الدرالمختار میں ہے کہ! **وأماالأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم.**(۴)(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۰۳)☆

(۱-۲) الدرالمختار،باب الإمامة: ۱/۵۶۲،دارالفکر بیروت.انیس

(۳) بدائع الصنائع من قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم،فصل فی شرائط رکن الشهادة: ۶/۲۷۰،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال:هی إلی سبع مائة أقرب إلاأنه لا کبیرة مع الإستغفار ولا صغیرة مع إصرار.(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة،قول ابن عباس (ح:۱۹۱۹)انیس)

(۴) ردالمحتار، کتاب الصوم،باب نا یفسد الصوم ومالا یفسده:۲/۴۱۸،دارالفکر بیروت.انیس ==

بہ مجبوری بغیر داڑھی والے کے پیچھے نماز ا کیلے پڑھنے سے بہتر ہے:

سوال: نماز کا اہتمام ایک بزرگ ٹیچر کی زیر نگرانی کیا جاتا ہے، جو کہ باریش ہیں، پورے اسکول میں ان کے علاوہ اور کوئی باریش ٹیچر موجود نہیں، یہی امامت فرماتے ہیں؛ لیکن جس دن وہ نہیں آتے، کوئی دوسرا ٹیچر جس کی داڑھی ہوتی، امامت فرماتا ہے، بغیر داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

مکروہ تحریمی ہے؛(۱) لیکن اگر پوری جماعت میں کوئی بھی باشرع آدمی نہیں، تو تنہا نماز پڑھنے کے بجائے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲۹/۳)

انگریزی بال اور چھوٹی داڑھی والے کی امامت:

سوال: ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کو بغیر بڑھائے امامت کے مصلیٰ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، جس شخص کے سر کے بال

== ☆ سارے مقتدی محلوق اللحیہ ہوں تو امام کون ہوگا:

سوال: مقتدیوں میں تمام اپنی داڑھی کترواتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

سب فاسق ہیں، ان کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۸۶/۴)

(۱) داڑھی منڈوانا، یا کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے، حرام ہے اور مرتکب حرام فاسق ہے۔

والفاسق من فعل كبيرة أو أصر علىٰ صغيرة. (ردالمحتار: ٥٣١/٤، طبع ايچ ايم سعيد) (كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، انيس)

ويكره تقديم العبد. والفاسق؛ لأنه لايهتم لأمر دينه. (الهداية: ١٠١/١) (باب الإمامة، انيس))

وأيضاً فى الشامية: ٥٦٠/١: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، إلخ. (ردالمحتار: ٥٦٠/١، باب الإمامة) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولىٰ من الانفراد. (ردالمحتار: ٥٥٩/١، باب الإمامة)

داڑھی، لباس، خلاف شرع ہو اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں، نہ وہ خود امامت کے لیے مصلیٰ پر جائے، چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۱۲۹/۶)

داڑھی کے بارے میں مودُودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب:

سوال (۱) آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کرا رہے ہیں، ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں، مع ہذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے، لہذا براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے؟

(۲)　حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو، یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں؟

(۳)　حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر تحدید تھی، اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جتنی روایات ثابت ہیں، وہ ضرور تحریر کریں؟

(۴)　صحابہ کرامؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی، جیسا کہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے، اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں؛ تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جائے؟

(المستفتی: محمد شریف، پانی پتی، سانگھڑ)

الجواب

(۱)　عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ أمر باحفاء الشوارب وإعفاء اللحیة". (الصحیح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۲)　عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب، وأوفوا اللحی". (الصحیح لمسلم: ۱۲۹/۱) (۲)

---

(۱)　"ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمٰی" (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱-۵۶۰، سعید)

بل مشٰی فی شرح المنیة علٰی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم لما ذکرنا. قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک، وروایةً عن أحمد. (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

(۲)　کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحدیث: ۲۵۹، انیس

(۳)　عن أبی هريرة رضی الله عنه قال:" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى خلفوا المجوس". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)(۱)

(۴)　عن عائشة رضی الله عنها قالت:"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر من الفطرة قص الشارب وإعفاء اللحية". (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)(۲)

(۵)　قال النووی: وفی رواية البخاری: وفّروا اللحى. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱)

(۱-۲)　احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم دیا اور حدیث نمبر:۴ میں اسے نہ صرف اپنی؛ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ لفظِ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قالوا: معناه أنها من سنن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم. (شرح الصحيح لمسلم: ۱۲۸/۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ "اعفاء اللحية" جسے سنت الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلّف بنایا گیا، پس اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی؛ کیوں کہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی، وہی مقدار امت محمدیہ (علی صاحبہا الوف التحیات والتسلیمات) کے لیے مسنون و مامور ہوگی بوجہ اشتراک واتحاد لفظی؛ کیوں کہ دونوں جگہ پر لفظ "احفاء" وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے:

﴿يا ابن أم لا تَأْخذ بلحيتى﴾ (الآية) "وكان أخذها بشماله". (تفسیر الجلالین)(۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی سے کم نہ تھی اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار؛ بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

"عن أبی معمر قال: قلت لخباب بن الأرت: أكان النبی صلى الله عليه وسلم يقرأ فی الظهر والعصر؟ قال: نعم قلت بأی شیء كنتم تعلمون قرأته؟ قال باضطراب لحيته. (البخاری: ۱۰۵/۱)(۴)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحیہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے، جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحیہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پر تراشیدہ خشخشی داڑھی نہ تھی؛ بلکہ اہل حق کی طرح پوری اور

(۱)　كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲٦۰، انیس
(۲)　كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، رقم الحديث: ۲٦۱، انیس
(۳)　تفسير الجلالين: ٤١٤/١، دار الحديث القاهرة. انیس
(۴)　كتاب الأذان، باب: القراءة فی العصر، رقم الحديث: ۷٦۱، انیس

مکمل داڑھی تھی اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے، پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ا/۴ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر: ا میں جس کا امر فرمایا، وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے، نہ کہ بریدہ وتراشیدہ خشخشی داڑھی، اس کی مقدار مامور کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ثانیاً: یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفت مجوس کا حکم بھی دیا ہے،(۱) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے، نہ کہ خشخشی رکھنے اور کتراتے رہنے میں؛ کیوں کہ کتراتے رہنا بھی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وأما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهومعنى أوفوااللحى فى الرواية الأخرىٰ وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك .(شرح مسلم : ۱۲۹/۱)(۲)

بذل المجہود میں ہے:

” **وكان من عادة الفرس قص اللحية** “.(۷۹/۵)(۳)

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا مامور ہے اور خشخشی رکھ کر کتراتے رہنا مجوسیوں کی موافقت ہے اور ممنوع ہے، اس سے معلوم وظاہر ہے کہ خشخشی رکھنا امتثال امر نبوی کے لیے کافی نہیں اور یہ مقدار مسنون نہیں؛ بلکہ عادت مجوس ہے۔

ثالثاً: یہ کہ حدیث نمبر۲ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے؛ کیوں کہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے، ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”**لأنهم كانوا يقصون اللحى**“اھ.(۴)

پس اگر ہم بھی کتراتے رہیں تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ مخالفت۔

رابعاً: ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں:”واعفوا، وأوفوا،وأرخوا، وارجوا، ووفروا“.

---

(۱) دیکھئے! حدیث:۲

(۲) كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة ، انيس

(۳) بذل المجهود،باب فى أخذ الشارب:۸۶/۱۷،دارالكتب العلمية بيروت.انيس

(۴) مجھے مرقاۃ میں یہ الفاظ ملتے ہیں:أى فإنهم يقصون اللحى.(مرقاة،كتاب اللباس، باب الترجل:۲۷۳/۸،رقم الحديث: ۴۴۲۱،دارالكتب العلمية،انيس)

ان میں سے ہر لفظ کا مقتضی یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے، نہ کہ خشخشی وفینسی۔ ''الشعر الوافی'' کا ترجمہ ''الشعر الطویل'' ہے۔

''و(عفا) شعر البعیر کثر وطال فغطی دبره ... والأرض: غطاها النبات... و(العفا) ما کثر من ریش النعام والشعر الطویل الوافی''. (القاموس: ۹۵۸)(۱)

یہ تمام استعمالات ''واعفوا'' کے معنی کی وضاحت کے لیے کافی ہیں اور اسی طرح ''وفروا وفرة'' سے ماخوذ ہے۔ ''وفرة'' سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو تک بڑھ گئے ہوں یا اس سے بھی متجاوز ہوں۔

''والوفرة الشعر المجتمع علی الرأس أو ما سال علی الأذنین منه أو ما جاوز شحمة الأذن ثم الجمة ثم اللمة جمع: وفار''. (القاموس: ٣٦٢)(۲)

ان میں سے ایک لفظ ''ارخوا'' ہے یہ ارخاء سے لیا گیا ہے اور ارخاء کا معنی لٹکانا ہے، ایفاء اور ارجاء کے معنی بھی ان کے قریب قریب ہیں۔

''کان کبیر اللحیة وطویل اللحیة''. (أسد الغابة: ٣٩/٤)(۳)

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے، انکار کی جرأت نہیں، ہاں! جو شخص حقائق لغویہ وشرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے ''وفّروا'' وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو، یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

''وفّروا'' کا لفظ ارشاد فرمایا، مقصد یہ کہ داڑھی وفرہ کی مثل مطلوب ہے، وفرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں، اگر کسی نے دو دن سر کے بال نہیں منڈوائے؛ بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں وفرہ نہیں کہا جا سکتا، ہندی میں یہ نہیں کہتے کہ ''اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں'' تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو ''وفروا اللحی'' ارشاد نبوی کی عمل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے، بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے، احادیث صحیحہ میں مشرکین ومجوس کے جس طرز قصر اللحیۃ کی مخالفت مصرح ہے، اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عاملین سنت پر طنز وتشنیع، استہزا وتمسخر۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

---

(۱) القاموس المحيط، فصل العين: ١٣١٣/١، مؤسسة الرسالة بيروت. انيس

(۲) القاموس المحيط، فصل الواو: ٤٩٣/١، مؤسسة الرسالة بيروت. انيس

(۳) وقال أبو رجاء العطاردی: رأيت عليا ربعة ضخم البطن كبير اللحية قد ملأت صدره أصلح شديد الصلح .... عن رزام بن سعيد الضبی قال: سمعت أبي ينعت عليا قال: كان رجلا فوق الربعة ضخم المنكبين طويل اللحية. (أسد الغابة، مقتله وإعلامه أنی مقتول رضی الله عنه: ٦٢٠/٣، دار الفكر بيروت. انيس)

آپ نے سوال کیا ہے کہ!

''ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے ،جنھوں نے داڑھی رکھی ؛ کیوں کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں کسی کی داڑھی نہ تھی''۔(والعیاذ باللہ)

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا؛لیکن اسے ایک بزاری گپ سمجھ کر قابلِ اعتناء نہیں سمجھا گیا،مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا، فاضل موصوف کے کلام کا حاصل یہ ہے:

''کتب رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں، معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لیے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں۔(اوکما قال)

اس عبارت میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز واستہزاء کیا ہے، اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں، جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے۔

(۱)　موصوف کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)۔

(۲)　دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدم ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشّمس ہے؛ کیوں کہ سب عقلاء واہل علم کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں؛ بلکہ عدم علم بھی عدم وجود کو مستلزم ومقتضی نہیں،حالاں کہ عدم علم عام ہے،جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا،اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا،اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا، سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے، کروڑہا بلکہ اربوں انسان ہوگزرے ہیں ؛لیکن ہر انسان کا اجمالی تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا، رفتگان سے گزر کر موجود انسانوں اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا اگر ہوتا تو ذکر ہوتا کہ مفروضے کی بنا پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہوگا؟ اپنے گردوپیش؛ بلکہ اپنی یومیہ حرکات وسکنات اور اعمال واقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ ''موجود، مذکور'' کی نفی نہیں کر رہا ہے؟ کیوں کہ یہ سب موجود ہیں ؛لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا، شرعیات اعمالِ حسنہ وعبادات کا بھی یہی حال ہے، کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں، سرکاری محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یادداشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے، ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیا اعمال وعبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے، ذکر کسی عارض کی وجہ

سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص مفروضہ ''موجود، مساوی، مذکور'' پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے، اس کی جہالت ونادانی اظہر من الشّمس ہے۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب وتاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دو، تین کے علاوہ کسی صحابیؓ کی داڑھی نہ تھی ، یہ ایسے ہی غلط ہے، جیسے دھوپ میں کھڑے ہوئے طلوع شمس کا؛ اس لیے انکار کردیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے، پس اس کی بنا پر امر متواتر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے؛ کیوں کہ عدم ذکر جیسے عدم وجود کو مستلزم نہیں، ایسے ہی عدم اہتمام کو بھی مستلزم نہیں، کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

غور کیجیے! اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں؛ لیکن ''سورج طلوع ہوگیا'' یہ خبر کبھی نہیں چھپی، حالاں کہ دنیا کی حیات طلوع شمس پر موقوف ہے، اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوئی، کیوں؟ غایت ظہور کی وجہ سے۔

کتب سیر واسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا، رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا، بے وضو نماز نہیں پڑھتا تھا، غسل جنابت کرتا تھا وغیر ذلک۔

گو یہ اہم ترین مسلمہ فرائض میں سے ہے؛ لیکن غایت ظہور کیوجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا، کیوں کہ ایک مسلمان مقتداء راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو، البتہ فرائض وواجبات وشرائع دینیہ کے علاوہ نوافل وتطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً: ''**كان يقوم ليله، ويصوم نهاره، وكان يقراء القرآن في ركعته وحج أربعين حجة وغير ذلك**''.

اسی طرح کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملت اسلامیہ میں سے ہے اور اہل اسلام بالخصوص مقتدا اور صلحا کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے تو ایک مقدس صحابیؓ سے یا ایک متدین راوی حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے، یا اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے، لہٰذا غایت ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی بھی اہم نہیں ہے؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ؛ کیوں کہ تارکِ صلوٰۃ ہونا کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہوتا؛ لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آجاتا ہے۔

الحاصل: فاضل موصوف کا یہ مفروضہ بھی باطل ہے اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

میں سے ہے، جس کی پابندی حضرات صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اولیا عظامؒ اور صلحاء امت نے کی ہے اور اس کی سنیت دیگر دلائل کے علاوہ تعامل وتوارث امت سے ثابت ہے، سوائے اہل زیغ کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان (خیر الفتاویٰ: ۳۳۶/۲-۳۴۲) ☆

☆ خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم:

سوال (الف) زید کی داڑھی چار، یا پانچ انگل لمبی ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(ب) عمر کی داڑھی خشخشی (فرنچ) ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) بکر کی داڑھی بالکل صفاچٹ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

(الف) جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ''**والسنة القبضة وهو أن يقبض الرجل لحيته فمازاد منها على قبضة قطعه**'' (۲۶۱/۱) (**كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع**، انیس) (سنت ایک مٹھی کی داڑھی ہے، وہ یہ کہ آدمی مٹھی سے اپنی داڑھی کو پکڑے جو مٹھی سے زیادہ ہو اسے کاٹ دے۔ محشی)

(ب وج) ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے؛ (واجب الاعادہ کا قول دیگر مفتیان کا نہیں ہے۔ انیس) کیوں کہ داڑھی رکھنا ایک مشت تک واجب ہے، اور ترک واجب گناہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے کہ جو داڑھی منڈائے، یا اتنی کٹائے کہ ایک مشت سے کم رہ جائے، نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، واجب الاعادہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: ''**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''خالفوا المشركين أوفروا اللحى وأعفوا الشوارب''**. (۳۸۰/۲) (**باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ٤٤٢١**، انیس) (ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھنے کے لیے چھوڑ، و مونچھیں کتروانے میں مبالغہ کرو''۔ محشی)

''**هداية النور فيما يتعلق بالأظفار والشعور**'' میں ہے: ''گذاشتن ریش تاقدر قبضہ واجب است''۔ (ص: ۱۸) (ترجمہ: ''داڑھی مٹھی کی مقدار چھوڑنا واجب ہے''۔ محشی)

نیز اسی کتاب میں ہے: ''**قص اللحية كان من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومن لاخلاق لهم في الدين**''. (ص: ۲۰) (ترجمہ: ''داڑھی کتروانا عجمیوں کے افعال میں سے ہی اور اب یہ بہت سے مشرکوں و بت پرستوں کا شعار بن چکا ہے، جیسے انگریز، ہندو اور وہ لوگ جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں''۔ محشی)

شرح عقائد نسفی میں ہے: ''**مرتكب الكبيرة فاسق**''. (ص: ۸۴) (ترجمہ: ''مرتکب کبیرہ فاسق ہے''۔ محشی)

فتح القدیر میں ہے: ''**وأما الأخذ منها وهي مادون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد**''. (۷۷/۲) (**باب مايوجب القضاء والكفارة**، انیس) (ترجمہ: ''ایک مٹھی سے کم پر داڑھی کو کتروانا جیسا کہ بعض پچھمی ممالک میں رہنے والوں اور ہجڑے قسم کے لوگوں کا طریقہ ہے، اسے کسی نے بھی مباح نہیں کہا''۔ محشی) ==

خشخشی داڑھی والے کے پیچھے نماز:

سوال: زید کی داڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے، پوری چار انگل نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرانا حرام ہے۔

"وأما قطعها وهي دونها فلم يبحه أحد" الخ.(۱)

اور نیز درمختار میں ہے: "ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته". (۲)

پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر چہ بحکم "صلوا خلف كل بر وفاجر" (۳) اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔

"لأن في إمامته تعظيمه وتعظيم الفاسق حرام". (ردالمحتار) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۱/۳)

چھوٹی چھوٹی داڑھی کے ساتھ امامت:

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ جہاں میں کام کرتا ہوں، وہاں بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے، ہم پانچ چھ ساتھی ہوتے ہیں، کوئی بھی باشرع نہیں ہوتا، میری چھوٹی چھوٹی داڑھی ہے اور قرأت بھی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل سے بھی واقف ہوں، ساتھی مجھے نماز پڑھانے کو کہتے ہیں تو جماعت کر لیتے ہیں؛ لیکن جب بھی ایک پوری داڑھی والا ہو تو میں اسے امامت پر مجبور کرتا ہوں، آپ یہ بتائیں کہ ایسی صورت میں جب کہ مقتدیوں کی صف میں کوئی بھی پوری داڑھی والا نہ ہو، میں نماز پڑھا سکتا ہوں کہ نہیں؟

== ہدایہ میں ہے: "يكره تقديم الفاسق؛ لأنه لايهتم لأمر دينه" انتهىٰ ملخصاً. (۸٤/۱) (باب الإمامة، انيس) (ترجمہ: "فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ وہ اپنے دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے" ۔انتہیٰ ملخصاً ۔محشی)

کبیری میں ہے: "كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ص: ٤٧٩) (فصل في الإمامة، انيس) (ترجمہ: "فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانے کی کراہت کراہت تحریمی ہے" ۔محشی)

درمختار میں ہے: "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها". (۳۰۷/۱) (باب صفة الصلاة، انيس) (ترجمہ: "جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے" ۔محشی) (فتاویٰ احیاء العلوم: ۳۰۱/۱-۳۰۲)

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب في الأخذ من اللحية: ۱۲٥/۲

(۲) الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳٥۹/٥ (باب الاستبراء، انيس)، اس سے پہلے "والسنة فيها القبضة"

(۳) السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل (ح: ٦۸۳۲) انيس

(۴) ردالمحتار، باب الإمامة: ٥۲۳/۱، ظفير

الجواب

آپ کو اگر نماز پڑھانے کا موقع ملتا ہے تو آپ کو پوری داڑھی رکھنی چاہیے، آپ کو صحیح امامت کا ثواب ملے گا اور مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی ہوگا، موجودہ صورت میں آپ کی امامت مکروہ ہے، گو تنہا پڑھنے کے بجائے اس طرح جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۰/۳) ☆

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

سوال: ہمارا امام کچھ جدت پسند ہے، ویسے تو دیندار آدمی ہے، مگر داڑھی ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، نیز وہ بعض فلموں کو جائز سمجھتے ہیں، جیسے جن فلموں میں حج وغیرہ دکھایا جاتا ہے، اس کے پیچھے نماز کا کا حکم ہے؟

(۱) داڑھی منڈوانا یا اتی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے، اور مرتکب حرام فاسق ہے۔
والفاسق من فعل كبيرة أو أصر علىٰ صغيرة. (ردالمحتار: ٤٣١/٤، طبع ايچ ايم سعيد)
ويكره تقديم العبد... والفاسق ؛لأنه لايهتم لأمر دينه. (الهداية: ١٠١/١)
وأيضاً في الشامية: ٥٦٠/١: وأما الفاسق قد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً... إلخ. (ردالمحتار: ٥٦٠/١، باب الإمامة

☆ **تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت:**

سوال: اس رمضان شریف میں جو کہ اب گزر چکا ہے، اس میں ایک حافظ جو کہ غالباً ملتان سے تعلق رکھتا ہے، اس کی داڑھی سنت کے مطابق نہ تھی؛ یعنی چھوٹی تھی، اس نے کتروائی تھی اور مسجد کے مولانا صاحب نے اسے کہا کہ آپ کی داڑھی چھوٹی ہے، آپ نے کیوں نہیں بڑھائی، اس نے جواب میں کہا کہ میں بیمار تھا اور اس وجہ سے میری داڑھی چھوٹی ہے اور کچھ دنوں کے بعد اس نے داڑھی پھر کتروا دی، پھر مولانا اس سے ناراض ہوگئے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی توہین کی ہے اور جماعتوں کی نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوگی، البتہ جماعتی سارے حافظ صاحب کی تائید کررہے تھے اور اگلے رمضان کو بھی دعوت دی ہے، آپ مہربانی فرماکر ہماری رہنمائی فرمائیں، کیا جماعتیں ہوگئیں ہیں؛ یعنی کہ تراویح نماز اس حافظ کے پیچھے ہوگئی، جس کی داڑھی بالکل چھوٹی تھی؟ مولانا صاحب کے منع کرنے کے بعد بھی اس نے کتروائی، کیا حافظ گناہ گار ہے، یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ جو جماعتی تائید کررہے تھے، وہ بھی گناہ گار ہیں؟ کیا اگلے سال وہ حافظ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے؟

الجواب

جو حافظ داڑھی کترا تا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، (البتہ نماز اگر پڑھ لے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگئی۔ انیس) مولانا صاحب نے ٹھیک فرمایا اور لوگوں کا اس حافظ کو بلانا گناہ ہے، ان کو توبہ کرنی چاہیے، ایسے حافظ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (وتجوز إمامة الأعرابي والأعمىٰ والعبد وولد الزنا والفاسق كذا في الخلاصة إلا أنها تكره. (الفتاویٰ الهندية: ٨٥/١ باب الإمامة) ويكره تقديم العبد. والفاسق؛ لأنه لا يهتم لأمر دينه. (فتح القدير: ٢٤٧/١، الهداية: ١٠١/١) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۳۰/۳)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایک مشت سے کم داڑھی کو کٹوانا ناجائز ہے اور جو شخص اس پر اصرار کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۷/۵/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۴۲۹/۱)

داڑھی کتروانے والے کی امامت:

سوال: داڑھی کتروانے والے امام کے پیچھے کیا نماز مکروہ ہوتی ہے، کیا وہ فاسق کہلاتا ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ بحوالہ کتب جواب سے نوازیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جو شخص داڑھی منڈاتا ہے، یا کترواکر ایک مشت سے کم رکھتا ہے، اس کے پیچھے نماز بہ کراہیت ادا ہوجاتی ہے۔

لأنه فی الدر: "ویکره إمامة عبد وفاسق". (۲)

اور داڑھی کا مسئلہ بہت اہم ہے داڑھی رکھنا سنت انبیا ہے اور شعار اسلام میں داخل ہے، حدیث شریف میں جو صحیحین میں ہے:

"احفوا الشوارب واعفو اللحیٰ".

نیز مسلم شریف میں ہے:

"جزوا الشوارب واعفوا اللحیٰ وخالفوا المجوس" (۳)

---

(۱) وفی الدرالمختار: ۵۵۹/۱۔۵۶۰: ویکره إمامةعبد... وفاسق.

وفی ردالمحتار: قوله (وفاسق) من الفسق وهوالخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر...

وفی المعراج قال أصحابنا: لا ینبغی أن یقتدیٰ بالفاسق، إلخ.

وفیه أیضاً: وأماالفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً. (وکذا فی مراقی الفلاح: ۱۶۵۔ وفی البحر الرائق: ۳۴۸/۱)

وفی الدرالمختار: ۴۱۸/۲. وأما الأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة مخنثة الرجال فلم یبحه أحد وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم.

وفیه أیضاً: ۵۶۲/۱. صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

وقال الشامی تحته (قوله نال فضل الجماعة): أفاد إن الصلاة خلفهما أولیٰ من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع. (وکذافی کفایة المفتی: ۷۹/۳۔۹۹ (دارالإشاعت) وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۶/۳۔۲۴۰)

(۲) البدعة خمسة أقسام، باب الإمامة: ۳۷۶/۱، دارإحیاء التراث، بیروت وکذا فی الهدایة، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱، رشیدیہ، دیوبند

(۳) الصحیح لمسلم: ۱۲۹/۱، انیس) (شامی: ۱۵۵/۲) (مطلب فی الأخذ من اللحیة، باب مایفسد الصوم: ۱۱۳/۲)

اور یہ سب حکم صیغہ امر کے ساتھ ہے جو وجوب کے لیے ہوتا ہے اور درمختار علی الشامی ص ۱۵۵ میں ہے:

"وأماالأخذ منها وهی دون ذلک (أی القبضة) کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد وأخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الأعاجم". (۱)

ان سب عبارتوں کا مفاد کم ازکم اتنا ضرور نکلے گا کہ اس کے مرتکب کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۵/۵/۱۴۰۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاوی ۱/۲۹۴)

مذاہب اربعہ میں داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کے کاٹنے والے پر فسق کا حکم:

مذهب احناف:

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"لایحل للرجل أن یقطع اللحیة". (۲)

فتح القدیر میں ہے:

"وأماالأخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد". (۳)

مذهب مالکیه:

مواهب الجلیل میں ہے:

"وحلق اللحیة لایجوز وکذلک الشارب وهو مُثلة وبدعة، ویؤدب من حلق لحیته أو شاربه". (۴)

حاشیۃ العدوی میں ہے:

"فإن قلت: وماحکم القص عند عدم الطول أوالطول القلیل؟ قلت: صرح بعض الشراح بأنه یحرم القص إن لم تکن طالت کالحلق". (۵)

---

(۱) مطلب فی الأخذ من اللحیة، باب مایفسد الصوم: ۱۱۳/۲، دارإحیاء التراث، بیروت، وکذا فی المرقاة: ۹۱/۲، کتاب الطهارة، باب السواک

(۲) الفتاویٰ البزازیة علیٰ هامش الهندیة، کتاب الاستحسان: ۳۷۹/۳۔

(۳) فتح القدیر: کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء ولاکفارة: ۳٤/۲، دارالفکربیروت

(۴) مواهب الجلیل الشرح مختصرخلیل، کتاب الطهارة، فصل فی فرائض الوضوء: ۳۱۳/۱ (تنبیهات: إذا ثبت للمرأة لحیة، انیس

(۵) حاشیة العدوی باب فی بیان الفطرة: ۵۸۱/۲۔

مذهب شافعیه:

حواشی الشروانی میں ہے:

”قال الشيخان: يكره حلق اللحية واعترضه ابن الرفعة فى حاشية الكافية بأن الشافعي نص فى الأم على التحريم، قال الزركشي وكذا الحليمى فى شعب الإيمان وأستاذه القفال الشاشى فى محاسن الشريعة وقال الأوزاعى: الصواب تحريم حلقها جملة لغير علة بها كما يفعله القلندرية“. (۱)

فتح الباری میں ہے:

”ثم حكى الطبرى اختلافا فيما يؤخذ من اللحية هل له حد أم لا؟فأسند عن جماعة الاقتصار علٰى أخذ الذى يزيد منها علٰى قدر الكف،وعن الحسن البصرى أنه يؤخذ من طولها وعرضها مالم يفحش وعن عطاء نحوه“. (۲)

شرح مہذب میں ہے:

”سبق فى الحديث أن إعفاء اللحية من الفطرة فالإعفاء بالمد، قال الخطابى وغيره:هو توفيرها وتركها بلاقص،كره لنا قصها كفعل الأعاجم، قال: وكان من زى كسرى قص اللحى وتوفير الشوارب“. (۳)

مذهب حنابله:

کشاف القناع میں ہے:

”(وإعفاء اللحية)بأن لايأخذ منها شيئا،قال فى المذهب مالم يستهجن طولها(ويحرم حلقها) ذكره الشيخ تقى الدين(ولايكره أخذ مازاد على القبضة)“. (۴)

بخاری شریف میں ہے:

حدثنا محمد بن منهال:حدثنايزيد بن زريع:حدثنا عمربن محمد بن زيد،عن نافع،عن ابن عمر،عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:خالفواالمشركين:وفرو االلحى،واحفواالشوارب،و كان ابن عمر:إذاحج أواعتمر قبض على لحيته،فما فضل أخذه“. (۵)

---

(۱) حوشى الشروانى علٰى تحفة المحتاج شرح المنهاج، فصل فى العقيقة: ۴۳۶/۹ـ

(۲) فتح البارى: ۳۵۰/۱۰،باب تقليم الأظفار،دارالنشر للكتب الإسلامية

(۳) المجموع شرح المهذب مسائل مستحبة من خصال الفطرة: ۲۹۰/۱،دارالفكر)(باب السواك،انيس)

(۴) كشاف القناع عن متن الاقناع،كتاب الطهارة ،ويسن الإمتشاط......: ۷۵/۱ـ

(۵) صحيح البخارى،كتاب اللباس،باب تقليم الأظفار: ۸۷۵/۲)(رقم الحديث: ۵۸۹۲،انيس)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله: (خالفوا المشركين) أرادبهم المجوس، يدل عليه رواية مسلم: خالفوا المجوس؛ لأنهم كانوا يقصرون لحاهم، ومنهم من كان يحلقها". (۱)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں:

"قوله خالفوا المشركين" في حديث أبي هريرة عند مسلم خالفوا المجوس، وهو المراد في حديث بن عمر فإنهم كانوا يقصرون لحاهم ومنهم من كان يحلقها". (۲)

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"أما إعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى أوفوا اللحىٰ في الرواية الأخرىٰ وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك". (۳)

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم". (۴)

مرقاۃ میں ہے:

"أي من شبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار. (فهو منهم): أي في الإثم والخير، قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب، قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير فان الخلق الصوري لا يتصور فيه التشبه والخلق المعنوي لا يقال فيه التشبه بل هو التخلق". (۵)

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک داڑھی کا منڈانا حرام ہے، اور اس کا کاٹنا جو کہ کفار کے مشابہ ہو بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے، پھر مکروہ پر اصرار کرنے والا فاسق ہوگا؛ کیوں کہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ کا حکم لے لیتا ہے، جیسے کہ علامہ شامیؒ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے:

"أن الصغيرة تأخذ الكبيرة بالإصرار". (۶)

---

(۱) عمدة القاري: ۹۰/۱۵ (باب تقليم الأظفار، انيس)

(۲) فتح الباري: ۳۴۹/۱، دار نشر الكتب الإسلامية (باب تقليم الأظفار، انيس)

(۳) شرح الصحيح لمسلم للنووي: ۱۲۹/۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، فيصل

(۴) مشكاة المصابيح: ۲۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، قديمي

(۵) مرقاة المفاتيح علىٰ مشكاة المصابيح: ۲۵۵/۸، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مسئلة التشبه، إمدادية

(۶) ردالمحتار: ۴۷۳/۵، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد

اور ائمہ اربعہ کے نزدیک فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

''الفقه على المذاهب الأربعة'' میں ہے:

''تكره إمامة الفاسق إلا إذا كان إمامًا لمثله باتفاق الحنفية، والشافعية، أما الحنابلة قالوا: إمامة الفاسق ولو لمثله، غير صحيحة إلا في صلاة الجمعة والعيد إذا تعذرت صلاتهما خلف غيره، فتجوز إمامته للضرورة، والمالكية قالوا: إمامة الفسق مكروهة ولو لمثله''. (۱)

خلاصہ: باتفاق ائمہ اربعہ داڑھی منڈوانے والے یا ایک مشت سے اوپر کترانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/۲۵۵-۲۵۹)

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قران مجید سناتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی مونڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟ اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے؟

الجواب

شرعا داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے، '' اعفوا اللحی ارخوا اللحی وأوفوا اللحی وغیر ذلک'' امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا قدر مشت سے کم کتروانا؛ یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے، اس سے کم کرنا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعا فسق اور کبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے، شرعاً فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض وتراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں، بجائے ایسے حافظ غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں، فرائض ہوں یا تراویح، دونوں میں داڑھی مونڈانے والے کو جو کہ فاسق ہے، امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے، جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد اللہ عفا اللہ عنہ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۵) ☆

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۳٤۷، مبحث مكروهات الصلاة

(۲) صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۲)/ فتح القدير: كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء ولا كفارة: ۲/۳٤، دار الفكر بيروت/ ردالمحتار: ۱/۵۲۰، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد. انيس)

==

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں! علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے، منڈواتا ہے؛ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے، وہ شخص امامت نہ کرائے، چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو؟ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کٹواتا ہے، وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: **عشر من الفطرة منها إعفاء اللحية.**

نیز وارد ہے: "**اعفوا اللحى، أرخوا اللحى وأوفوا اللحى، وكثروا اللحى**" اور "**وفروا اللحى**".

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے، بڑھانے، پورا کرنے، لٹکانے کا، ان احادیث میں حکم فرمایا ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے، جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو، وہ امر واجب ہوتا ہے، اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے؛ اس لیے داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے، امامت کے لیے متقی، متورع عالم کی ضرورت ہے، البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے، وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں محض لغو ہیں، انہیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے؛ تا کہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، ۳/ربیع الاول ۱۳۸۱ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۹)

== ☆ بوقت ضرورت داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے؛ لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے، حالاں کہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے، یہ شخص بھی عالم دین ہے؛ لیکن داڑھی کٹاتا ہے، آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۹/شعبان ۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۰۸)

سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مدرسہ فتح پوری دہلی کا فارغ التحصیل ہے؛ لیکن اس کی داڑھی سنت کے موافق نہیں ہے اور پینتالیس سال سے عیسائی مشنری میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے، نیز مقتدیوں سے بداخلاقی بھی کرتا ہے، شعائر دین کا لحاظ نہیں رکھتا، ایسے امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرحیم حمام گلی صدر روڈ پشاور، ۱۲/ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، **لفسقه كما في شهادات.** (تنقيح الفتاوی الحامدية) (۱) البتہ اگر قوم کی دینی حالت اس سے بدتر ہو تو یہ امام اندھوں میں کانا ہے تو کراہت نہیں ہے، **كما في البحر الرائق**، ص: ۳۴۹، جلد: ۱: **"وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عن وجود غيرهم وإلا فلا كراهة".** (۲) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۷۶)

بغیر داڑھی والا قرآن پاک درست پڑھتا ہو اور داڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ داڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی داڑھی رکھواتے ہیں اور ان میں جو داڑھی رکھواتے ہیں، قران مجید نہیں پڑھ سکتے، کہیں عین کی جگہ الف، ح کی جگہ ھ، ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں، کھڑے کو پڑا، پڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں اور جو داڑھی کٹواتے ہیں، ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں، یہ نماز پڑھائیں، کیا جو داڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے، ان کے پیچھے نماز داڑھی والوں کی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے داڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں، مستقل امام نہ تو

---

(۱) قال العلامة محمد أمين: أن الأخذ من اللحية وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهنود ومجوس الأعاجم. (العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۳۵۱، لايباح الأخذ من اللحية وهي دون القبضة)

(۲) البحر الرائق: ۱/۳۴۹، باب الإمامة

داڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے، البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے داڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۱۲)

داڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد فوت ہوگئے، ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے، ان کے فوت ہوجانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا والا حق سمجھ کر خود بخود امامت کے لیے کھڑا ہوسکتا ہے، یا مقتدیوں کے استیلاء پر، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا، وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں، وہ قابل امامت نہیں ہوتا، نماز پابندی سے نہیں پڑھتا، کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا، سگریٹ بھی پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں اور داڑھی بھی منڈاتا ہے، اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے اور جھگڑا وفساد برپا ہوجاتا ہے، جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارت دائمی کو ختم فرمادیں؟ نوازش ہوگی۔

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) اولاً: امامت کا وارثت سے کوئی تعلق نہیں، امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں، امام بنا سکتے ہیں۔(۱)

(۲) امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ثانیاً: ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے، امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں؛ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کرلیں، وہی امام بن سکے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/۱۱۳)

---

(۱) امام متعین کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے، نہ کہ امام کو۔ (البانی) للمسجد (أولی) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عیّنه) البانی. (الدر المختار) وفی ردالمحتار: (قوله البانی أولیٰ) وکذا ولده وعشیرته أولیٰ من غیرهم، أشباه. (رد المحتار، کتاب الوقف: ٦/٦٤٥، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس) ==

داڑھی کتروانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام مسجد جو کہ ہر وقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے، رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے؛ کیوں کہ قرآن مجید کا حافظ ہے؛ لیکن حد شرعی سے اس کی داڑھی کم ہے، کٹوایا کرتا ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے، نہ فرض نہ نفل؛ یعنی تراویح نہیں ہوتی، جو پڑھی گئی ہیں، ان کو بھی پھر لوٹایا جائے، اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا داڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں، ان کا لوٹانا ضروری ہے، یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

الجواب

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔

" وأما الأخذ منها وهی دون ذلک فلم یبحه أحد". (۱)

نیز درمختار میں ہے:

"والسنة فیها القبضة إلخ، وکذا قال یحرم علی الرجل قطع لحیته". (۲)

لہٰذا جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

"ویکره إمامة عبد، إلخ، وفاسق". (۳)

اگر چہ **"بحکم صلوا خلف کل بر وفاجر"** اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، لہٰذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں؛ لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے، نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں؛ **لأن فی إمامته تعظیم وتعظیم الفاسق حرام. فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم** (فتاویٰ مفتی محمود: ۱۱۵/۲)

== والبانی أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشیرته أولیٰ بذلک من غیرهم. (البحر الرائق: ۲۷۰/۵، دار الکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأهل المحلة ولا یکون للبانی منهم ذلک وقال أبو بکر الإسکاف: البانی أحق بتنصیبها من غیره کما فی العمارة کالقاضی، وقال أبو اللیث: وبه ناخذ إلا أن یرید الثانی إماماً ومؤذناً والقوم یریدون أصلح فلهم أن یفعلوا ذلک، کذا فی النوازل. (البنایة شرح الهدایة، شرط الواقف أن یستبدل بالوقف أرضا أخریٰ: ۴۵۱/۷، دار الکتب العلمیة بیروت/ وکذا فی البحر الرائق، الناظر بالشرط فی الوقف: ۲۵۱/۵، دار الکتاب الإسلامی بیروت. انیس)

(۱) الدر المختار، مطلب فی الأخذ من اللحیة: ۱۲۴/۲۔

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة: ۲۸۸/۵۔

(۳) بل مشیٰ فی شرح المنیة أن کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم (الدر المختار، باب الإمامة: ۴۱۴/۱۔

داڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے؛ لیکن داڑھی منڈاتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز؟ نیز اگر وہ آج تائب ہو جائے، تب شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے، داڑھی منڈانا، یا حد سنت؛ یعنی بقدر مشت سے قبل کتروانا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق وکبیرہ گناہ ہے، لہٰذا ایسا شخص جو داڑھی منڈاتا ہے، شرعاً فاسق ہے، امامت کا اہل نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کو فرائض وتراویح میں امام بنانا جائز نہیں، ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے، لہٰذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہو جانے کے بعد بھی جب تک داڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو، امام نہ بنایا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۱۱۱)

داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ:

سوال: ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں، جن کی داڑھی مونچھ صاف ہے، نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دعا تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب داڑھی کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لیے داڑھی کی کوئی قید نہیں ہے، اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسمی داڑھی رکھ لیں گے؛ یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے، اگر چہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہو جائیں گے،(۲) وکیل صاحب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مان کر شرعی داڑھی رکھ لیں تو بہت بڑے

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووي: واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة إلخ". (الصحيح لمسلم مع شرح النووي، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، انیس)

(۲) ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب؛ لأن الجمعة مع الخطبة كشيئ واحد، فلا ينبغي أن يقيمها إثنان، ==

اجر کے مستحق ہوں گے، موسمی داڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں؛ بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے کہ خطبہ پڑھنے کی خاطر رکھی گئی ہے؛ تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں، کام وہ مقبول ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے ہو۔(۱)

دعا کے لیے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہر شخص اپنی اپنی دعا جس طرح پنج گانہ نماز کے بعد مانگتا ہے، اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۱۱/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۳۰-۱۳۱)

بڑی مونچھ والے کی امامت:

سوال: اگر امام حافظ ہو اور وہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہو جن سے ہونٹ ڈھکے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ داڑھی میں مونچھ رکھتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اتنی بڑی مونچھ رکھنا جس سے ہونٹ بالکل ڈھک جائے، حدیث شریف کے خلاف اور مکروہ ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۳۱)

== وإن فعل جاز،اهـ.خطب صبی بإذن السلطان وصلّٰی بالغ،جازهو المختار.(الدرالمختار، كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة: ۲/ ۱٦۲،سعيد)(مطلب فی جوازنيابة الخطيب،انيس)

(۱) قال اللّٰه تعالٰی:﴿لن ينال اللّٰه لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوٰى منكم﴾(سورة الحج: ۳۷)

"عن عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:"إنما الأعمال بالنيات،وإنما لكل امرئ ما نوٰى،فمن كانت هجرته إلٰى اللّٰه ورسوله،فهجرته إلى اللّٰه ورسوله،ومن كانت هجرته إلٰى دنيا يصيبها أوامرأة يتزوجها،فهجرته إلٰى ماهاجرإليه". (مشكوٰة المصابيح: ۱/ ۱۱،قديمی)

(۲) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم:"خالفوا المشركين،وأحفوا الشوارب وأوفوا اللحٰى".

وعن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم :قال:"أحفوا الشوارب وأعفوا اللحٰى".

"عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحٰى، وخالفوا المجوس"(الصحيح لمسلم،كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة: ۱/ ۱۲۹،قديمی)

"وأما روايات"أحفوا الشوارب" فمعناها:أحفوا ما طال على الشفتين". (شرح النووی علٰی الصحيح لمسلم،كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة: ۱/ ۱۲۹،قديمی)

"وتفسير القص أن ينقص حتٰى ينتقص عن الإطار،وهوبكسر الهمزة،ملتقى الجلدة واللحم من الشفة".(رد المحتار، كتاب الحج،باب الجنايات: ۲/ ۵۵۰،سعيد)

قال القاری:قال ابن حجر:فيسن إحفائه حتٰى تبدو حمرة الشفة العليا". (بذل المجهود،كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة: ۱/ ۳۳،مكتبة امدادية ملتان)

جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز:

سوال: اگر کسی امام کی مونچھیں بڑی ہوں اور داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو اور ان کی باتوں کی وجہ سے کسی مقتدی کو نفرت ہو تو اس کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۳/۶)

جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں، اس کی امامت:

سوال: ایک شخص کی موقوف علیہ تک تعلیم ہے اور عمر اٹھارسال سے متجاوز ہے، نیز ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے کچھ بال نکل رہے ہیں، باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان کم ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی، یا تنزیہی؟ اور اگر باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

وہ شخص جس کی عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کچھ بال نکلے ہوں اور باقی حصہ چہرہ میں بال نکلنے کا امکان کم ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گول داڑھی اس کی نہیں ہوگی اور وہ نماز کے مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔

”قد نبت له شعرات فی ذقنه تؤذن؛لأنه ليس من مستدير اللحی،فهل حكمه فی الإمامة كالرجال الكاملين أم لا؟فأجاب السيد العلامة أحمد بن يونس المعروف بابن الشلبی من متأخری علماء الحنفية عن مثل هٰذه المسئلة،فأجاب بالجواز من غير كراهة“. (ردالمحتار: ۵۸۷/۱)(۲)**فقط والله سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۶/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۶/۲۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۶)

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ”الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وان عمل الكبائر، والصلاة واجبة علیٰ كل مسلم براً أو كان فاجراً وإن عمل الكبائر“. (سنن أبی داؤد، كتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمدادية، ملتان)

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، سعيد

داڑھی کے سفید بال اکھڑوانے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: زید پیش امام ہے اور اپنی داڑھی کے سفید بال اکھڑواتا ہے، آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور داڑھی کے سفید بال اکھڑوانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ شخص قبل از وقت بوڑھا ہو گیا ہو، تب تو نتف شیب جائز ہے بشرطیکہ محض زینت کی نیت نہ ہو، بلکہ ارضاء زوجہ مقصود ہو، یا اور کوئی ضرورت ہو اور اگر بوڑھا قبل از وقت نہیں؛ بلکہ وقت پر ہوا ہے... تو نتف شیب مکروہ ہے اور کراہت تنزیہیہ ہے۔

قال في الهندية: ونتف الشيب مكروه للتنزيين لا لترهيب العدو وكذا نقل عن الإمام، كذا في جواهر الأخلاطي. (٢٣٨/٦)(۱)

قلت: واحفظ عن موضع لايحضرفي الآن لفظ لابأس به في ذلك والجمع بينهماماذكرته ولعله جمع حسن والله أعلم

۲۱ رشعبان ۱۳۴۵ھ (امدادالاحکام: ۱۴۰/۲)

سر اور داڑھی کو خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: ہم جس دفتر میں کام کرتے ہیں، اس میں ہم نے ایک جگہ نماز ادا کرنے کے لیے مخصوص کر لی ہے، جہاں پر آفس کے اوقات میں ظہر اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، جو حافظ صاحب اس کی امامت فرماتے ہیں، وہ یہاں اس ادارے میں ملازم ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امامت کے سلسلے میں وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے، مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اب کچھ دنوں سے انہوں نے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو خضاب سے رنگنا شروع کر دیا ہے، جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں آتی، لہذا آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا حنفی فقہ کے تحت ان کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں، کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

جو امام سیاہ خضاب لگاتا ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۴۲/۳)

---

(۱) كتاب الكراهية وهومشتمل ثلاثين باباً، الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، انيس

(۲) وأما الخضاب بالسواد ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء، وليحبب نفسه إليهن فذلك مكروه وعليه عامة المشائخ. (الفتاویٰ الهندية: ٥/٥٩، كتاب الكراهية، والباب العشرون)

سیاہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت:

سوال: جو شخص خضاب لگاوے اور سیاہ بال رکھے اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۱۱۸)

تعزیہ دار اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: تعزیہ دار کے پیچھے اور سیاہ خضاب کرنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

تعزیہ دار فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے اور سیاہ خضاب کو بعض فقہا نے جائز فرمایا ہے اور بعض نے مکروہ اور یہی صحیح ہے،(۲) لہٰذا سیاہ خضاب کرنے والے کو امام بنانا اچھا نہیں ہے، اگر چہ نماز ہو جاتی ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۴۱) ☆

---

(۱) ویستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، والأصح أنه عليه الصلاة و السلام لم يفعله، ويكره بالسواد، وقيل: لا. (الدر المختار)

(قوله يكره بالسواد) أي لغير الحرب، إلخ وإن ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة، روى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال: "كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۷۲/۵) (باب الاستبراء وغيره، انيس)

اگر سیاہ خضاب مکروہ مانا جائے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی، ورنہ نہیں؛ اس لیے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ظفیر

(۲) ویستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو في غير حرب في الأصح، والأصح أنه عليه الصلوٰة والسلام لم يفعله ويكره بالسواد وقيل: لا. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب في البيع: ۳۷۲/۵، ظفير)

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحناء والكتم. (سنن ابن ماجة، باب الخضاب بالحناء (ح: ۳۶۲۲) انيس)

عن جابر قال: جيء بأبي قحافة يوم الفتح إلى النبي صلى الله عليه وسلم وكان رأسه ثغامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهبوا إلى بعض نسائه فلتغيره وجنبوه السواد. (سنن ابن ماجة، باب الخضاب بالسواد (ح: ۳۶۲٤)/ سنن أبي داؤد، باب في الخضاب (ح: ٤٢٠٤) انيس)

☆ کالا خضاب لگانے والے کی امامت:

سوال: کچھ ایسے امام ہوتے ہیں جو اپنے بالوں کو کبھی تو کالی مہندی لگا کر کالا اور کبھی لال مہندی لگا کر بالوں کو لال کر لیتے ہیں یا خضاب وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور کچھ تو داڑھی کو آدھی لال اور آدھی کالی رنگتے ہین، کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ ==

مہندی کا خضاب لگانے والے اور تارکِ جماعت کی امامت جائز ہے یا نہیں:

سوال: خضاب مہندی جائز است یا نہ، وامامت تارک جماعت جائز ست، یا نہ؟(۱)

الجواب

خضاب مہدی جائز است وترک جماعت بلا عذر معصیت است، امامت تارک جماعت مکروہ است ۔(۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۳۰۴-۳۰۵)

☆☆☆

== هو المصوب

کالا خضاب لگانا مکروہ ہے۔(غیروا هٰذا بشئ واجتنبوا السواد.(الصحیح لمسلم، کتاب اللباس،باب فی صبغ الشعر وتغییر الشیب،رقم الحدیث: ۲۱۰۲)قوله "ویکره بالسواد"أی لغیر الحرب...وإن لیزین نفسه فمکروه وعلیه عامة المشائخ.(رد المحتار: ۹/۶۰۵)اس لیے کالا خضاب لگانے والے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، دو رنگ ملانا مناسب نہیں ہے، ایک رنگ استعمال کیا جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۳۳۸)

(۱) خلاصۂ سوال: مہندی کا خضاب جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت چھوڑنے والے کی امامت جائز ہے، یا نہیں؟ انیس

(۲) خلاصۂ جواب: مہندی کا خضاب جائز ہے اور بلا عذر جماعت ترک کرنا گناہ ہے، جماعت چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے۔انیس)

(وفَصَّلَ فی المحیط بین الخضاب بالسواد (إلٰی قوله) ومذهبنا أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن، کمافی الخانیة.(رد المحتار: ۵/۳۳۹)(کتاب الخنثٰی،مسائل شتٰی،انیس)

عن أبی ذر قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:إن أحسن ما غیرتم به الشیب الحناء والکتم.(سنن أبی داؤد ،باب فی الخضاب(ح:۴۲۰۵)/سنن الترمذی،باب ماجاء فی الخضاب (ح:۱۷۵۳)انیس)

الجماعة سنةٌ (إلٰی قوله) وقیل واجبةٌ وعلیه العامة .(الدر المختار)(کتاب الصلاة،باب الإمامة :۲/۲۹۰، دار الکتب العلمیة،انیس)

فی الأجناس:لاتقبل شهادته إذا ترکها استخفافاًأو مجانةً.(ردالمحتار: ۱/۵۷۹، باب الإمامة)

ویکره إمامة الفاسق،إلخ.(کبیری)(فصل فی الإمامة وفیها مباحث،ص: ۵۸۰،انیس)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبۃ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد/مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحئ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبھٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا

(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳)	فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴)	فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵)	احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶)	فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷)	فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸)	فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹)	کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰)	محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱)	حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی
(۳۲)	فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳)	فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴)	فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵)	فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶)	فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷)	آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸)	مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹)	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰)	فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱)	فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲)	فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳)	فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

مصادر ومراجع

قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد المحلی	۸۶۴ھ
		جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۱۵۹ھ
(۱۰)	جواہر تفسیر (اردو ترجمہ)	مولانا محمد محفوظ الحق شاہ چشتی صابری قادری	--
(۱۱)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۲)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۳)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۴)	بیان القرآن	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۱۵)	فوائد تفسیر عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶)	معارف القرآن	مفتی شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

عقائد (مع شروحات)

(۱۷)	فقہ اکبر	ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	العقیدة الطحاویة	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۹)	شرح العقیدة الطحاویة	صدر الدین علی بن محمد بن العز الحنفی الأذرعی الصالحی الدمشقی	۷۴۲
(۲۰)	شرح العقائد النسفیة	سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱-۷۹۲ھ
(۲۱)	شرح فقہ اکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ

متون واطراف واجزاء حدیث

(۲۳)	مسند ابو حنیفہ بروایة الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۲۴)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الأصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۵)	کتاب الآثار بروایة أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتة انصاری	۱۸۲ھ
(۲۶)	الزہد والرقائق لابن المبارک	ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۷)	کتاب الآثار بروایة امام محمد	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۸)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۹)	الجامع لابن وھب	ابو محمد عبد اللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۳۰)	مسند الشافعی بترتیب السندی السنن الماثورة بروایة المزنی	امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۳۱)	مسند ابو داؤد الطیالسی	ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۳۲)	مصنف عبد الرزاق صنعانی	عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۳)	مسند الحمیدی	ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۴)	الصلوٰة	ابو نعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۵)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۳۶)	مصنف ابن ابی شیبہ/مسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۷)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۸)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۹)	فضائل الصحابۃ	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۴۰)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۴۱)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۲)	خلق افعال العباد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۳)	احادیث کتاب التاریخ الکبیر	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۴)	القراءۃ خلف الإمام	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۵)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۶)	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج بن داؤد القشیری	۲۶۱ھ
(۴۷)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۸)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۹)	سنن ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۵۰)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۱)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۲)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۳)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۴)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۵)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۶)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۷)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۸)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۹)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۰)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۱)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۲)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۳)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشا پوری	۳۰۷ھ
(۶۴)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۵)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۶)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحٰق بن المغیر ۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۷)	التوحید	محمد بن اسحٰق بن المغیر ۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسا فوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۸)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۹)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۷۰)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۷۱)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۲)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۳)	المنتقی من مکارم الأخلاق ومعالیھا	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۴)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۷۵)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۶)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۷)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۹)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۸۰)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۸۱)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۳)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۸۴)	الإبانة الكبرىٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العكبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۸۵)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۶)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۷)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابوالقاسم ھبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۸)	حلية الاولياء وطبقات الاصفياء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشہاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	جامع بیان العلم وفضله	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۶)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۷)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شهردار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۸)	شرح السنة	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۹)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بهزام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۰)	المعجم	ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبة اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۱)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الهندی	۵۷۹ھ
(۱۰۲)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۳)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۴)	منهاج السنة	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۵)	الجوهر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ المار دینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۶)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۷)	نصب الرایة فی تخریج أحادیث الهدایة	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۰۸)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۹)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۰)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۲)	المقصد العلی فی زوائد أبی یعلی الموصلی	ابوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۳)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۴)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۵)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۶)	الجامع الصغیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۷)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۸)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۹)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۲۰)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

شروح وعلل حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۱)	مختصر صحیح مسلم	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۱۲۲)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۳)	تہذیب الأسماء واللغات	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۴)	التقریب والتیسیر	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۵)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۲۶)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۷)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۸)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۹)	رسالۃ فی فن اُصول الحدیث	السید الشریف علی بن محمد بن علی الجرجانی	۸۱۶ھ
(۱۳۰)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۱)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۲)	لسان المیزان	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۳)	شرح نخبۃ الفکر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۳۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۵)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۶)	شرح سنن اُبی داؤد	بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۸)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۹)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۴۰)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۱)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۲)	الموضوعات الکبریٰ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۳)	الموضوعات الصغریٰ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۴۴)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۵)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح / مصطلحات علم الحدیث الملحقۃ بالمشکوٰۃ	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۶)	شرح الزرقانی علی موطا الإمام مالک	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۷)	شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۴۸)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۹)	فتح الودود شرح ابوداؤد	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۵۰)	الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث	احمد بن عبدالکریم بن سعودی الغزی العامری	۱۱۴۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۵۱)	كشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبد الهادی بن عبد الغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۵۲)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۵۳)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبد الله الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۴)	الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة	محمد بن علی بن محمد بن عبد الله الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۵۵)	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۵۶)	بذل المجهود في حل أبي داؤد	المحدث خلیل احمد السهارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۵۷)	التعليق الممجد على موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۸)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۹)	التعليق الحسن على آثار السنن	محمد بن علی الشهير بظهير احسن النيموی البهاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۶۰)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۱)	الكوكب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۶۲)	عون المعبود فی شرح سنن أبي داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۶۳)	مصباح الظلام شرح نیل المرام	السید محمد بن عبد الله الجردانی الدمیاطی	۱۳۳۱ھ
(۱۶۴)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۵)	فیض الباری شرح البخاری	علامة محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۶۶)	تحفة الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبد الرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۷)	فتح الملهم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۸)	التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۹)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۷۰)	أوجز المسالك إلى موطا امام مالك	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۷۱)	مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح	ابوالحسن عبید الله بن محمد عبد السلام بن خاں محمد بن امان الله بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۷۲)	منهاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۷۳)	تكملة فتح الملهم	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ
(۱۷۴)	کتاب درس ترمذی	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	مدظلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	سیرت وشمائل		
(۱۷۵)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۶)	المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
	کتب فقہ احناف		
(۱۷۷)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۸)	کتاب الأصل	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۹)	الجامع الصغیر	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۸۰)	مختصر الطحاوی	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۸۱)	شرح مختصر الطحاوی	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۸۲)	عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۳)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۴)	النتف فی الفتاوی	ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۵)	المبسوط	شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۶)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۷)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابو احمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۸)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۹)	المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۹۰)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۹۱)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۹۲)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۳)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۴)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۵)	غایۃ البیان ونادرۃ القران فی آخر الزمان	قوام الدین امیر کا تب ابن عمر ابن العمید غازی الفارابی الاترازی الاتقانی	۶۵۸ھ
(۱۹۶)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۷)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین الدمنوی رالمدائنی	۶۶۷ھ
(۱۹۸)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۹)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۲۰۰)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۲۰۱)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۲۰۲)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۲۰۳)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۴)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۵)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۶)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۷)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۸)	النھایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۹)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۱۰)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۱۱)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۱۲)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۳)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۴)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۵)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۶)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۷)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۸)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۱۹)	فتح القدیرعلی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۲۰)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغاالحنفی	۸۷۹ھ
(۲۲۱)	دررالحکام شرح غررالأحکام	ملاخسرو،محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۲۲)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۳)	حاشیۃعلی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیرخان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۲۴)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۵)	الصغیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۶)	الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۷)	جامع الرموزشرح مختصرالوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۸)	البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۹)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۳۰)	تنویرالأبصاروجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۱)	منح الغفارشرح تنویرالأبصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۲)	النہرالفائق شرح کنزالدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۳)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۴)	رمزالحقائق شرح کنزالدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری،ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۵)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۶)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	امدادالفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۹)	مجمع الأنہرفی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعوشیخی زادہ،المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۴۰)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۱)	الدرالمختارشرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاءالحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۳)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالا بدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	رسالہ فیض عام	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
(۲۴۸)	ردالمحتار حاشیۃ الدر المختار (شامی)	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۲)	غایۃ الاوطار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری	۱۲۷۱ھ
	ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	--
(۲۵۳)	التحریر المختار حاشیۃ ردالمحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۴)	مفتاح الجنۃ	شاہ کرامت علی جونپوری حنفی	۱۲۹۰ھ
(۲۵۵)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۶)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۵)	بہشتی گوہر	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۶)	بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۶۷)	نفائس مرغوبہ	مفتی کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
(۲۶۸)	احکام دعاء	مفتی شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۶۹)	بینات، اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۱۳۹۷ھ
(۲۷۰)	طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل	مولانا اویس احمد قاسمی	۱۴۳۶ھ
(۲۷۱)	بحوث فی قضایا فقہیة معاصرة	محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	مدظلہ
(۲۷۲)	تسہیل ادلہ کاملہ	مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری	مدظلہ
(۲۷۳)	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری	مدظلہ
(۲۷۴)	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز		مدظلہ
(۲۷۵)	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مدظلہ
(۲۷۶)	احکام نماز اور احادیث وآثار	مولانا عبیداللہ اسعدی باندہ	مدظلہ
(۲۷۷)	ہدایة النور فیما یتعلق بالأظفار والشعور	محمد سعداللہ	--
(۲۷۸)	اہم مسائل	جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر، مرتب مولانا محمد جعفر علی	--

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۹)	المدونہ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۸۰)	کتاب الام	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن عبدمناف الشافعی القرشی المکی	۲۰۴ھ
(۲۸۱)	مسائل حرب الکرمانی	ابومحمد حرب بن اسماعیل بن خلف الکرمانی	۲۸۰
(۲۸۲)	التلقین فی الفقه المالکی	ابومحمد عبدالوہاب بن علی بن نصر الثعلبی البغدادی المالکی	۴۲۲ھ
(۲۸۳)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامة المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۴)	المجموع شرح المهذب	محی الدین ابوزکریا یحيیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۵)	شرح المقنع	ابوالمحاسن یوسف بن محمد بن عبداللہ المقدسی الحنبلی	۷۱۹ھ
(۲۸۶)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۷)	شرح العباب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۸)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۹)	الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف عند الامام احمد	علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی الدمشقی الصالحی الحنبلی	۸۸۵ھ
(۲۹۰)	فتح المعین فی شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد المعبری الملیباری الشافعی الصوفی	۸۷۲ھ
(۲۹۱)	مواھب الجلیل شرح مختصر خلیل	شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الطرابلسی المغربی المالکی	۹۵۴ھ
(۲۹۲)	تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج	شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعی	۹۷۳ھ
(۲۹۳)	کشاف القناع عن متن الاقناع	منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن ادریس البھوتی الحنبلی	۱۰۵۱ھ
(۲۹۴)	شرح مختصر خلیل	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخرشی المالکی	۱۱۰۱ھ
(۲۹۵)	الفواکہ الدوانی	احمد بن غانم بن سالم بن مھنا شہاب الدین النفراوی الازھری المالکی	۱۱۲۶ھ
(۲۹۶)	حاشیۃ العدوی علی شرح کفایۃ الطالب الربانی	ابوالحسن علی بن احمد بن مکرم الصعیدی العدوی	۱۱۸۹ھ
(۲۹۷)	حاشیۃ علی تحفۃ المحتاج	الامام عبدالحمید الشروانی المکی	۱۳۰۱ھ
(۲۹۸)	فتاویٰ نذیریہ	مولانا نذیر حسین دہلوی	۱۳۲۰ھ
(۲۹۹)	فتاویٰ غزنویہ	مولانا عبدالجبار بن سید محمد عبداللہ غزنوی	۱۹۱۳ء
(۳۰۰)	فتاویٰ ثنایہ	ابوالوفاء محمد ثناء اللہ امرتسری	۱۳۶۸ھ
(۳۰۱)	فتاویٰ علماء اہل حدیث	مفتی ابوالقاسم بن مولانا محمد سعید بنارسی	۱۳۶۹ھ

فقہ مقارن

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۲)	بلوغ المرام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۳۰۳)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد بن عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۳۰۴)	توضیح الأحکام من بلوغ المرام	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن صالح بن حمد بن محمد بن حمد بن ابراہیم البسام التمیمی	۱۴۲۳ھ
(۳۰۵)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

اصول فقہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۶)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۷)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۸)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبد العزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۹)	الکوکب الدری	عبد الرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی الشافعی ابومحمد جمال الدین	۷۷۲ھ
(۳۱۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۱۱)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۱۲)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

(۳۱۳)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۴)	خط امام غزالی بنام خاص شاگرد خورد	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۵)	فصول الآداب	ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل البغدادی الظفری	۵۱۳ھ
(۳۱۶)	غنیۃ الطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبد القادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۷)	الفتح الربانی	قطب ربانی محبوب سبحانی عبد القادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۸)	شرعۃ الاسلام	رکن الاسلام، محمد بن ابوبکر المعروف بامام زادہ الحنفی	۵۷۳ھ
(۳۱۹)	تلبیس ابلیس	جمال الدین ابوالفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی	۵۹۷ھ
(۳۲۰)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۲۱)	الأذکار للنووی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۲۲)	تنوع العبادات	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۲۳)	الاعتصام	احمد بن ابوالحواری	۸۸۹ھ
(۳۲۴)	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن علی البروسوی سید علی زادہ	۹۳۱ھ
(۳۲۵)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۲۶)	مکتوبات الإمام الربانی	شیخ احمد سرہندی بن شیخ عبد الاحد فاروقی مجدد الف ثانی	۱۰۳۴ھ
(۳۲۷)	مجالس الابرار ومسالک الاخیار	احمد بن عبد القادر الرومی الحنفی	۱۰۴۱ھ
(۳۲۷)	اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین	محمد بن محمد بن عبد الرزاق الشہیر بالسید مرتضی الزبیدی الحنفی	۱۲۰۵

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۸)	تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن والحصین	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الیمنی	۱۲۵۰ھ
(۳۲۹)	شرح مختصر فصول الآداب	ابومحمد عبداللہ بن مانع بن غلاب الغبیوی الروقی العتیبی	مدظلہ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۳۰)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۳۱)	التاریخ الکبیر	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶
(۳۳۲)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۳۳)	أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	ابوالحسن علی بن ابوالکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری، ابن اثیر	۶۰۶ھ
(۳۳۴)	بوستان	شرف الدین مصلح بن عبداللہ الشہیر بسعدی الشیرازی الادیب الکامل الصوفی	۶۹۱ھ
(۳۳۵)	القاموس المحیط	مجدالدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عمر الشیرازی الفیروزآبادی	۸۱۷ھ
(۳۳۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۳۷)	تاج العروس من جواھر القاموس	ابوالفیض محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی المرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۳۳۸)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	----

﴿متفرفات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۳۹)	الجواب الکافی فیمن سئل عن الدواء الشافی، المعروف بالداء والدواء	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۳۴۰)	العبودیۃ/الصارم المسلول	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۳۴۱)	حصن حصین	شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف	۸۳۳ھ
(۳۴۲)	فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۳۴۳)	لواقح الانوار/لطائف المنن	عبدالوھاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳ھ
(۳۴۴)	شرح سفر السعادۃ	عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲ھ
(۳۴۵)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۴۶)	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۴۷)	الانصاب مع ترجمہ کشاف	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۴۸)	دلیل الطالب	ابوالطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی	۱۳۰۷ھ
(۳۴۹)	کتاب مسلک السادات الی سبیل الدعوات	محمد علی بن حسین مفتی المالکیہ	۱۳۱۰ھ
(۳۵۰)	الازھار المربوعۃ فی ردالآثار المتبوعۃ	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۱)	العلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴۱۲ھ
(۳۵۲)	الردعلی من أجاز تھذیب اللحیۃ	حمود بن عبداللہ بن حمود بن عبدالرحمٰن التویجری	۱۴۱۳ھ
(۲۵۳)	مکاتیب شیخ الحدیث	مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور	مدظلہ
(۲۵۴)	رسالہ آداب دعاء	مولانا محمد اجمل صاحب	--
(۲۵۵)	الموسوعۃ العقدیۃ	مجموعۃ من الباحثین باشراف الشیخ علوی بن عبدالقادر السقاف	--

نوٹ : ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۹'' کے متن وحاشیہ میں مذکورہ کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی/محمد اسامہ شمیم ندوی)